رجسٹرڈ نمبر بی ۴۵۳۲ REGD. NO. B 453

رہبر

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت دو پیسے ایڈیٹر ۔ مسز کلثوم سایانی

جلد ۲ | بمبئی ۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۴۱ء | نمبر ۲۳

نیک بات

آپس میں ایک دوسرے کی برائیاں نہ کرو اور کسی کو برے ناموں سے چڑاؤ۔ (قرآن مجید)

۱

ابھی پچھلے دنوں تعلیم بالغان کا ایک جلسہ ہوا تھا اور پھر تعلیم بالغان کا ایک بہت بڑا جلسہ ہونے والا ہے جس میں تعلیم بالغان کی کلاسوں میں پاس ہونے والی عورتوں کو سارٹیفکیٹ دیئے جائیں گے اور بہت سی دلچسپی کی باتیں ہوں گی۔ ہمارے تعلیم بالغان کے جلسوں میں عورتیں زیادہ آتی ہیں اور یہ خوشی کی بات ہے مگر پھر بھی بہت سی عورتیں جن کے بچے ہیں نہیں آسکتیں۔ اور جو آتی ہیں ان میں سے بہت سی عورتوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے آج ہم چند باتیں ایسی لکھتی ہوں جن پر عمل کرنے سے وہ بہت سی تکلیفوں سے بچ سکتی ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہوسکے تو بچوں کو گھر پر کسی کے پاس چھوڑ آیا جائے کیونکہ تعلیم بالغان کے جلسے کچھ زیادہ دیر تک نہیں ہوتے اگر ایسا نہ ہوسکے اور بچہ چھوٹا ہو تو پھر اس کو لے کر جلسہ میں آنے سے پہلے اس کے ضروری سامان کا ٹھیک سے انتظام کرلینا چاہئے۔ کپڑے رومال بچھونا کپڑا پن وغیرہ ساتھ لیتے

آنا چاہئے۔ تاکہ ضرورت کے وقت نئے رومال نہ چھانٹنے پڑیں۔ جلسے میں آنے سے پہلے زیور کو پالش کرالینا چاہئے

ان عورتوں کے بچے ذرا بڑے ہیں انھیں جلسے میں لانے کے بعد یا تو اپنے پاس بٹھانا چاہئے یا پھر دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے دینا چاہئے جن کا انتظام تعلیم بالغان کی طرف سے ایک آدمی کرتا ہے ورنہ بچے ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں اور تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔

ایک اور بات یہ ہے کہ جلسے میں بچوں کو خرچ کرنے کے لیے انھیں پیسے نہ دینا چاہئے ورنہ وہ سڑک پر غلط چیزیں خریدتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں۔ گذشتہ جلسے میں شاید ہر بچے نے آلس فروٹ خریدا اور بچوں نے زیادہ کھائے جس کی وجہ سے اکثر زکام اور سردی کا شکار ہوگئے یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ چھوٹے بچوں کو باہر بھیج کر کوئی سامان نہ منگایا جائے ورنہ بعد میں تکلیف اٹھانا پڑتی ہے

امید ہے کہ بہنیں ان مشوروں باتوں پر غور کرنے کی تکلیف کریں گی۔

حضرت عثمان

حضرت عثمان کے زمانہ میں آرمینیا کے لوگوں نے بغاوت کی مگر ۲۵ھ میں ان لوگوں کو ٹھیک کردیا گیا۔ آپ کے زمانہ میں پورا ایران اور کئی مقام فتح ہوئے حضرت امیر معاویہ نے سمندر کے راستہ جاکر قبرص کو گھیر لیا اور پہلے پہل مسلمانوں کی یہاں سمندری فوج تیار ہوئی۔

حضرت عثمان مالدار تاجر تھے۔ انھوں نے اللہ کی راہ میں روپیہ خرچ کرنے سے کبھی ہاتھ نہیں روکا اور ہر وقت مسلمانوں کی روپیہ پیسے سے مدد کی ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مدینہ میں پانی کی بہت تکلیف تھی کیونکہ ایک ہی کنواں تھا اور وہ ایک یہودی کے قبضہ میں تھا اس لئے مسلمان یہاں سے پانی نہیں لے سکتے تھے۔ حضرت عثمان نے یہودی کو کنوئیں کی آدھی قیمت دے دی تب یہودی نے ایک دن مسلمانوں کو اور ایک دن یہودیوں کو کنوئیں سے پانی بھرنے کی اجازت دے رکھی تھی مگر حضرت عثمان نے کہا کہ یہودی اگر چاہیں تو مسلمانوں کے دن پر بھی پانی بھر سکتے ہیں اس بات کا یہودی پہ بہت اثر ہوا اور اس نے پوری قیمت لے کر کنوئیں کو بیچ ڈالا تب سے ہر آدمی کو اُس

میں سے پانی لینے کی اجازت مل گئی۔
حضرت عثمان جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے سب لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ جن میں آپ کے رشتہ دار بھی تھے مگر آپ کے رشتہ داروں نے جنھیں آپ نے حاکم مقرر کیا تھا یہ سمجھ کر کہ اب تو خلیفہ اپنے ہی آدمی ہیں من مانی کاروائی شروع کردی اور لوگوں کو تکلیف پہنچانے لگے۔ ان میں سے ایک آدمی عبداللہ بن سعد کی بہت شکایتیں تھیں آپ نے اس کو الگ کرکے ایک دوسرے آدمی محمد بن ابوبکر کو وہاں کا حاکم بناکر بھیجا

نئے حاکم جو آرہے ہیں ان کو قتل کردو۔ جب یہ خط پکڑا گیا تو لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عثمان ہی نے یہ خط بھیجا ہے کیوں کہ مہر اور اونٹنی آپ کی تھی۔ اس لئے سب لوگ آپ سے ناراض ہوگئے۔ اور اس کا سبب پوچھا آپ نے کہا کہ مہر بھی میری ہے اور اور اونٹنی بھی میری ہے مگر میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا بعد میں پتہ چلا کہ یہ مروان نام کے ایک آدمی کی شرارت ہے جو آپ کے گھر میں چھپا ہوا ہے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اس آدمی کو ہمارے حوالے کردیجئے ہم اسے قتل کریں گے مگر آپ نے کہا کہ وہ میری پناہ میں آیا ہے اور میں پناہ میں آئے ہوئے شخص کو کس طرح تمہارے حوالہ کرسکتا ہوں اس پر لوگ بگڑ گئے اور گھر کو گھیر لیا۔ اور اندر جاکر آپ کو شہید کردیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۲ سال کی تھی

ہنسی کی باتیں

لڑکی:۔ ابا چوری بُری بات ہے نا!
باپ:۔ ہاں اس کو پکڑکر پولیس کو دے دوں
لڑکی:۔ تو پھر امی جان کو دے دیجئے۔ انھوں نے ابھی آپ کی جیب سے پیسے نکالے ہیں۔

بچی:۔ امی استانی جی نے آج ایک ایسا سوال پوچھا جس کا جواب میرے سوا کوئی بھی نہ دے سکا۔
امی:۔ وہ کون سا سوال تھا۔
بچی:۔ استانی جی نے پوچھا تمہارے ٹیلیفون کا نمبر کیا ہے۔ بس ساری کلاس منہ دیکھتی رہ گئی میں نے بتادیا۔

شہنشاہ جہانگیر

اکبر کی وفات کے بعد شہزادہ سلیم جہانگیر کا لقب اختیار کرکے ۱۶۰۵ء میں تخت پر بیٹھا اور پورے بائیس سال تک حکومت کی۔ جہانگیر کی بادشاہت کا زمانہ مغل بادشاہوں کی تاریخ میں بہت خاص سمجھا جاتا ہے اور بہت سے لوگ تو اسے اکبر کے زمانہ سے بھی اچھا بتاتے ہیں۔

جہانگیر کے زمانہ میں ہندوستان میں بہت سی نئی باتیں بھی ہوئیں جن میں سب سے بڑی بات دوسرے ملکوں سے بادشاہوں کے ایلچیوں کا آنا تھا۔ اسپین اور پرتگال کے ایلچی تو اکبر کے وقت سے موجود تھے۔ لیکن جہانگیر کے زمانہ میں انگریزوں کا ملاح ولیم ہاکس آیا اور اس کے بعد سر تامس رو بھی جہانگیر کے دربار میں حاضر ہوا اور جہانگیر سے باتیں بناکر سورت میں بیوپار کرنے کی اجازت لے لی۔ پرتگال اور اسپین کے ایلچی بھی اسی لئے آئے تھے، مگر وہ ان انگریزوں کی طرح چالاک نہیں تھے اس لئے رہ گئے۔ جہانگیر کے زمانہ میں ایک اور نام جو اس کے ساتھ ہمیشہ آتا ہے وہ نورجہاں کا ہے جس کا حال الگ لکھا جائے گا۔

بچپن میں شہزادہ سلیم بادشاہت کے کاموں میں زیادہ دھیان نہیں دیا کرتا تھا اور ہمیشہ سیر و شکار اور کھیل کود میں لگا رہتا تھا۔ مگر بادشاہ ہوتے ہی اس نے اپنی سب عادتوں کو بدل دیا اور اپنی رعایا کی خدمت میں لگ گیا۔ باپ کی بادشاہت کے زمانہ میں اسے پتہ چل گیا تھا کہ وزیر اور دوسرے سرکاری غریبوں کی فریاد بادشاہ تک نہیں پہنچنے دیتے اور بیچ میں رشوت مانگتے ہیں۔ اس لئے اس نے محل کے اندر ایک بڑا گھنٹہ لگوایا تھا جس میں رسی باندھ کر محل سے باہر لٹکادی تھی۔ کہ جس کسی کو بھی کوئی شکایت، کوئی فریاد ہو اور رسی سے گھنٹہ بجائے میں خود اس کی فریاد سنوں گا۔ اور ایسا ہی ہوتا تھا جب کسی کو کوئی شکایت ہوتی تو گھنٹہ بجاتا اور سیدھا بادشاہ تک اپنی فریاد پہنچاتا۔ جہانگیر گھنٹہ کی آواز سنتے ہی باہر آتا اور گھنٹہ بجانے والے کی بات سنتا اور اس کا انتظام کرتا۔ اکثر تو ایسا ہوتا کہ جہانگیر روٹی کھانے کے لئے بیٹھتا ہی ہوتا کہ گھنٹہ کی آواز آتی اور وہ ویسے ہی کھانا چھوڑکر فریادی کی فریاد سننے چلا جاتا اور اس کا فیصلہ کرتے کرتے شام ہوجاتی۔ اور بادشاہ صرف اپنی رعایا کی خوشی کے خیال سے بھوکا رہتا

"عدلِ جہانگیری" یعنی جہانگیر کا انصاف تو اتنا مشہور ہے کہ لوگ مثالوں میں استعمال کرتے ہیں اور سچ بات بھی یہی ہے کہ جہانگیر کی طرح انصاف کرنے والے اور اپنی رعایا کا اتنا خیال رکھنے والے بہت کم بادشاہ ہوئے ہوں گے جہانگیر انصاف کرتا تھا، سچا انصاف۔ وہ انصاف کرتے وقت یہ نہیں دیکھتا تھا کہ کون میرا عزیز ہے۔ یا اپنا آدمی ہے انصاف کرتے وقت اُس کے سامنے اپنے اور غیر سب برابر ہوتے تھے۔ جہانگیر کے انصاف کے بہت سے قصّے ہیں جو

لوگوں اور بُرے کاموں سے بچانا چاہئے اور خیال رکھنا چاہئے کہ ہر آدمی سے نہ ملے۔ تعلیم کے لئے بچّے کو پہلے نرمی اور محبت سے پیش آنا چاہئے جو لڑکے شریر ہوں اُن کے لئے سختی بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔ بہت سے ماں باپ بچّے کو بیجا لاڈ وپیار میں کاہل اور نکمّا بنا دیتے ہیں اور وہ آگے چل کر زندگی میں کوئی کام نہیں کرسکتا۔ اس لئے بچّے کو شروع ہی سے محنتی اور سادہ عادتوں والا بنانا چاہئے۔ بچّوں کو استادوں کا اور بزرگوں کا ادب کرنا سکھانا

اولاد کی تربیت

کسی نے سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کچھ ایسی باتیں بتائیے جن سے میں اپنی اولاد کی اچھی طرح تربیت کرسکوں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو بری عادتوں سے بچانا اُس کی اچھی تربیت کرنا ہے۔ جب بچّے بولنے لگے تو خیال رکھنا چاہئے کہ وہ باہر کے بچّوں کی گالیاں نہ سُن پائے اور نہ گھر میں ماں باپ کو بری باتیں کرنا چاہئے۔ دس برس کی عمر کے بعد بچّے کی اور سختی سے نگرانی کی ضرورت ہے۔ اُسے بُرے

پر رنجیدہ نہ ہونا چاہئے

اکثر ماں باپ بچّوں کو روپیہ پیسہ دیتے ہیں اس سے بھی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسا نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ بچّوں کی ضرورت کی چیزیں خود لاکر انھیں دینا چاہئیں اگر تم مال و دولت اپنے لڑکوں کے لئے نہ چھوڑ سکو تو علم کی دولت اُن کے لئے چھوڑ جاؤ کیونکہ علم والا آدمی کبھی محتاج نہیں ہوتا۔

مسز کلثوم سایانی پرنٹر پبلشر نے اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی میں چھپوا کر کھبالا ہل کھبالا روڈ بمبئی سے شائع کیا۔

کسانوں کی ترقی کی پانچ باتیں

دوسرے ملکوں میں زمین کم ہونے پر بھی زمین سے زیادہ پیداوار ہوتی ہے وہاں کی گائیں بھینسیں ہندوستان کی گایوں بھینسوں سے زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ وہاں کے آدمی ہندوستان کے آدمیوں سے زیادہ اچھی طرح رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہندوستان میں بھی ہوسکتا ہے اور ہندوستان بھی دوسرے ملکوں کے برابر ہی نہیں بلکہ اُن سے ایک قدم آگے بڑھ سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے ہم کو پانچ کام کرنا ہوں گے۔ وہ پانچ کام یہ ہیں۔ پہلا کام تو یہ ہے کہ ہم کو اپنے کسانوں کو بتانا ہوگا کہ اُن کو ایک دوسرے کے ساتھ مل جُل کر کام کرنا چاہئے اور چھوٹے چھوٹے کھیتوں کے بجائے آس پاس کے کھیت ملاکر کم از کم ۲۰ ایکڑ کا ایک کھیت بنانا چاہئے کیونکہ چھوٹے کھیتوں میں بڑی مشینیں استعمال نہیں ہوسکتیں۔ دوسرا کام یہ ہوگا کہ ہم زیادہ سے زیادہ نہریں بنائیں اور کنوئیں کھودیں تاکہ بہت سی بیکار زمین جو اس وقت پانی نہ ملنے کی وجہ سے بیکار پڑی ہوئی ہے کام میں آجائے۔ تیسرا کام جنگلوں کی طرف دھیان دینا اور جلانے کی لکڑی کا انتظام جنگلوں سے کرنا ... ہوگا تاکہ گوبر کھاد کے کام آسکے جس سے پیداوار بڑھتی ہے۔ بہت سے درخت دو تین برس میں بڑے ہوجاتے ہیں اس لئے کسانوں کو بتانا ہوگا کہ وہ سال بھر کی لکڑی کے کھیت کے کنارے پر درخت بودیں اور گوبر کو سوائے کھاد کے اور کسی دوسرے کام میں نہ لائیں۔ چوتھا کام یہ ہوگا کہ ہم اپنے کسانوں کو نئی مشینوں سے کام لینا سکھائیں اور اُن کو بتائیں کہ کھیتی باڑی کے نئے اوزار پرانے اوزاروں سے زیادہ اچھے ہیں اور اُن سے کام کرنے سے کام بھی زیادہ ہوگا اور محنت بھی بچے گی۔ پانچواں کام یہ کرنا ہوگا کہ کسانوں کو ان کے جانوروں کی طرف دھیان دلانا ہوگا اور مُلک سے سوکھے اور بیکار جانوروں کو کم کرکے باقی بچے ہوئے جانوروں کے لئے اچھا چارہ حاصل کرنا ہوگا۔ تاکہ اُن کی طاقت بھی بڑھے اور زیادہ دودھ بھی دیں اُن کے لئے کسانوں کو بتانا ہوگا کہ اپنے کھیتوں میں الگ سے چارہ بوئیں کیونکہ ہزاروں بھوکے اور کمزور جانوروں سے اچھا ہے کہ ہمارے پاس کم جانور ہوں مگر ہوں تندرست اور طاقتور۔

جہالت کے کرشمے

ئی پائی کے چھوٹے سے غریب گاؤں میں ایک دولت مند شخص رہتا تھا جس نے غریبوں کو قرض دے دے کے اور اُن سے زبردستی زیادہ سو وصول کرکے اپنی دولت اکٹھی کی تھی۔ اس مارواڑی کا ایک اکلوتا لاڈلا بیٹا تھا اس کا نام مادھو سنگھ تھا جس کو لاڈ پیار کی وجہ سے باپ نے کبھی لکھنا پڑھنا نہیں سکھایا تھا۔ سوچا تھا کہ جبکہ پاس تو اتنی دولت ہے بچّے کو کسی

مطابق جب ماں باپ مرگئے تو بیٹا ساری دولت کا مالک بن گیا۔

ہر وقت دوست سائے کی طرح ساتھ تھے اور ناچ ورنگ کی محفل ہتی تھی۔ روپیہ پانی کی طرح سے خرچ ہوتا تھا۔ پڑھنا لکھنا تو آتا نہیں تھا حساب کون رکھتا جتنا جس کے جی میں آتا اُڑا لیتا۔ اس طرح سے قارون کا خزانہ بھی ہوتا تو ختم ہوجاتا۔ رفتہ رفتہ محنت کی گاڑھی کمائی دوستوں کی دعوتوں اور ناچ ورنگ میں ختم ہوگئی۔ جب مادھو سنگھ کی حالت خراب ہونے لگی تو کسی دوسرے گاؤں میں جاکے بسیرا جمایا۔ وہاں کے مارواڑی نے آ کے

خاک : آیا۔ کہ دو ـو لکھے ہیں یا دو ہزار۔ اس طرح سے جب قرض بہت بڑھ گیا تو مارواڑی نے عدالت میں نالش کردی۔ اب مادھو سنگھ بہت گھبرائے سمجھے اب جیل میں جانا ہوگا۔ دوڑتے ہوئے وکیلوں کے پاس گئے ۔ ایک ہوشیار وکیل نے مشورہ دیا کہ اگر آپ کسی طرح سے لکھنا پڑھنا سیکھ جائیں تو عدالت میں ہم آپ کے انگوٹھے کے نشان کو غلط ثابت کردیں گے غریب جاہل مادھو سنگھ اب اس دھن میں نکلے کہ دو تین دن میں پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں گے۔ تب علم کے فائدے یاد آنے لگے۔ اس کی خوبیاں معلوم ہوئیں بہت کوشش کی مگر دو دن میں لکھنا پڑھنا سیکھ جانا کچھ ممکن کام تو تھا نہیں۔ آخر مجبور ہو کے خود کشی کی ٹھان لی اور جنگل کی راہ لی تاکہ کسی خاموش جگہ جاکے اپنی مصیبت زدہ زندگی کو ختم کردیں۔

کہانی کہنے والا تو کہتا تھا کہ وہاں اُن کو ایک دیو مل گیا جس نے ایک دن میں لکھنا پڑھنا سکھلادیا۔ مگر آپ کو تو معلوم ہے کہ زندگی میں سب کو ایسے دیو نہیں ملتے جو ایک دن میں آپ کو لکھنا سکھلادیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے بچّوں کو شروع سے لکھنا پڑھنا سکھلاکے زندگی کی لڑائی لڑنے کے لئے مضبوط بنائیں تو کتنا اچھا ہو۔ (سلطانہ آصف فیضی)

رجسٹرڈ نمبر ل ۵۴۳۲

۷۸۶

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

ایڈیٹر:- مسز کلثوم سایانی

سالانہ چندہ دو روپئے

جلد ۵ پہلی فروری سنہ ۱۹۴۵ء نمبر ۱۴



ذخیرہ - بہت ... جگہ پھرتے پھراتے بہت حالات معلوم کرکے تجربے حاصل ہوئے - (باقی آئندہ)

نیک بات

تو ہے اکیلوں کا رکھوالا
تو ہے اندھیرے گھر کا اُجالا

(خدا کی تعریف میں)

اپنی باتیں

تاریخ ۲۷ر دسمبر کو میں دوسرے دورے کے لئے بمبئی سے روانہ ہوئی اور کانپور پہنچکر سارے ہندوستان کی تعلیمی کانفرنس میں شریک ہوئی۔ جوکہ بیس سال سے جاری ہے۔ اس سال اس کانفرنس میں تعلیم بالغان کی پوری جماعت بھی شامل کرلی گئی۔ کانفرنس کی تیاریاں بڑی شاندار اور کامیاب رہیں۔ اس کے پچھلے صدر ڈاکٹر امرناتھ جھا تھے۔ اور موجودہ صدر سردار پانی کر ہیں۔ اس کی میٹنگ تاریخ ۲۹ر ۳۰ر اور ۳۱ر دسمبر تک رہی۔ پہلی جنوری کو میں آل انڈیا ومینس کانفرنس کی شاخ کے کاموں کو انجام دیتے ہوئے بہنوں سے ملتی رہی۔ تاریخ ۲ر جنوری کو کلکتہ کے لئے روانہ ہوگئی۔ کلکتہ میں مسز نائیڈو موجود تھیں۔ ان کے لئے بہت سی میٹنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ میں میٹنگ میں مجھے بھی شریک ہونے کا موقع ملا۔ اور تینوں میٹنگ میں کچھ نہ کچھ مجھے بھی بولنا پڑا۔

کلکتہ میں میں ایک ہفتہ رہی جس میں کانفرنس کی شاخ کا بہت سا کام دیکھنے میں آیا۔ جیسا کہ لاوارث بچوں کے گھر۔ عورتوں کی روزی کے لئے سلائی کے کام

خبریں

بمبئی - جمعیۃ العلماء صوبہ بمبئی کا پچیسواں سالانہ جلسہ بہت شاندار اور کامیاب طریقے سے ہوا۔ جس میں مولانا سلیمان ندوی اور مولانا طیب شریک ہوئے ان کے علاوہ اور بہت سے علمائے دین شریک تھے۔ اس جلسے میں مسلمانوں کی تعلیم پر ... کیا گیا۔

پچھلے دنوں میں اتری ہندوستان کی بہت سی جگہوں میں برف باری اور پانی کی وجہ سے جان و مال کا کافی نقصان ہوا۔

تاریخ ۲۴ر جنوری کی خبر ہے کہ روسی فوجیں برلن جو جرمنی کا پایۂ تخت ہے اس سے ۱۶۰ میل کے فاصلہ پر آپہنچی ہیں۔

کلکتہ تاریخ ۱۲ر جنوری کی خبر ہے کہ بنگال کی بہت سی سوت بنانے والی ملوں کو کوئلے کی کمی کی وجہ سے کچھ دنوں تک بند کردینا پڑے گا۔

نیو یارک - کی خبر ہے کہ ہندوستانی اور امریکی لوگوں میں میل ملاپ بڑھانے کے لئے تاریخ ۲۶ر جنوری کو انڈیا لیگ کی طرف سے مسز وجے لکشمی پنڈت کی دعوت کی گئی۔ جس میں ڈاکٹر لنگ یوٹانگ مس ... وغیرہ مشہور لوگوں نے تقریریں کیں۔ تاریخ ۲۴ جنوری کا ...

ہندوستان کی کہانی

دو ہزار برس پہلے

سکندر نے ہندوستان کا جو علاقہ جیتا تھا اس
پر اس کی موت کے بعد اس کے ایک سردار نے قبضہ
کر لیا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ چندر گپت موریا بہت
بڑھ رہا ہے تو اس نے اس پر چڑھائی کر دی۔ لیکن
پانسہ اس کے خلاف پڑا اور اسے ہار کر چندر گپت سے
صلح کرنی پڑی۔ اس نے چندر گپت سے اپنی بیٹی
بیاہ دی اور اس کے دربار میں اپنا ایک ایلچی بھیجا
یہ ایلچی بہت لائق آدمی تھا۔ اس نے چندر گپت کے
راج اور اس کے دربار کا آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے
اس کے بیان سے یہ یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ موریا راج اتر میں ہمالیہ پہاڑ سے دکھن میں
بندھیاچل کی پہاڑیوں تک اور پچھم میں
افغانستان سے لے کر پورب میں بنگال تک
تھا۔

۲۔ پورے راج کے چار صوبے تھے اور ہر صوبے
پر ایک ایک صوبے دار انتظام کیلئے مقرر تھا
صوبے چھوٹے چھوٹے ضلعوں میں بٹے ہوئے
تھے۔ کسانوں اور زمینداروں سے۔ پیداوار کا
چوتھائی حصہ لگان وصول کیا جاتا تھا۔

۳۔ راجا کی فوج بہت زبردست تھی اتنی طاقت ور
فوج ایران اور یونان میں بھی نہیں تھی۔

۴۔ شہر کا انتظام ایک کمیٹی کے ذمے تھا۔
اس کمیٹی کے ماتحت چھ چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں
اور تھیں جن کے سپرد ایک ایک کام تھا۔

۵۔ لوگ بہت خوش حال تھے۔ سچ بولتے تھے
اور سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ چوری ڈاکہ
نام کو نہ تھا۔ اسی لئے لوگ اپنے گھروں میں
تالا نہیں لگاتے تھے۔ مرد بہادر اور عورتیں
پاک دامن تھیں۔

اس بہادر راجہ کے بعد اس کا بیٹا راج گدی پر
بیٹھا مگر اس کے بیٹے سے زیادہ اس کا پوتا مشہور
ہے جس کا نام اشوک تھا۔ اشوک نے پہلے پہل تو اپنے
دادا اور باپ ہی کی طرح کے کام کئے اور بہادر راجاؤں
کی طرح آس پاس کے راجاؤں کو ہرا کر اپنا راج بہت
بڑھا لیا۔ لیکن اس کی شہرت اس کی بہادری اور راج
کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ آخر میں اس نے انسانوں
کی بھلائی کے لئے جو کام کئے انہوں نے اسے بہت
اونچا اٹھا دیا۔ اور آج دنیا میں اکبر بادشاہ کی طرح
اس کا نام بھی روشن ہے۔

اس نے مسافروں کے آرام کے لئے سڑکیں بنوائیں
سڑکوں کے کنارے درخت لگوائے، سرائیں بنوائیں اور
کنوئیں کھدوائے۔

انسانوں اور جانوروں کے لئے شفا خانے قائم کئے۔

سادھوؤں کے لئے مندر بنوائے۔

بدھ مذہب کی تعلیم کو سادہ اور آسان زبان
میں کھمبوں پر کھدوایا اور انھیں جگہ جگہ گڑوا دیا
تاکہ سب لوگ ان باتوں کو جانیں اور ان پر عمل کریں۔

لوگوں کی تعلیم کے لئے جگہ جگہ بدھ مندر بنوائے۔
جہاں ہزاروں سادھو رہتے تھے اور لوگوں کو مذہب کی
باتیں بتاتے تھے۔

جگہ جگہ بدھ مذہب کی یادگاریں قائم کیں۔

مگر سب سے بڑا کام جو اشوک نے کیا وہ بدھ مذہب
کو دوسرے ملکوں میں پھیلانے کا تھا۔ اس نے بدھ مذہب
کے عالموں کو لنکا، برہما، سیام، نیپال، تبت، چین،
جاپان اور بہت سے دوسرے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں
بھیجا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان ملکوں میں بھی یہ مذہب
پھیل گیا اور اب تک قائم ہے۔

مہاراجہ اشوک کے زمانے میں بدھ مذہب کو بہت
ترقی ہوئی لیکن اس کے بعد اس کو بڑھانے اور پھیلانے
والا کوئی تھا نہیں۔ اس لئے برہمنوں کا پرانا مذہب پھر
ابھرنا شروع ہوا۔ اور بدھ مذہب کی ترقی گھٹنے
لگی کوئی تین سو سال کے بعد وہ قریب قریب ختم ہو گیا۔
اور ہندوستان میں برہمنوں کا مذہب پھر پھیل گیا۔

ایک ترکی کہانی

ساربان زاونٹ چلانے والے کو کہتے ہیں اسی کی ایک کہانی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔ کہانی یوں ہے۔ کہ ایک ترک ساربان اپنے اونٹ پر سوار ہوکر شہر میں آیا۔ ایک تھیلے (گونی) میں گیہوں بھرے اور دوسرے تھیلے میں گیہوں کے وزن کے برابر پتھر بھر لئے اور خود اونٹ کی رسی پکڑ کر پیدل چلنے لگا۔ راستے میں ایک مسافر ملا۔ اس نے اونٹ والے سے پوچھا۔ تمہارے ان تھیلوں میں کیا بھرا ہے۔ ساربان نے جواب دیا۔ ایک میں گیہوں اور ایک میں پتھر۔ مسافر نے کہا۔ تم اپنے اونٹ کو بٹھاؤ میں اس کے وزن کو ہلکا کئے دیتا ہوں۔ اور پھر اسی طرح تم بھی اس پر سوار ہوسکوگے۔ اونٹ والے نے اونٹ کو بٹھایا تو مسافر نے ایک تھیلے کے پتھر نکال ڈالے اور پھر دونوں تھیلوں میں گیہوں کو آدھے آدھے کرکے بھر دیا۔ اور کہا لو۔ آدھا بوجھ ہلکا ہوگیا اب تم بھی اس پر سوار ہوجاؤ۔ اونٹ والا خوشی خوشی اس پر سوار ہوگیا۔ اور مسافر کی عقلمندی پر تعجب کرنے لگا۔ اور اس سے کہا آپ بہت عقلمند ہیں آپ کے پاس کتنے اونٹ ہیں اور کتنی بھیڑیں ہیں۔ مسافر نے کہا ایک بھی نہیں۔ اونٹ والے نے پھر سوال کیا تو آپ کتنی دولت کے مالک ہیں۔ مسافر نے جواب دیا نہ میرے پاس اونٹ اور بھیڑیں ہیں اور نہ میں کسی مال اور دولت کا مالک ہوں میں تو ایک بہت ہی غریب آدمی ہوں۔ اونٹ والے نے یہ سن کر اپنے اونٹ کو بٹھایا اور تمام گیہوں ایک تھیلے میں ڈالکر بھرئے اور دوسرے میں پھر پتھر بھرئے اور اونٹ کی رسی پکڑکر پہلے کی طرح پیدل چلنے لگا۔ جب اس غریب عقلمند آدمی نے یہ دیکھا تو اس کو بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اونٹ والے نے جواب دیا کہ علم اور عقلمندی جو اپنے کام نہ آئے وہ بیکار ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تم جو تم جو اتنے عقلمند ہو غریب کیوں ہوتے۔ مجھے یہ خوف ہوا کہ اگر میں تمہاری عقلمندی پر چلوں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی تمہاری طرح غریب ہوجاؤں۔

محنت

اے نیک بخت ہمنو! محنت سے کام کرنا
محنت کے بل پہ ساری دنیا کو رام کرنا
محنت سے مل رہے ہیں ہر قوم کو خزانے
محنت سے چل رہے ہیں دنیا کے کارخانے
سمندر و نہر کا دریا جس کو ہو پار کرنا
اس کو نہیں مناسب محنت سے عار کرنا
محنت کی روشنی سے پُر نور یہ جہاں ہے
محنت کی زندگی میں پھل عیش کا نہاں ہے
سب دستکاریوں میں ڈالی ہے جان اس نے
مزدور کو دکھادی دولت کی کان اس نے
سوداگری کو اس نے اتنا فروغ بخشا!
ہر سمت اُڑ رہا ہے سوداگری کا جھنڈا
محنت کرے جو دل سے دولت اسے ملے گی
راحت اسے ملے گی عزت اسے ملے گی
یہ بند اور یہ نہریں، یہ پل یہ شاہ راہیں
مینار روشنی کے یہ طرفہ سیر گاہیں،
یہ ریل اور یہ موٹر، یہ کشتیاں ہوائی
بحری جہاز، انجن، اور یہ کلیں نرالی
ہیں یہ تمام چیزیں پیدا اسی کے دم سے
سارے جہاں کی رونق ہے اس کے دم قدم سے
غربت کا یہ سہارا، مفلس کا یہ عصا[1] ہے
ہے سچ تو یہ جہاں میں محنت ہی کیمیا ہے
جو قوم جانتی ہے دنیا میں نام کرنا
نیّر وہ جانتی ہے محنت سے کام کرنا

---

[1] عصا۔ لاٹھی۔

گلستاں کی کہانیاں

۱۔ کہتے ہیں دو بھائی تھے ایک علم سیکھتا تھا اور دوسرا مال جمع کرتا تھا۔ چند سالوں کے بعد ایک بڑا عالم بن گیا۔ اور دوسرا مصر کا بادشاہ۔ ایک روز امیر بھائی نے اپنے غریب عالم بھائی کو کہا کہ دیکھو میں تو مصر کا بادشاہ بن گیا اور تو ابھی تک اسی غریبی میں پڑا ہوا ہے۔ غریب بھائی بولا خدا کا شکر ہے کہ مجھکو پیغمبروں کی چیز ملی یعنی علم اور غریبی اور تجھ کو فرعون کی یعنی مصر کا ملک۔

۲۔ ایک دفعہ حاتم طائی سے لوگوں نے پوچھا کیا تو نے کبھی اپنے سے بھی بڑھ کر سخی دیکھا ہے اس نے کہا ہاں ایک دفعہ میں نے چالیس اونٹ قربان کئے تھے اور سارے شہر کی دعوت کی تھی۔ اسی وقت مجھکو ایک کام سے جنگل کی طرف جانا پڑا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک لکڑ ہارا لکڑیاں کاٹ رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں حاتم طائی کی دعوت میں نہیں گئے اس نے کہا کہ جو کوئی اپنے ہاتھ کی محنت سے روٹی کھا سکتا ہے وہ حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھاتا۔

۳ :- ایک دفعہ ایک بادشاہ پر مصیبت پڑی اس نے منت مانی کہ اگر یہ مصیبت ٹل جائے تو ایک لاکھ دینار خدا پرست لوگوں کو دونگا۔ خدا کی قدرت سے اس کی مصیبت ٹل گئی۔ اس نے اپنے ایک خاص نوکر کو بلایا اور کہا تو یہ لاکھ دینار کی تھیلی لے جاؤ اور ایسے فقیروں کو دو جو سچے فقیر اور خدا پرست ہوں۔ نوکر تھیلی لے کر نکل گیا اور شام کو واپس آیا بادشاہ نے پوچھا کیوں تم روپیہ بانٹ آئے نوکر بولا حضور مجھ کو تو کوئی سچا فقیر ہی نہیں ملتا۔ بادشاہ نے کہا کیسی بات کرتے ہو اتنے بڑے شہر میں کم سے کم بھی کوئی سو فقیر ہوں گے۔ نوکر بولا نہیں حضور بات اصل میں یہ ہے کہ جو روپیہ لیتا ہے وہ سچا فقیر نہیں ہے کیونکہ سچے فقیروں کو روپیہ کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور جو سچے فقیر ہیں وہ روپیہ نہیں لیتے۔

۴ :- دو دوست سفر کو نکلے اس میں سے ایک دبلا پتلا تھا۔ اور دوسرا موٹا تازہ۔ کیونکہ دبلا والا تو روزے رکھتا تھا اور موٹا تازہ دن میں چار چار دفعہ کھاتا تھا۔ اتفاق سے دونوں ایک شہر میں پہونچے وہاں ان کو جاسوسی کے جرم میں لوگوں نے پکڑ لیا اور جیل میں بند کرلیا۔ چار پانچ روز بعد پتہ چلا کہ یہ تو بے قصور ہیں، لوگ گئے اور جیل کا دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ موٹا تازہ آدمی مر چکا ہے اور جو دبلا تھا وہ زندہ ہے لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ ایک عقلمند آدمی نے کہا۔ اس میں تعجب کرنے کی بات نہیں زیادہ کھانے والوں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

۵ :- ارسطو جو سکندر کا استاد تھا اس نے ستر سال کی عمر میں بربط باجا بجانا سیکھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا اتنی بڑی عمر میں جبکہ تمہارے سارے بال سفید ہو چکے ہیں تم کو باجا بجانا سیکھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ارسطو نے جواب دیا۔ کسی کام کو بڑھاپے میں سیکھنا کوئی شرم کی بات نہیں شرم تو اس وقت مجھے آئیگی کہ جب سارے لوگ باجا بجانا جانتے ہونگے اور صرف مجھے بجانا نہیں آئیگا۔ لوگ کہیں گے لو اتنے بڑے بادشاہ کا استاد اور اسے بربط بجانا بھی نہیں آتا۔

ہنسی کی بات

ماسٹر:- عبدل تم میرے کلاس سے اٹھ کر کیوں چلے گئے تھے۔

عبدل:- جناب مجھ کو سوتے میں چلنے کی بیماری ہے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم [illegible] یانی روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ رہبر اخبار اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۲ میں چھپتا ہے۔

Prof. Mohamed Mujeeb,
Jamianagar,
Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

ایڈیٹر:- مسز کلثوم سایانی

سالانہ چندہ دو روپئے

جلد ۵ — ۱۵ مارچ ۱۹۴۵ء — نمبر ۱۷

نیک بات

آم پھولے جھک چلے ارنڈ پھول اترائے
اتنا پھولا سینجنا جو جڑ مول سے جائے

اپنی باتیں

تاریخ ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ فروری کو بمبئی میں پہلی اردو کانفرنس ہوئی - ایک عرصہ سے انجمن ترقی اُردو ملک میں اُردو کی ترقی کے لئے پوری کوشش کررہی ہے - بمبئی شہر میں پچھلے سال اس کی شاخ قائم ہوئی - اسی کی نگرانی میں یہ کانفرنس بڑی شان سے ہوئی - جس میں ہندوستان کے بڑے بڑے شاعر اور اُردو جاننے والے شریک ہوئے - ڈاکٹر عبدالحق صاحب جو انجمن ترقی اُردو کے سکریٹری ہیں - اس کانفرنس کے صدر بنائے گئے - پہلے دن کے اجلاس میں اعلان کیاکہ بمبئی والوں نے اس کانفرنس کا خوب استقبال کیا اور ایک خاصی رقم چندے میں دی -

دوسرے روز کی کانفرنس میں پھر لوگوں نے دل کھول کر جلسے ہی میں قریب پندرہ ہزارروپیہ جمع کردیا-

تیسرے روز جب مشاعرہ زوروں پر ہورہا تھا اسوقت ایک ایسی بات پیش آئی جس سے مشاعرہ کا رنگ پھیکا پڑگیا - وہ یہ تھی کہ زیادہ پیسے جمع کرنے کے لئے مولانا عبدالحق صاحب کی تصویر جو ایک نوجوان نے بڑی خوبی کے ساتھ بنائی تھی نیلام کے لئے لائی گئی بمبئی والے تو پہلے ہی اپنی ہمت سے زیادہ چندہ دے چکے تھے - وہ اس وقت خاموش رہے جس پر ان کو شرم دلائی گئی - اس کے بعد جلسے پر کچھ رنج جیسا چھا گیا -

اس کانفرنس کی نگرانی میں عورتوں کا بھی ایک جلسہ ہوا جس میں مولانا عبدالحق صاحب کی تقریر ہوئی - چند بہنوں نے اپنی تقریر میں بمبئی کی ہندوستانی بولی کا خوب مذاق اڑایا - حالانکہ پہلے دن کی تقریر میں ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے بمبئی کی بڑی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا اگر دہلی میں اردو جنم نہ لیتی تو پھر اس کے لئے بمبئی ہی مناسب تھی -

ہمیں وہ اُردو جسمیں عربی فارسی کی زیادہ بھرمار ہے جسے مسلمانوں کا ایک خاص طبقہ ہی جانتا ہے - اسی طرح وہ ہندی جس میں سنسکرت کے بھاری بھاری بول ملے ہوئے ہیں - ہم ان دونوں چیزوں کو نہیں چاہتے حالانکہ اپنی اپنی جگہ پر یہ دونوں اچھی ہیں -

ہندوستان کو تو ایسی آسان ہندوستانی زبان چاہئے جس کو ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے کے لوگ بول سکیں اور سمجھ سکیں - یہ تو وہی ملی ہوئی زبان ہوسکتی ہے جس میں گجراتی کا "تپالی" اور "بائی" کا لفظ اور "جھاڑو مارنا اور دینا" سب کچھ شامل ہوکر کام دے سکتے ہوں - یہ بھی اعتراض کیا گیا تھا کہ انگریزی غلط بولتے ہوئے لوگوں کو شرم آتی ہے - مگر اُردو فخر سے غلط بولتے ہیں - اس کی وجہ یہی ہے کہ جو زبان حکومت کی ہوتی ہے اس کو مجبوراً صحیح سیکھنا ہی

پڑتا ہے۔ کیونکہ اُردو نہ تو بمبئی صوبے کی سرکاری زبان ہے اور نہ مسلمانوں کی مذہبی زبان، اور نہ حکومت کی زبان ہے۔ جب وقت ہندوستانی حکومت کی زبان بن جائے گی۔ اس کی شان اور ہوگی۔

پروفیسر ندوی اور مسٹر ذہنوی دونوں صاحبوں نے تعلیم بالغان کی تعریف کرتے ہوئے ہمارے اخبار رہبر کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ رہبر کو اپنے اس کام پر بجا طور پر فخر کرنا چاہئے کہ اس نے بمبئی میں آسان اردو ان پڑھوں میں خوب پھیلائی ہے۔ رہبر کی یہ بھی خدمت بتائی گئی کہ گجراتی اور ہندی لکھائی کے ذریعے سے بھی آسان اردو بولنا سکھاتا ہے۔

اس قسم کا یہ پہلا اخبار ہے جو ایک زبان تین لکھائیوں میں بولنا سکھاتا ہے۔

بدن کو چھپا نہیں سکتی تھیں۔ خودکشی کر لی ہے۔

لندن ۲۳ فروری کی خبر ہے کہ امریکہ سے تیس ہزار بنے بنائے رہنے کے مکان بہت جلد لندن بھیجے جانے والے ہیں۔

رہبر کے پڑھنے والوں سے عرض ہے کہ جن بھائی بہنوں نے ابھی تک چندہ نہیں بھیجا ہے مہربانی کر کے جلد روانہ کر دیں۔ نئے سال کو شروع ہوئے تین مہینے ہو چکے ہیں۔ کتنے لوگوں نے تو پچھلے سال کا بھی چندہ نہیں دیا۔ رہبر اخبار مفت بہت تقسیم کیا جارہا ہے، اس لئے آپ کو چاہئے کہ چندہ روانہ کرنے میں دیر نہ کریں۔

خبریں

رہبر کی طرف سے گوالیار کے مہاراجا اور مہارانی صاحبہ کو مبارک باد دیتے ہیں کہ خدا نے انکے گھر ایک لال سا فرزند عطا کیا۔

رہبر کے پڑھنے والوں کو یاد ہوگا کہ مہارانی صاحبہ نے ۱۹۴۴ء کے سالانہ جلسے کی صدارت کی تھی اور اپنے حسن اخلاق سے سب کو گرویدہ کر لیا تھا

---

۲۵ فروری بارہ وفات کے دن بمبئی میں بہت شاندار جلوس نکالا گیا اور بہت سے جلسے ہوئے۔ جس میں رسول پاک کی زندگی کے حالات بتائے گئے۔

بنگال میں کئی لاکھ آدمی ملیریا کے بخار سے مر گئے۔ اب وہاں کپڑے کی اتنی کمی ہے کہ کئی عورتوں نے اس شرم کے مارے کہ وہ اپنے

تمباکو

ہے بُری ایک چیز تمباکو
کرتا ہے بے تمیز تمباکو
اس کے پینے کا یہ تماشا ہے
چکر آتا ہے دل دھڑکتا ہے
اس کی عادت ذرا نہیں اچھی
اس کا پینا ہے سخت نادانی
گر سمجھ لیں بُرائیاں اس کی
منہ لگائے نہ پھر اسے کوئی
قوم کی بات کان دھر کے سنو
زہر سمجھو اسے کبھی نہ پیو

(سید زبیر جعفری قوم)

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سیانی روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی میں چھپتا ہے

احسان نہ بھولو

آج جب آپ کو اچھی طرح لکھنا پڑھنا آگیا ہو اور آپ بڑے بڑے اخبار اور کتابیں پڑھنے لگیں تو بچارے رہبر کو نہ بھول جائیے اور اس دن کو یاد رکھیے کہ جب آپ معمولی پڑھے لکھے تھے تو یہی رہبر آسان زبان میں آپ کی استادی کرتا تھا اور نئی معلومات دیتا تھا۔ استاد کا حق بڑا ہوتا ہے اگر آپ بھی اس کا احسان مانتے ہوں تو پہلے کی طرح اپنے جیسے کم پڑھے لکھوں میں اس کا پرچار کیجئے یہی اس کے احسان کا بدلہ ہوگا۔

یہاں مجھے ایک جاپانی شخص کی کہانی یاد آتی ہے جو میں نے کسی ہندی کتاب میں پڑھی تھی۔ کہ جب وہ جاپانی آدمی بڑا ہوا اور خوب دولت کمانے لگا تو اس نے سوچا کہ اُس اسکول کی مدد کرے جہاں اس نے اپنے بچپن میں لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ اِس خیال سے اس نے بہت سارا روپیہ اپنے اسکول کو دیا کہ اس سے اسکول کے لئے ایک بہت عالیشان اور خوبصورت بلڈنگ بنائی جائے۔ لیکن اپنے بچپن کے دوست اسکول کی اتنی مدد کرکے بھی اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ اور وہ سوچنے لگا کہ کس طرح اس کا بدلہ چکائے۔ سوچتے سوچتے اس کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی۔ اُس نے کیا کیا کہ جب اسکول کی بلڈنگ بننا شروع ہوئی تو اس نے ایک مزدور کا بھیس بدلا اور مزدور بنکر اسکول کی بلڈنگ بنانے میں مدد دینے لگا تاکہ اسکول کی بلڈنگ کا کچھ حصّہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے بنا سکے۔ رہبر کے پڑھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اس جاپانی کو اپنے پرانے اسکول سے کتنی محبت تھی۔ اسی طرح آپ بھی اپنے پرانے دوست رہبر کو پڑھ لکھ کر بھول نہ جائیے۔ بلکہ اوروں کو بھی شوق دلائیے کہ وہ رہبر کو پڑھیں اور فائدہ اٹھائیں یہی اس کے احسان کا بدلہ ہوگا۔ رہبر تین لکھائیوں میں چھپتا ہے یعنی اُردو ہندی ناگری اور گجراتی لکھائی میں۔

(آفریدی)

ٹیلی وژن

(سید زبیر جعفری قوم)

براڈ کاسٹنگ اور ریڈیو پچھلے ایک سال کے اندر ہندوستان میں بہت عام ہوگئے ہیں۔ بڑے شہروں میں بے شمار لوگوں نے مکانوں اور دکانوں میں ریڈیو سٹ لگوائے ہیں۔ دیہات میں بھی کئی جگہ ریڈیو سٹ لگ چکے ہیں جن سے ہرروز دور دور کے پروگرام سننے میں آتے رہتے ہیں۔ براڈ کاسٹنگ کے بعد اب جو دوسری نئی ایجاد دنیا میں چلنے والی ہے وہ ٹیلی وژن ہے۔ ٹیلی وژن کے معنی ہیں دور کی چیزیں دیکھنا۔ جس طرح براڈ کاسٹنگ کے ذریعے دور دور کی آوازیں سنائی دینے لگی ہیں اسی طرح ٹیلی وژن سے دور کے منظر نظر آنے لگیں گے۔ اور ریڈیو کے ذریعہ فوٹو بھیجنا تو شروع بھی ہوگیا ہے۔ آج کل اکثر فوٹو جو اخباروں میں چھپتے ہیں وہ ریڈیو ہی کے ذریعہ آتے ہیں یہ بھی ٹیلی وژن ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔

ٹیلی وژن کی ایجاد پوری ہوچکی ہے لندن میں اس کے تقریباً آٹھ ہزار آلے (ریڈیو سیٹ کی طرح) لگ چکے ہیں اس آلے کے ساتھ ایک چھوٹی سی سلیٹ لگی ہوتی ہے جس پر تصویریں بولتی چالتی نظر آتی ہیں۔ جیسے آج کل سنیما کے پردے پر ہم دیکھتے ہیں۔ ابھی اس ایجاد میں اور کوشش ہورہی ہے اسوقت تک تو یہ حال ہے کہ جو پروگرام ٹیلی وژن کے اسٹیشن پر بنائے جاتے ہیں صرف وہی آلے کی مدد سے دکھائی دیتے ہیں مگر اُمید ہے کہ بہت جلد اس آلے کی مدد سے دنیا کے خاص خاص واقعات دکھانے کا انتظام ہوجائیگا۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی کوشش ہورہی ہے کہ ٹیلی وژن کے ذریعہ ہر چیز اپنے اصل رنگوں میں نظر آئے۔ ٹیلی وژن عام ہوجانے سے کیسا آرام ہوجائیگا کہ دنیا کے بڑے سے بڑے واقعے گھر بیٹھے نظر آنے لگیں گے۔ پچھلے دنوں چرچل اور روزویلٹ یا ہٹلر کی جو تقریریں نئے سال کے موقع پر ہوئیں اگر ٹیلی وژن کا رواج عام ہوتا تو ہم ان کی صرف آواز ہی نہیں بلکہ سنیما

یورپ کا سب سے مالدار ملک

اس جنگ میں ہالینڈ کو جرمنوں کے ظلم کا شکار ہونا پڑا۔ حالانکہ اس ملک کی خطا بس ایک ہی تھی اور وہ یہ کہ وہ کسی سے لڑنا نہ چاہتا تھا۔ ہٹلر کی فوجیں فرانس پر حملہ کرنا چاہتی تھیں، ہالینڈ ان کے راستہ میں آتا تھا اس لئے ہالینڈ پر حملہ کردیا گیا۔ اس کے خوبصورت شہر بموں کا نشانہ بنا لیے گئے اور اس کی آزادی کو جرمن راج شاہی کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔

لڑائی سے پہلے ہالینڈ یورپ کے مالدار ملک میں شمار ہوتا تھا۔ یہ ملک بہت ہی تہذیب والا اور ترقی یافتہ تھا۔ اس ملک کی خوشحالی کا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہاں موتیں ساری دنیا سے کم اور پیدائش بہت زیادہ ہے، خوشحالی کا دوسرا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہالینڈ سنہ ۱۹۲۵ سے ۳۲ء کے عرصہ میں یورپ کا بہت بڑا مالدار ملک مانا جاتا ہے۔ اور اس کے باشندوں کی درمیانی آمدنی سارے یورپ کے باشندوں سے زیادہ تھی۔ ہالینڈ کی دولت کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ملک دنیا کے ان پانچ ملکوں میں سے ایک تھا جو دوسرے ملکوں کو قرض روپیہ دیا کرتا تھا۔

ہالینڈ کی لمبائی چوڑائی برطانیہ کے صرف چھٹے شہروں کے برابر ہے اور اس کی آبادی پچاسی لاکھ ہے اتنی چھوٹی جگہ میں اتنے آدمیوں کے رہنے کی وجہ سے یہاں رہنے کا مسئلہ ہمیشہ مشکل رہا کرتا ہے۔ اس زیادہ آبادی کی وجہ یہ ہے کہ یورپ کے دو مشہور دریا۔ رہائن۔ اور۔ ماس۔ ہالینڈ میں ہی سمندر سے ملتے ہیں۔ ان دونوں دریاؤں سے نہریں نکال کے ان کا ایک جال سارے مغربی یورپ میں پھیلا دیا گیا ہے۔ اور یہ نہریں سامان لے جانے اور لانے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ اس وجہ سے ہالینڈ ایک طرح سے یورپ کا دروازہ سا بن جاتا ہے۔ گنجان آبادی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہالینڈ یورپ کے سب سے زیادہ صنعتی علاقہ کے بیچ میں ہے، جنگ سے پہلے جرمنی کیلئے سارا کچا سامان ہالینڈ کی بندرگاہ راٹرڈم سے آتا تھا۔ اور ادھر کا تیار کیا ہوا سامان اسی بندرگاہ سے دنیا کی منڈیوں کو روانہ کیا جاتا تھا۔ ہالینڈ کا دوسرا مشہور بندرگاہ ایمسٹرڈم ہے۔ ہنگری اور یورپ کے دوسرے ملکوں کے کارخانے کا سامان ایمسٹرڈم سے ہی اور ملکوں میں بھیجا جاتا تھا۔

لڑائی سے پہلے ہالینڈ لمبی چوڑی سلطنت کا مالک تھا۔ اس کے پاس جو نوآبادیاں (کالونی) تھیں وہ بہت ہی ترقی یافتہ تھیں۔ مشرقی جزائر لینڈ جہاں ہالینڈ کا قبضہ تھا اور جن پر اب جاپان نے قبضہ کرلیا ہے، کچے سامان کے لئے بہت مشہور ہیں، دنیا کا $\frac{1}{2}$ ربر۔ $\frac{1}{5}$ تیل۔ $\frac{9}{10}$ سنکونا۔ $\frac{1}{3}$ ناریل اور اس کی چیزیں ۱۷ فیصدی چاء اور بے شمار ٹین اور دوسری دھاتیں جزائر لینڈ میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ دکھنی امریکہ کے اتر میں سورینم اور کراکاؤ پر بھی ڈچوں کا قبضہ ہے ان جگہوں سے ہالینڈ کو اتنا سامان ملتا تھا کہ ہالینڈ دنیا کے بڑے بیوپاری ملکوں میں گنا جاتا تھا۔

کالونی یعنی نئی آبادیوں سے حاصل ہونیوالی دولت کے بعد اس دولت کا نمبر آتا ہے جو ہالینڈ کو اپنی کھیتی باڑی سے حاصل ہوتی ہے۔ ہالینڈ کی $\frac{1}{5}$ آبادی کھیتی باڑی کرتی ہے۔ اور اس کے کھیتوں میں اتنا اناج پیدا ہوتا ہے کہ ہالینڈ لڑائی سے پہلے اپنا آدھا اناج، دوسرے ملکوں کو روانہ کردیا کرتا تھا۔ ہالینڈ کے تمام کسان پڑھے لکھے ہیں اور کھیتی باڑی کی خاص تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

سنہ ۱۴ء کی بڑی لڑائی تک ہالینڈ کے کارخانوں کو ترقی حاصل نہیں ہوئی تھی مگر اس کے بعد وہاں بھی بہت ترقی ہوئی۔ ہالینڈ میں کارخانوں کے زیادہ نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہاں کوئلہ کے علاوہ دوسری دھاتیں پیدا نہیں ہوتیں۔ لمبرگ میں کوئلہ کی کان البتہ ترقی یافتہ ہے اور یہاں تیس ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ کپڑے کی کارگیری نے کافی ترقی کی ہے۔ سنہ ۳۹ء میں ہوائی جہاز بنانے کا ایک کارخانہ قائم کیا گیا تھا مگر ڈچوں کی خاص کارگیری

رجسٹرڈ نمبر ل ۴۵۳۲

۴۸۹

REGD. No B.4.

C. 53. EDITOR PAYAM-E TALIM, JAMIA MILLIA
~~Mr. Mohamed Shaffiuddin Nayyer 163, Amin Lane,~~ Karol Baug Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۵ — بمبئی۔ ۱۵ر جون ۱۹۴۵ء — نمبر ۲۳

نیک بات

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم۔ وطن ہے ہندوستاں ہمارا

اپنی باتیں

تاریخ ۱ ستمبر ۱۹۳۹ء یعنی آج سے پانچ سال اور دس مہینے پیشتر یورپ میں جنگ شروع ہوئی۔ آگ تقریباً چھ سال تک بھڑکتی رہی اور اس کے شعلوں نے یورپ کے تمام ملکوں کو جلاکر خاک کردیا۔ ہزاروں آباد شہر ویران ہوگئے۔ ہرے بھرے کھیت جل کر راکھ ہوگئے۔ باغوں میں پھولوں کی جگہ کانٹے رہ گئے۔ کروڑوں آدمی۔ عورت، مرد، بوڑھے، بچے موت کی میٹھی نیند سو گئے۔ ہر گھر میں ماتم ہوا۔ ہنسی اور خوشی کے بدلے ہر طرف سے رونے کی آواز آنے لگی گھر والے بے گھر ہوگئے۔ مالدار فقیر بن گئے۔ اور غریب بھوک سے مرنے لگے بیوی شوہر سے الگ۔ بچے ماں و باپ سے دور۔ ہوائی جہازوں کی بمباری سے گھر کی دیواریں ٹوٹ گئیں اور اپنے پیاروں سے چھوٹنے کے غم سے دل کے گھر ٹوٹ گئے۔ اُمید کے چشمے سوکھ گئے۔ قسمت روٹھ گئی۔ زندگی کی آس ٹوٹ گئی یورپ والوں نے جو سائنس میں ترقی کی تھی وہی ترقی موت کا آلہ بنائی گئی۔ علم و ہنر نے دُنیا میں سکھ پھیلانے کے بجائے انسان کو بھی جنگل کا جانور بناکر چھوڑا۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

۸ مئی کو یورپ کی جنگ ختم ہوگئی۔ جرمنی نے ہار مان لی۔ توپوں کی آواز بند ہوگئی۔ شہروں کا جلنا رک گیا۔ ہٹلر یاتو مار ڈالا گیا یا اس نے خود اپنے آپ کو مار ڈالا۔ ہٹلر کے ساتھی یاتو مر گئے۔ یا قید کرلیے گئے۔ جرمنی پر روس اور برطانیہ او امریکہ کی فوجوں کا قبضہ ہوگیا۔

ایشیا میں جاپان سے اب تک جنگ ہورہی ہے دیکھئے یہ آگ کب بجھے۔ ہماری تو یہ دعا ہے کہ اس جنگ کے بعد دُنیا میں امن واَمان کا دَور ہو۔ خونریزی کے بادل پھٹ جائیں۔ صلح کا سورج چمکنے لگے۔ اور اس میں سے شانتی اور سکون کی کرنیں نکل کر اس بے چین دنیا کے رہنے والوں کے اندھیرے دلوں کو پھر روشن کردیں۔

خبریں

۲۵ر مئی کی خبر ہے کہ چھپرا کی طرف چند دیہاتوں میں کپڑے کی تنگی کی وجہ سے عورتیں ساڑی اور کپڑے کی بجائے کیلے کے پتے استعمال کررہی ہیں۔ کپڑے کی تنگی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ عورتیں اپنے گھروں سے ضروری کام کے لئے باہر نہیں نکل سکتیں۔

کراچی کی خبر ہے کہ کپڑے کی تنگی کی وجہ سے چوری اور ڈاکہ شروع ہوگیا ہے۔ چند دیہاتی ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جارہے تھے کہ راستے میں چوروں نے انھیں پکڑ لیا اور سب کپڑے اُتار لئے۔ جب دیہاتیوں نے اپنے کپڑے کے لئے خوشامد کی تو ڈاکوؤں نے جواب دیا کہ ہماری ضرورت تم سے زیادہ ہے۔ ہماری عورتیں کپڑے کی تنگی کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔

خوبصورتی کا راز

بعض ادھیڑ عمر کی عورتیں دلکش اور جوان کیوں معلوم ہوتی ہیں؟ اس سوال کا جواب صرف ورزش ہی نہیں ہوسکتا بلکہ صرف وہی عورت تندرست اور خوبصورت ہوکر زیادہ عمر پاتی ہے۔ جو سخت محنت کے بعد آرام کرنا جانتی ہو۔ آرام کرنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ اکثر خیال کیا جاتا ہے۔ ایک جانور کو دیکھو دن بھر پھرنے کے بعد کیسا آرام کرتا ہے۔ لیکن آج کل کی نئے فیشن کی بہنیں اس قسم کے آرام کی حقیقت اور اس کے فائدے نہیں جانتی ہیں۔ اسی لئے تو ان کی صورتیں مرجھائی ہوئی اور بیمار نظر آتی ہیں۔ جو بہنیں آرام کرنا یا آرام سے فائدے حاصل کرنا نہیں جانتی ہیں ان کی کمزوری کی نشانی ان کا ہر دم بے چین سا رہنا گھڑی گھڑی پہلو بدلنا اور چڑچڑاپن ہوتی ہیں۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں سفر میں جاتے ہوئے گاڑی کے ڈبہ ٹرام اور بسوں اور جلسوں میں نظر آسکتی ہیں۔ ایک سوتے بچے یا سوتی بلی کو اٹھانے کی کوشش کرو۔ کیسی بےپروائی اور اطمینان سے سوتے ہوتے ہیں۔ یہی اصلی اور پورا آرام ہے۔ اس قسم کا پورا آرام اگر دن رات میں پانچ چھ گھنٹے بھی کر لیا جائے تو تندرستی کو بہت فائدہ دیتا ہے۔

آرام اس کا نام نہیں کہ پلنگ پر لیٹی رہو۔ دھیان چولھے اور کھانا پکانے میں رہے اور خیالات کسی سہیلی سے ملاقات میں لگے ہوں اور اگر چوہا بھی کہیں چل رہا ہو تو نیند اُچٹ جائے۔ اس طرح کا آرام بجائے فائدہ کے نقصان پہنچانیوالا ہوتا ہے اور آدمی کو تھکا دیتا ہے۔ دن بھر کی محنت کے بعد اگر آرام سے نہ سویا گیا تو دوسرے دن کام کرنے کے تازہ دم کہاں سے آئیگا اور اُٹھکر بدن میں طاقت کہاں سے رہے گی۔ بہت سی عورتیں سوچتی ہیں کہ آج نہیں کل آرام کرلیں گے۔ اس ایک دن کی کمی کو دوسرے دن پورا کرلیں گے۔ ایسا سوچنا بیکار ہے۔ جن عورتوں کو صحیح آرام کرنے کی عادت ہے ان کی تندرستی بہت اچھی ہوتی ہے اور ان کی خوبصورتی اور جوان رہنے کا راز بھی یہی ہے۔ جن عورتوں کی طبیعت بے چین سی رہتی ہو۔ ذرا ذرا سی بات میں غصہ اور گھبراہٹ ہوجاتی ہو یہ سب خون کی کمی اور کمزوری کی نشانیاں ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کو ٹھیک طرح آرام کرنا نہیں آتا اور نہ یہ دن بھر کام کاج کے بعد اصلی آرام کی قدر اور اس کے فائدے جانتی ہیں۔ ہر روز سینما دیکھنا۔ بڑی دیر تک رات کو جاگتے رہنا یہ سب چیزیں تندرستی اور خوبصورتی دونوں کا ناس کردیتے ہیں۔ رنگ کالا پڑ جاتا ہے۔ اور چکر آنے لگتے ہیں۔

ورزش کے بعد اصلی آرام کرنا اور اس کی عادت ڈالنا نہایت ضروری ہے جن لڑکیوں کو ہرطرح کے آرام ہونے پر بھی اطمینان کی میٹھی نیند نہ آتی ہو ان کو چاہئے کہ کھلی ہوا میں تھوڑا چلیں پھریں اور کھلی ہوا میں لمبی لمبی سانسیں لیں۔ اور سونے سے پہلے تلوؤں میں گرم تیل کی مالش کریں اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

ہنسی کی بات

ہندوستان کے مشہور شاعر حضرت غالب کو آم بہت پسند تھے۔ ایک دفعہ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کو کیسے آم اچھے لگتے ہیں۔ آپ نے کہا آم میں دو باتیں ہوتی ضروری ہیں، ایک یہ کہ میٹھا ہو اور دوسرے یہ کہ بہت سے ہوں۔ اسی طرح ایک روز آپ گھر کے سامنے بیٹھے آم کھارہے تھے کہ اتنے میں ایک حکیم صاحب آئے، ان کو آموں سے بہت چڑ تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر کہنے لگے دیکھئے غالب صاحب وہ گدھے جارہے ہیں اور آموں کے چھلکوں کو سونگھ سونگھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی آم ایسی خراب چیز ہے کہ اسے گدھے بھی نہیں کھاتے ہیں۔ مرزا غالب نے ہنسکر کہا جی ہاں آپ ٹھیک کہتے ہیں گدھے آم نہیں کھاتے ہیں۔

نیک سلوک

نیکی اور مہربانی کا سلوک کرنا بہت اچھی بات ہے۔ نیکی اور مہربانی دشمن کے دل میں بھی گھر کر لیتی ہے۔ اس کا ایک واقعہ سنو۔ پچھلی بڑی لڑائی میں بیلجیم کے ملک میں ایک جھونپڑے کے اندر بیس پچیس سپاہی زخمی پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے سترہ انگریز تھے۔ اور تین جرمن۔ اگرچہ یہ اسپتال انگریزوں کا تھا۔ لیکن اس میں دشمن کے سپاہیوں کے ساتھ بھی نیکی کا سلوک کیا جاتا تھا۔ اور ڈاکٹر اُن سے بھی مہربانی سے پیش آتے تھے اور ہمدردی سے ان کی مرہم پٹی کرتے تھے۔ نرسیں جس ہمدردی اور محبت سے اپنے سپاہیوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں اسی طرح دشمن کے سپاہیوں سے بھی سلوک کرتی تھیں۔ اور اُن کا بھی ایسا ہی خیال رکھتی تھیں۔

اتفاقاً ایک روز جرمن فوج کا ایک دستہ وہاں آگیا۔ یہاں مقابلہ کے لئے انگریزی فوج نہیں تھی اسلئے دشمن کے سپاہی اسپتال میں آکر پوچھنے لگے کہ بتاؤ تمہاری فوج کہاں ہے۔ انگریز سپاہی بھلا ایسی باتیں انہیں کیسے بتا سکتے تھے۔ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر جرمنوں نے انھیں دھمکی دی اور کہا کہ اگر تم نہ بتاؤ گے تو ہم تم سب کو گولی سے مارڈالیں گے۔ لیکن وہ لوگ پھر بھی نہ بولے۔ اب تو جرمن افسر بہت غصہ ہوا اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کو گولی سے اُڑادو۔ سپاہی ان پر گولی چلانے والے ہی تھے کہ ان ہی تینوں جرمنوں نے جو اسپتال میں زخمی پڑے ہوئے تھے اپنی قوم کے سپاہیوں سے سفارش کی کہ ان پر گولی نہ چلائی جائے۔ کیونکہ اِن لوگوں نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ بڑی توجہ سے ہماری دیکھ بھال کی ہے۔ ہمیں کھانا کھلایا ہے اور اپنے آدمیوں کی طرح ہمارا خیال رکھا ہے۔ ان لفظوں نے جرمن سپاہیوں پر بہت اچھا اثر کیا۔ اور وہ اسپتال چھوڑ کر چلے گئے۔ اس طرح صرف نیک سلوک اور ہمدردی کے برتاؤ کی وجہ سے اتنے لوگوں کی جان بچ گئی۔

جانوروں پر رحم

یزدگرد پاشا بہرام ایران کا ایک بڑا بادشاہ گذرا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں ایک واقعہ یوں لکھتا ہے کہ ایک روز میں شکار کے لئے دوستوں کے ساتھ گیا۔ دور سے مجھے ایک ہرن نظر آیا جو بہت خوبصورت تھا۔ میں نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ ہرن آگے اور میں پیچھے تھا۔ پورے آدھے گھنٹے تک ہم دونوں بھاگتے رہے۔ ہوا بہت گرم تھی۔ ہرن بیچارہ دھوپ اور پیاس سے تھک گیا۔ مگر بھاگے چلا جاتا تھا۔ آخر بھاگتے بھاگتے ہم ایک جگہ پہنچے جہاں کچھ عرب ڈیرے لگائے پڑے تھے۔ ہرن جان بچانے کے لئے اس میں سے ایک ڈیرے میں گھس گیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ ڈیرہ کس کا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ ایک غریب عرب کا ہے۔ جس کا نام قبیحہ ہے۔ میں نے قبیحہ کو آواز دی اور کہا کہ میرا شکار تمہارے ڈیرے میں گھس گیا ہے۔ مجھے اسے پکڑنے دو۔ مگر قبیحہ نے کہا۔ کہ ہم عرب ہیں اور یہ ہمارا اصول ہے کہ جو بھاگ کر ہمارے پاس پناہ لینے آتا ہے ہم اس کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ مجھے یہ سُن کر بہت غصہ آیا اور میں نے تیر کمان میں جوڑ لیا اور کہا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں ایران کا بادشاہ ہوں۔ اگر مجھے میرا ہرن نہیں دیگا تو میں تجھے جان سے مارڈالوں گا۔ قبیحہ یہ سنکر بولا کہ آپ نے جو کہا ٹھیک ہے مگر آپ اِس وقت تک اس ہرن کو ہاتھ نہیں لگا سکتے جب تک کہ میری جان نہ لے لیں۔ اگر آپ چاہیں تو میرا گھوڑا باہر بندھا ہوا ہے اس ہرن کے بدلے اسے لے لیں۔ مگر ہرن کو میں نہیں دیسکتا۔

عرب کی یہ بات سُنکر مجھ پر بہت اثر ہوا۔ اور میں واپس چلا آیا۔ اور جب میں اپنی راجدھانی پہنچا تو اس عرب کو بلاکر بہت انعام دیا۔

(آفریدی)

کیا آپکو معلوم ہے؟

۱۔ ایک گھنٹہ میں آدمی کے دل سے پانچسو چالیس مرتبہ خون گذرتا ہے۔

۲۔ بجنے والی گھڑی کو سب سے پہلے ساڑھے گیارہ سو برس ہونے کہ سب لوگوں نے بنایا تھا۔

۳۔ سب سے پہلے تاش کا کھیل آج سے پانچسو برس پہلے فرانس کے ملک میں کھیلا گیا۔

۴۔ دنیا میں سب سے بڑی دیوار چین کی دیوار ہے جو پندرہ سو میل لمبی ہے۔

۵۔ انسان کے بال میں جست، فاسفورس، تانبا، لوہا، سکہ نکل اور کیلشیم مینگنیز وغیرہ دھاتیں ہوتی ہیں۔

۶۔ مغل شہنشاہ اکبر کے زمانے میں فتحپور سیکری اُس وقت لندن سے بھی بڑا تھا جہاں اکبر نے سولہ برس تک اپنا دربار کیا۔

۷۔ دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر لندن کا برٹش میوزیم ہے۔ دنیا میں سب سے بڑا ریلوے اسٹیشن نیویارک کا گرینڈ سنٹرل ٹرمینس ہے جس کے ۴۷ پلیٹ فارم ہیں۔

۸۔ جاپانی زبان میں کوئی گالی نہیں ہے۔

۹۔ چینی زبان اوپر سے نیچے لکھی جاتی ہے۔

۱۰۔ یورپ کا سب سے پرانا اخبار لندن گزٹ ہے جو آج سے ۳ سو برس پہلے نکلا تھا۔

ایک بوند کی بہادری

(نذرا)

گیا ایک کسان ایک دن کھیت پر ÷ اسے سوکھی کھیتی جب آئی نظر
تو اوپر لگا دیکھنے وہ کسان ÷ دکھائی دی چھوٹی سی بدلی وہاں
لگا دل میں کہنے کہ میرے خدا ÷ برس جائے بڑھ کر یہ بدلی ذرا
نیا رنگ دکھلائے قدرت تری ÷ ہری اس سے ہوجائے کھیتی مری
پریشاں حال اسکا دیکھا یہ جب ÷ ترس آیا اک بوند کے دلمیں تب
کہا اور بوندوں سے اپنا یہ بھید ÷ کہ ہے کھیت والے کی ہم پہ امید
بس اب رحم بیچارے پر تم کرو ÷ برس جاؤ سب مل کے جلدی چلو
کرو اس کی کھیتی میں پیدا اناج ÷ برس جاؤ دل کھول کر اس پہ آج
اگر یہ تمہارا ارادہ نہیں ÷ تو بزدل کوئی تم سے زیادہ نہیں

گر میں تو کچھ کام کرجاؤں گی
جہاں میں بڑا نام کرجاؤں گی

یہ کہتے ہی بدلی سے نکلی وہ بوند ÷ پڑی خاک پر اس کساں کی وہ بوند
کساں اسکے پڑنے سے چونکا بڑا ÷ خوشی کا نہ اس کی ٹھکانہ رہا
لگا کہنے یارب بھلی بات ہو ÷ یہ بدلی برس جائے برسات ہو
پڑی بوند آکر مری ناک پر ÷ یہ رحمت کی تیری ہے لائی خبر
جب ان اور بوندوں نے دیکھا یہ حال ÷ تو فوراً ہی ان کا بھی بدلا خیال
کہا یہ انہوں نے کہ لے ساتھیو ÷ بس اب تم بھی اس بوند کا ساتھ دو
کرو ساری کھیتی کو پانی سے تر ÷ ہرا ہی ہرا سب کو آئے نظر
زمیں پر وہ بوندیں اترنے لگیں ÷ بھلائی کا یہ کام کرنے لگیں
پڑا دیر تک پھر لگاتار مینہ ÷ برستا رہا موسلا دھار مینہ
جہاں دیکھو واں پھر تری ہوگئی ÷ جو تھی خشک کھیتی ہری ہوگئی

بس اک بوند کی سب یہ کوشش ہوئی
کہ یوں کھل کے دنیا میں بارش ہوئی

جو تم نرم و نازک ہو تو کیا ہوا ÷ بس اے عور تو ہمت نہ ہارو ذرا
ہے چھوٹوں کی چھوٹی بھی ہمت بڑی ÷ کہ آساں ہو اس سے مشکل کڑی

یہ سچ ہے جو کرتا ہے ہمت ذرا
مددگار ہوتا ہے اس کا خدا

نوٹ:- تاریخ ۱۵ر جولائی کو رہبر کا سالانہ نمبر نکلے گا جو ۱۶ صفحے کا ہوگا۔ اس لئے پہلی جولائی کا نمبر بند رکھا گیا ہے۔

یہ نٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ولا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی میں چھپتا ہے۔

REGD. No. 4532

قیمت فی پرچہ ۱/-
ٹیلیفون نمبر ۲۴۲۱۴

C. 53. EDITOR PAYAM TALIM JAMIYA MILLIYA
Mr. Mohomed Shafiuddin Manager.
162, Amin Lane,
Karol Baug Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ دو روپے ۲/-

ایڈیٹر:- مسز کلثوم سایانی

جلد ۶ پہلی دسمبر ۱۹۴۵ء نمبر ۱

نیک بات

ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئی
ذات پات پوچھے نہ کوئی

اپنی باتیں

۱۹۴۲ء کے بعد ہندوستان کی سیاست میں ایک گانٹھ سی پڑگئی تھی جسے سارا ملک ایک مایوسی کی چھاؤں میں آگیا تھا۔ یہی حال آل انڈیا ومنس کانفرس کا تھا۔ اس کی بہت سی شاخوں میں کام یا تو ٹھنڈا پڑگیا تھا یا پھر ختم ہوچکا تھا۔ نومبر ۱۹۴۴ء میں میں نے کچھ شاخوں کا دورہ کیا جن میں یو۔پی آگرہ شاخ کی چار شاخیں شامل تھیں جیسے الہ آباد، بنارس، ڈیرہ دون، کانپور۔ ایک سال کے بعد یو۔پی آگرہ شاخ نے اپنی چار شاخوں کی سالانہ کانفرس کے لئے مجھے دعوت دی، اور کہا کہ آپ کے ہی ہاتھوں جو کام پھر سے شروع ہوا تھا آپ ہی اسکی نگرانی کریں۔ میں نے اس دعوت کو ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر کانپور کی بہنوں نے نہ مانا۔

آخر میں جانے پر مجبور ہوگئی اور دل میں خیال کیا کہ کانپور جاتے وقت راستہ میں بھوپال آتا ہے کیوں نہ یہاں کی شاخ پر ایک نظر ڈالتی چلوں۔ اس شاخ کو کھلے ہوئے صرف چھ مہینے ہوئے ہیں۔

اسی زمانہ میں پنجاب کی شاخ نے اپنی سالانہ کانفرس کے لئے ابتدائی تقریر کے لئے مجھے دعوت دی جسکی صدارت مسز سروجنی نائیڈو نے قبول فرمائی تھی۔

جب بمبئی سے باہر جانا ہی تھا تو میں نے ارادہ کرلیا کہ دو روز زیادہ تو خرچ ہونگے کیوں نہ تینوں شاخوں کو دیکھ لیا جائے۔ تاریخ ۲۸ اکتوبر کو ۱۰ بجے پنجاب میل سے بھوپال کے لئے روانہ ہوگئی۔ آج کل سفر کی تکلیفوں کا تو کیا پوچھنا! میرے ڈبے میں ۹ عورتیں تھیں خوش قسمتی سے مجھے اوپر کی جگہ پہلے ہی سے مل چکی تھی میں نے اوپر پڑھ کر یا سوکر یہ سفر طے کیا۔ صبح آٹھ بجے گاڑی بھوپال پہنچی۔ اسٹیشن پر پنڈت چتر [illegible] بھوپال کے مشہور کام کرنے والے ہیں ان کے [illegible] ہماری شاخ کی تین بہنیں مجھے لینے آئیں یہ بہنیں [illegible] محبت سے مجھے اپنے گھر لے گئیں۔ اور بہت [illegible] کام کرنے والی بہنوں سے ملایا۔ بھوپال میں صرف آٹھ گھنٹے ٹھہرنا ہوا مگر اس کم وقت میں بھی انہوں نے شہر میں گھمانے کا انتظام کرلیا۔

ہم پہلے جناب شعیب قریشی صاحب کے گھر پہنچے جو بھوپال کے تعلیمی وزیر ہیں۔ قریشی صاحب کے گھر بیگم محمد علی بھی موجود تھیں ان سب کی ملاقات سے مجھے بہت ہی خوشی حاصل ہوئی کیونکہ ایک عرصہ سے ہم لوگوں کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

ایک زمانہ میں بیگم محمد علی نے آل انڈیا ومنس کانفرس کا بہت کام کیا تھا۔ انہوں نے ہی کہا کہ آج ملک میں جو پھوٹ پڑی ہے اسے دور کیا جائے تاکہ ہم پھر سب مل کر پہلے کی طرح کام کریں۔ بھوپال شاخ کی پہلی کانفرس ۲ بجے شروع ہوئی جس میں

(باقی صفحہ نمبر ۲ پر دیکھیئے)

راجہ ٹوڈرمل

اکبر کے نورتنوں میں سے راجہ ٹوڈرمل بھی تھے اور ایک لحاظ سے تو یہ سب نورتنوں سے بڑے نورتن تھے۔ ایک معمولی گاؤں میں پیدا ہوئے تھے بچپن ہی میں ان کے باپ کا انتقال ہوگیا تھا۔ بیوہ ماں نے ان کو بڑی مشکل سے پالا پوسا اور تعلیم دلوائی۔ ٹوڈرمل بہت محنتی تھے اور اس لئے انہوں نے نہایت محنت سے علم حاصل کیا اور معمولی درجہ سے اپنی قابلیت کی وجہ سے بڑھ کر بڑے عہدے پر پہنچے۔ پہلے پہلے منشی کا کام کرتے تھے بعد میں اکبر کے دربار میں پہنچ گئے اور اپنی قابلیت سے اکبر کے وزیر بن گئے۔

ٹوڈرمل کا سب سے بڑا کام تمام ملک کو ناپنا اور زمین کا لگان مقرر کرنا تھا۔ ان کے بنائے ہوئے قاعدے آج بھی انگریزی سرکار میں چل رہے ہیں اور آج بھی ان ہی کے بنائے ہوئے قاعدے پر لگان وصول کیا جاتا ہے۔

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ صرف حساب کتاب کے کام میں ہی تیز تھے نہیں بلکہ وہ جنگ اور فوج کے کام میں بھی ہشیار تھے۔ انہوں نے فوج میں بہت سی اچھی باتوں کو رواج دیا اور فوج کا بہت اچھا انتظام کیا۔ بنگال کے پٹھان گوجر خاں نے جب اکبر کے خلاف بغاوت کی تو اکبر نے منعم خاں ٹوڈرمل اور خانخاناں کو اس سے لڑنے کے لئے بھیجا۔ کچھ ایسی بات ہوئی کہ منعم خاں کی فوج ہار گئی اور لوگ بھاگنے لگے ادھر دشمن نے خانخاناں کے مرنے کی خبر اڑادی مگر راجہ ٹوڈرمل نے ہمت نہ ہاری اور اپنے سپاہیوں کو ہمت دلاتا رہا اور برابر لڑتا رہا یہانتک کہ ہاری ہوئی جنگ کو جیت لیا۔ اکبر بہت خوش ہوا اور اس کو سلطنت کا دیوان مقرر کیا۔

اکبر سے اتنی دوستی ہونے پر بھی راجہ ٹوڈرمل نے اپنے دھرم کو کبھی نہیں چھوڑا اور پوجا پاٹ میں کمی نہیں ہونے دی۔ جب اکبر نے دین الٰہی نکالا تو راجہ ٹوڈرمل سے بھی اس میں شامل ہونے کے لئے کہا مگر راجہ ٹوڈرمل نے صاف انکار کردیا۔ اُردو کو پیدا کرنے میں راجہ ٹوڈرمل کا بھی بہت بڑا حصّہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے ہی حکم دیا تھا کہ جب تک کسی کو فارسی نہیں آئیگی سرکار میں نوکری نہیں ملے گی۔ اس حکم کے خلاف ہندؤں نے بہت باتیں بنائیں مگر آخر میں ان کو فارسی سیکھنا ہی پڑی اور ان کی ہندی اور سنسکرت سے فارسی نے مل کر اُردو زبان کو پیدا کیا۔

جب کام بہت بڑھ گیا اور آپ کی عمر بھی زیادہ ہوگئی تو اکبر کو درخواست دی کہ اب میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں موت قریب آرہی ہے اگر اجازت ہو تو دنیا کے کام کو چھوڑ کر گنگا ندی کے کنارے جا بیٹھوں اور پرمیشور کی یاد میں باقی دن گذار دوں۔ اکبر نے پہلے تو خوشی سے اجازت دے دی لیکن راجہ ٹوڈرمل کی جگہ اور کون کام سنبھالتا۔ اس لئے دوسرا حکم بھیجا کہ بندوں کا کام کرنا اور ان کی مدد کرنا خدا کی عبادت سے بڑھ کر ہے اس لئے جب تک زندہ رہو ان کی مدد کئے جاؤ۔ مگر موت کے فرشتہ نے ان کو زیادہ دن کا وقت نہ دیا اور ۱۵۸۹ء میں لاہور میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

(پہلے صفحہ کی باقی اپنی باتیں)

پچاس سے زیادہ بہنیں شامل تھیں اُنکے جوش اور ارادہ کو دیکھ کر مجھے بہت ہی اطمینان ہوا کہ یہ بہنیں ضرور کچھ نہ کچھ کام کر دکھائیں گی اس کے بعد بڑی دِقت سے ۳ ½ بجے کی گاڑی سے کانپور روانہ ہوگئی۔

باقی پھر

پرنٹر پبلشر سنرکلثوم سایانی روپا ولا کھبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ - رہبر اخبار اُردو، گجراتی، اور ہندی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی نمبر ۲۳ میں چھپتا ہے

خبریں

پچھلے پندرہ دنوں میں بہت خاص اور بڑی بڑی باتیں ہوئی ہیں ان میں سے انڈونیشیا یعنی ہندوستان کے پورب دکھن میں جو ٹاپو ہیں وہاں زبردست لڑائی ہوئی انگریزوں نے وہاں کے لوگوں پر بم اور گولے برسائے مگر وہاں کے لوگ جو زیادہ تر مسلمان ہیں اپنی آزادی کے لئے برابر جانیں دے رہے ہیں۔

آزاد ہند فوج کے بارے میں پچھلے دنوں بہت سے شہروں میں پولیس کے ساتھ جھگڑے ہوئے پنجاب وزیر لکھنؤ میں پولیس نے آزاد ہند فوج کا دن منانے والوں پر گولیاں چلائیں لاٹھیاں ماریں اور بہت سے لڑکوں کو گرفتار بھی کر لیا۔ لکھنؤ میں اسکول اور کالجوں میں پڑھنے والی لڑکیوں نے بھی پولیس کی لاٹھیاں کھائیں اور گرفتار کی گئیں۔

آزاد ہند فوج کا مقدمہ دہلی میں چل رہا ہے اور ہندوستان بھر کی مرضی کے خلاف چل رہا ہے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں مل کر ان لوگوں کے بچاؤ کا کام کر رہی ہیں اور ان کی مدد کے لئے روپیہ جمع کیا جا رہا ہے۔

خوجہ جماعت کے لیڈر ہز ہائینس آغا خاں ہندوستان آگئے ہیں اور ملک کا دورہ کر رہے ہیں آپ نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ہندوستان کو آزادی مانگنے سے نہیں ملے گی۔ آزادی کے لئے سب سے ضروری چیز ہندو مسلمانوں کا میل ہے۔

پشاور سے خبر ملی ہے کہ وہاں بہت زور کی برسات ہوئی اور انڈے کے برابر اولے گرے جس سے بہت نقصان ہوا۔

چناؤ کے بارے میں ہندوستان بھر میں جھگڑے اور فساد شروع ہو گئے ہیں اور کئی آدمی مر چکے ہیں

حال میں مسلم لیگ کے لیڈر مسٹر جناح نے اپنے آدمیوں کو منع کر دیا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے جلسہ میں ... میں گاندھی جی نے بھی اپنے ایک بیان میں لوگوں سے کہا ہے کہ وہ مسٹر جناح یا کسی اور لیڈر کی شان میں برے الفاظ استعمال نہ کریں اس سے گاندھی جی کو بہت دکھ ہوتا ہے۔

سورت میں جانوروں کی بیماریوں کی وبا پھیلی ہوئی ہے اور اس طرف بہت سے جانور مر گئے ہیں میونسپلٹی اس بیماری کو روکنے کی پوری پوری کوشش کر رہی ہے۔

پچھلے دنوں ریل کی ٹکر کے دو زبردست ایکسیڈنٹ ہوئے ان میں بہت سے آدمی مر گئے۔

برطانیہ کے بڑے وزیر مسٹر ایٹلی امریکہ گئے ہوئے ہیں۔

پچھلے دنوں بمبئی میں گوالیا ٹینک پر کانگریس کا جو بڑا سالانہ جلسہ ہوا تھا ... خرچ نکال کر ساڑھے تین لاکھ روپیہ بچا۔

... فوجی کو جو شراب پی کر موٹر چلا رہا تھا گرفتار کیا گیا ہے اس نے شراب کے نشہ میں کرافورڈ مارکیٹ سے منڈی بازار تک اپنی موٹر سے ۱۸ آدمیوں کو گھائل ... کیا تھا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے پرنسپل ڈاکٹر ذاکر حسین خاں ... مدراس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کی تعلیم کا طریقہ ٹھیک نہیں ہے جب تک ہم غلام ہیں ہم تعلیم میں بھی اتنی ترقی نہیں کر سکتے جتنی کہ کرنی چاہئے آخر میں آپ نے کہا کہ روس میں تعلیم کا جو طریقہ ہے وہ ہندوستان میں بھی کامیاب ہو سکتا ہے

[illegible]کی کی عقلمندی

[illegible] بغداد کا مشہور [illegible] برس
خاندان [illegible] بہت [illegible] ہے ۔ انکے زمانہ
میں خلیفہ ہارون رشید بغداد پر حکومت کرتا تھا۔ اس کا
باپ [illegible] ہوا۔ برمکی خاندان کے
[illegible] بیٹے [illegible] خلیفہ ہارون رشید
نے اسی برمکی کو اپنا وزیر بنایا اور اس کی بڑی عزت
[illegible] ایک دفعہ خلیفہ
ہارون رشید اور [illegible] برمکی وزیر شکار کو گئے۔ واپسی پر
دھوپ بہت تیز تھی [illegible] ان کو پیاس لگی۔ شہر
[illegible] انار کا ایک باغ نظر آیا
ہارون رشید نے اپنے وزیر سے کہا کہ تم جاکر انار توڑ
لاؤ تاکہ پیاس بجھائیں مجھ سے تو ایک قدم آگے
نہیں چلا جاتا۔ برمکی وزیر تھوڑی دیر میں واپس آیا
اور کہا کہ باغ کا مالک وہاں [illegible] نہیں آتا انار بہت
اونچائی پر لگے ہیں۔ آپ بھی چلیں تو کچھ کام بنے خبر
ہارون رشید بھی باغ میں پہنچے۔ برمکی وزیر نے کہا
کہ دیکھئے [illegible] بیٹھ جاتا ہوں آپ میرے کاندھوں
پر کھڑے ہو جائیے اور انار توڑ لیجئے۔ بادشاہ
نے کہا نہیں میرا قد چھوٹا ہے اور تم لمبے ہو
اس لئے میں بیٹھ جاتا ہوں تم میرے کاندھوں
پر کھڑے ہوکر انار توڑ لو۔ برمکی وزیر نے کہا
آپ کے کاندھوں پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہونے کی
[illegible] میں کیسے کرسکتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا اُس
[illegible] سوال نہیں [illegible] کی وجہ سے جان
نکل [illegible] پھر [illegible] ہوں۔ برمکی
وزیر [illegible] حکم مان [illegible] کاندھوں پر
کھڑے ہوکر انار توڑ [illegible] نکالا اور جہان
[illegible] بادشاہ کو پلایا رس پی کر بادشاہ کی جان میں
جان آئی۔ پھر برمکی وزیر نے بھی اپنی پیاس
بجھائی پھر وزیر اور بادشاہ دونوں باغ کے مالک
کی تلاش میں چلے تاکہ اس کے اناروں کی قیمت ادا
کریں اور اس کا شکریہ ادا کریں۔ یہ لوگ
ڈھونڈتے ڈھونڈتے باغ کے مالک کے پاس پہنچے
اتفاق سے وہ بھی برمکی خاندان کا نکلا۔ بادشاہ نے
اس کے باغ کی بہت تعریف کی اور کہا جو دل میں
آئے مانگ لو۔ باغ کے مالک نے کہا حضور کی
دعا سے آپ کے راج میں مجھے ہر طرح کا چین آرام
حاصل ہے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ
نے کہا ہم تم سے بہت خوش ہیں اس وقت تم
جو مانگو گے مل جائے گا۔ برمکی وزیر نے بھی باغ کے
[illegible] اس وقت موقع اچھا ہے کچھ بھی مانگ
لو۔ کبھی کام آئے گا۔ باغ کے مالک نے کہا اچھا
تو آپ مجھے یہ لکھ دیجئے کہ جب بھی کہوں اور جس
کو میں کہوں اس کی جان بخش دی جائے۔ بادشاہ
نے منظور کر لیا اور قلم دوات منگاکر اُسے اپنا وعدہ
لکھ دیا اس بات کو بہت سال گزر گئے۔ بادشاہ کسی بات
پر اپنے وزیر سے اتنا ناراض ہوا کہ اُسے قتل کرادیا اور
اسی پر بس نہیں کیا بلکہ حکم دیا کہ برمکی خاندان کے جتنے بھی
آدمی جہاں کہیں بھی ملیں انہیں قتل کردیا جائے۔ انار کے
باغ کا مالک بھی چونکہ برمکی خاندان سے تھا اسلئے وہ
اس کی بیوی اور بچے بھی۔ جب انکو دربار میں پیش کیا گیا
تو باغ کے مالک نے بادشاہ سے رحم کی درخواست کی مگر
بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ ان سب کا سر اُڑادو۔ باغ کے
مالک نے کہا ذرا ٹھہرو یہ کاغذ بادشاہ کو دو۔ بادشاہ اپنے
وعدے کو پڑھکر حیران رہ گیا۔ باغ کے مالک نے کہا آپ نے
کبھی کہا تھا کہ جو مانگنا ہے مانگ لو۔ میں نے جان بخشنے کا
وعدہ لیا۔ آج میں وہی آپکو یاد دلاتا ہوں اور چاہتا ہوں
جتنے برمکی ہیں انکی جانیں بخش دی جائیں۔ اب بادشاہ کیا کرسکتا
تھا آخر اُس نے سب برمکی خاندان والوں کو معاف کردیا۔ برمکی
باغ والے نے کہا جس روز برمکی وزیر آپ کے کاندھوں
پر چڑھا تھا میں اسی روز سمجھ گیا تھا کہ اُس پر ضرور کچھ
مصیبت آئے گی۔ پھر آپ نے جب مانگنے کو کہا تو اسی
خیال سے میں نے جان بخشنے کا وعدہ لیا کہ کبھی مصیبت
آئی تو آپ کا یہ وعدہ کام آئے گا۔ (آفریدی)

ہندوستان

پانچ ہزار برس پہلے

موہنجوداڑو کی عمارتیں عموماً تین قسم کی ہیں۔ لوگوں کے رہنے کے گھر، مندر یا خانقاہیں وغیرہ اور عام لوگوں کے نہانے کے حمام۔ رہنے کے مکان چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی۔ چھوٹے سے چھوٹے مکان میں دو کمرے ہیں اور بڑے مکانوں میں ۱۵-۱۵-۲۰-۲۰ کمرے تک ہیں۔ موہنجوداڑو کے ایک بڑے مکان کا نقشہ یہ ہے:۔ یہ مکان دو منزلہ ہے۔ نیچے کی منزل میں چار بڑے اور دس چھوٹے کمرے ہیں۔ ایک کمرہ دروازے کے پاس چوکیدار کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ ایک کمرے میں پکا کنواں بنا ہوا ہے اور اس کنویں والے کمرے کی برابر میں غسل خانہ ہے۔ اوپر کی منزل کے کمروں میں جانے کے لئے گھر میں تین زینے بنے ہوئے ہیں۔ اس مکان کا دروازہ شہر کی سب سے بڑی سڑک پر ہے۔ صدر دروازے کے داہنے بائیں دو دروازے اور ہیں۔ مکان کے پیچھے کے حصے میں کنویں والے کمرے میں بھی ایک دروازہ ہے اور یہ شاید اس لئے ہے کہ لوگ باہر سے آکر آسانی سے پانی بھر کر لے جاسکیں۔ مکان کا فرش پکی اینٹوں کا بنا ہے۔ دیواریں ۴-۴-۵-۵ فٹ موٹی ہیں۔ گھر میں جگہ جگہ پکی نالیاں ہیں جن سے گندہ پانی بہہ کر باہر جاتا ہے۔ جہاں جاکر نالی ختم ہوتی ہے، اسی جگہ ایک بڑا سا برتن رکھا ہوا ہے جس میں پانی جمع ہوتا رہتا ہے۔ بھرجانے کے بعد یہ پانی کہیں پھینک دیا جاتا ہوگا۔ گھر کے کمروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ مہمانوں کے ٹھہرنے کے لئے ہیں اور کچھ نوکروں کے رہنے کے لئے۔ اوپر کے کمرے گھروالوں کے رہنے اور سونے کے ہیں۔ باورچی خانہ بھی الگ ہے۔

ان سب چیزوں کو دیکھ کر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ موہنجوداڑو کے باشندے اچھے مکانوں میں رہتے تھے، صفائی اور صحت کے اصول کا اُن کے یہاں بہت خیال تھا۔ اُن کی زندگی میں ہر طرح کے آرام کے سامان موجود ہیں۔

رہنے کے مکانوں کے علاوہ دوسری طرح کے مکان وہ ہیں۔ جن کے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ شاید مندر اور خانقاہیں تھیں۔ لیکن یہ بات یقین کے ساتھ اس لئے نہیں کہی جاسکتی کہ اتنے دن گزر جانے کے بعد ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ ان مکانوں کے علاوہ شہر کے مختلف حصّوں میں کچھ حمام بنے ہوئے ہیں جو عام لوگوں کے استعمال کے لئے تھے۔ ان حماموں میں ایک حمام بہت بڑا ہے۔ اس حمام کا نقشہ یہ ہے:۔

بالکل بیچ میں ایک چبوترہ ہے۔ اس چبوترے کے چاروں طرف چوڑے چوڑے برآمدے۔ ان برآمدوں کے تین طرف بہت سی گیلریاں اور کمرے ہیں۔ چبوترے کے بیچوں بیچ ایک بڑا سا حوض ہے، جس کی لمبائی ۳۹ فٹ، چوڑائی ۲۳ فٹ اور گہرائی ۸ فٹ ہے۔ حوض میں اُترنے کے لئے دو طرف پکی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ حمام کی عمارت پکی اینٹوں کی بہت مضبوط اور خوب صورت بنی ہوئی ہے۔ باہر کی دیوار کی دیواروں کی موٹائی ۷ فٹ اور اندر کی دیواروں کی چوڑائی ۴ فٹ کے قریب ہے۔ حوض کی دیواروں میں مختلف طرح کے ایسے مسالے لگائے گئے ہیں کہ اُن کے اندر بالکل پانی نہ جذب ہوسکے۔

ان مکانوں کے نقشوں سے ہمیں اس بات کا پتا چلتا ہے کہ ہمارے ملک کے سب سے پرانے رہنے والے، اب سے پانچ ہزار برس پہلے تہذیب کی کتنی سیڑھیاں طے کر چکے تھے۔ مکانوں کے بعد دوسرا نمبر کھانے پینے کی چیزوں کا ہے۔ اب تو دنیا نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ ہر گھر میں بیسیوں طرح کے ایک سے ایک اچھے کھانے پکتے ہیں اور دوسرے گھر والا اُن کے مزوں کو جانتا تک نہیں، گاؤں گاؤں، شہر شہر، ملک ملک میں ہزاروں نئے نئے کھانے اور اُن کے کھانے پکانوں نئے نئے طریقوں کا رواج ہے۔ (باجازت سلسلہ تعلیم و ترقی نمبر ۲)

اخبار رہبر کی سرپرستی میں محرم کے لکچروں کا پروگرام!

روزانہ ۲ر دسمبر سے ۱۱ر دسمبر تک

جگہ :- میونسپل مراٹھی ا-ل- ڈونگری نوز باغ

تاریخ و دن	موضوع	نام مقرر	وقت
اتوار ۲ر دسمبر ۱۹۴۵ء	ابتدائی تقریر حج اور اسکا طریقہ	بیگم بذل الرحمٰن ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی صاحب	۴½ بجے اسٹینڈرڈ ٹائم ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
پیر - ۳ر دسمبر ؍؍	بچوں کی تعلیم فلسطین	مس ذکیہ حمید	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
منگل - ۴ر دسمبر ؍؍	زچہ بچہ اسلام اور قربانی	مس رابعہ حمید مسٹر احمد اللہ	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
بدھ - ۵ر دسمبر ؍؍	حضرت امام حسینؑ محرم کا پیغام	بیگم نظامی جناب ساغر نظامی	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
جمعرات ۶ر دسمبر ؍؍	عورتیں اور چناؤ بچوں کی تربیت	لیڈی راما راور مسٹر اے ایچ - خاں	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
جمعہ - ۷ر دسمبر ؍؍	گجرات میں عورتوں کا درجہ میونسپل اسکول اور اسکا سدھارنا	مسز کلثوم پارکھ مس کھانڈ والا سکریٹری میونسپل اسکول	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
سنیچر - ۸ر دسمبر ؍؍	انسان کا ماں بچوں کی بیماریاں	پروفیسر ایس - ایچ - نقوی ڈاکٹر خاں	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
اتوار ۹ر دسمبر ؍؍	ہندوستانی آزاد فوج ملک کی ترقی میں عورتوں کا حصہ	بیگم حمیدہ آفریدی طاہرہ خاتون	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
پیر ۱۰ر دسمبر ؍؍	دنیا بھر کے مسلمان اور انکے حالات قرآن	بیگم اصغری سلیم مولوی قمرالدین صاحب	۴½ بجے ؍؍ ؍؍ ۵½ بجے ؍؍ ؍؍
منگل ۱۱ر دسمبر ؍؍	خاتمے کی تقریر	مسز کلثوم سایانی	۴½ بجے ؍؍ ؍؍

(ایڈلٹ ایجوکیشن کمیٹی)

میسور سے ایک شیر نے ببر شیرنی کو مارنے کی عجیب خبر ملی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ شیر اور شیرنی دونوں میسور کے چڑیا گھر میں سویرے کے وقت کٹہرے دار آنگن میں چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ اس دن دونوں میں سخت لڑائی ہوگئی۔ اور شیر نے شیرنی کی گردن چیر کر اس کا خون چوسنا شروع کردیا۔ چڑیا گھر کے رکھوال اور تماشہ دیکھنے والوں کی کوشش کے باوجود شیر نے شیرنی کو نہ چھوڑا اور پون گھنٹے تک اس کا خون چوستا گیا۔ آخر میں مشکل سے شیر کو اس کے پنجرے میں بند کیا گیا۔

چڑیا گھر کے رکھوال اس عجیب واقعہ کی ٹھیک وجہ نہیں بتا سکتے۔ کیونکہ عام طور سے روز سویرے شام سب جانوروں کو ایک فرلانگ لمبے آنگن میں گھومنے دیا جاتا ہے۔

REGD. No. 4532

۴۸۶

S. R. Kidwai Esqr.,
Jamia Millia,
Karolbaug, Delhi.

قیمت فی پرچہ ۱ر
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۱۴
ایڈیٹر:۔
مسز کلثوم سایانی

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۶ | پہلی جنوری ۱۹۴۶ء | نمبر ۱۲

نیک بات

دورِ حیات آئے گا۔ قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تیری انتہا کے بعد

اپنی باتیں

ہر سال کی طرح اس سال بھی محرّم کے لیکچروں کا سلسلہ ۲ر دسمبر سے شروع ہوکر ۱۱ر دسمبر تک رہا۔ ان کا پروگرام پچھلے رہبر میں چھپ چکا ہے۔ ان لیکچروں کا سلسلہ آج چھ سال سے جاری ہے۔ بیگم بدل الرحمن نے اپنی ابتدائی تقریر میں بتایا کہ محرّم کے جلسے یوں تو بمبئی کے اکثر محلّوں میں ہوتے ہیں مگر ہمارے ان جلسوں جیسے نہیں جن میں ایسے معلومات بیان کئے جاتے ہیں جو ہماری موجودہ زندگی کے لئے ضروری ہے خاص کر ان سے عورتوں اور بچّوں کو بہت فائدہ ہوتا ہے اور یہی تعلیم بالغان کی اصل غرض ہے۔ بیگم رحمٰن نے محرّم کے پروگرام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سلسلہ نے بمبئی کی مسلمان عورتوں میں ذہنی بیداری پیدا کردی ہے۔ ان لیکچروں میں ایسے دین دنیا کے مضامین بتائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے کالج اور اسکولوں میں بھی شاید ہی بیان کئے جاتے ہوں اور اسی وجہ سے ہماری بہنیں شوق سے کثیر تعداد میں جمع ہوکر دلچسپی سے ان لیکچروں کو سنتی ہیں۔

دوسری تقریر ڈاکٹر صوفی صاحب نے حج کی تعریف کرتے ہوئے حج کرنے کا طریقہ بڑی خوبی کے ساتھ سمجھایا۔ ڈاکٹر صوفی صاحب کے پچھلے کے مضامین جو آپ نے اسلامی ممالک کی عورتیں اور کشمیر پر سنائے تھے آج تک ہماری بہنیں یاد کرتی رہتی ہیں۔

آج کل گاندھی جی اپنے بنگال کے دورے میں جہاں کہیں بھی لیکچر کرتے ہیں اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ ہندوستان میں بسنے والے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان میں میل جول بہت ضروری ہے بغیر اس کے زندگی دشوار ہے دوسرے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہندوستانی زبان ملکی اور حکومت کی زبان ہونا چاہئے ہر شخص اس کو سیکھے اور ہندی اور اُردو دونوں لکھائی میں لکھیں۔ غیر ملکی زبان کو آہستہ آہستہ اپنے ملک سے نکال دینا چاہئے۔ گاندھی جی نے اس پر عمل شروع کردیا ہے کہ ہندوستانی ہی زبان میں وہ اپنی تقریر کرتے ہیں۔

پرنٹر اور پبلشر مسز کلثوم سایانی رویا ولا کھبالا روڈ بمبئی ۲۶ ر رہبر اخبار اُردو، ہندی اور گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۲ میں چھپتا ہے

خبریں

آج کل بمبئی جوہو پر بہت سے لوگ نہانے اور سیر کرنے جانے لگے ہیں پولیس نے اُن لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے کپڑوں سے ہوشیار رہیں کیونکہ پچھلے دنوں ایسے بہت سے واقعات پیش آئے ہیں کہ نہانے والے کنارے پر کپڑے چھوڑ کر گئے اور چور سب ایک دو چکر ہو گئے

۱۹ر نومبر کو ہندوستان اور انگلستان کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ شروع کیا گیا اور روزانہ اس کی جانچ کی گئی جو بالکل ٹھیک نکلی۔ ۱ر دسمبر سے ٹیلیفون بمبئی سے آنا جانا شروع ہو گیا ہے۔

پہلی دسمبر کو ساڑھے دس بجے سکندرآباد کا شہر نظام حیدرآباد کو واپس کر دیا گیا ہے۔ یہ علاقہ سات سو ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے اور اس کی ایک لاکھ کے قریب آبادی ہے

بلوچستان کے انگریز افسر جنرل کرنل ؟ نے کہا ہے کہ بلوچستان میں تعلیم کے لئے سرکاری مدد کو زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۳۰ر نومبر کو سارے سندھ میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔

مہاراجہ بڑودہ نے بڑودہ اور نوساری کے رہنے والوں کے لئے جو پانی کے سیلاب اور طوفان سے برباد ہو گئے ہیں ۵ لاکھ روپیہ کی رقم دی ہے۔

یوگوسلافیہ[1] کا بادشاہ کنگ پیٹر جنھیں وہاں کے لوگوں نے گدی سے اُتار دیا ہے کسی کام کی تلاش میں ہے اس کی بیوی کا نام کوئن الگزنڈریا ہے اور ان کا ۵ مہینہ کا بچہ ہے۔ کنگ پیٹر نے ایک بیان میں کہا کہ میرے پاس صرف ۱۲ مہینے کا خرچ اور ہے اس لئے میں ابھی سے کوئی کام کرنے کی تلاش میں ہوں تاکہ اپنی بیوی اور بچے کو پال سکوں۔

آل انڈیا ویمنس کانفرنس یعنی سارے ہندوستان کی عورتوں کی انجمن کی بڑی کانفرنس حیدرآباد سندھ میں نہایت شاندار اور کامیابی کے ساتھ ہوئی۔ اس کی بیٹھک تاریخ ۲۸ر دسمبر ۱۹۴۸ء سے ۲ر جنوری تک جاری رہی۔ اس میں ہندوستان کے ہر صوبہ کی نمائندہ بہنوں کے علاوہ باہر کے ملکوں کی بہنیں بھی آکر شریک ہوئی تھیں۔

ایران کی راجدھانی طہران میں سخت گڑبڑ مچی ہوئی ہے اور وہاں روسیوں کے ساتھ لڑائی ہونے کا ڈر لگا ہوا ہے۔

پیرس میں ساری دنیا کی عورتوں کی ایک بہت بڑی مجلس ہو رہی ہے اس میں عورتوں نے تجویزیں پاس کی ہیں۔ اسپین کے ملک سے سارے رشتے ختم کر دیئے جائیں کیونکہ یہاں بہت ظلم ہوتا ہے دوسرے یہ کہ اٹم بم بنانا سب قوموں کو بتلایا جائے تاکہ ہر قوم اُسے دوسرے کاموں میں استعمال کر کے فائدہ اٹھائے۔

کراچی، سندھ اور بمبئی پر بلکہ ہندوستان کے پچھمی کنارے کے اس حصہ پر جو مکران کا کنارا کہلاتا ہے سمندر کی ایک زبردست موج آئی جس سے بہت زیادہ جان اور مال کا نقصان ہوا۔ کراچی کے سمندر کے کنارے مچھلیوں سے بھر گئے تھے اور کنارے کے کئی گاؤں ڈوب گئے۔ بمبئی میں بھی حاجی علی اور جوہو اور وار سوا کے کناروں پر کل ۲۰ آدمی اس موج کے ساتھ سمندر میں چلے گئے اور بعد میں انکی لاشیں پانی پر تیرتی ہوئی ملیں۔

---

[1] یوگوسلافیہ ایک چھوٹا سا ملک جو یورپ میں فرانس اور اٹلی کے بیچ میں ہے۔

ہندوستان

پانچ ہزار برس پہلے

یہ زیور سونے، چاندی، ہاتھی دانت، عقیق، یمنی سنگ سلیمان، یشب، فیروزہ اور لاجورد جیسی قیمتی اور خوبصورت چیزوں کے علاوہ ہڈی تانبے، پتھر اور پکائی ہوئی مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ امیر قیمتی دھاتوں اور پتھروں کے زیور پہنتے تھے۔ اور غریب ہڈی، تانبے، معمولی پتھر اور پکائی ہوئی مٹی کے زیور استعمال کرتے تھے۔ ان زیوروں کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ زیور بنانے اور سادے کاری کا ہنر پرانے ہندوستان میں بھی بہت زیادہ ترقی کرچکا تھا۔ ان زیوروں کی بناوٹیں بھی خوبصورت ہیں ان کے نمونے بھی بہت اچھے اور نئے نئے ہیں ان کی پالش میں بھی بہت صفائی اور ستھرا پن ہے زیوروں میں جہاں کہیں مختلف رنگوں کے پتھر ایک جگہ استعمال کئے گئے ہیں ان سے بھی پتا چلتا ہے کہ موہنجوداڑو والے رنگوں کو بڑی خوب صورتی سے اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ لاتے تھے کہ وہ دیکھنے میں بہت اچھے معلوم ہوں۔ ان زیوروں میں سب سے زیادہ خوب گلے کے ہار ہیں اور انھیں کے بنانے میں بنانے والوں نے کاریگری بھی زیادہ دکھائی ہے۔ ان ہاروں کے بعض پتھر کے ٹکڑوں کی پالش اتنی اچھی ہے کہ انھیں دیکھ کر شیشے کا دھوکا ہوتا ہے۔ انھیں صفائی سے گول، انڈے کی شکل کے، لمبی، چوکور اور ٹھوس شکلوں میں تراشا گیا ہے اور ان پر سُرخ، سبز، نیلی، سفید، زرد پالش کی گئی ہے۔ سونے چاندی اور تانبے کے دانے بھی اسی طرح کے سڈول اور ہموار ہیں۔

زیوروں کے علاوہ کچھ چھوٹی پیالیاں اور سنگھار دان بھی ملے ہیں۔ پیالیوں میں شاید عورتیں چہرے پر لگانے کی سُرخی رکھتی ہوں گی اور سنگھار دانوں میں اپنے زیور۔ سنگھار دانوں میں خانے بنے ہوئے ہیں اور ان پر بہت خوبصورت جڑائی کام کیا ہوا ہے۔

موہنجوداڑو والوں کی زندگی میں تانبا بڑی قیمتی چیز تھی۔ اس سے وہ زیور بنانے کے علاوہ سوئیاں کلھاڑیاں، کٹاریں، برچھیاں، تیروں کے سوفار۔ ہنسیاں، ہتھوڑیاں اور نہانی جیسی چیزیں بھی بناتے تھے۔ اسی پتھر اور مٹی سے زیور بنانے کے علاوہ سانچے، نہانی، گوپھن اور غلیلوں کی گولیاں اور چرخے بنتے تھے۔

موہنجوداڑو والے اپنے ہر کام میں ہوشیار تھے ان میں کسان، کمہار، جولاہے، سونار، لوہار، سادے کار، بڑھئی سب طرح کے لوگ تھے اور سب اپنے اپنے کاموں سے اب سے پانچ ہزار برس کی تہذیب کو زندہ رکھنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کامی آدمی اپنے فرصت کے وقت کھیل کود بھی کرتے تھے، اس لئے موہنجوداڑو میں بہت سی چیزیں ملی ہیں جو بچوں اور بڑوں دونوں کے کھیلنے کی ہیں۔

بچوں کے کھلونے تو عموماً اسی طرح کے ہیں جیسے آج کل کے۔ یعنی عورتوں کی مورتیں، گائے، بکری، بندر، کتے وغیرہ کی مورتیں۔ چڑیاں، چھوٹی چھوٹی پہیے دار گاڑیاں کرسیاں، چھوٹی چھوٹی کھٹیاں وغیرہ۔ لیکن ان کھلونوں کے علاوہ شہر کے مختلف حصوں میں پکی ہوئی مٹی کے ہلکے لال رنگ کے بہت سے پانسے بھی ملے ہیں، جن کے چھ طرف ایک سے لے کر ۶ تک عدد سے پڑے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان پانسوں سے موہنجوداڑو والے کوئی بساط کا کھیل کھیلتے ہوں گے۔ پانسوں کے علاوہ شطرنج کے پیادوں کی طرح کے بہت سے مہرے بھی ملے ہیں۔ اور یہ کھیل ظاہر ہے کہ بچوں کے لئے بلکہ بڑوں کے کھیلنے کے لئے ہوگا۔ پانسوں اور مہروں کے علاوہ، موہنجوداڑو کے گھروں میں بہت سی ٹھوس مٹی ہڈی، سیاہ پتھر اور سلیٹ کی سُرخ، سبز اور نیلے رنگ کی سادی اور منقش ہر طرح کی کھیلنے کی گولیاں ملی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گولیاں موہنجوداڑو والوں کا عام کھیل تھا اور بچے اور بڑے دونوں یہ کھیل کھیلتے تھے۔

(باجازت سلسلہ تعلیم ترقی۔ نمبر)

فلپائن کی بہادر لڑکی

فلپائن ہندوستان کے دکھن پورب میں چھوٹے چھوٹے ٹاپو ہیں یہ پہلے امریکہ کے پاس تھے مگر جاپان نے ان پر حملہ کرکے ان میں سے کئی پر قبضہ کرلیا ان ہی ٹاپوؤں میں ایک بہادر لڑکی رہتی تھی جس کا نام اے ین لیلیو تھا۔ جب جاپانیوں نے منیلا پر حملہ کیا جو وہاں کی راج دھانی ہے تو فلپائن والوں کی تمام اُمیدیں صرف امریکہ کی مدد پر تھیں۔ وہ چار مہینے تک لڑتے رہے مگر امریکہ سے مدد نہ آنا تھی نہ آئی اور آخر ۱۲ مئی کو کریجڈور کے مقام پر وہ بالکل ہار گئے۔ مگر وہاں کے لوگ چھپ چھپ کر لڑنے لگے اور جاپانیوں کی غلامی قبول نہ کی۔ ان ہی لوگوں میں سے وہ بھی لڑکی بھی تھی۔

اے ین لیلیو پڑھی لکھی تھی اس نے ڈینور کی یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی اور اسکی شادی ایک انجینئر سے ہوئی تھی کچھ دنوں تک اس نے منیلا ہیرالڈ نامی اخبار میں بھی کام کیا تھا۔ جب جاپانی منیلا پر قبضہ کرچکے تو اے ین لیلیو کی آواز انکے ریڈیو پر آنے لگی وہ انکی خبریں ریڈیو پر سنانے لگی۔ سب لوگ کہنے لگے کہ دیکھا بہت وطن پرست بنتی تھی اب کیسے دشمن کے ساتھ مل گئی اور ان کا پروپگنڈا کررہی ہے مگر انہیں کیا معلوم کہ جس کے دل میں وطن کی سچی محبت ہوتی ہے وہ کبھی اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹتے اور عقلمندی سے کبھی کبھی دکھانے کو دشمن سے بھی مل جاتے ہیں۔ یہی وہ بہادر لڑکی کر رہی تھی۔ چنانچہ جنگ کی خبریں پہنچانے والے دفتر میں چند روز بعد حکم ہوا کہ اے ین لیلیو کی تمام خبریں اور تقریریں نوٹ کرلی جائیں کیونکہ ایسا پتہ چلا تھا کہ اے ین لیلیو موقع پاکر نہایت عقلمندی سے دشمن کی خبریں سناتے سناتے ایسی باتیں بھی سنادیتی تھی جن سے امریکن لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ مگر آخر جاپانیوں کو بھی اس کا پتہ چل گیا اور اُسے سینٹیاگو کے قلعہ میں قید کرکے بھیج دیا گیا۔ یہاں جاپانیوں نے اُسے طرح طرح کی تکلیفیں دیں مگر اس وطن کی خاطر سب کچھ برداشت کیا۔ اور موقع کے انتظار میں رہی اور آخر ایک روز موقع پاکر بھاگ نکلی اور وطن پرستوں سے جا ملی جو پہاڑوں میں چھپ چھپ کر لڑتے تھے اور ان کی جماعت میں شامل ہوکر اُن کا ہاتھ بٹانے لگی۔ اس طرح اس نے وطن کی تاریخ میں اپنا نام بھی مشہور کردیا۔ اب جب کبھی فلپائن کی تاریخ لکھی جائے گی تو بہادر اے ین لیلیو کا نام سنہرے حرفوں میں لکھا جائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ) آفریدی

پیاری غزل

گورے گورے چاند سے منہ پر کالی کالی آنکھیں ہیں
دیکھ کے جن کو نیند اُڑ جائے وہ متوالی آنکھیں ہیں
مُنہ سے پلّا کیا سرکانا، اس بادل میں بجلی ہے
سوجھتی ہے ایسی جو اُنہیں جو پھوٹنے والی آنکھیں ہیں
چاہ نے اندھا کر رکھا ہے اور نہیں تو دیکھنے میں
آنکھیں آنکھیں سب ہیں برابر کون نرالی آنکھیں ہیں
بے حس کے اندھیرے سب کچھ۔ ایسی بات ہے اِسمیں کیا
جی کا ہے یہ باؤلا پن یا بھولی بھالی آنکھیں ہیں
آرزو اب بھی کھوٹے کھرے کو کرکے الگ ہی رکھ دینگی
اُن کی پرکھ کا کیا کہنا ہے، جو ٹکسالی آنکھیں ہیں

نئی دہلی تاریخ ۲۲ دسمبر کی خبر ہے کہ بڑی اسمبلی کے چناؤ میں ۱۰۲ ممبر رکھے گئے تھے جس میں سے کانگریس کے ۵۵، مسلم لیگ کے ۲۷ دوسری جماعتوں کے ۵، یوروپینوں کے ۸ اور اکالیوں کے ۲ ممبر آئے ہیں۔ کانگریس اور مسلم لیگ ہی بڑی جماعت گنی جائے گی۔

بچوں کو مت ڈراؤ

اکثر مائیں بہنیں اور باپ بھائی بچوں کو ڈراتے رہتے ہیں جب بچے رویا اور انہوں نے کہا کتّا آرہا ہے کاٹ کھائیگا چپ رہو۔ باگڑ بلا آرہا ہے چپ ہوجاؤ۔ شیر آکر کھاجائیگا سوجاؤ۔ بس اس طرح بچوں کو ڈرا ڈرا کر چپ کرایا اور سلایا جاتا ہے مگر یہ طریقہ بہت بُرا ہے اور ہمیں کبھی ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اکثر بچوں کو رات کو کہانیاں سُننے کا شوق ہوتا ہے مگر افسوس ہے کہ ہم میں سے اکثر مائیں بہنیں بچوں کو جن بھوتوں کی کہانیاں سُناتی ہیں۔ جو ان کیلئے خراب ہیں کیونکہ ان کہانیوں کو سُنکر بچوں کے ننھے ننھے دل ڈر جاتے ہیں وہ کہانی سُنتے وقت اپنی ماں بہنوں سے ڈر کے مارے چمٹ جاتے ہیں ایسی کہانیاں سُننے والے بچوں کو اگر کہا جائے کہ اکیلے جاکر کمرہ سے کوئی چیز لے آؤ تو وہ ڈر کے مارے نہیں جائینگا اور اگر چلا بھی جائے تو واپس آکر کہے گا کہ کمرے میں بھوت ہے۔ غرض ڈراؤنی کہانیوں کا بچوں پر بہت بُرا اثر ہوتا ہے کیونکہ بچپن میں پڑی ہوئی ہر اچھی اور بُری بات کا اثر ہمیشہ رہتا ہے اس لئے ایسے بچے بڑے ہوکر بزدل اور ڈرپوک نکلتے ہیں۔ بزدل انسان کا حوصلہ نہیں ہوتا اس لئے وہ کوئی کام اطمینان سے نہیں کرسکتا اور کامیاب نہیں ہوتا۔ کیا آپ اپنے بچوں کو دنیا میں ناکام دیکھنا چاہتی ہیں اگر نہیں تو آپ اپنے بچوں کو کبھی نہ ڈرایئے اور بہادر بنایئے تاکہ وہ مشکل سے مشکل کام کرتے ہوئے بھی نہ ڈریں۔ دس سال سے اوپر کے بچے اگر جنوں بھوتوں کی کہانیاں پڑھیں تو شاید ان کو دلچسپ معلوم ہوں اور وہ نہ ڈریں مگر اس عمر سے کم عمر کے بچوں کو ایسی کہانیاں نہ سنانا چاہئیں۔

اگر بچے روئیں دھوئیں اور سونے کو نہ جائیں تو انہیں ڈراکر نہیں بلکہ اور طریقہ سے سمجھانا چاہیے اور پیار سے چُپ کرانا چاہیے نہ کہ ڈرا دھمکا کر اس سے بچوں کی اچھی عادت پڑ جاتی ہے۔

تندرستی کی کنجی

ورزش ایک ایسی چیز ہے جس سے کبھی جی نہ چُرانا چاہیے۔ لوہے کی کنجی بھی پڑے پڑے زنگ میں بھر جاتی ہے۔ ورزش کرنے سے خون زیادہ صاف ہوتا ہے بدن کی بیکار چیزیں زیادہ سے زیادہ پسینہ اور سانس کے ذریعہ نکل جاتی ہیں اور اس سے طبیعت خوش اور چست ہوجاتی ہے۔ ایک مزدور کو دیکھو اس کے پاس دولت نہیں مگر تندرستی ہے اور اسی لئے ہمیشہ خوش اور ہنستا رہتا ہے اس کے ساتھ ہی ایک امیر آدمی کو دیکھو اس کے پاس لاکھوں روپیہ ہے مگر ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ پھر ایسی دولت سے فائدہ؟ آدمی کی اصل دولت اس کی تندرستی ہے اچھے اچھے کھانے کھانے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ صفائی اور خوب محنت کرنے سے حاصل ہوتی ہے اگر خوب محنت کی جائے تو بھوک بھی خوب لگتی ہے اور خوراک کا زیادہ حصہ خون بن جاتا ہے۔ تندرستی کے لئے دوسری چیز آرام ہے اور ہمیں نیند میں پورا پورا آرام ملتا ہے۔ لیکن نیند بھی اسی وقت اچھی آتی ہے جب کہ ہم نے خوب محنت کی ہو محنت کرنے کے بہت سے طریقے ہوتے ہیں مگر عورتوں کے لئے تو گھر کے کام کاج ہی میں خوب محنت ہوجاتی ہے۔ جن بہنوں کے یہاں نوکر ہیں ان کو بھی گھر کی دیکھ بھال میں ہاتھ بٹانا چاہیے اور صبح سویرے یا شام کو تھوڑا چلنا پھرنا ضرور چاہیے تاکہ تازہ ہوا ملے۔ کیونکہ تازہ ہوا بھی تندرستی کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔

ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو ہمیں فوراً معلوم ہوجائے گا کہ تندرستی کی اصل کنجی محنت اور ورزش ہے۔ جو محنت اور ورزش کرتی ہیں وہ کبھی بیمار نہیں پڑتی ہیں۔

یازندہ و بازندہ

کہتے ہیں کہ ایک گھونسلے میں دو کبوتر رہا کرتے تھے۔ ایک کا نام یازندہ تھا دوسرے کا بازندہ۔ دونوں میں آپس میں بہت زیادہ دوستی تھی۔ بہت دنوں تک دونوں ساتھ رہے ایک دن یازندہ کے دل میں بیٹھے بیٹھے خیال پیدا ہوا کہ آخر کب تک یوں زندگی گزاریں۔ زندگی کچھ صرف کھانے پینے اور سونے کے لئے تو نہیں ہے چلو آؤ دنیا کی سیر کریں اور دیکھیں کہ خدا کی اتنی بڑی دنیا میں کیا کیا ہے۔ اس نے اپنے اس خیال کا ذکر بازندہ سے کیا۔ بازندہ خدا پر بھروسہ کرنے والا تھا اور جیسا بھی حال ہو اُس میں خوش رہنے والا تھا دوست کی بات سن کر منہ بنا کر بولا" آج تم کو یہ خیال کیوں آیا آخر یہاں کون سی تکلیف ہے جو سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ جانتے ہو سفر میں کتنی تکلیف ہوتی ہے پردیس کا معاملہ ہر طرح کی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی مصیبت میں کام آنے والا۔ یازندہ نے کہا تمہارا کہنا تو ٹھیک ہے نہ مجھے یہاں کوئی تکلیف ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ پردیس میں ہر قسم کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے" مگر میں تو اب پکا ارادہ کرچکا ہوں کہ سفر پہ جاؤنگا اور دنیا کو دیکھوں گا اور اس طرح اپنے علم کو بڑھاؤں گا۔ بازندہ نے کہا اب تم بچے نہیں ہو جوان ہو اب علم حاصل کرنے کا زمانہ کہاں۔ یازندہ نے کہا علم حاصل کرنے کا زمانہ تو عمر بھر رہتا ہے خیر اگر تم نہیں آ جاتے تو نہ چلو میں تو کل صبح چلا جاؤں گا۔ بازندہ نے کہا اچھا میں تم کو روکتا نہیں تھوڑی دور میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح دونوں دوست روانہ ہوئے جب شہر کے باہر ایک کھیت پر پہنچے تو بازندہ نے یازندہ سے کہا دیکھو دوست یہی کھیت ہے جہاں ہم تم روزانہ دانہ چگا کرتے تھے اور آرام سے زندگی گزارتے تھے۔ آج تم کو جدا کرتے ہوئے دل دکھتا ہے مگر کیا کروں مجبور ہوں تم مانتے نہیں ہو اس لئے جاؤ خدا حافظ۔ نئے نئے شہروں میں جاؤ گے وہاں نئے نئے دوست بن جائیں گے مگر اس پرانے دوست کو نہ بھولنا۔ اگر کبھی اپنے پرانے دوست کی یاد آئے تو واپس آجانا میں یہیں ملوں گا۔

یازندہ اپنے دوست سے جدا ہوکر اُتر کی جانب روانہ ہوا اُڑتے اڑتے شام ہوگئی اُس نے چاہا کہ کسی درخت پر بیٹھ کر رات کاٹے مگر کوئی درخت نظر نہ آتا تھا اتنے میں ایک مصیبت اور آئی وہ یہ کہ ہوا اور پانی کا زبردست طوفان آنا شروع ہوا۔ اب تو یازندہ بہت گھبرایا۔ اس کے پَر پانی سے بھیگ گئے تھے اور وہ آگے اڑ نہ سکتا تھا آخر لاچار ہوکر وہ نیچے اُتر آیا ادھر اُدھر ایک بڑا پتھر نظر آیا ہوا سے بچنے کے لئے وہ اسی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ رات بھر سردی ستاتی رہی۔ دل میں بار بار خیال آتا کہ افسوس اپنے دوست کا کہنا نہ مانا اور مفت کی مصیبت مول لی۔ خدا خدا کرکے صبح ہوئی۔ سورج نکلا تو ذرا گرمی آئی پَر اور جسم سکھا کر یازندہ پھر اُڑا۔ ایک دل کہتا تھا کہ واپس لوٹ چل اور ایک دل کہتا تھا کہ جب پکّا ارادہ کرلیا ہے تو مصیبتوں سے کیا ڈرنا اور تکلیفوں سے کیا گھبرانا۔ جو ہوگا سو دیکھا جائیگا۔ اڑتے اڑتے وہ ایک دوسرے شہر میں پہنچا یہاں کے کبوتروں سے ملا۔ انھوں نے کہا یہاں بڑی مشکل ہے اور زندگی کا ہر وقت خطرہ ہے کیونکہ اس علاقہ میں لوگوں نے باز (شکاری پرندہ) پال رکھے ہیں اور ہم کو ہر وقت اپنی جان کا ڈر لگا رہتا ہے۔ یازندہ نے دل میں سوچا کہ یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے یہ سوچ کر وہ یہاں سے بھی روانہ ہوا مگر ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ایک باز اس کی طرف جھپٹا۔ یازندہ بھی تیزی سے اڑا اور جان بچا کر بھاگا مگر باز نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اب تو یازندہ نے سمجھ لیا کہ جان گئی اس نے خدا سے دعا مانگی کہ اس دفعہ جان بچ جائے تو دوبارہ کبھی سفر کا نام نہ لوں۔

(باقی پھر)

REGD. NO. 4532

۴۸۶

Mohammed Shafi ..., Paymetaleem, Jamia Millia, Delhi.

قیمت فی پرچہ ۱ر
ٹیلیفون نمبر ۲۲۴۲
ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ دو روپے

نمبر ۱۳ — ۱۵ جنوری ۱۹۴۶ء — جلد ۶

نیک بات

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو (قرآن)

اپنی باتیں

اس سال آل انڈیا ویمنس کانفرنس یعنی کل ہند انجمن خواتین کی بڑی کانفرنس حیدرآباد سندھ میں بڑی شان اور کامیابی کے ساتھ ہوئی۔ اس کی کارروائی تاریخ ۲۸ دسمبر سے تاریخ ۱ جنوری ۱۹۴۶ء تک ہوتی رہی اس کے لئے خاص شامیانہ بنایا گیا تھا جس میں قریباً چھ ہزار عورتیں اور مرد شریک ہوئے تھے۔

کانفرس کی شرکت کے لئے ہندوستان کے ہر صوبہ سے دو سو ڈیلیگیٹ اور قریب سو مہمان آئے تھے تاریخ ۲۸ دسمبر کو ۴½ بجے شام کو جبکہ پورا پنڈال بھرا ہوا تھا چند بہنیں جلوس کی شکل میں داخل ہوئیں۔ اس جلوس میں مسز سروجنی نائڈو۔ راجکماری امرت کور۔ مسز ہنسا مہتا کانفرنس کی صدر۔ مسز کملا دیوی چٹوپادھیا۔ پچھلی صدر۔ ڈاکٹر دیوی ولی رام۔ ریسپشن کمیٹی کی صدر اور اس کی جنرل سکریٹری مس کھیم چند اور مسز کلثوم سایانی آل انڈیا ویمنس کانفرنس کی جنرل سکریٹری تھیں۔

جب یہ بہنیں پنڈال میں پہونچیں تو لڑکیوں نے پھولوں سے لدی ہوی ڈالیوں کا گارڈ آف آنر دے کر سرخی کا تلک لگا کر گیتوں اور پھولوں سے خوب استقبال کیا۔ صدر کے انتخاب کے بعد راجکماری امرت کور نے مہاتما جی کا پیام سنایا جو خاص ان کے ہاتھ بھیجا گیا تھا۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعائیں اور مبارک باد کے تار آئے تھے وہ جنرل سکریٹری نے پڑھ کر سنائے ان میں پہلا تار راج ماتا چمنا بائی بڑودہ کا تھا جو بیس سال پہلے کانفرنس کی سب میں پہلی صدر تھیں۔ اس کے علاوہ مہارانی صاحبہ سندھیہ۔ مہارانی تراون کور۔ مہارانی وجے نگرم۔ رانی صاحبہ سانگ لی فلٹن اور بہت سے اور بھی مبارک باد کے تار آئے تھے۔

جواہر لال نہرو نے اپنی دعا بھیجتے ہوئے کہا کہ وہ امید کرتے ہیں۔ کہ عورتیں آزادی کی لڑائی میں علمبردار بنے گی۔ مسز وجیا لکشمی پنڈت نے امریکا سے تار کے ذریعہ لکھا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کانفرنس میں شریک نہ ہو سکی۔ پنا دھو جی داس وانی نے لکھا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ہندوستان کی عورتیں ہندوستان کی عظمت کو گذرے ہوئے زمانے سے بھی بڑھا دیں گی۔ سکریٹری آف اسٹیٹ کی محترمہ بیوی نے خط کے ذریعہ کانفرنس کو مبارک باد دی اور کہا کہ مجھے ہندوستانی عورتوں کی آزادی کی لڑت سے پوری پوری ہمدردی ہے۔ لیڈی پیتھک لارنس خود انگریز عورتوں کے حقوق کی خاطر لڑی تھی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ پانچ مرتبہ جیل بھگت چکی تھی۔ روس اور چین سے مبارک باد کے تار آئے تھے۔ اس کے علاوہ نیچے درج کئے ہوئے ملکوں کی نمائندہ بہنیں کانفرنس کی شرکت کے لئے ہوائی جہاز سے پہونچی تھیں۔ یہ سب بہنیں اپنے اپنے ملکوں کے پیام ہندوستانی بہنوں کے نام لائی تھیں۔ مس انگا نتھا۔ ہرلین۔ انگلستان۔ ڈاکٹر میا ریڈ

سوہی ڈن۔ مسز جے۔ سی۔ اسٹریٹ۔ آسٹریلیا۔ مس جارڈن۔ امریکا۔ میڈم امینا۔ السید۔ مصر۔ مس ایمیلی نفاریبو۔ ابراہیم لبنان۔ مس سیلمے گجاوی۔ سریا۔ یہ سب خواتین اپنے اپنے ملکوں کی مشہور لیڈران ہیں اور دنیا میں انکی بڑی عزت ہے ہم کوشش کرینگے آئندہ رہبر میں ان سب بہنوں کا الگ الگ پیام شائع کریں گے۔

مسز مہتا کا خطبۂ صدارت اس اجلاس میں خوب پسند کیا گیا تھا۔ جو انگریزی۔ ہندی۔ اُردو۔ سب میں چھپ چکا ہے۔ سب کا کہنا تھا کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مہتا بہن مہتا جیسی قابل اور بے دکھاوے سے کام کرنے والی خاتون آل انڈیا ویمنس کانفرنس کی صدر چُنی گئی ہیں اور انھیں ہم ہندوستانی عورتوں کی صداقت کا ایک بہترین نمونہ سمجھتے ہیں۔ آخر میں مسز سروجنی نائیڈو کی تقریر تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ بُلبلِ ہند نے اپنی آواز پُرزور الفاظ میں پیش کی۔ کچھ چالیس منٹ تک اس اجلاس کے چھ ہزار حاضرین اسی دلچسپی سے سن رہے تھے جیسا کہ ان پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔ مسز نائیڈو نے پردیسی خاتونوں سے کہا کہ آج کا ہمارا پیام اپنے ملکوں میں پہونچا دینا اور ساتھ ساتھ اپنی بہنوں سے یہ بھی کہہ دینا کہ تم آزاد ملک کی عورتیں یہ نہیں سمجھنا کہ ہم آزاد ہیں۔ آزادی اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ دنیا کی ایک عورت بھی غلامی کے بندھن میں بندھی ہوئی ہو۔

مسز کلثوم سایانی نے کانفرنس کی بیس مہینے کے کام کی رپورٹ سناتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ بات ظاہر کرتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ آج ہماری تعداد قریب دس ہزار سے پچیس ہزار تک پہونچی ہے۔ فی الحال ہماری چھوٹی بڑی دوسو شاخیں اپنی ضرورت کے مطابق پُر زور کام کر رہی ہیں۔ یہ رپورٹ آئندہ کبھی رہبر میں شائع کی جائے گی

پرنٹر اینڈ پبلشر مسز کلثوم سایانی رویا دیلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ "رہبر" اخبار اردو ہندی اور گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ میں چھپتا ہے

آپ بیتی

بہن کلثوم سایانی کا اصرار ہے کہ میں بھی "رہبر" کے لئے کچھ لکھوں۔ پہلے تو میں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ بہن ہولی اپنے بیتوں آپ بھاری، کون اپنی رام کہانی دوسروں کو سنائے اور پھر رہبر کی بہنیں خود تھوڑی بہت اسی رنگ میں ہیں۔ انھیں دوسروں کی کتھا پڑھنے کی کہاں فرصت ہوگی۔ مگر بہن کلثوم سایانی نے ایک نہ مانا۔

ایک دن پانچوں حواس درست کرکے کاغذ پنسل ہاتھ میں لے کر بیٹھی۔ سوچ رہی تھی کہ مضمون کی ابتدا کیونکر کی جائے۔ خیالات ذہن میں آنے لگے تھے کہ دونوں صاحبزادے ماسٹر سے پڑھنے کے بعد بھاگے بھاگے دوڑتے آن پہونچے۔ ایک نے کہا قمیص میں بٹن ٹانک دیجئے۔ دوسرا بولا امّی خانساماں نے ابھی تک کھانا نہیں تیار کیا اسکول جانے کو دیر ہو رہی ہے۔ میں نے ایک سے کہا قمیص آیا کو دے دو بٹن ٹانک دیگی دوسرے کو بتایا کہ تم جب تک کپڑے بدلو کھانا تیار ہوا جاتا ہے۔ مگر مرغ کی وہی ایک ٹانگ، جو کچھ کریں امی کریں، نتیجہ یہ کہ پنسل کی جگہ ایک ہاتھ میں سوئی اور کاغذ کی جگہ دوسرے ہاتھ میں صاحبزادے کی قمیص۔ ایک ٹانگ کھانے کے کمرے میں تو دوسری باورچی خانے میں تھی۔ خیر صاحب بھونچال ختم ہوا۔ کپڑے تبدیل کرکے نو بجے دونوں نے اسکول کا راستہ لیا، فضا میں سکون ہوا میری جان میں جان آئی۔

آیا کو حکم دیا کہ دودھ گرم کرکے بچی کو پلا دو اور خبردار میرے پاس نہ آنے دینا۔ کمرہ بند کرکے بیٹھ گئی اور یہ تہیہ کرکے بیٹھی کہ رہبر کے لئے کچھ لکھ کر رہوں گی۔ کاغذ پر ابھی پنسل چلی بھی نہ تھی کہ آیا نے پکارنا شروع کیا، "بیگم صاحب، بیگم صاحب! بی بی جاگ گئی ہیں دودھ نہیں پیتیں" اتنے میں بچی کی بھی آواز سنائی دی

"جاؤ جاؤ" گویا آپا کو نکال رہی تھی۔ مجبوراً اٹھی دروازہ کھول کر کھانے کے کمرے میں پہونچی تو آدھا دودھ زمین پر اور آدھا پیالی میں تھا اور صاحبزادی اپنی آپا کو قہر کی نگاہ سے دیکھ رہی تھیں مجھے دیکھتے ہی باچھیں کھل گئیں۔ میں نے پیالی منہ کو لگائی تو غٹ غٹ دودھ پینا شروع کر دیا۔ ننھی سی جان اللہ اس پر یہ طوفان! میں نے لبا گھر بھر نے مل کر یہ سازش کی ہے کہ مجھے کچھ لکھنے کا موقع نہ مل سکے۔ شاید مجھے باؤلے کتے نے کاٹا تھا جو چیونٹی بھرا کباب ہونے کے باوجود مضمون بھیجنے کا وعدہ کرلیا۔ اسی الجھن میں تھی کہ پروفیسر صاحب کی گرج سنائی دی خدمتگار کو پکار رہے تھے "جوتہ لاؤ" میں نے کہا الٰہی خیر۔ کس کے سر کی شامت آئی! دروازہ سے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کالج جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ سوچا کہ صاحب کو رخصت کر کے اور بارہ بجے بچی کو سلاکر مضمون لکھوں گی۔ بچی کو سلانے میں میں بھی کچھ اونگھ رہی تھی کہ مرغی خانہ سے یکبارگی شور ہوا مرغیوں نے سارا گھر سر پر اٹھالیا۔ مالی، خانساماں، آیا، غرضیکہ سب نوکر ہاتھوں میں ڈنڈا لئے دوڑ پڑے۔ بچی کو چھوڑ میں بھی گھبرا کر دوڑی۔ پہونچی تو کیا دیکھا کہ "لگ ہارن" کا جوڑا کٹا پڑا ہے۔ کمبخت بلے نے میری سال بھر کی محنت پر پانی پھیر دیا۔ مضمون تو گیا چولھے میں۔ ظالم سے بدلہ لینے کی آگ دل میں بھڑک اٹھی۔ اعلان کردیا جو اس موذی بلے کو زندہ یا مردہ پکڑ کر میرے پاس لائیگا اسے دس روپیہ نقد انعام دیا جائیگا۔ ادھر لوگ بلے کی تلاش میں نکلے ادھر میں رنج کے مارے پلنگ پر لیٹ گئی۔ غم غلط کرنے کی کوشش بہت کی لیکن مرحوم "لگ ہارن" مرغ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی۔ اسی حالت میں چار بج گئے۔ ایک کمرے سے ریڈیو کی آواز آنے لگی اور دوسرے کمرے سے گراموفون کی۔ ریکارڈ بج رہا تھا "بسرت ناہیں۔ صورتیا تمہاری" دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ "لگ ہارن" مرغ کی تصویر پھر آنکھوں کے سامنے تھی۔

یہ گویا صاحبزادوں کی آمد کا اعلان تھا۔ اٹھ کر دونوں کو ناشتہ کرایا، لباس بدلوائے۔ اتنے میں پروفیسر صاحب گنگناتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ کہنے لگے بیگم جلدی سے کپڑے تبدیل کر ڈالو۔ پکچر دیکھنے چلیں گے فلم کی دعوت میں نے آج تک کبھی نامنظور نہیں کی لیکن اس وقت بہن کلثوم سایانی سے وعدہ کا خیال فوراً ذہن میں آگیا۔ اور میں نے پروفیسر صاحب سے کہا کہ آپ بچوں کے ساتھ پکچر دیکھ آیئے مجھے مضمون لکھنا ہے۔ کہنے لگے چلو تفریح کے بعد دماغ زیادہ حاضر ہوگا۔ ممکن ہے فلم دیکھنے سے نئے نئے مضمون ذہن میں آجائیں وہاں سے واپسی پر لکھ ڈالنا۔ میں نے کہا بہتر ہے۔ چلئے۔ جلدی جلدی کپڑے بدلے۔ بیگ میں پنسل کاغذ رکھ لیا کہ ٹرین میں کچھ لکھوں گی۔ اور پکچر دیکھنے جب کھڑے ہوئے جاتے وقت اور واپسی میں بھی بچوں نے سوالات کی بھرمار سے دماغ چاٹ ڈالا اور بیگ سے نہ پنسل نکل سکی اور نہ کاغذ۔ تصویر بہت دلچسپ تھی۔ وقت اچھا گذرا۔ گھر لوٹ کر کھانا کھایا۔ تھکن اتنی سوار تھی کہ پلنگ پر لمبی لمبی دراز ہوگئی اور خراٹے لینے لگی۔ صبح اٹھتے ہی پروفیسر صاحب پوچھنے لگے در کہو بیگم مضمون تیار ہوگیا؟ میں نے کہا۔ یہاں تو مرنے کی بھی فرصت نہیں ملتی مضمون لکھنا تو بڑی بات ہے۔

(صفیہ نقوی)

جاوا میں ابھی تک لڑائی ہو رہی ہے۔ جاوا کے بہادر سپاہی کسی طرح ہالینڈ کی غلامی قبول نہیں کرتے ایک انگریز فوجی کا جہاز اُڑ رہا تھا کہ ایک وطن پرست نے بھالا پھینک کر مارا جس سے جہاز کو نقصان پہنچا۔

مصر کے خزانہ کے پرانے وزیر امین عثمان پاشا کو کسی نے گولی سے مار ڈالا۔ قاتل گرفتار کر لیا گیا ہے۔

خبریں

کولمبو ۱۱ دسمبر کی خبر ہے کہ ایک مولوی صاحب جو مسجد کے امام تھے جن کا انتقال گزشتہ ماہ ہوا ہے انہوں نے آٹھ ہزار کی مالیت سونا چاندی، زیورات نوٹ روپیہ وغیرہ چھوڑے ہیں۔ یہ مال کچہری میں جمع کر دیا ہے کیونکہ مولوی صاحب اکیلے ہی تھے۔

بمبئی کے نئے شریف مسٹر ابو جسدان والے مقرر ہوئے ہیں آپ ایک بڑے تاجر ہیں آپ کا تعلق کرم جی لقمان جی کی فرم سے ہے آپ نے بہت سے کام ترقی کے لئے کئے ہیں خاصکر تعلیم اور ورزش سے آپ کو بہت دل چسپی ہے۔

کلکتہ ۱۵ر دسمبر کی خبر ہے کہ سودے پور میں گاندھی جی روزانہ کی تفریح کو صبح ایک شخص کے ساتھ جا رہے تھے یکایک ایک کالا سانپ جو قریب چار فٹ کا ہوگا سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور اپنے زہریلے دانت دکھانے لگا گاندھی جی ذرا ٹھہر گئے سانپ پھر چلا گیا۔

پٹنہ ۱۶ر دسمبر کی خبر ہے کہ ریل گاڑی میں بہت ہی زیادہ بھیڑ کی وجہ سے ایک چھ مہینے کا بچہ دم گھٹ کر مرگیا۔ بھیڑ اس وجہ سے تھی کہ سیتا جی کی رام سے شادی ہونے کا دن منانے کا تیوہار تھا۔

دہلی ۱۶ر دسمبر کی خبر ہے کہ محرم کا جلوس دیکھنے والے ایک چھجے کے اوپر کھڑے تھے یکایک بوجھ سے چھجہ گر گیا جس سے ایک لڑکی مرگئی اور کئی آدمی سخت زخمی ہوئے۔

لندن سے پارلیمنٹ کے کچھ ممبر ہندوستان کی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھنے آئے ہیں۔ انہوں نے پچھلے دنوں ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈروں سے ملاقاتیں کیں اور اب ہندوستان بھر میں گھوم پھر کر سچے حالات معلوم کر رہے ہیں۔

آزاد ہند فوج کے تین سرداروں کیپٹن شاہ نواز کیپٹن سہگل اور لفٹننٹ ڈھیلوں کو چھوڑ دیا گیا جس پر تمام ہندوستان نے خوشی منائی۔ ان کو فوجی عدالت سے عمر قید کی سزا ملی تھی مگر ہندوستان کے کمانڈر انچیف نے اپنے اختیار سے ان کی سزا گھٹا کر کچھ ڈنڈ کی سزا دیدی اور انھیں چھوڑ دیا۔

خبر ملی ہے کہ آسام کے ایک گاؤں میں ایک شخص رہتا ہے۔ اس کی عمر ۱۴۰ سال سے زیادہ کی بتائی جاتی ہے۔ اس کا نام چندر رامنی ہے یہ آدمی ۱۸۵۷ء کے غدر کا حال سناتا ہے کہتا ہے کہ اس وقت میں چھوٹا تھا مگر مجھے یاد ہے کہ ہم لوگوں کو کئی کئی دن تک دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھے رہنا پڑتا تھا اس زمانہ میں روپیہ پیسے کا رواج نہ تھا بلکہ کوڑیوں سے کام چلایا جاتا تھا۔

جاپان میں پچھلے دنوں بڑی خوشی منائی گئی کیونکہ جاپان کے بادشاہ کے چھوٹے بھائی کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ بادشاہ کے دو اور بھائی ہیں مگر ان کے کوئی اولاد نہیں ہے۔

جنگ کی وجہ سے لندن کی یونیورسٹی آکسفورڈ کی بہت سی قیمتی چیزیں کسی جگہ چھپا دی گئی تھیں۔ لیکن چھپانے والوں کو اب ان چیزوں کے چھپانے کا ٹھکانا یاد نہیں رہا ہے اس لئے ڈھونڈنے میں بڑی مشکل پڑ رہی ہے۔

عرب کے بادشاہ ابن سعود، مصر کے بادشاہ فاروق شاہ سے ملنے گئے ہوئے ہیں۔ دو مسلمان بادشاہوں کی ملاقات کو لوگ بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں۔

بازندہ و یازندہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

خدا کے حکم سے اسی وقت ایک اور کبوتر باز کے سامنے آ گیا اور باز یازندہ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو گیا۔ یازندہ نے دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ مگر واپس لوٹنے کے بجائے آگے ہی بڑھتا گیا اور ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک مکان کی چھت پر اترا تاکہ دانہ دنکا چگ کر پیٹ بھرے۔ مگر ابھی دو چار دانے ہی اٹھائے تھے کہ گھر والے کے لڑکے نے اپنی غلیل سے اس کے ایک پتھر مارا جو اس کی ٹانگ میں لگا۔ درد تو بہت تھا مگر جان سب کو پیاری ہوتی ہے یہ دکھتی ہوئی ٹانگ کے ساتھ اڑا اور ایک درخت پر بیٹھنا چاہا مگر ٹانگ بیکار ہو گئی تھی اس لئے بیٹھ نہ سکا اور گر پڑا درخت کے نیچے کنواں تھا یازندہ اس میں گر پڑا۔ پانی میں گرنے سے زیادہ چوٹ تو نہ لگی مگر بھیگ ضرور گیا۔ آخر کنوئیں ہی میں ایک سوکھی جگہ بیٹھ گیا۔ آس پاس جو دو چار کیڑے مل گئے ان ہی کو کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ سوچنے لگا کہ ٹانگ اچھی ہو جائے تو گھر واپس چلا جاؤں ناحق اچھی خاصی زندگی کو چھوڑ کر میں سفر کرنے چلا۔ دو دن کے بعد جب ٹانگ اچھی ہوئی تو یازندہ پھر وہاں سے اڑا اور گھر کا راستہ لیا مگر بھوک بہت زور سے لگی تھی اس نے زمین کی طرف نظر دوڑائی دیکھا ایک جگہ بہت سے دانے پڑے ہوئے تھے اور دوسرے کبوتر انھیں چگ رہے تھے۔ بھوک تو لگ ہی رہی تھی آنکھیں بند کر کے وہیں اتر پڑا مگر ابھی دانے پر چونچ بھی نہ ماری تھی کہ پاؤں میں ڈوری کا پھندا پڑ گیا۔ دیکھا تو دانوں کے اوپر شکاری کا جال پڑا ہوا تھا جس میں دوسرے کبوتر بھی گرفتار تھے۔ اس نے کبوتروں کو بہت برا بھلا کہا کہ تم نے میری نجات والے ہوتے ہوئے بھی مجھکو اس مصیبت سے کیوں نہ بچایا اب خدا کے لئے کوئی ترکیب بتاؤ جو اس بلا سے چھوٹوں۔ کبوتر ہنسے اور کہا تم کو تو بھوک نے اندھا کر دیا تھا ہماری کیا بات سنتے اور اگر ہم تم کو اس جال سے چھڑا سکتے تو ہم خود ہی نہ چھوٹ جاتے۔ یازندہ کی آنکھوں میں یہ سنکر موت کی تصویر گھومنے لگی۔ ان ہی کبوتروں میں ایک بوڑھا کبوتر بھی تھا اس نے کہا کہ بزرگوں کا کہنا ہے کہ مصیبت میں ہمت نہ ہارنا چاہیے۔ دیکھو میں تم کو آزادی کی ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ آپس میں لڑنا جھگڑنا بند کر دو اور سب مل کر زور لگاؤ۔ جال مجھکو پرانا معلوم ہوتا ہے اگر ہم سب مل کر زور لگائیں تو ضرور یہ ٹوٹ جائے گا اور ہم آزاد ہو جائیں گے ورنہ یوں آپس میں لڑنے جھگڑنے سے کچھ نہ بنے گا۔ سب نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ جال سچ مچ پرانا تھا ٹوٹ گیا اور سب آزاد ہو گئے۔ یازندہ نے تو سیدھے گھر کا راستہ پکڑا۔ بازندہ اس کو واپس آتا دیکھکر بہت خوش ہو گیا اس کو اپنے گھر لے گیا اور دانہ پانی سامنے رکھا جب یازندہ نے کچھ کھا پی لیا تو بازندہ نے پوچھا سناؤ دوست پردیس میں کیسی گزری۔ یازندہ نے اس کو اپنی کہانی سنائی اور کہا تم ٹھیک کہتے تھے تکلیفیں تو بہت سہیں مگر دو چار باتیں کام کی معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ سچے دوستوں کی نصیحت پر عمل کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ بڑی سے بڑی مصیبت میں ہمت نہ ہارنی چاہئے۔ تیسرے یہ کہ اگر سب مل کر کوئی کام کریں تو آسانی سے پورا ہو سکتا ہے ورنہ آپس کی لڑائی سے کچھ فائدہ نہیں نکلتا ہے۔

(فارسی کتاب انوار سہیلی سے) (آفریدی)

---

(۱) اللہ کے بندوں کی مدد کرنا عبادت کے برابر ہے
(۲) سب انسان بھائی بھائی ہیں۔
(۳) نیکی کا بدلہ نیکی سے دو۔
(۴) محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔
(۵) صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے

راجہ بھرتھری

بہت ہی پرانے زمانے میں آج سے ہزاروں سال پہلے بھرتھری راجہ اُجین پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی ایک بہت خوبصورت رانی تھی اس کا نام پنگلا تھا۔ راجہ اور رانی میں بہت زیادہ محبت تھی یوں سمجھو کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر جیتے تھے۔ لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا اسے ایک بہت بڑا رشی بننا تھا۔ لیکن وہ تو دنیا داروں کی نعمت میں گرفتار تھا۔ اُسے اپنی رعایا سے محبت تھی اور سب سے زیادہ اپنی بیوی پنگلا سے محبت تھی۔ دیوتا اسی سوچ میں تھے آخر ایک دیوتا گورکھ ناتھ آسمانوں سے زمین پر اُترے اور بھرتھری راجہ کے دربار میں اشوپال کے نام سے داخل ہوگئے۔ اور اسی موقعہ کی تاک میں رہے کہ کس طرح راجہ کا دل دنیا کی محبت سے پھیر کر خدا کی محبت کی طرف لگا دیں۔ لیکن پنگلا راجہ کی رانی اس قدر خوبصورت تھی کہ راجہ اس کو دل اور جان سے زیادہ پیار کرتا تھا اس لئے دیوتا گورکھ ناتھ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوسکا مگر اُس نے اپنی کوشش جاری رکھی۔ گورکھ ناتھ نے راجہ کو جانوروں کی بولیاں سکھائیں مگر رانی نے منع کردیا۔ آخر ایک دفعہ موقع مل گیا۔ راجہ کو کسی دیوتا نے ایک پھل دیا جس کو کھانے سے انسان ہمیشہ زندہ رہتا تھا راجہ نے اپنی محبت کے مارے وہ پھل اپنی رانی پنگلا کو دیدیا۔ دیوتا گورکھ ناتھ نے اتنے دن میں راجہ کے دربار میں بڑا نام پیدا کرلیا تھا اور سب اس پر بھروسہ کرنے لگے تھے۔ اس نے چالاکی سے وہ پھل رانی پنگلا سے لے لیا اور دربار کی ایک ناچنے والی عورت کلاوتی کو دیدیا مگر کلاوتی بھی اپنے راجہ سے بہت محبت کرتی تھی اُس نے اپنی محبت کے جوش میں وہ پھل راجہ بھرتھری کو دیدیا۔ بھرتھری نے دیکھا کہ یہ تو وہی پھل ہے جو اس نے اپنی پیاری رانی پنگلا کو دیا تھا۔ اُس نے پوچھ گچھ کی۔ کلاوتی نے کہا کہ اسے یہ پھل دربار کے ایک سردار اشوپال نے دیا ہے۔ راجہ کو رانی کے بارے میں یہ سنکر شک پیدا ہوگیا اور دنیا کی محبت سے اس کا دل ٹوٹ گیا۔ کہ اُفوہ وہ رانی جس کو میں اتنا چاہتا ہوں وہ بیوفا نکلی۔ اس بات کا اثر راجہ کے دل پر اس قدر ہوا کہ اس نے راج پاٹ سب کچھ چھوڑ دیا۔ اور جنگلوں میں جاکر خدا کی یاد میں اپنا دل لگایا۔ اور دنیا کی محبت سے منہ پھیر لیا۔ کئی برس گذر گئے راجہ کو اجین والے ہمیشہ آنسوؤں سے یاد کرتے۔ اب گورکھ ناتھ یا اشوپال دربار چھوڑ کر چلا گیا تھا کیونکہ اسکا کام پورا ہوگیا تھا۔ رانی پنگلا اور دربار کی ناچنے والی کلاوتی کو بہت افسوس ہوا تھا مگر وہ مجبور تھیں۔ اِدھر ایک روز راجہ بھرتھری جو اب رشی بن چکا تھا گھومتا گھامتا اجین پہنچا اور رانی پنگلا کے محل کے سامنے دھونی رما کر عبادت کرنے لگا۔ سارے شہر میں بہت جلد مشہور ہوگیا کہ ایک بہت بڑے سادھو آئے ہوئے ہیں رانی پنگلا بھی انکے درشن لینے گئی کلاوتی بھی اس کے ساتھ تھی۔ رانی نے سادھو کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ تو اس کے راجہ بھرتھری ہیں۔ اُس نے اپنے راجہ کے پاؤں پکڑلئے اور کہا کہ آپکو میری طرف سے غلط اور جھوٹا خیال پیدا ہوگیا ہے میں اپنی سچائی کا ثبوت دونگی اور ضرور دونگی یہ کہہ کر وہ آگ میں جو سادھو کے سامنے جل رہی تھی کود پڑی اور جلکر راکھ ہوگئی مگر عورتوں کا نام اونچا کر گئی۔ اب تو راجہ بھرتھری کو بہت افسوس ہوا مگر کیا ہوسکتا تھا۔ اس کا دل دنیا سے اور بھی ٹوٹ گیا پھر وہ خدا کی یاد میں مگن رہنے لگا کسی نے ناچنے والی کلاوتی سے پوچھا کہو کیا حال ہے اس نے کہا راجہ کو بھگوان مل گئے اور دیوتاؤں کو راجہ۔ رانی پنگلا کو راجہ بھرتھری کا بھروسہ پھر واپس مل گیا مگر کلاوتی کو کیا ملا؟

(حمیدہ رانی)

REGD. NO. 4532.
قیمت فی پرچہ ۱ر
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۱۴

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار
[illegible]
ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی
سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۶ ۱۵ر فروری سنہ ۱۹۳۶ء نمبر ۱۵

[illegible] بات

عالموں کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ (حدیث)

[illegible]

پچھلے دنوں بمبئی کی تعلیم بالغان کمیٹی کی طرف سے تعلیمی ہفتہ تاریخ ۲۴ر جنوری سے ۳۰ جنوری تک منایا گیا تھا۔ بمبئی میں کس طرح یہ کمیٹی بنی اور اس نے کیا کیا کام کیا اس کا تھوڑا حال نیچے لکھا جاتا ہے۔

ساری دنیا میں تعلیم ہونی چاہیے یا ہر آدمی اور عورت کو لکھا پڑھا ہونا چاہیے یہ بات ہے جس کو اب سب مانتے ہیں اور کسی کو اس پر زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں۔ ہر ملک کی سرکار اور قومی لیڈروں نے یہ مان لیا ہے کہ جب تک ہمارے عام لوگ پڑھے لکھے نہیں ہوں گے اس وقت تک ملک میں کسی قسم کی بھی ترقی نہیں ہو سکے گی۔ دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں ہمارے ملک میں تعلیم کی کتنی کمی ہے یہ اگر ہم کو معلوم ہو جائے تو ہم میں سے ہر ایک اس بارے میں کچھ نہ کچھ کام کرنے کو تیار ہو جائے گا۔

دیکھیے ہم آپ کو چند ملکوں کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہاں سو میں سے کتنے لوگ پڑھے لکھے ہیں۔ انگلینڈ میں سو میں سے ۹۴ پڑھے لکھے ہیں امریکہ میں اس سے کچھ زیادہ روس میں ۹۸ جاپان میں سب سے زیادہ یعنی ۹۹٫۷۔ چین میں سو میں سے ۶۴ ہندستان میں ۱۲٫۲ صوبہ بمبئی میں ۱۹٫۵ اور خاص شہر بمبئی میں ۲۹٫۱ ———

سنہ ۱۹۱۷ء میں جب روس کا انقلاب ہوا تو وہاں کی تعلیمی حالت بھی ایسی ہی تھی جیسی کہ آج کل ہمارے ملک کی ہے لیکن ۲۵ سال ہی میں روسیوں نے اپنے یہاں کے ہر آدمی کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا اور آج وہاں قریب قریب ہر آدمی لکھا پڑھا ہے جاپان کا تو کہنا ہی کیا وہاں تو ڈھونڈنے سے بھی کوئی بغیر لکھا پڑھا نہیں ملتا۔ پچھلے دنوں چین سے کچھ لوگ ہندستان آئے تھے ان کے لیڈر ڈاکٹر کو تھے انہوں نے ایک دفعہ تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ حالانکہ جاپان سے لڑتے ہوئے چینیوں کو کئی برس گزر چکے ہیں اور بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے لیکن چینیوں نے تعلیم کے بارے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اور نہ تعلیم کی طرف سے لاپروائی برتی ہے وہ برابر لڑائی کے زمانہ میں بھی تعلیم کے لئے کام کرتے رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں چین میں پڑھے لوگوں کی

تعداد سَو میں سے صرف ۲۸ تھی لیکن ۱۹۴۳ء میں یعنی ٹھیک دس سال کے اندر ۲۸ کا نمبر بڑھ کر ۶۴ ہوگیا مطلب یہ کہ دس سال کے اندر ہر سو آدمیوں میں سے ۴۶ نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا روس اور چین دونوں ملکوں نے بتادیا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ ہُنرمند ہیں۔ وہ اچھے سپاہی بھی ثابت ہوتے ہیں بلکہ اچھے شہری بھی بنتے ہیں اور جنگ کے زمانہ میں بڑی مدد پہنچاتے ہیں۔

اب ذرا اپنے دیس کی حالت دیکھیے۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں صرف ۸ فیصدی یعنی سو میں سے صرف ۸ [illegible] لوگ پڑھنا لکھنا جانتے تھے اور پورے دس سال میں یعنی ۱۹۴۱ء میں صرف سو میں سے چار اور لوگوں نے پڑھنا لکھنا سیکھا پہلے ۸ پڑھے لکھے تھے تو اب سو میں سے بارہ ہوگئے ادھر چین میں اتنی ہی مدت میں سو میں سے ۳۶ نے اور پڑھنا لکھنا سیکھا اور ۲۸ سے ۶۴ تک نمبر پہونچ گیا۔ دیکھا آپ نے کتنا فرق ہے۔ اگر اسی حساب سے ہمارے یہاں ترقی ہوتی رہی تو ہندوستان کوئی ۲۲۰ سال میں دوسرے ملکوں کی برابری کر پائیگا کیا یہ آپکے لیے سوچنے کی بات نہیں ہے کہ آپ کو کتنی تیزی سے تعلیم کے لئے کام کرنا ہے۔

اب ذرا بمبئی کی حالت دیکھیے۔ شہر بمبئی ہندوستان کی ناک کہلاتا ہے۔ یہاں پندرہ لاکھ کی آبادی میں سے ۹ لاکھ انسان جاہل ہیں ان کے علاوہ چھوٹے بچے الگ ہیں جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے۔ کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم ان ۹ لاکھ عورتوں، مردوں اور بچوں کو علم جیسی نعمت کی روشنی پہنچائیں۔

کانگریسی حکومت یہاں بہت تھوڑے دن تک رہی اس کے بڑے وزیر بالا صاحب کھیر تھے جو تعلیم کے وزیر بھی تھے انہوں نے ۱۹۳۸ء میں ایک تعلیمی بورڈ مقرر کیا تھا تاکہ تعلیم بالغان کا کام صوبہ میں زور شور سے شروع کی جائے اور عام لوگوں کی تعلیم کی دیکھ بھال کا مناسب انتظام کیا جائے۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد تعلیم بالغان کے لئے ایک آزاد کمیٹی بھی مقرر کی گئی جو سرکار ہی کے ساتھ صوبہ میں تعلیم بالغان کا کام کرے اور اس کام کو آگے بڑھائے کیونکہ بمبئی ہندوستان کی ناک ہے۔ مسٹر کھیر آج بھی اس کے صدر ہیں مسٹر آنریبل منگل داس پکواسا دیوان بہادر جاویری اسکے وائس پریزیڈنٹ ہیں اور اب بھی یہاں شہر کے دوسرے لیڈر بھی ہر مذہب اور ہر خیالات کے اس کمیٹی کے ممبر بنے ہوئے ہیں تاکہ جہالت کو شہر سے دور بھگادیں اور شہر کے ہر آدمی کو لکھنا پڑھنا سکھادیں۔ تعلیم بالغان کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر ہر پارٹی اور ہر خیالات کے آدمی ایک پلیٹ فارم پر آسکتے ہیں۔ اور یہاں اتحاد ہوسکتا ہے۔

ساڑھے چھ سال سے یہ کمیٹی جہالت کو مٹانے کی انتھک کوشش کررہی ہے اور ۹۰ ہزار لوگوں کو جن میں بیس ہزار عورتیں بھی ہیں تعلیم جیسی دولت سے مالا مال کرچکی ہے۔ ان میں ۵ ہزار مسلمان عورتیں شامل ہیں۔ ان لوگوں میں غریب لوگ زیادہ ہیں یہ لوگ گجراتی اُردو ہندی مراٹھی تیلگو تامل وغیرہ بولتے ہیں شہر میں جگہ جگہ اسوقت ۴۰۰ کلاسیں جاری ہیں اور خیال ہے کہ مارچ ۱۹۴۶ء سے پہلے پہلے دس ہزار لوگ اور لکھنا پڑھنا سیکھ جائینگے اور اس طرح سات سال میں ایک لاکھ بالغوں کی تعلیم کا کام پورا ہوجائیگا۔

عورتوں اور مردوں کے لئے کمیٹی کی طرف سے الگ الگ کلاسیں شروع کی گئی ہیں عورتوں کو یہاں دن میں اور مردوں کو رات میں تعلیم دی جاتی ہے اور ہر طرح کی آسانی پہنچائی جاتی ہے کتابیں سلیٹیں بورڈ چاک وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ اندازہ ہوا ہے کہ چار مہینے میں عورت یا مرد معمولی لکھنا پڑھنا سیکھ لیتے ہیں اسی لئے چار چار مہینے کا کورس رکھا گیا ہے جسکے بعد ان کا امتحان لیکر سند دیدی جاتی ہے۔ کمیٹی کو یہ بھی خیال ہے کہ تھوڑا سا معمولی لکھنا پڑھنا سیکھنے کے بعد اگر چھوڑ دیا جائے تو پھر بھول جاتے ہیں۔ اس لئے "پوسٹ لٹریسی" کی کلاسیں بھی شروع کی گئی ہیں یہاں ۶ ماہ کا کورس ہوتا ہے اس میں کمیٹی کی طرف سے خاص کتابیں اور اخبار پڑھائے اور سنائے جاتے ہیں۔

(باقی صفحہ پر دیکھیے)

خبریں

خبر ملی ہے کہ ۲۲ر جنوری کو پشاور شہر میں زلزلے کے جھٹکے محسوس کئے گئے۔

جنگ کے ختم ہونے کے بعد لوگ سمجھتے تھے کہ اب مہنگائی کم ہوگی مگر چند روز سے گیہوں اور پاؤ روٹی کی قیمت بڑھادی گئی ہے۔

بمبئی کے دوکانداروں پر حکومت نے ایک نیا ٹیکس لگایا ہے اس کے خلاف یہاں کے سب دکانداروں نے تین دن کی ہڑتال کی تھی یہاں تک کہ پھیری والوں اور بھاجی ترکاری والوں نے بھی اپنی دکانیں بند رکھی تھیں

بمبئی میں تعلیم بالغان کا پانچواں ہفتہ نہایت دلچسپی سے منایا گیا۔ چھوٹے بڑے ہندو مسلمان سب ہی نے اس میں بہت کوشش کی۔

بمبئی کی تعلیم بالغان کمیٹی نے ۳ لاکھ روپیہ سے ایک نئی اسکیم تعلیم کو عام کرنے کے لئے بنائی ہے اس اسکیم کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو پڑھنا لکھنا سکھادیا جائے۔

سیاسی قیدیوں نے ہڑتال کی ہے۔ دکاندار ہڑتال کرتے ہیں۔ بھاجی ترکاری والے ہڑتال کرتے ہیں اب قیدیوں نے ہڑتال شروع کردی۔ الہ آباد سے خبر آئی ہے کہ فتح گڑھ کے مرکزی جیل خانے میں جو سیاسی قیدی تھے ان میں سے بیس قیدیوں نے "بھوک ہڑتال" شروع کردی ہے اور تین قیدیوں نے ہر کام کرنے سے صاف انکار کردیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب تک ہمارے مطالبات (مانگ) جو بالکل جائز ہیں پورے نہ کئے جائیں گے ہم کام نہ کرینگے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ اُن کے رہنے سہنے کے طریقے بہتر ہوں۔ غذا اس سے بہتر ملے اور کام بھی بہتر لیا جائے۔

مدراس میں زنانہ پولیس فوج۔ گورنمنٹ نے جو باتیں جنگ کے بعد کے سدھار کے لئے سوچ رکھی ہیں انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پولیس عورتوں کی ایک فوج تیار کی جائے۔ اس کا بنانا سب سے پہلے شہر میں ممکن ہوسکتا ہے۔ پولیس فوج میں عورتوں کے دستہ (ٹکڑی) کے ہونے سے بہت سے فائدے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً روزمرہ کے کام کاج میں اور جب مکانوں کی تلاشی ہوتی ہے ایسے موقعوں میں یہ دستہ بہت مفید ہوسکتا ہے۔ اُن کی تعلیم اور دیگر باتوں پر اس وقت غور کیا جائیگا جب جنگ کے بعد پولیس کو زیادہ مضبوط بنانے اور پھر سے اچھی طرح اس انتظام کرنے کے متعلق تجویزیں پیش ہوں گی۔

زندگی کی جوا بازی! حال ہی میں یوگی مسٹر۔ بی۔ کے۔ داس نے اورنگ آباد کے لوگوں کو بہت سے کرتب دکھائے۔ سب سے پہلے اس نے اپنے اوپر سے ایک پندرہ ٹن وزنی ایک اسٹیم رولر کو گزرنے دیا۔ پھر اپنی نبض اور دل کی دھڑکن بند کرلی اپنے آپ کو سُلادیا۔ جلتی ہوئی چتا پر سوگیا۔ پندرہ منٹ تک سمادھی (یعنی زمین میں گڑے رہنا) میں رہا۔ اور زیادہ تیزاب وغیرہ پی لیا۔ اس نے ایک امدادی جلسہ میں اپنے کئی حیران کرنے والے کرتب دکھائے۔ اس کا دعوی ہے کہ وہ اپنے وزن کو ایک دم سے گیارہ ہزار پونڈ بڑھا سکتا ہے۔ اور پھر اُسے فوراً بھ پاؤنڈ پر لا سکتا ہے۔ وہ اب وہاں کے ہوٹل میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اُن کی نگاہوں میں جو یوگیوں کے کرتب سے ناواقف ہیں وہ "اپنی زندگی سے جُوا کھیلتا ہے"

چار دوست

(دوسرا حصّہ)

ہرن کو جال میں پھنسا دیکھ کر شکاری نے دوڑا مگر ہرن تو کٹے ہوئے جال کو پھینک کر دور بھاگ گیا چوہا بھی ایک کھیت میں نکل گیا اور کالے خاں اُچک کر سب سے اونچے درخت پر جا بیٹھے۔ کچھوے نے بھی بھاگنا چاہا مگر وہ کیا بھاگتے۔ شکاری کو ایک تو ہرن کے بھاگ جانے کا غم تھا دوسرے اس کا جال بھی کٹ کر خراب ہو گیا تھا اُسے بہت غصّہ آیا۔ واپس ہو رہا تھا تو دیکھا کہ ایک کچھوا بھاگا جا رہا ہے دل میں سوچا شکار سے خالی ہاتھ واپس جانا ٹھیک نہیں لاؤ اس کچھوے ہی کو لیتا چلوں یہ سوچ کر اُس نے دوڑ کر کچھوے کو پکڑ لیا اور اپنے تھیلے میں ڈال کر بند کر دیا اور گھر کی طرف جانے لگا۔ اونچے پیڑ پر بیٹھے ہوئے کالے خاں یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے انہوں نے فوراً یہ خبر بھیّا ہرن اور چوہے ماموں کو سنائی ان دونوں کو بڑا افسوس ہوا کالے خاں نے کہا دیکھو میں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ بھیّا ہرن تم ایسا کرو کہ شکاری کے سامنے سے لنگڑاتے ہوئے چلو۔ شکاری سمجھے گا کہ تم بھاگ نہیں سکتے ہو اس لئے وہ اپنا تھیلا زمین پر رکھ کر تمہارے پیچھے بھاگے گا تم اُسے پکڑائی نہ دینا اور خوب چکر لگانا اتنے میں ماموں شکاری کا تھیلا کاٹ کر چچا کچھوے کو آزاد کرالیں گے پھر تم بھی آجانا۔ سب کو یہ ترکیب پسند آئی ہرن لنگڑاتا ہوا شکاری کے سامنے سے گذرا شکاری سمجھا کہ ہرن زخمی ہے دوڑ کر پکڑ لوں گا یہ سوچ کر اُس نے کاندھے کا تھیلا زمین پر ٹپکا اور ہرن کے پیچھے دوڑا۔ ہرن اُسے اپنے پیچھے بھگاتا ہوا دور تک لے گیا۔ ادھر ماموں نے جلدی جلدی کپڑے کے تھیلے کو کاٹنا شروع کیا اور چچا کو آزاد کرالیا انہوں نے کہا تم ہمارے گھر کی طرف بھاگو۔ آخر سب لوگ آرام سے ایک حفاظت کی جگہ پر پہنچ گئے تھوڑی دیر میں ہرن بھیّا بھی آگئے۔ کہنے لگے کہ شکاری کو خوب تھکایا بیچارا جب اپنا بھی کٹا ہوا تھیلا دیکھے گا تو سچ مچ رو پڑے گا۔ پھر ہرن بھیّا نے اور چچا کچھوے نے کالے خاں اور ماموں کا بہت بہت شکریہ ادا کیا جنھوں نے ان کی جان بچائی تھی۔ ماموں نے کہا اس میں شکریہ کی کیا بات ہے یہ تو دوستی کا فرض تھا جو میں نے ادا کیا۔

(قدسیہ خانم)

مکڑی

مکڑی ایک طرح کا چھوٹا کیڑا ہے وہ گھروں پیڑوں اور کھیتوں میں سبھی جگہ پائی جاتی ہے اگر گھر کی دیواروں سے مکڑی کا جالا صاف نہ کیا جائے تو اس میں گرد جم جاتی ہے۔ گھر دیکھنے میں بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے تمہارے دو پیر ہیں۔ گائے، بکری، گھوڑے اور گدھے کے چار پیر ہوتے ہیں۔ لیکن چھوٹی سی مکڑی کے آٹھ پیر ہوتے ہیں۔ مکڑی کے پیٹ میں چھوٹی چھوٹی بہت سی تھیلیاں ہیں۔ انھیں تھیلیوں میں جالے کے تار بھرے رہتے ہیں۔ وہ تار بہت باریک ہوتے ہیں۔ ہم تم اتنا باریک تار نہیں بنا سکتے۔

جالے کا تار اتنا باریک ہونے پر بھی مضبوط ہوتا ہے۔ مکڑی جب چاہتی ہے اپنے جالے کو سمیٹ لیتی ہے اور جب چاہتی ہے تان لیتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ مکڑی جالا کیوں تانتی ہے؟ وہ اپنا شکار پھنسانے کے لئے جالا تانتی ہے۔

مکڑی جالا تان کر جالے کے ایک کونے یا بیچ میں بیٹھ جاتی ہے۔ مکھی یا مچھر جب اس جالے میں پھنس جاتا ہے تو مکڑی اس کے پھنستے ہی اس پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ وہ اس کو اپنے تاروں سے جکڑ لیتی ہے۔ اب مکڑی کا شکار ان تاروں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ مکڑی دھیرے دھیرے اس کو کھا جاتی ہے۔

سب مکڑیاں جالا تنتی ہیں۔ ایک مکڑی ایسی بھی ہوتی ہے جو شکار کو جھپٹ کر کاٹ لیتی ہے۔ کاٹنے سے اس کے شکار کے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے۔ شکار کے مرنے پر مکڑی اس کو کھا جاتی ہے۔

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو!

سندر ایک بہت غریب ماں باپ کا لڑکا تھا مگر تھا محنتی۔ جب اُسے ذرا سمجھ آئی تو باپ نے ایک مل میں نوکر کرادیا۔ چھوٹا سا بچہ ۹ دس روپیہ مہینہ کمالاتا مگر جب کبھی وہ اپنے مل کے مالک کو دیکھتا تو سوچتا کہ آخر یہ کیوں مل کا مالک بن گیا اور میں کیوں نہ بنا ایک روز اس نے سوچ لیا کہ میں بھی مل کا مالک بنوں گا جب یہ بات اس نے اپنے ساتھیوں سے کہی تو سب ہنس پڑے سندر کو بہت دکھ ہوا اور اس نے اپنی ماں کو یہ سب حال سنایا۔ ماں کے آنسو نکل آئے اس نے کہا سندر تم کوشش کرو تو ضرور مل کے مالک ہوگے مگر دو باتیں اس کے لئے ضروری ہیں ایک تو یہ کہ محنت سے کبھی جی نہ چرانا اور ہمت نہ ہارنا دُنیا چاہے کچھ بھی کہے تم پروا نہ کرنا سندر نے دوسرے دن سوچا کہ آخر مجھ میں اور مل کے مالک میں کیا فرق ہے صرف ایک ہی کہ وہ پڑھا لکھا ہے اور اس کے پاس بہت دولت ہے یہ سوچ کر اُس نے مل ہی میں تعلیم بالغان کا جو کلاس رات کو ہوتا تھا اس میں اپنا نام لکھا لیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کا خوب مذاق اڑایا مگر وہ اپنی بات پر جما رہا۔ وہاں سے نکل کر اس نے اپنے محلہ کے نائٹ اسکول میں نام لکھا لیا اور پانچ سال کی محنت میں میٹرک پاس کرلیا۔ اب اس نے مل کی نوکری چھوڑ دی اور میونسپلٹی میں نوکر ہوگیا کچھ روپیہ جب جمع ہوگیا تو اُس نے چھوٹا سا کاروبار کیا اور اپنے محلّہ کے بچوّں کو پڑھانا بھی شروع کردیا۔ اسی زمانہ میں جنگ شروع ہوگئی۔ سُندر کے پاس دو تین ہزار روپیہ جمع ہوگیا تھا لیکن وہ اب بھی دن رات محنت کرتا تھا۔ آخر اُسے میونسپلٹی کا ایک ٹھیکہ مل گیا جس میں اُسے کچھ فائدہ ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ پیسہ پیسے کو کھینچتا ہے

اب سندر نے بڑے بڑے سرکاری ٹھیکے لینا شروع کردیئے اور بہت روپیہ کما لیا اتفاق سے جس مل میں سندر کام کرتا تھا اس مل کے مزدوروں نے کم تنخواہ ملنے کی وجہ سے ہڑتال کردی مل کے مالک نے مل بیچنے کی تجویز کی سندر نے کئی لاکھ روپیہ میں وہ مل خرید لیا اور مزدوروں کی تنخواہیں بڑھادیں اس کا مل سب ملوں سے بازی لے گیا۔ اُس نے اپنے مل کا نام اپنی ماں کے نام پر "پاربتی مل" رکھا تھا کیونکہ اس کی ماں نے اُس کی اچھی حالت دیکھ لی تھی مگر اُسے مل کا مالک بنتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ اُسے آج بھی اپنی ماں کا کہنا یاد تھا کہ کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔ سندر اب بھی سب مزدوروں سے یہی کہتا ہے کہ کئے جاؤ کوشش مرے دوستو محنت اور تعلیم سے جی نہ چراؤ ایک روز تم بھی میری طرح مل کے مالک بن جاؤگے۔

کلکتہ میں یوگرا شہر کی ایک عدالت میں ایک عورت اپنے دودھ پیتے ہوئے بچے کو سینہ سے لگائے ہوئے اپنے آپ کو سیشن جج کے حوالے کردیا تاکہ اُسے قید کرلیا جائے۔ اس عورت کو کلکتہ کے ہائی کورٹ نے تین ماہ کی سزائے سخت دی تھی۔ اُس نے رو روکر عاجزی کی کہ اُسے اپنے بچّے کو ساتھ رکھنے کی اجازت دی جائے چونکہ وہ اُسے دودھ پلاتی تھی۔ جج صاحب نے اس کی درخواست منظور کرلی اور اُسے معہ بچے کے جیل خانے پہنچا دیا گیا اس عورت پر غلط اطلاع دینے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ جوُری نے "بےقصور" ہونے کا فیصلہ سنایا مگر جج صاحب کو اس سے اختلاف ہوا اور انہوں نے یہ کہہ کر کہ "یہ غلط فیصلہ ہے" اس مقدمہ کو ہائی کورٹ میں بھیجدیا۔ ہائی کورٹ نے جج صاحب کے اختلاف کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اُسے سزائے قید دی۔

علم اور فن کا بڑا دوست اکبر بادشاہ

اگر ہم اکبر بادشاہ کی شروع کی زندگی کا حال پڑھیں تو ہم یہ کہے بنا نہ رہ سکیں گے کہ اکبر کی تربیت جیسی ہونی چاہئے تھی ویسی نہیں ہوئی کیونکہ جب یہ پیدا ہوا تو اس کا باپ ہمایوں سندھ کے ریگستان میں ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا ایسے وقت جب خود اسکو اپنی جان کی فکر پڑی تھی بچے کا کیا خیال کرتا۔ اکبر کے چچا عسکری نے اکبر کی تعلیم کا انتظام کیا مگر اکبر کا دل پڑھنے میں نہ لگتا اُسے شکار کا بہت شوق تھا۔ جب ہمایوں بادشاہ پھر سے ہندوستان کا بادشاہ بنا تو اکبر کی تعلیم اور تربیت کا شہزادوں کی طرح انتظام کرنا چاہتا تھا مگر موت نے اس کی فرصت نہ دی اس وقت اکبر کی عمر صرف ۱۳ سال کی تھی اور اس نے جو کچھ بھی تعلیم و تربیت حاصل کی وہ بیرم خاں کی بدولت تھی باقی سب چیزیں اکبر نے خود اپنے آپ حاصل کیں۔ بیرم خاں نے اس کو تعلیم بھی دی اور فوج اور جنگ کا فن بھی سکھایا جب اکبر کو علم کا مزہ لگا تو اُس نے اپنے دربار میں بڑے بڑے عالموں کو بُلوا لیا اور ان بات چیت کر کے کتابیں سن کر اپنے کو بڑھایا اور بہت سے فن سیکھے اسی لئے اکبر بڑے بڑے عالم سے برابر بحث کرسکتا تھا اور ہر فن میں ماہر تھا۔

ابوالفضل اکبر کے دربار کا ایک عالم اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اکبر ہر روز کسی عالم سے کوئی کوئی کتاب پڑھوا کر سنا کرتا تھا اور بیچ بیچ اس سے سوال بھی کرتا جاتا تھا پھر پڑھنے والا جتنے صفحے پڑھ کر سناتا تھا اُسے اتنے ہی سونے یا چاندی کے سکّے دیا کرتا تھا اکبر عالموں کی کتنی قدر کرتا تھا اس کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ جب فیضی جو اس کے دربار کا بڑا بھاری عالم تھا بیمار ہوا تو اکبر خود اس کو دیکھنے کے لئے اس کے گھر گیا اور اس سے کوئی سوال پوچھا جب فیضی نے جواب نہ دیا تو ہندوستان کے بادشاہ نے اپنی پگڑی زمین پر پٹک دی یہ فیضی پر غصّہ نہ تھا بلکہ اس کا رنج تھا کہ علم کا ایک چمکتا ہوا سورج دنیا سے چلا جا رہا ہے۔

اکبر کو کتابیں جمع کرنے کا بھی بڑا شوق تھا چنانچہ اُس نے اپنی ایک لائبریری بنائی تھی اس میں طرح طرح کی بہت سی کتابیں تھیں جن میں ہر زبان کی کتابیں تھیں۔ کتابوں کے حصّے زبان کے لحاظ سے کئے تھے۔ ہر زبان کی کتابوں کا الگ کمرہ تھا۔ (باقی پھر)

سبھاش دن کا واقعہ

تاریخ ۲۳ر جنوری کو تمام ہندوستان میں سبھاش چندر بوس کی پچاسویں سالگرہ منائی گئی۔ بمبئی میں بھی نہایت شاندار طریقہ پر سالگرہ منانے کا انتظام کیا گیا تھا صبح ایک جلوس نکلنے والا تھا اور شام کو جلسہ ہونے والا تھا۔ صبح ۸ بجے چوپاٹی سے جلوس نکلا جب پرارتھنا سماج پر پہنچا تو پولیس سے جھگڑا ہوگیا پولیس نے جلوس والوں پر جس میں بچے اور لڑکیاں بھی تھیں کئی بار رُلانے والی گیس چھوڑی اور گولیاں چلائیں جس سے آدمی مرگئے اور ۲۰۰ سے زیادہ زخمی ہوگئے۔ بمبئی کے لوگوں نے اس معاملہ کی تحقیقات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶۔ اخبار رہبر اُردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ چھپکر شائع ہوتا ہے پرنسس بلڈنگ اجمل پریس میں چھپتا ہے۔

REGD. No. 4532

۴۸۶

قیمت فی پرچہ ۱ ار

ٹیلیفون نمبر ۴۱ ۴۲ ۴۴

10 MAR 1946

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

ایڈیٹر:- مسز کلثوم سیانی

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۶ پہلی مارچ ۱۹۴۶ء نمبر ۱۶

نیک بات

دُنیا عمل کی جا ہے جیسا کرو ویسا بھرو
ہے صدا گنبد کی یہ جیسا کہو ویسا سُنو

اپنی باتیں

جنگ عظیم کو ختم ہوتے ہوتے قریب ایک سال کے ہو رہا ہے۔ مگر ابھی تک بیچارے ہندوستان کو امن کی سانس لینا نصیب نہیں ہوئی بلکہ آج بھی ملک کے ہر حصّے سے شور اُٹھ رہا ہے کہ پھر ۱۹۴۳ء کا جیسا بھیانک اناج کا قحط سارے ہندوستان میں پھیلنے والا ہے اس کا پورا ثبوت اس بات سے ہوجاتا ہے کہ حکومت ہند بھی گھبرا گئی ہے۔

حال ہی میں وائسرائے ہند نے مہاتما گاندھی جی اور کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد اور مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح سے ملکر اس قحط کے مٹانے کی تدبیر سوچنے کو کہا ہے۔

سب کا یہی کہنا ہے کہ اس کام کو قومی حکومت کے ہاتھ میں دیدیا جائے

ہندوستان پر دوسری مصیبت یہ ہے کہ ابھی تک جنگ کی وجہ سے جو جو پابندیاں لگائی گئیں تھیں ہندوستان سے نہیں اٹھائی گئیں جس کا نتیجہ

آئے دن جب کبھی قومی رہ نماؤں کی یاد میں جلسے جلوس ہوتے ہیں تو ہنگامے کی صورت میں بدل جاتے ہیں۔ پولیس اور فوج ان کو روک کر لاٹھی چارج اور گولی چلاکر ان کا استقبال کرتی ہے۔ جس سے جانیں ضائع جاتی ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ زخمی ہوتے ہیں۔ آزاد ہند فوج کی محبت میں کچھ مہینے پہلے جلوس نکالنے میں ہنگامے ہوئے جس میں بہت جانیں گئیں۔ اور ابھی ۱۲ فروری کو کلکتہ، دہلی، بمبئی وغیرہ میں کپتان عبدالرشید کی رہائی کے لئے جلسے جلوس نکالے گئے ان میں بھی پولیس اور فوج نے گولی چلائی جس سے بہت سے آدمی مرے اور زخمی ہوئے۔

بمبئی ۱۲ر فروری کو کپتان عبدالرشید کی رہائی کے لئے بمبئی کے مسلمانوں نے ایک بہت بڑا جلوس نکالا جس کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر ہوگی۔ یہ جلوس امن و امان کے ساتھ تمام مسلمانوں محلّوں میں گشت لگاتا ہوا پانچ بجے قیصر باغ میں پہنچا، جہاں ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں عبدالرشید اور آزاد ہند کی کل فوج کی رہائی کی تجویز سب کی رائے سے پاس ہوئی۔

خبریں

۲۶ جنوری کو ہندوستان کے ہر صوبے میں آزادی کا دن منایا گیا اور ہندوستانیوں نے ایک بار پھر قسم کھائی کہ ہم ہندوستان کو آزاد کراکر ہی دم لیں گے۔

ہندوستان کے کمانڈر انچیف سر آچن لیک نے آزاد ہند فوج کے ایک مسلمان افسر کیپٹن عبدالرشید کو سات سال قید کی سزا دی ہے۔ جس سے ملک بھر میں غصہ بھر گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح نے وائسرائے اور گورنر کمانڈر انچیف کو لکھا ہے کہ مسلمان ان کے اس فیصلے سے بہت ناراض ہیں۔ کیپٹن رشید کی سزا پر ناراضگی بتانے کے لئے ۱۲ فروری کو بمبئی میں زبردست ہڑتال بھی کی گئی۔

پیرس سے خبر ملی ہے کہ وہاں ریڈیو پر ایک پروگرام میں کہا گیا کہ شہر پر ایٹم بموں سے حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے وہاں اتنی گڑبڑ مچ گئی کہ کچھ نہ پوچھو۔ بیچارے دو آدمی تو ڈر کے مارے مر ہی گئے۔ بہت سے آدمی پناہ گاہوں میں جاکر چھپ گئے اور جن کے دل کمزور تھے ان کو دورے پڑنے لگے اور تمام دن ڈاکٹر ایسے بیماروں کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ پیرس کی سرکار ریڈیو والوں کو سختی سے منع کرنے والی ہے۔ کہ خبریں جانچ کر دیا کریں۔

آسٹریلیا کی راجدھانی سے خبر ملی ہے کہ ہندوستان میں اگلے تین چار سال میں بہت بڑی بڑی سڑکیں بننے والی ہیں اس کے لئے ہندوستان نے تین ہزار سڑک بنانے والے انجن منگائے ہیں۔ اسی جگہ سے ایک اور خبر ملی ہے۔ کہ یہاں ایک ایسی مشین بنائی گئی ہے جو ہر جگہ آجا سکتی ہے اور جہاں جی میں آئے وہاں اس سے اینٹیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ یہ مشین ایک دن میں دس ہزار اینٹ تیار کرسکتی ہے۔ اور ہر طرح کی اینٹ اس سے ہر موقع پر تیار کی جا سکتی ہے۔ اس مشین سے بہت فائدہ ہوگیا کیونکہ اب مکان یا کارخانہ وغیرہ بنانے کے لئے دور دور اینٹیں لانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ بلکہ جہاں مکان بن رہا ہو اسی جگہ اس مشین کو لے جاکر کھڑا کردینگے اور یہ اینٹیں تیار کرکے دیتی جائے گی۔

روس میں کھیل کی ترقی بھی بہت زیادہ ہوئی ہے۔ تعلیم کی طرح وہاں کھیلوں کے لئے بھی کالج ہیں جہاں چار سال تک لڑکوں کو کھیل کی تعلیم تربیت دی جاتی ہے۔ ماسکو کے اسٹیڈیم کھیل کے میدان میں ۹۰ ہزار آدمی آسکتے ہیں۔ اور ہر سال دس کروڑ کے قریب روپیہ جسمانی صحت ورزش اور کھیلوں پر خرچ کرتی ہے۔

دنیا کا مشہور شہر

یوں تو دنیا کے بہت سے شہر مشہور ہیں۔ جیسے مکہ مدینہ۔ آگرہ تاج محل کی وجہ سے مشہور ہے دہلی بھی بہت مشہور ہے۔ اسی طرح حال ہی میں ایک چھوٹا سا شہر "اسٹالن گراڈ" بہت مشہور ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے پچھلی جنگ میں اسٹالن گراڈ پر روسیوں نے جرمنوں کا بہت زبردست مقابلہ کیا اور یہیں سے گویا جرمنوں کی ہار ہوتی گئی۔ ۲ فروری کو اس شہر کی سالگرہ منائی گئی اور ایک کتاب چھاپنے والی کمپنی نے اس شہر کی پوری تاریخ کی ایک کتاب بھی چھاپی۔ جس میں اسٹالن گراڈ کے بارے میں بہت سی باتیں اور بہت سے گیت چھاپے گئے ہیں۔ اب اسٹالن گراڈ بھی ایک بہت بڑے جنرل کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مشہور ہوگیا ہے۔

امریکہ سے خبر ملی ہے کہ وہاں ایک کمپنی نے چاند کی زمین بیچنا شروع کردی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایٹم بم کے ذریعہ انسان آئندہ دس سال کے اندر اندر چاند کے اندر جاکر آباد ہوسکے گا امریکہ کی ایک فلم کمپنی کے ڈائرکٹر نے اپنی ساری دولت چاند کے لینے والوں کے نام وصیت میں لکھ دی ہے۔

گوالیا ٹینک پر پچھلے دنوں ایک شاندار دیسی نمائش ہوئی اس میں اپنے ملک کی بنی ہوئی چیزیں بتائی گئیں۔ جو امریکہ اور انگلینڈ کے مال کی برابری کرتی تھیں۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رویا ویلا کھمبالا روڈ۔ بمبئی ۲۶ اخبار "رہبر" اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ چھپکر شائع ہوتا ہے
پرنسس بلڈنگ اجمل پریس میں چھپتا ہے

محرّم کے جلسوں میں بیگم بذل الرحمن کی تقریر

عزیز بہنو! آج سال بھر کے بعد ہم لوگ پھر ایک جگہ جمع ہوئے ہیں اور مجھے فخر ہے کہ میں آپ سب کو خوش آمدید کہہ رہی ہوں۔ یہ بتانا بیکار ہے کہ سالوں سال سے ہماری بہن کلثوم سایانی صاحبہ محرّم کے زمانے میں جلسوں کا انتظام کرتی ہیں اور جلسوں میں ایسے بھائی اور بہنوں کو بلایا جاتا ہے جو ہم کو کام کی باتیں بتاتے ہیں۔ اس سال بھی ایسا ہی انتظام اور دین کی باتوں کے سوا آپ دنیا کی ایسی باتیں بھی معلوم کریں گی جو زندگی میں کام آئیں۔ میں اُمید کرتی ہوں کہ آپ سب ہر جلسے میں شریک ہونگی اور جب کبھی ممکن ہو اپنے دوستوں اور سہیلیوں کو بھی شریک کرانے کے لئے اپنے ساتھ لائینگی۔

آپ میں بہت زیادہ بہنیں ایسی ہیں جنھوں نے حال ہی میں 'رہبر' کے طفیل میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا ہے ابھی آپ اس قابل نہیں ہوئی ہیں کہ اخباروں اور کتابوں سے بڑی بڑی باتیں معلوم کریں مگر روز کی زندگی ہی ایک بہت بڑا سبق ہے کتابیں لکھنے والے بھی وہی اچھے سمجھے جاتے ہیں جو روزانہ زندگی کے سبق سے فائدہ اُٹھاکر اپنی کتابیں لکھتے ہیں۔ ہم سب نے یہ تو سن لیا ہے کہ لڑائی ختم ہوگئی مرنا مارنا بند ہوگیا۔ مگر بازار کی قیمتیں ہر طرح کے کنٹرول اور راشن بھی باقی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ اور باقی رہیں گے تو یوں کہنا چاہیئے کہ جنگ تو ختم ہوگئی مگر اس کے اثر ہماری روزانہ زندگی پر عرصے تک قائم رہیں گے۔ کہا یہ جارہا ہے کہ اب دنیا کی حالت بالکل بدل جائیگی اور جنگ سے پہلے کا رہنا سہنا کھانا پینا کمانا اور خرچ کرنا سب کچھ بدل جائیگا۔

ہم کو اَوروں سے کیا مطلب آیئے غور کریں کہ ہندوستان میں کیا کچھ ہوگا سب سے پہلے ان آدمیوں کو دیکھئے کہ جنھوں نے یا تو فوجوں میں شرکت کی یا کسی اور صورت سے جنگ کے کاموں میں حصّہ لیا یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے جن کو اپنے گھروں پر ایک وقت بھی پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا تھا سپاہیوں اور مزدوروں کی طرح بھرتی ہوئے چونکہ ان سے کام لینا تھا اس لئے ان کو خوب کھلایا گیا کپڑے پہننے کو دیئے گئے ہاتھ دھونے کے لئے صابن اور تمباکو کی طرح پر سگریٹ دیئے گئے اب یہ لوگ نہ تو دیہاتیوں کی سی زندگی گزار سکتے ہیں اور نہ ہندوستان کے غریبوں کی طرح رہ سکتے ہیں ان سے اچھے حال والوں کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ جن لوگوں کو کہیں نوکریاں نہ ملتی تھیں ان کو سیکڑوں روپیئے ماہوار پر رکھا گیا ہر طرح پر خاطر کی گئی اور انھوں نے کمائی کے مطابق روپیہ خرچ کیا یہ سب طرح کے لوگ فوج اور اپنے اپنے کاموں سے ہٹائے جارہے ہیں ان کی تمام آمدنی ختم ہورہی ہے اب خیال کیجئے کہ یہ لوگ جب اپنے گھروں کو واپس آئینگے تو کیا کرینگے ظاہر ہے کہ دن کا آرام اور رات کی نیند کھو بیٹھینگے زندگی سے تنگ آ آکر جو کچھ بھی کر گزریں کم ہے۔ ان کی واپسی گھروں اور خاندانوں کا نقشہ بدل دے گی۔

ہمارا ملک ہندوستان دیہات یا گاؤں کا ملک کہلاتا ہے ہمارے ہاں تمام کی تمام آبادی کھیتی باڑی کرنے والی ہے اسی وجہ سے ہندوستان میں گاؤں زیادہ ہیں اور شہر کم گاؤں کی آبادی میں کھیتی باڑی کرنے والوں کے علاوہ لوہار بڑھئی جولاہے کنجڑے اور بنئے بقّال رہا کرتے تھے اور یہ گاؤں والوں کی سب ضرورتیں پوری کرتے تھے روپیے کا چلن بہت کم تھا مزدوری وغیرہ میں غلّہ ہی دیا جاتا تھا اب ہم لوگ شہروں میں آباد ہیں ہمارے دادا پڑدادا کی زندگی گاؤں ہی میں گذری

... شہر تو اس وقت سے بننے شروع ہوئے جب ہم لوگوں نے لوہار، بڑھئی اور جولاہوں کو الگ بٹھا کر بڑی بڑی گرہیاں اور کارخانے قائم کئے آپ آج کل بھی دیکھتی ہیں کہ جب گاؤں والے بھوکے مرنے لگتے ہیں اور کھیتی باڑی سے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتے تو شہروں میں آ کر کارخانوں میں نوکریاں کر لیتے ہیں۔ آبادی کے ساتھ ساتھ دکانیں اور کاروبار بھی بڑھتا جاتا ہے اور ہوتے ہوتے ایسے شہر بن جاتے ہیں جیسے ہمارا بمبئی آپ خیال کر سکتی ہیں کہ گاؤں کی زندگی اور رہنا سہنا کس طرح بدل جاتا ہے اب ایک دو پشتوں کے بعد ہم بمبئی والوں کو خیال بھی نہیں آتا کہ گاؤں کی زندگی کیا اور کس طرح کی تھی۔ جنگ کے ایک اثر کا تو میں نے پہلے ذکر کیا ہے اب دوسرا یہ سن لیجئے کہ ہندوستان میں بہت سے نئے کارخانے شروع ہونگے۔ گاؤں کی آبادی شہروں میں آ جائیگی۔ اب تک کسان اور زمیندار کی مصیبتوں کا رونا تھا اب مزدوروں کی تعداد بڑھنے سے ان کی ضروریات کا خیال کرنا ہوگا کہتے ہیں کہ یورپ کی یہ لڑائی اصل میں روپئے والوں اور مزدوروں کی لڑائی تھی ہم کو بھی اس کے لئے تیار ہو جانا چاہئے کہ ہمارے مزدور بھی ہمارے روپئے والوں کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ یہ وہ آفت ہوگی کہ خدا بچائے۔ گاؤں سے لوگوں کے شہر میں آ جانے سے کھیتی باڑی کا رنگ بھی بدل جائیگا اور اندازہ یہ کیا جا رہا ہے کہ اب تک مشین شہروں اور کارخانوں میں چلتی تھیں اب کھیتوں اور کیاریوں میں چلیں گی معمولی ہل کی جگہ ایسے موٹر کام کرینگے جو پل کے پل میں میدانوں کے میدان کھود کر ڈال دینگے اسی طرح فصل کاٹنے دانہ جمع کرنے اور ان کو صاف کرنے کے لئے بڑے بڑے انجن کام میں آئینگے۔ چھوٹے چھوٹے کھیتوں کی کوئی قدر قیمت نہیں رہے گی اور یہی روپے والے جو کہ شہروں میں کارخانے چلائیں گے گاؤں میں پہونچکر کھیتی باڑی پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کرینگے۔ معمولی آدمیوں کے لئے اس کے سوا چارہ نہ ہوگا کہ ان روپئے والوں کے مزدور یا نوکر بنیں۔ ہاتھ کے کام کاج تقریباً ختم ہو جائیں گے اور ہماری زندگی میں بڑھئی اور موچی وغیرہ کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ ایک طرح پر تو یہ اچھا ہوگا کہ پیشے اور کام کاج کے لحاظ سے ہم لوگوں نے جو الٹی سیدھی ذاتیں قائم کر رکھی ہیں وہ ختم ہو جائینگی مگر دوسری طرف اسی تمام الٹ پلٹ سے سماج کی جو حالت ہوگی اس کا اندازہ کرنا اسوقت بہت مشکل ہے۔

میں نے لڑائی کے بڑے بڑے اثروں کی طرف صرف اشارہ کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ لڑائی کیوں ہوئی اتنی جانیں کیوں گئیں اور اتنی بربادی کس وجہ سے ہوئی ان سب باتوں کا سبب مختلف لوگ الگ الگ بتلاتے ہیں مگر یہ سب کہتے ہیں کہ انسان نے انسانیت چھوڑ دی بھائی چارہ آپس کی محبت اور لحاظ سب جاتا رہا اپنا مطلب اور اپنی غرض سب کو پیاری ہو گئی۔ اگر ایک طرف بھائی نے بھائی کا لحاظ چھوڑ دیا تو دوسری طرف خاندانوں کو دوسرے خاندانوں سے مطلب نہیں [illegible] حال ملکوں اور قوموں کا ہو گیا ہے۔ ہر ایک کو اپنی خوشحالی اور طاقت بڑھانے کی فکر ہے۔ اسی طاقت نے یہ جنگ کھڑی کی اور دنیا کا یوں برا حال ہوا۔

سوال یہ ہے کہ انسان ہمیشہ سے انسان ہے اور جن برائیوں کا آج ہم رونا رو رہے ہیں وہ ہمیشہ سے موجود ہیں کوئی خاص بات ہونی چاہئے کہ ان کا آجکل یہ نتیجہ نکلا۔ میں یہ کہوں گی کہ برائیاں تو ہمیشہ سے ضرور تھیں مگر مذہب اور دین کا اثر دنیا میں کس قدر زیادہ تھا کہ ہم لوگ ان برائیوں سے بچ جاتے تھے۔ حالات نے اور زیادہ تر تعلیم نے مذہب کا زور توڑ دیا اور یہی مذہب جو ایک زمانے میں محبت اور میل ملاپ سکھاتا تھا اب ہم کو ایک دوسرے

(باقی پھر)

قومی زبان

آواز سے طاقت پیدا ہوتی ہے اسلئے لوگ قومی زبان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ بہت زمانہ سے ہندوستان میں کوئی قومی زبان نہیں ہے بلکہ یہاں کے رہنے والے مذہب کے لحاظ سے اپنی الگ الگ قومی زبانیں سمجھتے ہیں۔ اسی غلط فہمی کی وجہ سے ہندوستان ابتک غلامی کے جالوں میں اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ دم تک نہیں کھینچ سکتا لیکن افسوس پھر بھی ہمارے بھائی بہنیں سوئے ہوئے ہیں اور اسی غلامی کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس وقت ہمارے بہت سے بھائی بہنیں اس بات پر آمادہ ہو گئے ہیں کہ ہم جان و دل سے ہندوستان کی قومی زبان ہندوستانی کو ترقی دینے کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھیں گے ایسے سنہرے موقع پر کسی کو اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹانا چاہئے کیونکہ اگر غور سے آنیوالے زمانہ پر نظر ڈالی جاوے تو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ہم اپنے مقصد یعنی ہندوستانی زبان کو پورے ہندوستان میں پھیلانے میں کامیاب ہوگئے تو اس لفظ "آزادی" کو جو سینکڑوں برس سے ہمیں چین نہیں لینے دیتا جلد حاصل کرسکتے ہیں اور دوسرے ملکوں کی طرح چین و آرام سے زندگی بسر کرسکتے ہیں جس طرح فرانس میں فرانسیسی و جرمنی میں جرمن اور جاپان میں جاپانی اسی طرح ہم اپنے ملک کی قومی زبان ہندوستانی سمجھیں اور ترقی دیں۔ یہ اردو ہندی کے میل سے پیدا ہوئی ہے اور فارسی و دیوناگری دونوں لپیوں میں لکھی جاتی ہے کانگریس و مہاتما گاندھی نے بھی اونچی آواز سے یہ بات کہی ہے کہ یہی ہندوستان کی قومی زبان ہے اور اسے ترقی دینا ہر ایک شخص کا فرض ہے اور آزاد ہند فوج میں بھی ملک پر جان نچھاور کرنے والے سبھاش بابو نے بھی یہی نعرہ لگایا ہے اور فوج کا سارا کام اسی ہندوستانی زبان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس قومی زبان کی ترقی صحیح معنوں میں کی جاوے تو کوئی وجہ نہیں کہ زمانہ کا سوتا ہوا شیر جلد کھڑا ہو جائے اور ہم لوگوں کی تکلیفیں جو جھیل رہے ہیں دور ہو جائیں۔ (ریاض احمد اعظمی)

(باقی اپنی باتیں ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء)

...ن میں آپ کا اخبار "رہبر" بھی شامل ہے۔ تعلیم بالغان کی کمیٹی کا مقصد صرف لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا ہی نہیں ہے بلکہ اچھا شہری بنانا بھی ہے اس لئے تقریروں کا بھی انتظام ہوتا رہتا ہے۔ اور استادوں، استانیوں کو ان کتابوں، اخباروں اور لکچروں سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔

کمیٹی اس وقت تک تعلیم پر ۳ لاکھ خرچ کر چکی ہے اصل خرچ حکومت بمبئی سے ملتا ہے لیکن بمبئی میونسپلٹی بمبئی پورٹ ٹرسٹ اور سر داراب ٹاٹا اور رتن ٹاٹا ٹرسٹ نے بھی مدد کی ہے دوسرے لوگ بھی تھوڑی بہت مدد کرتے رہتے ہیں۔ کمیٹی تو تعلیم کے بارے میں پوری کوشش کر رہی ہے لیکن آپ لوگوں کی مدد کے بغیر اس کام کو اچھی طرح آگے بڑھایا نہیں جاسکتا۔ سچ مانئے جہالت بڑی بلا ہے اسے ہم سب کو مل کر اپنے شہر صوبہ اور ملک سے باہر کرنا ہے اس لئے ہم سب کو مل کر اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیں اس کے لئے ۵ و ۶ سال تک کم از کم ایک ہزار کلاسیں چلانا ہونگی اور ہر سال ۵ و ۶ لاکھ کا خرچ ہوگا۔

اسکول اور کالجوں کے پڑھنے والے لڑکے لڑکیاں اس بارے میں کمیٹی کی بڑی مدد کر سکتے ہیں اور اپنے محلوں اسکولوں گاؤں اور خود اپنے گھروں میں تعلیم بالغان کی کلاسیں شروع کر سکتے ہیں اسی طرح پڑھے لکھے لوگ اپنے گھروں اور دفتروں میں ان پڑھ چپراسیوں اور نوکروں کو لکھنا پڑھنا سکھا سکتے ہیں۔ کمیٹی اس بارے میں ہر قسم کی مدد دینے کو تیار ہے۔

میسور اور ٹراونکور کی یونیورسٹیوں میں تو اسکول اور کالج کے لڑکوں لڑکیوں کے لئے تعلیم بالغان کا کام ضروری کر دیا گیا ہے اور اس کے بغیر ان کو سند نہیں دی جاتی۔ دیکھیں بمبئی یونیورسٹی میں یہ کام کب سے شروع ہوتا ہے۔ الٰہ آباد یونیورسٹی میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

بے نظیر یادگار

ہندوستان پر سینکڑوں شاہی خاندانوں نے حکومت کی اُس میں ایک خاندان مغلیہ تھا جسکے کئی بادشاہ گزرے اور اُن ہر ایک میں ایسی خوبیاں موجود تھیں کہ آج تک تواریخ میں سنہری حرفوں سے لکھی جاتی ہیں اُن ہی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ شاہجہاں تھا۔ شاہجہاں کے معنی ہیں دنیا کا بادشاہ۔ سچ ہے وہ ان الفاظ کے لائق تھا کہ دنیا کا بادشاہ کہلائے۔ مغلیہ سلطنت کا پانچواں بادشاہ تھا اسکی تعریف کے چرچے دنیا کے بڑے بڑے حصوں میں تھے

شاہجہاں نے اپنی محبوبہ ملکہ کی یادگار میں ایک ایسی عمارت بنوائی جسکو ساری دنیا آج تک مانتی رہی ہے اور خدا نے چاہا تو آنے والی دنیا بھی حیرت بھری نگاہوں سے دیکھتی آئیگی جو سنگ سفید کا بنوایا ہے اُس کے اونچے اونچے مینار آسمان سے باتیں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ پیچھے دریائے جمنا لہریں لے رہا ہے اور اپنی شرارت بھری لہروں سے اِس عمارت کی زینت کو اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ اِس عمارت کے اِردگرد ایک بہت ہی خوشگوار باغ ہے اور اس کے درمیان ایک نہر بہتی ہے اور اُس کے دونوں طرف سرو شمشاد کے درخت لگے ہوئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بہادر سپاہی دونوں طرف قطار باندھے اِس نہر کی حفاظت کر رہے ہیں۔ جب چودھویں رات کا چاند کالے کالے بادلوں میں سے نکل کر اپنی ٹھنڈی اور اچھی معلوم ہونے والی روشنی اِس عمارت پر ڈالتا ہے تو یہ عمارت اتنی جگمگاتی ہے تو معلوم ہوتا کہ ایک چاند آسمان پر ہے اور دوسرا چاند آگرہ کی زمین پر جہاں ایسا معلوم ہو رہا ہو تو اگر اس کے لئے یہ شعر کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا ؂

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی عمارت ہے اور اُس کا کیا نام ہے جسکی کہ اتنی تعریف کی جارہی ہے یہ وہ بے نظیر یادگار ہے جسکا نام تاج محل ہے۔

اب آپ یہ سوال کرینگے کہ ایسی عمارت شاہجہاں نے کیوں تیار کروائی آؤ ہم یہ بات بھی بتلاتے ہیں۔ ممتاز محل جو کہ شاہجہاں کی پیاری بی بی تھی شاہجہاں کو اِس سے بہت محبت تھی اور ممتاز محل کو بھی اتنی ہی محبت تھی۔ اس وقت جبکہ وہ اِس مکروفریبی دنیا سے نکل کر اس جگہ جارہی تھی جہاں نہ آجتک کسی کی نگاہ پہنچی اور نہ پہنچ سکتی ہے فقط دعا ہی پہنچتی ہے اس وقت اس نے اپنے ہمدرد خاوند کو وصیت کی کہ عالم پناہ اِس ناچیز کی قبر پر ایک ایسی بے نظیر عمارت بنوایئے کہ وہ بے نظیر یادگار کے نام سے مشہور ہو اور چند خاص وصیتوں کے بعد ملکہ معظمہ ممتاز محل نے اس دنیا کو چھوڑا بادشاہ کو اِس مرحومہ کا بہت ہی صدمہ تھا اپنی بیگم کی وصیت پورا کرنے کے لئے اُس نے بہت مشہور مشہور کاریگر بلوائے اور اُن سے کہا کہ ایسی عمارت تعمیر کروانا ہے جو کہ بے نظیر عمارت کے نام سے مشہور ہو۔ اب وہ کام شروع ہوا اور برسوں کے بعد شاہجہاں کی اُمید برآئی اِس عمارت کو دیکھنے کے لئے بادشاہ بہت ہی بیچین تھے مگر اس کا بچا وہ سب سامان جس سے تاج محل تیار ہوا تھا بکھرا پڑا تھا مثلاً ہیرا، سونا، چاندی قیمتی قیمتی پتھر مگر بادشاہ نے اسے جلدی صاف کروانے کے لئے ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ تمام رعایا آئے اور تمام بکھری ہوئی چیزیں لوٹ کے لے جائے اور ایسا ہی کیا گیا۔ یہ انکی دریا دلی تھی اور آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ انھیں ممتاز محل سے کتنی محبت تھی دنیا پر اِس عمارت کا ایسا اثر پڑا کہ دنیا کے مشہور مشہور کاریگر جو کہ اپنے کام میں پورے ہیں اس عمارت کو تعجب سے دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس عمارت کے بنانے والے کتنے ہشیار اور عقلمند شخص تھے۔ دُور دُور سے لوگ سینکڑوں روپیہ خرچ کرکے دیکھنے کے لئے آتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا نقشہ بنانے والے اور اسکے خاص خاص بنانے والے اٹلی کے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ انگریز تھے مگر نہیں وہ ہندوستانی تھے اُس زمانہ کے رہنے والے تھے جس پر آج انگریز حکومت کر رہے ہیں۔

(نصیر احمد)

REGD.NO.B.4532

قیمت فی پرچہ ۱ر
(ٹیلیفون نمبر ۱۴۲۴۴)

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ دو روپے

ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

جلد ۶ — ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۴۶ء — نمبر ۱۷

نیک بات

خداوند تو ہے سب سے بڑا
زمین آسماں تو نے پیدا کیا

اپنی باتیں

پچھلے مہینے میں ہم نے جنگ عظیم کا جو اثر ہندوستان پر پڑا ہے اس کا کچھ حال لکھا تھا۔ خاص طور پر آزاد ہند فوج کے رہا کرانے میں جو حرکت ہوئے تھے ان کا رونا ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ یکایک ۲۲ فروری کو دریائی فوج والوں نے ہڑتال کر دی۔ ان کی ہمدردی میں بمبئی کے لوگوں نے بھی زبردست ہڑتال منائی۔ ہڑتالی جلوس کی شکل میں گلیوں میں نکلنے لگے۔ اور انہوں نے ہر طرح کی سواریوں کو روک دیا۔ جیسے ٹریم، بس، وغیرہ۔ اس پر پولیس نے روک تھام کی اور بعد میں گولی اور لاٹھیوں سے مقابلہ کیا۔ جس سے ۳۰۰ آدمی مارے گئے اور قریب ڈیڑھ ہزار کے زخمی ہوئے۔ اسی ہنگامے میں توڑ پھوڑ لوٹ مار خوب ہوئی جس سے پبلک اور حکومت کا کافی نقصان ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ نقصان ایک کروڑ کے قریب ہے۔

سنہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے کہ جس میں فوجی اور شہری دونوں مل کر حکومت سے لڑے۔ دریائی فوجی کی شکایت یہ تھی کہ ان کے افسران ان لوگوں سے بڑی بدتمیزی اور گالیوں سے پیش آتے تھے اس کے علاوہ انگریزی فوج اور ہندوستانی فوج میں ہر طرح کا ہر معاملہ میں فرق رکھا جاتا ہے۔ جیسے تنخواہ، کھانا۔ چھٹی، کام وغیرہ میں۔

مصر کی راجدھانی قاہرہ میں بھی بمبئی کی طرح سے انگریزوں نے شہریوں پر گولیاں چلائیں جس سے بہت سے آدمی مر گئے۔ وہاں کے طالب علم اور دوسرے لوگوں کی یہی مانگ ہے کہ انگریزی فوجیں جلدی سے جلدی ان کے ملک کو چھوڑ کر نکل جائیں۔

بمبئی کی پولیس نے اپنی خبروں میں بچوں کے ماؤں کو کہا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قیمتی زیور پہنا کر اکیلے باہر نہ جانے دیا کریں۔ کیونکہ ایسی کئی رپورٹیں آئی ہیں کہ بد معاشوں نے ان کو بہلا پھسلا کر زیور اتار لئے ہیں۔ اس سے نہ صرف قیمتی زیوروں کا نقصان ہوگا بلکہ بچوں کی جانیں بھی خطرہ میں پڑ جائیں گی۔

ہندوستان کی طرح عرب کے ملکوں میں یہودیوں کے مال کا زبردست بائیکاٹ کیا جا رہا ہے اور وہاں عورتیں دوکانوں پر جا کر یہودی مال خریدنے سے لوگوں کو منع کرتی ہیں

خبریں

۱۸؍ تاریخ جمعرات کے دن سے بمبئی والوں کو لڑائی کا تھوڑا سا مزہ آگیا کیونکہ شہر بمبئی پر انگریزی فوجیوں کا راج تھا اور کسی کی جان اون کی بندوقوں اور گولیوں سے محفوظ نہ تھی۔ بات یہ تھی کہ ہندوستانی جہازیوں نے اپنی عزت کی خاطر ہڑتال کر دی تھی کیونکہ ان کے انگریز افسر نے انھیں "کتیا کے بچے" اور "قلی کے بچے" کہہ کر گالیاں دی تھیں۔ بمبئی والوں نے ان کی ہمدردی میں پولیس اور فوج سے لڑائی لی اور سارے بمبئی میں کھلبلی مچ گئی۔ ہر جگہ لوٹ مار قتل اور گولیاں چلنی شروع ہوگئیں۔ کرفیو آرڈر لگ گیا۔ کوئی ۲۵۰ سے زیادہ آدمی عورتیں بچے مارے گئے۔ ان میں کچھ پولیس والے بھی ہیں۔ فوجیوں نے ایسی اندھا دھند گولیاں چلائیں کہ خود ان کی گولیوں سے پولیس والے اور کانگریس اور مسلم لیگ کے والنٹیر مارے گئے۔ آخر بمبئی کا یہ خونی ڈرامہ ۲۴؍ تاریخ اتوار کے دن ختم ہوا۔ اس میں ۱۷۰۰ کے قریب لوگ زخمی ہوئے تھے ان میں سے بعد میں چند ایک اور مرگئے۔ کراچی میں بھی گولی چلی اور وہاں بھی کئی شہری مرگئے۔ فوج کے اس گولی بار نے سارے ہندوستان میں غم اور غصہ کی لہر دوڑا دی ہے۔ اب اس تمام معاملہ کی جانچ پڑتال کی جارہی ہے۔ مسلم لیگ اور کانگریس کے لیڈروں نے بیان دیا ہے کہ وہ جہازیوں پر ذرا بھی ظلم نہ ہونے دیں گے اور ان کی شکایتوں کو دور کرانے کی کوشش کریں گے۔

لندن سے خبر ملی ہے کہ کافی کے خراب بیجوں سے وہاں ایک قسم کا مسالا تیار کیا گیا ہے۔ یہ مسالا اتنا مضبوط ہے کہ اس سے میز کرسی وغیرہ بنائی جاسکتی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ آگے چل کر اس مسالے سے اور بہت سی کام کی چیزیں بنائی جائیں گی۔ ابھی تو صرف میزیں کرسیاں الماریاں وغیرہ بنائی جارہی ہیں۔ اس مسالے کا نام "کیفے لائٹ" رکھا گیا ہے۔

جس طرح نئی دہلی کا شہر بہت خوبصورت بنایا گیا ہے اسی نمونہ پر عرب کے ایک ملک شام میں ایک بہت پرانے شہر دمشق کے پاس ایک نیا شہر "نئے دمشق" کے نام سے بسایا جارہا ہے۔ دمشق شہر کا پورا حال پچھلے کسی رہبر میں چھپ چکا ہے۔ اس وقت دمشق کی آبادی ڈھائی لاکھ کے قریب ہے۔ نیا دمشق ۴۰ میل کے اندر بسایا جارہا ہے۔ دہلی اور دمشق دونوں بہت پرانے تاریخی مشہور شہر گنے جاتے ہیں۔

جرمنی کا جو سرکاری دفتر لندن میں تھا اس میں ہٹلر کی ۲۵ تصویریں تھیں۔ پہلے یہ تصویریں بیچی جانے والی تھیں لیکن بعد میں ہٹلر سے بدلہ لینے کے لئے انھیں آگ میں ڈال کر اپنے غصہ کی آگ بجھائی۔ کہتے ہیں کہ ہٹلر نے پانچ ہزار تصویریں خاص طور سے کھنچوائی تھیں اور جب اس کی کوئی تصویر خراب آتی تھی تو اسے بڑا غصہ آتا تھا۔

ہندوستان میں کھانے پینے کی چیزوں کی بہت کمی ہونے والی ہے اس لئے سب ملک والے پریشان ہیں اور اس کمی کو دور کرنے کی ترکیبیں سوچ رہے ہیں۔ بمبئی میں [illegible] کے لئے اناج کا راشن کم کردیا گیا ہے۔ اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں چاول پکانا بند ہوگیا ہے۔

۱۱؍ مارچ سے بمبئی میں صوبہ کی اسمبلی کے لئے چناؤ شروع ہوگیا۔

لندن کی پارلیمنٹ کے ۳ ممبر ہندوستان آرہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ ہندوستان کی آزادی میں مدد دینے کے لئے آرہے ہیں۔ لیکن ہندوستانیوں کو ان سے زیادہ امید نہیں ہے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ولا کھبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶۔ اخبار رہبر۔ اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ چھپکر شائع ہوتا ہے

پرنسس بلڈنگ اجمل پریس میں چھپتا ہے

محرّم کے جلسوں میں بیگم بذل الرحمٰن کی تقریر

(دوسرا حصہ)

..... - مجھے کوئی اب مذہب بتائیے کہ جس نے تمام انسانوں کو بھائی بھائی نہ کہا ہو یا جس نے محض طاقت سے چھین جھپٹ جائز رکھی ہو - ہر کام میں دیانتداری برتنا ہمسایوں اور دوستوں کے حقوق کو سمجھنا ایک دوسرے سے ہمدردی کرنا سب ہی درست بتاتے ہیں - کہا یہ جارہا ہے کہ اگر انہیں باتوں کا اور مذہب کے اس پہلو پر زور دیا جائے، تو ہی خود غرضی اور اپنا فائدہ کرنا بند ہوگا - یہاں اب سب مسلمان ہی ہیں آپ سے یہ عرض کروں گی کہ آپ نماز روزے کے ساتھ مذہب کے اور خاص کر اسلام کے اصول پر بھی صرف غور ہی نہ کیجئے بلکہ اُس پر عمل کرنے کی بھی کوشش کیجئے - آپ کو ہر وعظ اور ہر مجلس میں بار بار یہ بتایا جاتا ہے کہ ہمارے مذہب نے ہم میں ایک ایسی برادری پیدا کی ہے کہ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی - مگر جب ہم اپنے گریبانوں میں مونہہ ڈال کر دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو بھائی نہیں سمجھتے بلکہ ہر طرح کی دشمنی کرتے ہیں - ہم کو رشتے داروں سے اچھے تعلقات رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے اور ہم ہی رشتے داروں کی جڑیں کاٹتے ہیں - ہم کو غریبوں سے اچھا برتاؤ کرنے کے لئے کہا گیا ہے اور ہم ہیں کہ انھیں پر ظلم ڈھاتے ہیں - ایمان کی قسم کھانے کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں مگر دن رات بے ایمانیاں کرتے ہیں - یہ لکچر کہ جس میں آپ شریک ہو رہی ہیں مُحرّم کے لکچر کہلاتے ہیں اسی پر غور کیجئے کہ محرّم کیا ہے اور اس کو منانے سے کیا معنی ہیں - اگر یہی آپ کی سمجھ میں آجائے تو لڑائی دنگا فساد سب ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے -

ہم سب کو معلوم ہے کہ حضرت امام حسینؓ اور ہمارے پیغمبر کے اور بہت سے پیاروں نے اس مہینے میں اپنی جان، اپنا مال اور اپنی عزّت و آبرو محض حق کے لئے ختم کردی قربانی کی اس سے بہتر مثال دُنیا میں مشکل سے ملے گی - میں اس کے متعلق زیادہ کچھ کہہ کر آپکا وقت نہیں لینا چاہتی کیونکہ اس مضمون پر ایک دن خاص لکچر ہوں گے - میں نے اس کا ذکر یوں کیا کہ آپ سے یہ کہہ سکوں کہ سال بھر میں ایک دفعہ ہم کو یہ ایسا اچھا موقع ملتا ہے کہ اپنے مذہب اور اُس کے اصول پر غور کریں - اس زمانے میں اسی لئے محلّے محلّے میں مجلسیں ہوا کرتی ہیں مگر آپ کے لئے یہ خاص انتظام اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ آپ نے پڑھنے لکھنے کی ضرورت کو سمجھکر تعلیم بالغان سے فائدہ اٹھایا ہے - اگر آپ اپنی پڑھائی جاری رکھیں گی تو اس سے بھی اچھی باتیں معلوم کر سکیں گی جو کہ ان لکچروں میں بتائی جائینگی -

اس سے پہلے کہ میں آپ سے رخصت حاصل کروں میں ان لکچروں کے متعلق دو چار لفظ اور کہنا چاہتی ہوں -

میں نے ابھی عرض کیا کہ مُحرّم کے اس ہفتے میں مذہب کو سمجھنے کا بہت اچھا موقع ہے - میں آپ کو یاد دلانا چاہتی ہوں کہ ہمارے رسولؐ مقبولؐ نے دین اور دنیا کو الگ الگ نہیں رکھا ہے - ہمارا دین دُنیا سے قائم ہے اور ہماری دنیا دین کے بغیر بیکار ہے - اسی وجہ سے اگر لکچر مذہب کے مضمون پر ہیں تو آپ کو آپ کی دنیا کے متعلق بھی کچھ بتانے کا انتظام کیا گیا ہے - طاہرہ خاتون صاحبہ آپ کو یہ بتائینگی کہ ملک کی ترقی میں آپ کیا حصہ لیں؟

ــه اس سے مری بیگم صاحبہ نے کہا دُنیا بھر کے مسلمانوں کو زمانے کے لحاظ سے ملک کی ترقی میں حصہ لینا چاہئے -

ایک مزیدار کہانی

دو بھائی

آج سے بہت پہلے زمانہ کا ذکر ہے کہ کسی شہر میں دو بھائی رہتے تھے دونوں میں بہت زیادہ محبت تھی - ایک روز دونوں شکار کھیلنے کیلئے جنگل میں گئے - شکار کھیلتے کھیلتے رات ہوگئی - دونوں بھائیوں نے جنگل سے لکڑیاں جمع کرکے آگ جلائی اور جو ہرن کا شکار کیا تھا، اس کے گوشت کے کباب بناکر کھائے اور ارادہ کیا کہ رات بھر اسی جنگل میں گزاریں - پہلے چھوٹا بھائی پہرہ دے اور پھر آدھی رات کے بعد بڑا بھائی پہرہ دے - خیر بڑا بھائی سوگیا اور چھوٹا بھائی جاگنے لگا۔ جب کچھ رات گذر گئی تو جس درخت کے نیچے یہ لوگ بیٹھے تھے دو چڑیاں آکر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں کہ دیکھو یہ دونوں جوان آپس میں کتنی محبت کرتے ہیں چھوٹے بھائی نے اوپر دیکھا تو دو طوطے آپس میں باتیں کر رہے تھے وہ اور غور سے سننے لگا - طوطا بولا تجھے معلوم ہے میرے گوشت میں یہ اثر ہے کہ اگر اسے کوئی کھائے تو بہت جلد بادشاہ بن جائے - طوطی بولی، اور میرے گوشت میں یہ اثر ہے کہ جو کوئی کھائے پہلے ایک ہیرا منہ سے اُگلے پھر ہر مہینے ہیرا اُگلا کرے۔ چھوٹا بھائی یہ سُنکر بہت خوش ہوا اور تیر سے دونوں طوطے اور طوطی کو مار کر گرالیا اور جلدی سے جس کو سمجھا کہ اس کا گوشت کھانے سے بادشاہت ملے گی - اُس کا گوشت کھالیا - بڑے بھائی کو خوشی میں رات بھر نہ اُٹھایا اور صبح اُسنے دوسرے طوطے کا گوشت اپنے بھائی کو کھلا دیا - دوسرے دن یہ لوگ پھر شکار کرتے رہے - جب دوپہر ہوئی تو چھوٹے بھائی کے منہ سے ایک ہیرا نکلا - چھوٹا بھائی سمجھ گیا کہ میں نے غلط طوطے کا گوشت کھا لیا ہے، مگر اب کیا ہوسکتا تھا - اس نے بڑے بھائی کو رات کی ساری باتیں بتادیں اور کہا کہ دیکھو، اب تم بہت جلد بادشاہ بن جاؤ گے - اور ہیرا بھی بتایا کہ دیکھو آج میں نے یہ ہیرا بھی اُگلا ہے - بڑا بھائی بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا لاؤ اس ہیرے کو کسی شہر میں بیچ آئیں - پاس ہی ایک دوسرا شہر تھا وہ وہاں ہیرا بیچنے کیلئے گیا - اس شہر کا یہ دستور تھا کہ جب وہاں کا بادشاہ مرجاتا تھا تو صبح صبح جو بھی پہلے شہر میں آتا تھا اسے بادشاہ بنادیتے تھے - جب بڑا بھائی صبح صبح شہر میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگوں نے اسے اپنا بادشاہ بنالیا - بادشاہی کے کاموں میں بڑے بھائی کو دو دن تک بالکل فرصت نہ ملی - تیسرے دن چھوٹے بھائی کا خیال آیا، فوراً آدمیوں کو بھیجا کہ اس اس طرح کا آدمی ہے لیکر آؤ - مگر چھوٹا بھائی نہ ملا - اب بڑے بھائی کو بہت رنج ہوا، ہرروز جب وہ تخت پر بیٹھتا تو چھوٹے بھائی کا اُگلا ہوا ہیرا دیکھ کر روتا اور کہتا کہ میرا چھوٹا بھائی ایسے ہیرے اُگلا کرتا تھا -

اِدھر چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے انتظار میں تھا کہ چند ڈاکو آئے اور اُسے پکڑکر لے گئے - اور ایک سوداگر کے ہاتھ بیچ دیا - یہ بیچارہ سوداگر کی نوکری کرنے لگا - جب ایک مہینہ ہوگیا تو اُس نے پھر ہیرا اُگلا اور اپنے مالک سے کہا کہ یہ ہیرا لے لو اور مجھے آزاد کردو - سوداگر بڑا لالچی تھا اُس نے سوچا کہ ہیرا بھی لے لوں اور اِس کو غلام بناکر بھی رکھوں - یہ سوچ کر وہ اس کو پکڑکر کوتوال کے پاس لے گیا اور کہا کہ اِس غلام نے میرا ہیرا چرا لیا ہے اس کو سزا ملنی چاہئے - پہلے زمانہ میں یہ قانون تھا کہ چور کے ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے تھے - کوتوال نے یہ معاملہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا - بادشاہ کی بیٹی بہت چالاک تھی وہ سمجھ گئی کہ ضرور کوئی بات ہے اُس نے اس چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ یہ ہیرا تمہارے پاس کیسے آیا - چھوٹے بھائی نے جواب دیا کہ میں ہر مہینہ ایسا ہیرا منہ سے اُگلتا ہوں - اس پر سب کو تعجب ہوا اور کسی نے یقین نہ کیا - سوداگر نے بھی کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے - لیکن شہزادی نے اس کی سفارش بادشاہ سے کی اور کہا ایک مہینے ہی کی تو بات ہے - انتظار کرکے دیکھ لو - اگر واقعی اس نے ہیرا اُگلا تو سمجھیں گے کہ یہ سچا ہے -

بمبئی میں چیچک کی وباء

آپ کے شہر میں چیچک پھیل رہی ہے، چیچک، متعدی یا لگنے والی بیماری ہے - ایک سے اُڑ کر دوسرے کو لگتی ہے - ایک چیچک کا مریض سارے محلے میں چیچک کے کیڑے پھیلا دیتا ہے - چیچک بہت ہی مہلک اور موت پھیلانے والا مرض ہے - بہت سے لوگ اس سے مرجاتے ہیں یا اندھے، لنگڑے لولے، اپاہج ہو جاتے ہیں -

چیچک صرف بچوں ہی کو نہیں ہوتی بلکہ بوڑھے جوان، مرد اور عورت سب کو ہوتی ہے - صرف غریبوں کو ہی نہیں - دولت مند اور مفلس سب ہی کو ہوتی ہے -

صرف بچپن کا پہلی مرتبہ لگا ہوا ٹیکا کافی نہیں ہوتا احتیاط اور عقلمندی کی بات یہ ہے کہ جب بھی شہر میں چیچک پھیلنی شروع ہو جیسے آج، کل ہورہی ہے تب پھر فوراً ٹیکا لگوا لینا چاہیئے - دوسری بار یا تیسری بار کے ٹیکے میں کوئی دُکھ درد نہیں ہوتا نہ بخار ہی آتا ہے -

چیچک ہے تو مرض بہت ہی خراب مگر اس سے محفوظ رہنا بے حد آسان اور یقینی ہے - تازہ بروقت ٹیکا لگوا لیا جائے - تو اس مرض کا مطلق ڈر نہیں رہتا - اس لئے آپ سب آج ہی ضرور ٹیکا لگوا لیجئے اور اپنے سب چھوٹے بڑے عزیزوں کو بھی ٹیکا لگوا دیجئے چیچک سے محفوظ رہنے کا ٹیکہ ہر میونسپل دواخانہ میں لگایا جاتا ہے - ضروری معلومات چیچک کے دفتر پریل یا ٹیلیفون نمبر ۶۰۳۰۲ سے دریافت کریجئے -

از محکمہ نشرو اشاعت ہیلتھ ڈپارٹمنٹ - بمبئی میونسپلٹی

بنگال صوبہ کے ۴۵ ہزار پرائمری ٹیچروں نے ہڑتال کی ہے - ان کی مانگ یہ ہے کہ ہماری تنخواہیں بڑھائی جائیں اور تعلیم کے کاموں میں ہر طرح کی آسانی پہنچائی جائے

دو بھائی کا باقی مضمون

ورنہ اس کے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے - بادشاہ کو اپنی بیٹی کی یہ تجویز پسند آئی - سوداگر اور چھوٹے بھائی دونوں کو قید کرادیا کہ اس مقدمہ کا ایک مہینے کے بعد فیصلہ ہوگا -

اس ایک مہینہ میں شہزادی چھوٹے بھائی کے پاس جاکر اس کا حال پوچھتی تھی اور باتیں کرتی تھیں اس طرح دونوں میں محبت ہوگئی - آخر ایک مہینے کے بعد جب چھوٹے بھائی نے دوسرا ہیرا اُگلا تب سب کو یقین آیا -

سوداگر کو شہر سے نکال دیا گیا - چھوٹے بھائی نے دونوں ہیرے بادشاہ کو پیش کیے - بادشاہ بہت خوش ہوا اور اسے اپنا وزیر بناکر اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کردی - اس طرح کئی سال گذر گئے - ایک دفعہ اس کے یہاں بڑے بھائی کے یہاں سے ایک ایلچی آیا - باتوں باتوں میں اُس نے ذکر کیا کہ اس کے بادشاہ کے پاس ایک بہت ہی قیمتی ہیرا ہے - بادشاہ نے کہا کہ میرے پاس بھی ہے - یہ کہہ کر اُس کو ہیرے دکھائے - اُس نے کہا، بڑے تعجب کی بات ہے یہ ہیرے بھی ویسے ہی ہیں - پھر جب اسے پتہ چلا کہ بادشاہ کا داماد یہ ہیرے اُگلتا ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور جاکر اپنے بادشاہ کو خبردی کہ تمہارا بھائی وہاں ہے - آخر میں بھائی بھائی مل گئے اور مِل کر بہت خوش ہوئے -

---

لکھنؤ ۴ مارچ کی خبر ہے کہ ہردوئی کے قریب، دہرہ دون اکسپریس اور مال گاڑی سے زبردست ٹکر ہوگئی - جس سے تیسرے درجے کے مسافروں سے بھرا ہوا ڈبہ ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا

معلوم ہوا ہے ۴۳ آدمی مرگئے اور ۱۰۰ زخمی ہوئے ہیں -

داستانِ ہند

مُغل راج

ہندوستان میں انگریزوں کا راج قائم ہوئے کچھ کم دو تین سو برس ہوگئے ہیں۔ ان سے پہلے اس مُلک پر مُغل بادشاہوں کا راج تھا۔ یہ لوگ بھی ہندوستان کے رہنے والے تو نہ تھے لیکن جب ہندوستان آئے تو یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ ان کا اصل وطن افغانستان کے اُس پار تُرکستان میں تھا۔ یہ علاقہ آج کل رُوس میں شامل ہے۔

اُس زمانے میں وہاں کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں اُن ہی میں ایک ریاست فرغانہ تھی۔ اس کا سردار جب مرگیا تو اس کا بیٹا بابر حاکم مُقرر ہوا۔ لیکن وہ بہت کم سن تھا۔ صرف بارہ سال کی عُمر تھی۔ چچا نے موقع پاکر بھتیجے کو گدّی سے اُتار دیا اور خُود حاکم بن گیا۔ بابر جان بچا کر فرغانہ سے بھاگا لیکن باپ کے وفادار ساتھیوں نے اُس کا ساتھ دیا۔ بابر تھا تو ابھی چھوٹا مگر بڑا سمجھدار اور ہوشیار تھا۔ بہادری تو جیسے اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اُس کا باپ تیمور کے خاندان سے تھا اور ماں چنگیز خاں کے خاندان سے اور یہ دونوں دنیا کے بڑے نامی سردار گزرے ہیں۔

کچھ روز تو بابر کا ستارہ گردش میں رہا اور وہ اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا رہا۔ لیکن بہت جلد اُس نے ایک بہت بڑی فوج تیار کرلی اور افغانستان پر قبضہ کرکے بادشاہ بن گیا۔

افغانستان اور ہندستان کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ ہندستان کی حالت اُس زمانے میں بہت ابتر تھی۔ چڑھائی کرنے کی سوجھی۔ دہلی میں پٹھان بادشاہوں کا راج تھا، لیکن پایہ تخت کمزور ہوگیا تھا۔ بادشاہ ابراہیم لودی بڑا نکما تھا۔ جس وزیر کا داؤں چل گیا اُسی کا حکم تھا اور اُسی کا راج دربار کیا تھا، سازشوں کا جال بچھا تھا۔ درباری درباری کا دشمن۔ عہدہ دار اور حاکم مُلازم اور سپاہی اپنی اپنی فکر میں تھے۔ غرض بنیادیں ہل چکیں تھیں، عمارت گرنے کی دیر تھی کہ ۱۵۲۶ء میں بابر نے ہندوستان پر حملہ کردیا اور دہلی تک پُورا علاقہ فتح کرکے دہلی پر مُغلوں کے راج کی داغ بیل ڈال دی۔ تین چار سال کے اندر اندر بنگال سے لے کر گجرات تک اس کی حکومت قائم ہوگئی۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی اور ہندستان آنے کے چار سال بعد آگرہ میں اُس کا انتقال ہوگیا۔

بابر کے بعد اُس کا بیٹا ہمایوں ۱۵۳۰ء میں گدّی پر بیٹھا اور تقریباً ۲۶ سال زندہ رہا لیکن آرام اور چین سے حکومت کرنا اُس کو نصیب نہ ہوا، کبھی بھائیوں نے دغا دی، اُن سے لڑائیاں ہوئیں، کبھی کوئی سردار اٹھ کھڑا ہوا بلکہ پٹھانوں کے ایک سردار شیرخاں نے تو ہمایوں کو کئی بار شکست دی اور ۱۵۴۰ء میں دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرکے خود بادشاہ بن بیٹھا ہمایوں ۱۲ سال تک افغانستان اور ایران میں مارا مارا پھرا اور ہندوستان میں شیرخاں اور اس کے جانشین راج کرتے رہے۔

۱۵ سال کے بعد ۱۵۵۵ء میں ہمایوں ایک بار پھر ہندوستان واپس لوٹا اور دہلی کو فتح کر کے چھین لیا لیکن مشکل سے چھ مہینے زندہ رہا ہوگا کہ ۱۵۵۵ء میں ایک حادثے سے اس کا انتقال ہوگیا اس کے مرنے کے وقت شہزادے اکبر کی عُمر کُل تیرہ برس کی تھی اور وہ اپنے اتالیق بیرم خاں کے ساتھ پنجاب میں تھا۔ انتقال کی خبر پاکر بیرم خاں نے اکبر کی بادشاہت کا اعلان کردیا۔ بیرم خاں بڑا بہادر سپہ سالار اور ہمایوں کا وفادار ساتھی تھا جب تک اکبر بادشاہ خود انتظام کرنے کے قابل نہیں ہوا، بیرم خاں نے حکومت کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔

(باقی پھر) باجازت سلسلۂ تعلیم و ترقی نمبر ۱۰۵

قیمت فی پرچہ ۱؍
(ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۲۱۳)

Dr. ...akir
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ دو روپئے

ایڈیٹر:- مسز کلثوم سایانی

جلد ۶ | پہلی اپریل ۱۹۴۶ء | نمبر ۱۸

نیک بات

سزاوار ہے تجھ کو تعریف سب
تو ہے سارے عالم کا خداوند رب

اپنی باتیں

تاریخ ۱۵ار مارچ کو سیلون میں کل لنکا انجمن خواتین کا سالانہ جلسہ ہونے والا تھا۔ جس کی دعوت کل ہند انجمن خواتین کو حیدرآباد سندھ کانفرنس کے موقع پر ہی دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ ہماری صدر شریمتی ہنسا بہن مہتہ نے اپنی شاخوں میں اعلان کر دیا کہ جو بہن سیلون جانے کیلئے تیار ہے۔ ہمیں اطلاع دے۔ گر کوئی تیار نہیں ہوا اور مجبورًا مجھے ہی جانا فرض ہوا۔ کیونکہ سیلون نے ہماری کانفرنس میں اپنے دو نمائندے بھیجے تھے۔ کولمبو سیلون کا خاص شہر ہے اور بمبئی سے کولمبو پہونچنے کیلئے ریل گاڑی سے پانچ روز لگتے ہیں۔ میں تاریخ ۱۲ار کو صبح ۶ بجے ہوائی جہاز سے کولمبو جانے کیلئے تیار ہوگئی آج کل ہوائی جہاز کا سفر بہت ہی آسان ہوگیا ہے بمبئی میں جوہو کے میدان میں ہوائی جہاز کا اڈا ہے ہم برابر ۷ بجکر پندرہ منٹ کو صبح روانہ ہوئے اور صبح دس بجے حیدرآباد ناشتے کیلئے اُترے۔ حیدرآباد پون گھنٹہ ٹھہرے اور پھر دوپہر کے کھانے کیلئے برابر ساڑھے بارہ بجے ہمیں مدراس اُتارا گیا۔ مدراس سے کولمبو ۲ گھنٹے اور ۲۵ منٹ کا راستہ ہے۔ اور ہم ۴ بجے کولمبو میں چائے پینے لگے۔ ہمارے جہاز میں سب ملکر بیس آدمی تھے اور سفر بہت ہی اچھا رہا صرف ایک تکلیف تھی کہ ہوائی جہاز کی آواز سے کان بہت بُری طرح بجنے لگتے ہیں۔ کان میں پہلے ہی روئی بھر دی جاتی ہے اور ہوائی جہاز سے اترنے کے بعد ایک گھنٹے تک کچھ برابر سنائی نہیں دے سکتا تھا۔

میں ریسپشن کمیٹی کی چیرمین مسز دی میل کے گھر ٹھہری تھی۔ تاریخ ۱۵ار مارچ کو ٹاؤن ہال میں کانفرنس ہوئی۔ جس کی صدارت سیلون کے گورنر کی بیوی لیڈی مور نے قبول فرمائی تھی۔ اسی روز سیلون کی دو مشہور کالج کے بیچ کرکٹ ہورہا تھا۔ اس لئے کانفرنس میں عورتیں اتنی زیادہ نہیں تھیں۔ عورتوں اور بچوں کے مسئلے دنیا بھر میں قریب یکساں کے ہوتے ہیں اور سیلون کی عورتوں کے مسئلے بھی ہم ہندوستانی عورتوں جیسے ہی ہیں۔ سیلون میں سیاسی بیداری بہت کم ہے لوگوں کی مالی حالت ہندوستان سے بہتر ہے اور ملکی معاملات میں دلچسپی کم لی جاتی ہے۔ یہاں کا رہن سہن ہندوستان جیسا ہی ہے۔ بلکہ مہاراجہ اشوک کے زمانہ میں لنکا اور ہندوستان کا گہرا تعلق تھا۔ مہاراجہ اشوک کی بہن کی شادی سیلون کے راجہ سے ہوئی تھی۔ ہندو دھرم بدھ مذہب اور اسلام تینوں ہندوستان سے ہی سیلون پہنچے تھے

خبریں

اتوار کے دن شام کو پانچ بجے ہزہائنس آغاخان کو ان کی ڈائمنڈ جوبلی پر ہیروں میں تولا گیا۔ ہیروں کی قیمت ۹۰ لاکھ روپیہ کے قریب ہوتی ہے۔ جس ترازو میں ان کو تولا گیا وہ بھی خاص طرح کی بنی ہوئی تھی۔ اس ترازو کے بنانے میں چالیس ہزار روپیہ لگا تھا۔ آغاخان اسمٰعیلی خوجوں کے مذہبی رہبر ہیں اس لئے دور دور سے لوگ ان کی جوبلی میں حصّہ لینے آئے تھے۔ اور بمبئی میں دس بارہ دن تک خوب چہل پہل رہی۔ ایک شاندار جلوس بھی نکلا تھا اور چوپاٹی پر آتشبازی بھی چھوڑی گئی تھی۔

لندن کے ریڈیو بی بی سی سے انگلینڈ کے ان مشہور مکانوں کے بارے میں ڈرامے براڈکاسٹ کئے جا رہے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں بھوت پریت رہتے ہیں۔ بی بی سی ریڈیو والوں کو اس بارے میں بہت سے ایسے خط ملے ہیں جن میں لکھا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو خود بھوت ریڈیو پر آکر بول سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک عورت نے لکھا ہے کہ میرے گھر میں بھوت رہتا ہے اور اگر ریڈیو اسٹیشن کا دروازہ بند کردیا جائے اور سب لوگ وہاں سے چلے جائیں تو وہ بھوت نو بجے کی خبریں براڈکاسٹ کردیگا۔

جاپان سے خبر ملی ہے کہ وہاں یوکوسوکا کے کنارے سے دو سو میل دور ایک جزیرہ پانی کے اوپر آگیا ہے اب یہ ٹاپو دو حصّوں میں بٹ گیا ہے اور دو پہاڑ سے معلوم ہوتے ہیں جن کی چوٹیوں سے دھواں نکل رہا ہے۔

مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے پچھلے دنوں آسام کا دورہ کیا اور بہت سی تقریریں کیں ان میں سے دو تقریریں عورتوں کے جلسوں میں ہوئیں جنمیں آپ نے کہا کہ مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ وہ تعلیم حاصل کریں، کیونکہ تعلیم روشنی ہے، جہاں روشنی نہ ہوگی وہاں اندھیرا ہوگا۔ پھر آپ نے کہا کہ ہمارے یہاں ڈاکٹر نرسیں اور ٹیچر عورتیں اب بھی بہت کم ہیں۔ مسلمان عورتوں کو دوسری قوموں کے برابر آنے کیلئے بہت محنت کرنی پڑے گی۔ ایک اور جگہ میں تقریر کرتے ہوئے آپنے مسلمان عورتوں سے کہا کہ وہ اُردو پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائیں اور یہ کہ وہ ہی ہندوستانی قوم کی کایا پلٹ سکتی ہیں۔ انہیں اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرنی چاہئے کہ وہ نڈر بہادر محنتی اور اچھے شہری بنیں، اسلام اور اپنی قوم کی خدمت کریں۔

بنگال کے ایک گاؤں بارہ کھلہ میں گاؤں والوں نے دو شیروں کی زبردست لڑائی دیکھی۔ ان کا کہنا ہے کہ جنگل کے پاس ایک گائے گھاس چر رہی تھی کہ جنگل سے ایک شیر نکلا اور گائے پر حملہ کیا مگر اسی وقت جنگل سے ایک اور شیر نکلا اور دونوں شیروں کی خوفناک لڑائی ہونے لگی گاؤں والے ڈر کر بھاگ آئے صبح جاکر لوگوں نے دیکھا تو ایک شیر مردہ پڑا تھا اور گائے اور دوسرے شیر کا کہیں پتہ نہ تھا۔

الکشن اور صوبوں میں اپنی اپنی وزارتیں قائم کرنے کے بارے میں ہندوستان کے بہت سے شہروں میں خوب لڑائیاں ہورہی ہیں۔ لاہور مدراس کانپور دہلی وغیرہ میں تو گولیاں بھی چلیں، کئی آدمی مارے گئے اور کئی زخمی ہوئے۔

لکھنؤ کے قریب بھگولی کے اسٹیشن پر ڈیرہ دون اکسپریس کی ایک مال گاڑی کے ساتھ زور کی ٹکر ہوگئی۔ جس سے کئی ڈبے الٹ گئے اور انجن بھی ٹوٹ گیا۔ دلی کی اسمبلی میں اس پر سوال بھی اٹھا اور معلوم ہوا کہ ریل کی ٹکروں کی وجہ سے ایک سال میں بہت سے آدمی مرے ہیں۔

جسٹس محمود

جسٹس محمود ہندوستان کے سب سے زیادہ مشہور جج تھے اور بہت ہی عقلمند سمجھے جاتے تھے۔ اتنے کہ انگریز کہتے تھے کہ مرنے کے بعد ہم ان کا سر ایک لاکھ روپیہ میں خریدیں گے اور اسے دیکھیں گے کہ عام انسانوں اور ان کے دماغ میں کیا فرق ہے۔ آج ہم تمہیں ان کی عقلمندی کی کچھ باتیں سناتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جسٹس محمود ابھی جج نہیں بنے تھے بلکہ بیرسٹر ہی تھے کہ ایک دفعہ ایک بڑھیا ان کے پاس آئی اور رونے پیٹنے لگی کہ میرے بیٹے کو پھانسی کی سزا ہوگئی ہے۔ خدا کیلئے بچائیے۔ محمود نے کہا کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ ہائی کورٹ اور بڑے حاکم کے پاس سے موت کی سزا دی جاچکی ہے۔ کل شام کو اسے پھانسی پر لٹکادیا جائیگا۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔ مگر بڑھیا نے رویا پیٹا اور کہا کہ میرا بچہ بالکل بے قصور ہے اگر اسے پھانسی لگ گئی تو قیامت کے روز تمہارا دامن پکڑونگی۔

محمود کو بڑھیا پر رحم آیا مگر وہ جانتے تھے کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے لڑکے کے خلاف جرم ثابت ہوگیا تھا اور پھانسی کی سزا مل گئی تھی۔ یکایک انھیں کچھ [illegible] انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور [illegible] بچ جائیگا انشاءاللہ۔ بڑھیا دعائیں دیتی [illegible]

دوسرے دن شام کو بیرسٹر محمود ایک [illegible] تلوار لیکر جیل میں پہونچ گئے۔ جہاں بڑھیا کے بیٹے کو پھانسی دی جانے والی تھی۔ سب لوگ حیرت سے پوچھنے لگے کہ بیرسٹر صاحب آپ یہاں آج تلوار لیکر کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کچھ نہیں یوں ہی تلوار لے آیا ہوں۔ اتنے میں پھانسی کا وقت ہوا۔ بیرسٹر محمود بھی پھانسی کے تختے کے پاس آکر کھڑے ہوگئے۔ حاکم نے حکم سنایا فلاں کو قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا دی جاتی ہے اسے گردن سے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ جلاد نے بڑھ کر بڑھیا کے بیٹے کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈال دیا اور تختہ ہٹا لیا۔ بڑھیا کا بیٹا پھانسی پر لٹکنے لگا۔ اتنے میں بیرسٹر محمود نے آگے بڑھکر پھرتی سے تلوار کا ہاتھ مارا اور پھانسی کی رسی کاٹ ڈالی۔ لڑکا دھم سے نیچے گر پڑا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ جیل کے افسر بیرسٹر محمود پر بہت خفا ہوئے کہ تم وکیل ہوکر سرکاری کام میں دخل دیتے ہو۔ اس آدمی کو کورٹ سے پھانسی کی سزا مل چکی ہے۔ بیرسٹر محمود نے کہا۔ میں اس لڑکے کی طرف سے وکیل ہوں، آپ لوگ اپنا کام کرچکے ہیں۔ اور عدالت نے جو سزا دی ہے وہ اسے مل چکی ہے اپنا حکم پڑھئے اس میں لکھا ہے کہ اسے گردن سے پھانسی پر لٹکایا جائے۔ سو آپ لٹکا چکے، حکم میں یہ نہیں لکھا ہے کہ جب تک نہ مرجائے اُس وقت تک اِسے پھانسی پر لٹکا رہنے دیا جائے۔

آخر افسروں کو ماننا پڑا اور اس طرح اُس لڑکے کی جان بچ گئی۔ مگر اس وقت سے آج تک جب کسی کو پھانسی کی سزا ہوتی ہے تو اُس کے حکم میں یہ لکھا جاتا ہے کہ جب تک فلاں مر نہ جائے اُسے گردن سے پھانسی لٹکا رہنے دیا جائے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیرسٹر محمود کا یہ ہے کہ جب یہ جج بن گئے تو ایک چور کا مقدمہ ان کے سامنے آیا اس نے مسجد کی بڑی گھڑی چرائی تھی۔ جسٹس محمود نے چور سے پوچھا کیوں بھئی تم جرم کا اقرار کرتے ہو کہ تم نے مسجد سے گھڑی چرائی ہے۔ چور نے کہا ہاں مجھ کو چوری قبول ہے۔ لیکن میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم کون مجھے سزا دینے والے ہوتے ہو تمہارا اس میں کیا دخل ہے میں نے خدا کے گھر میں چوری کی ہے۔ کیا خدا نے چوری کی رپورٹ لکھائی ہے تم کو کس نے کہا ہے، کیا قانون میں یہ ضروری نہیں کہ مقدمہ کرنے والا اور جس پر مقدمہ کیا جائے دونوں عدالت میں حاضر ہونے چاہئیں۔ تو جاؤ خدا کو [illegible] آؤ پھر مقدمہ کا فیصلہ کرو۔ جسٹس محمود کچھ دیر سوچتے

ہانگیر اور چینی کی پلیٹ

بادشاہوں کی طبیعت بھی عجیب ہوتی ہے، کبھی کبھی تو
ے بڑے قصوروں کو معاف کردیتے ہیں اور کبھی چھوٹی سی
.لی خطا کو بھی معاف نہیں کرتے - اسی بات کو مشہور
یسی شاعر سعدی نے ایک شعر میں لکھا ہے جس کا مطلب
ہے کہ بادشاہ کے مزاج سے ڈرتے رہنا چاہئے،
نکہ کبھی تو وہ سلام پر ہی غصہ ہوجاتے ہیں اور کبھی گالی
تے پر بھی انعام دیتے ہیں - ہندوستان کے ایک رجواڑے
ہ بارے میں مشہور ہے کہ ایک روز وہاں کے راجہ کا
مولی سا تولیہ کھوگیا اس پر اس نے محل کے سارے
کروں کو پریشان کردیا، آخر ایک نوکر جلدی سے بازار
ے ویسا ہی تولیہ خرید لایا تب کہیں راجہ صاحب کو چین آیا
س سے بھی زیادہ شہنشاہ جہانگیر کا واقعہ
ہے - کہتے ہیں کہ جہانگیر کے باورچی خانہ میں چینی
ل ایک بہت خوبصورت پلیٹ تھی اور چین کی کاریگری
ا بہت ہی قیمتی نمونہ تھی اس کی قیمت زیادہ سے زیادہ
سَو روپیہ ہوتی تھی لیکن شہنشاہ جہانگیر کے نزدیک
س کی قیمت کا کوئی اندازہ نہ تھا، کیونکہ یہ پلیٹ
اسے بہت پسند تھی - ایک دفعہ جب جہانگیر کہیں
باہر شکار کو گیا ہوا تھا - کسی نوکرانی کے ہاتھ سے
یہ پلیٹ گرکر ٹوٹ گئی - بڑا باورچی جانتا تھا کہ
جہانگیر کو یہ پلیٹ کتنی پیاری ہے - اس لئے جب اس
نے پلیٹ کے ٹوٹ جانے کی خبر سُنی تو وہ بہت ڈرا
کہ اگر کہیں بادشاہ کو معلوم ہوگیا تو جان کی خیر نہیں،
اسی خیال میں اس نے ایک آدمی کو فوراً چین
روانہ کیا کہ اسی طرح کی دوسری پلیٹ لیکر جلدی
سے جلدی واپس آئے - اس نے سوچا تھا کہ بادشاہ
جب یہ پلیٹ مانگے گا تو اسے کسی بہانہ سے ٹال
دوں گا، جب تک نئی پلیٹ آجائے گی - لیکن
افسوس کہ دو سال گذر گئے اور وہ آدمی پلیٹ لیکر
واپس نہیں لوٹا - ایک روز اچانک جہانگیر
کو اپنی پلیٹ یاد آگئی - بڑے باورچی نے بہانے
بنائے مگر کب تک، آخر اسے بتانا پڑا کہ وہ پلیٹ
ایک نوکرانی کے ہاتھ سے ٹوٹ گئی ہے - جہانگیر
کو یہ سُن کر بہت غصہ آیا اور بڑے باورچی پر بہت
غصہ ہوا، اس پر باورچی نے کہا کہ حضور میں خود
چین جاکر ایسی پلیٹ ڈھونڈ کر لاتا ہوں - بادشاہ نے
اجازت دیدی - مگر باورچی کو چین میں بھی ویسی
پلیٹ نہیں ملی - اس بات کا حال ایران کے بادشاہ کو
بھی معلوم ہوا - اتفاق سے اس کے پاس بھی ایک
ایسی پلیٹ تھی - اُس نے جہانگیر کو تحفہ میں وہ پلیٹ
بھیجدی - تب جاکر بیچارے بڑے باورچی کی جان بچی -

(قدسیہ تاج آفریدی)

بقیہ مضمون جسٹس محمود

رہے پھر کہا تم ٹھیک کہتے ہو - تم پر مقدمہ نہیں چل سکتا
لیکن تم کہو تو میں اپنا فیصلہ دیدوں - دیکھو میں دو فیصلے دوں گا
اب تمہاری قسمت تم سمجھ لینا خدا نے یہ فیصلہ دیا ہے -
یہ کہہ کر اُنھوں نے دو کاغذوں پر فیصلے لکھے اور چور
سے کہا اب تیرے جی میں جو آئے ان میں سے اُٹھالے -
چور نے ایک فیصلہ کا کاغذ اٹھایا کھول کر پڑھا اس
میں ایک مہینے قید کی سزا لکھی تھی - جسٹس محمود
نے جلدی سے دوسرے فیصلے کا کاغذ پھاڑ ڈالا اور چور
کو قید خانہ لے جانے کے لئے کہا - جب چور چلا
گیا تو دوسرے وکیلوں نے پوچھا کہ محمود صاحب
دوسرے کاغذ میں آپ نے کیا فیصلہ لکھا تھا -
جسٹس محمود ہنسے اور کہا میں نے دونوں میں ایک
ایک مہینہ کی سزا لکھی تھی - اس شخص کو
سزا تو چوری کی ضرور ملنی چاہئے تھی لیکن اس کی
خدا کے گھر والی دلیل ایسی زبردست تھی کہ مجھے
پھر اس چالاکی سے کام لینا پڑا -

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ویلا کمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ اخبار رہبر
اُردو - ہندی - گجراتی - تینوں لکھائی میں الگ الگ چھپکر شائع ہوتا ہے
پرنسس بلڈنگ اجمل پریس میں چھپتا ہے -

مالجی کی کہانی

میں نے مالجی کو اس وقت دیکھا جبکہ پنڈھرپور سے شولاپور جارہا تھا۔ ہماری لاری مہوڑ سے تمام بہر ٹھہری اور ایک پچیس سال کا جوان پھٹے پُرانے کپڑے پہنے گاڑی میں آکر میرے پاس بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ بھئی کہاں جارہے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ حضور شولاپور، یہاں کام کرنے سے ہمارا گزارہ نہیں چلتا۔ مجھے اس جوان کی حالت پر ترس آگیا دیکھنے میں وہ بہت ہوشیار معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اسے صلاح دی کہ کچھ دن شہر میں مزدوری کرو۔ اس کے بعد کبھی کبھی ہماری ملاقات ہوجاتی۔ ایک دن وہ مجھے پھر ملا اور میں نے کہا۔ خوب مالجی! آخر تم نے اپنی روزی کمانے کا ذریعہ نکال ہی لیا۔ تم ہو تو سمجھدار اگر تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لوگے جو تم یہاں کے اسکول میں جہاں رات کے وقت جماعت ہوتی ہے بڑی آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ تو مجھے یقین ہے کہ تمہیں بہت جلد کوئی اچھی سی نوکری مل سکتی ہے۔ اس نے میری بات مان لی اور ایک اسکول میں جہاں پر بالغوں کی جماعتیں ہوتی تھیں جانے لگا۔ اس نے ابھی پرائمری کی کتابیں پڑھنا سیکھا ہی تھا کہ اس کے بھاگ جاگ اٹھے، ان جماعتوں میں کارخانہ کے بھی کچھ لوگ آیا کرتے تھے۔ مال جی نے ان سے دوستی کرلی اور ان کی مدد سے اسے کارخانہ میں مال اسباب بند کرنے والوں میں جگہ مل گئی۔ اب اسے روز کی طرح کام کی تلاش نہ کرنا پڑتی تھی۔

چار مہینہ کے اندر اندر اس نے پہلی کتاب ختم کر لی۔ اب وہ پُرانے زمانے کے بہادروں کی کہانیاں پڑھ سکتا تھا۔

جب اسے لکھنا پڑھنا آگیا تو اس کی ترقی ہوگئی اور اسے کارخانہ کے بنائی کے حصّہ میں لے لیا گیا اپنی وفاداری اور اچھی عادتوں کی وجہ سے اس کا مقادم اس سے بہت خوش تھا۔ چھ مہینے کی سخت محنت کے بعد وہ ایک تعلیمی امتحان میں بیٹھ گیا اور بہت قابلیت دکھائی۔ اس کا امتحان لینے والے نے اُسے اپنی تعلیم جاری رکھنے اور اس طرح اپنی زندگی سُدھارنے کی نصیحت کی۔

ان کی نصیحت پر عمل کرکے مالجی نے ایک سال میں پہلے تین درجے پاس کر لئے اس نے اسی زمانے میں بنائی کا کام بھی سیکھ لیا تھا اور اب وہ پچاس روپیہ ماہوار پاتا تھا۔ جب کبھی ممکن ہوتا تو میں اسے اپنے ساتھ سنیما لے جاتا تھا۔ تاکہ اس کی معلومات بڑھے۔ میں نے اسے تھوڑی سی انگریزی بھی سکھادی اور اس طرح جب اس کا مقادم چھٹی پر جاتا تو وہ اُس کی جگہ پر کام کرتا پھر جب کارخانہ میں کام بڑھ گیا تو کارخانے کے مالک نے مالجی کو بھی مقادم بنادیا۔

ایک دن اتوار کو مالجی میرے پاس آیا اور سلام کرتے ہوئے کہا کہ بابوجی میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آیا ہوں اگر آپ مجھے نیک مشورہ نہ دیتے تو آج بھی میں مزدور ہی ہوتا۔ اب مجھے مہینے میں ۸۰ روپیہ تنخواہ ملتی ہے۔ آپ نے میرے سر پر بڑا احسان کیا ہے۔

میں نے کہا نہیں میرے دوست کوئی بات نہیں یہ تو میرا فرض تھا۔

اب مالجی خوش حال ہے۔ تعلیم سے اُس کی قسمت کھل گئی ہے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ جنوبی افریقہ سے جو ہندوستانیوں کے ساتھ ہر قسم کے ظلم کرتے رہتے تھے حکومت ہند نے فیصلہ کر لیا ہے کہ افریقہ والوں سے تجارتی تعلقات ختم کر دئے جائیں۔

داستانِ ہند

مُغل راج

سچ یہ ہے کہ بیرم خان نے بڑی وفاداری سے اکبر کی خدمت کی اور باغی سرداروں کو ایک ایک کرکے زیر کیا اور ہر جگہ امن و امان قائم کیا۔ اکبر جب ۱۹ برس کا ہوا تو اُس نے سلطنت کا کام دبا۔ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اکبر تھا تو ان پڑھ، لیکن ایسا ہوشیار اور سوجھ بوجھ کا آدمی تھا جیسے خود اللہ میاں نے اسے اپنے یہاں سے بادشاہ بنا کے بھیجا تھا۔ پچاس سال تک حکومت کی اور حکومت بھی اس آن بان اور دبدبہ سے کی کہ ساری دنیا میں آج تک اکبر اعظم کا چرچا ہے۔

مغل بادشاہوں میں اکبر سب سے زیادہ اقبال مند بادشاہ تھا۔ اس کا باپ بادشاہ بننے کے بعد سے آخر وقت تک مصیبتوں میں گھرا رہا۔ خود اکبر ایسے وقت پیدا ہوا تھا۔ کہ اس کا دیکھنے بھالنے والا اپنوں میں سے کوئی نہ تھا۔ لے دے کر ایک دایا تھی۔ وہ عورت ذات کیا کرتی۔ چچا تھا، وہ بھائی کی جان کا پیاسا۔ اکبر کا اقبال ہی تھا کہ اپنے باپ کے دشمن کے گھر پر رہا مگر اس پر ذرا آنچ نہیں آئی۔ کہتے ہیں کہ ہمایوں نے ایران سے واپس ہونے کے بعد جب اپنے بے وفا بھائی پر چڑھائی کی اور اس کے قلعے کو گھیر لیا تو بے رحم چچا نے اکبر کو قلعے کی فصیل پر بٹھا دیا کہ توپ کا گولہ گرے اور وہ وہیں جل کر بھسم ہوجائے، مگر جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔ وہی توپیں جو فصیل پر بیٹھنے سے پہلے آگ برسا رہی تھیں دیکھتے دیکھتے ٹھنڈی ہوگئیں۔ ہزار کوشش کی مگر ایک گولہ نہیں چلا۔

پھر دوسری مصیبت! باپ نے اُسے کُل چودہ سال کا چھوڑ کر انتقال کیا۔ ملک کی حالت اتنی خراب کہ جدھر آنکھ اُٹھتی تھی، دُشمن ہی دشمن نظر آتے تھے، وہ تو کہئے کہ اتفاق سے اُس کا وزیر اعظم بیرم خان تھا جس نے اپنی بہادری اور سوجھ بوجھ سے سارے کام بنائے۔ ورنہ بادشاہی کا لالچ بڑے بڑوں کی نیت ڈانوا ڈول ہوجاتی ہے۔ بیرم خان چار سال تک وزیر رہا۔ اور اسی عرصے میں اکبر کی بہت کچھ مشکلیں دور ہو گئی تھیں۔ کہتے ہیں کہ آخر میں جاکر بیرم خان کی نیت بھی کچھ بگڑ گئی تھی۔ اور اسی وجہ سے اکبر اس سے ناراض ہوگیا تھا۔ لیکن پھر بیرم خان نے اپنی خطا معاف کرائی اور حج کیلئے چلا گیا۔

اکبر نے ۱۸ سال کی عمر میں بادشاہی کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ عمر بھی کم تھی۔ تجربہ بھی کچھ نہ تھا۔ ایسی حالت میں سرداروں کا تجربہ اور مشورہ کام آتا ہے۔ مگر سرداروں نے اُلٹے اس سے بغاوت کر رکھی تھی۔ ان سے مدد کی اُمید نہ تھی۔ اتنی مشکلوں اور رکاوٹوں کے سامنے دوسرا کوئی بادشاہ ہوتا تو اتنی بڑی سلطنت کا قائم ہونا تو دور رہا، خود اسی کی جان کے لالے پڑ جاتے۔ مگر اکبر نے جس بہادری، سوجھ بوجھ اور حوصلے سے کام لیا، اسے دیکھ کر بڑے بڑے دشمنوں کا پتا پانی ہوجاتا تھا۔ اور اسی کی بدولت اُس نے اکیلے اپنے بل بوتے پر اتنی بڑی اور مضبوط سلطنت قائم کرلی کہ دوسو سال تک اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔

اکبر پہلا بادشاہ ہے، جس کے زمانے میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں بھائی چارے اور محبت کا رشتہ قائم ہوا اکبر نے سوچا کہ ہندوستان ہندو اور مسلمان دونوں کا وطن ہے۔ اور اس رشتے سے دونوں بھائی بھائی ہیں جب تک ان میں آپس میں میل محبت نہ ہوگا اُس وقت تک ملک تباہ رہے گا۔ اس نے سب سے پہلے دربار ہی میں یہ چلن جاری کیا۔ دربار میں ہندو اور مسلمان دونوں کو عزت ملتی تھی۔ دونوں کو برابر کی جگہ اور منصب ملتا تھا۔ شاہی فوج میں دونوں کو برابر کی سرداری ملتی تھی۔ اس سلوک سے ہندو بھی بہت خوش ہوئے۔ راجپوتانے کے راجاؤں نے تو شاہی خاندان میں سگائی شروع کردی۔ (باقی پھر)

(بہ اجازت سلسلہ تعلیم و ترقی نمبر ۱۰۵)

REGD. No. 4532
قیمت فی پرچہ ۱؍
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۲۱

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار
ایڈیٹر:۔ مسز کلثوم سایانی
رہبر
سالانہ چندہ دو روپے
جلد ۶ ۱۵ اپریل سنہ ۱۹۴۶ء نمبر ۱۰

نیک بات

تو ہے مہربان تیری سب پر مَیّا
جسے چاہے کرتا ہے اس پر دَیا

اپنی باتیں

پچھلے 'رہبر' میں ہم نے لنکا کے سفر کا کچھ حال سنایا تھا۔ آج اُسے پورا کرتے ہیں۔ لنکا میں عیسائی مذہب پہنچانے والے ڈچ اور پورچوگل لوگ تھے۔ جو مغربی ملکوں سے باہر ہی باہر سے آئے تھے۔ لنکا میں زیادہ لوگ بُودھ مت کے ماننے والے ہیں۔ مجھے ایک پرانا بودھ مندر بتایا گیا تھا جس کا گنبد دو ہزار سال پرانا تھا بلکہ وہ گنبد جاتا بُودھ کی یاد میں بنایا گیا تھا جب آپ سیلون پہنچے تھے۔ اس مندر میں بہت سی پُرانی تصویریں تھیں۔ جس میں اس زمانے کی پوری تاریخ دکھائی گئی ہے۔ مہاراجہ اشوک کے زمانے کا ہندوستان کے ساتھ کا تعلق بھی ان ہی تصویروں میں بتایا گیا ہے۔ لنکا ہندوستان کے دکن میں ہے بلکہ اس کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اور اتنا ہرا بھرا ہے کہ ہر طرف ہریالی ہی نظر آتی ہے۔ لنکا کا ناریل بہت بہت ہی میٹھا ہوتا ہے۔

کُل لنکا انجمن خواتین کی بیٹھک تین روز تک رہی۔ جس میں خاص طور پر چار سوالوں پر غور کیا گیا۔ شہر کی اقتصادیات۔ یعنی شہر کے مالی حالات۔ گاؤں کی مالی حالت روزگاری اور تہذیبی سُلجھاؤ۔ یعنی زندگی کا بہترین بناؤ ان سوالوں پر عورتوں میں خوب سوال جواب اور بحث ہوئی۔ آخیر روز کی بیٹھک میں سیلون کی عورتوں نے میرے ذریعہ ہندوستان کی عورتوں کو ایک پیام بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ لنکا ہندوستان ہی کی بیٹی ہے لیکن اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ اپنی اولاد کا پورا پورا خیال رکھے۔ آج چالیس فیصدی ہندوستانی مزدور لنکا میں کام کر رہے ہیں۔ ان کی تعداد چالیس فی صدی سے زیادہ جو روکی گئی وہ سہارنے اپنے بچاؤ کے لئے ہے۔ اگر ہندوستانی یہاں آکر بس جاتے تو ہمارا کوئی ہرج نہیں تھا مگر وہ تو چار چھ سال میں پیسہ کما کر ہندوستان واپس ہو جاتے ہیں۔ لنکا والے ہندوستان کی سیاسی زندگی کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن اُن کو یہ بھی ڈر ہے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا قابو نہ کرے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ سیاست سے ڈر کر الگ رہ رہے ہیں۔ لنکا کی مسلمان عورتوں کی تعلیمی حالت بہت ہی گری ہوئی ہے۔ مگر یہ معلوم کر کے خوشی ہو رہی ہے کہ وہاں پر ایک لڑکیوں کا ہائی اسکول اور تعلیم بالغان کا مرکز قائم ہونے والا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہندوستان اور لنکا میں مہاراجہ اشوک کے زمانہ جیسا دوستانہ قائم ہو جاتا۔ آخر لنکا ہندوستان ہی کا ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ کیا اس کا ہندوستان پر

[باقی صفحہ ۵ پر دیکھیے]

ہارون رشید اور ایک بدو

ایک دن خلیفہ ہارون رشید اپنے درباری شاعر اَصمعی کے ساتھ شکار کھیلنے گیا۔ بہت دور گھنے جنگل میں پہنچ کر ایک بدوی دکھائی دیا۔ اس کی عجیب سے کپڑے اور صورت دیکھکر ہارون الرشید کو مذاق سوجھا اور اُس نے اَصمعی کو حکم دیا کہ اُسے بُلا لائیے۔ شاعر نے بدوی کے پاس جاکر کہا کہ "تجھے امیرالمومنین یاد فرماتے ہیں"۔ بدوی نے حیرت سے پوچھا "کیا مسلمانوں کا کوئی امیر بھی ہوتا ہے۔؟" اصمعی نے جواب دیا "ہاں"۔ وہ بولا "تو جھوٹا ہے۔ مسلمانوں کا امیر صرف خدا ہے اسکو کسی امیر کی ضرورت نہیں"۔ اَصمعی نے اُسے گالی دی۔ اُس نے شاعر کا گلا پکڑ لیا اور خوب مار پیٹ کرنے لگا۔ بادشاہ کو بہت ہنسی آئی۔ اُس نے اَصمعی کو جاہل بدوی سے چھڑایا اور اُس سے کہا کہ "تو نے میرے ملازم سے جھگڑا کیا ہے۔ اس لئے دو دِرَم جرمانہ دینا پڑیگا"۔ بدوی نے کہا "سُبحانَ اللہ۔ بنتے تو مسلمانوں کے امیر ہو اور تمہارا انصاف یہ ہے کہ اُلٹے مجھ پر دو درم جُرمانہ کر رہے ہو۔ حالانکہ مجھے تمہارے مُلازم نے گالی دی تھی اور اسی لئے یہ رقم مجھے ملنی چاہیئے"۔ بادشاہ نے مُسکرا کر کہا۔ "ہاں میرا انصاف یہی ہے۔ تم اسے دو درہم ادا کرو"۔ بدوی بولا "اگر تمہارا انصاف یہی ہے تو بِسْمِ اللہ"۔ یہ کہکر اُس نے اَصمعی کو ایک سانس میں دس گالیاں سنا ڈالیں۔ پھر کہنے لگا۔ "میں نے تمہارے ملازم کو دس گالیاں دیں اب تم مجھے دو درم فی گالی کے حساب سے بیس درم اپنے مُلازم سے دلاؤ"۔ بادشاہ کو بہت ہنسی آئی اور اُسے ساتھ لے آیا۔ دوسرے دن غریب بدوی دربار خلافت میں پیش کیا گیا۔ اُس نے شاہی شان و شوکت کا اتنا اثر کرنے والا نظارہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ گھبرا کر بولا "السَّلامُ علیک یا اللہ"۔ اور بادشاہ کے آگے سجدے میں گر پڑا۔ درباریوں نے اُسے اٹھاکر سمجھایا تو وہ کہنے لگا۔ "اگر یہ شخص خدا نہیں تو خدا کا رسول تو ضرور ہے"۔

خلیفہ ہارون الرشید کو بہت ہنسی آئی اُس نے بدوی کو اپنے پاس بُلاکر دلاسا دیا۔ جب ذرا اس کی حالت ٹھیک ہوئی تو اُس کے لئے کھانا منگایا گیا جس میں فالودہ بھی تھا۔ بدوی نے سب سے پہلے فالودہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور جلدی جلدی کھانے لگا۔ بادشاہ نے پوچھا "یہ کیا چیز ہے۔؟" اُس نے جواب دیا "جس خدا نے تمہیں مسلمانوں کا امیر بنایا ہے اسی کی قسم ہے کہ مجھے نہیں معلوم۔ ہاں میں نے سنا ہے کہ بہشت میں طرح طرح کے میوے خوشے اور انار ہوں گے۔ خرما تو میں نے دیکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ انار ہے"۔

(حمیدہ رانی)

لاہور کی خبر ہے کہ جناب ملک برکت علی جو پہلے مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ عدالت میں مقدمہ لڑ رہے تھے کہ یکایک زمین پر گر گئے۔ انتقال کا سبب دل کی کمزوری بتایا گیا ہے۔

بمبئی شہر کی خبر ہے کہ مانڈوی کے دو گوداموں میں آگ لگ گئی۔ گوداموں میں کاغذات اور گونی تھے اور ۱۵۰۰۰ روپیہ کا نقصان ہوا

کانپور کی خبر ہے کہ تحصیل دیراپور کے دو دیہاتوں میں آگ لگی اور قریباً ۱۰۰۰۰ روپیہ کا گیہوں جل گیا سنا جاتا ہے کہ بہت سے لوگ بھی بے گھر ہوگئے ہیں۔

ہنسی کی بات

ایک دفعہ ایک امیر آدمی نے کھانے پر اپنے نوکر سے کہا کہ جاؤ باورچی سے تھوڑا سا نمک لے آؤ کھانے میں نمک کم معلوم ہوتا ہے۔ نوکر گیا اور ہاتھ میں نمک لے آیا مالک نے کہا یہ خراب بات ہے ہاتھ میں کوئی چیز نہیں لاتے جب ہم تم سے کوئی چیز مانگا کریں تو پلیٹ میں رکھ کر دیا کرو۔ دوسرے دن شام کو مالک نے نوکر سے کہا کہ جاؤ ہمارے جوتے کمرے سے لے آؤ نوکر صاحب گئے اور جوتے ایک صاف سی پلیٹ میں رکھ کر لے آئے۔

خبریں

سہارن پور کی ایک کمپنی نے گرمیوں میں اُگائے جانے والی ترکاریوں کے بیجوں کی دس ہزار پڑیاں مُفت وائسرائے کی خدمت میں پیش کیں جنھیں منظور کرلیا گیا۔ یہ بیج دہلی، بمبئی، مدراس اور میسور کے دیہاتی علاقوں کے غریب کسانوں میں تقسیم کرنے کے لئے بھجوادیئے گئے ہیں۔

دہلی بڑی اسمبلی میں طے ہوگیا ہے کہ پوسٹ کارڈ کی قیمت دو پیسے کردی جائے اس پر عمل شاید پہلی جولائی سے ہوجائے گا۔

قاہرہ کی خبر ہے کہ مصر کے وزیر تجارت عبّاد پاشی کی طرف سے تیل کی کمپنی کو یہ درخواست کی گئی ہے کہ حکومت کو مصری علاقے کے راستے سعودی عرب کا تیل مصر تک پہنچانے کے لئے راستہ دیا جائے۔ اگر یہ درخواست منظور کرلی گئی تو ستّر لاکھ ٹن تیل ہر سال مصر پہنچ سکے گا۔ اس طرح مصر میں ایک نیا کاروبار شروع ہو جائے گا۔

دہلی کی خبر ہے کہ لیڈی ہارڈنج ڈاکٹری کالج کی لڑکیوں نے ہڑتال کی تھی اور ایک جلوس نکالا جس میں بڑے بڑے کاغذ کے جھنڈوں پر لکھا ہوا تھا کہ ہمیں انگریز اعلیٰ افسر نہیں چاہئے اور اپنے گھر میں اپنا راج۔ یہ جلوس کالج سے نکل کر کونسل ہال تک گیا۔

آج کل ایران اور منچوریا کے معاملے میں روس امریکہ اور برٹش گورنمنٹ کی آپس میں زبانی لڑائی ہورہی ہے اس لئے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ اپریل یا مئی میں پھر لڑائی شروع ہو جائیگی۔

ہندوستان کی آزادی کے سوال پر سمجھوتہ کرنے کے لئے لندن سے کچھ سرکاری لوگ آئے ہوئے ہیں اور ہندوستانی لیڈروں سے مل رہے ہیں۔

اس سال چاندی، سپاری اور دوسری چند چیزوں پر سرکاری ٹیکس بڑھا دیا گیا ہے۔

کلکتہ شام بازار کی خبر ہے کہ ایک لشکری لاری نے ایک سائکل والے کو ٹکّر لگا کر جان سے مار ڈالا اس موقعہ پر بہت سے لوگ جمع ہوگئے اور غصّہ میں آکر لاری کو آگ لگا کر جلا ڈالا لشکری لاری کی بے پروائی سے اس قسم کے کئی واقعہ ہوئے ہیں

بڑی قیمت کے نوٹ جیسے ہزار اور دس ہزار پانچ سَو کے جو چھپ کر ملک میں جاری ہوگئے تھے جن کی قیمت ایک ارب تینتالیس کروڑ ستانوے لاکھ روپیہ ہوتی ہے ان کی واپسی ایک ارب بیس کروڑ اڑتیس لاکھ ہوئی ہے باقی کا پتا نہیں۔

احمدآباد کی خبر ہے کہ ریاست بانسواڑہ کے چار ہزار بھوکے آدمیوں نے یہ نعرہ لگاتے ہوئے کہ ہمیں روٹی دو روٹی دو۔ دیوان کے دفتر پر حملہ کردیا ریاست والوں نے پولیس بُلا کر ان کو دُور کیا۔

جموں شہر کی خبر ہے کہ وہاں بہت دنوں سے پانی نہیں برس رہا تھا اُس کی وجہ سے ایک سادھو نے پکّا ارادہ کرلیا اور پرانی منڈی میں اپاس رکھ کر بیٹھ گیا کہ جب تک پانی نہیں برسے گا یہیں جان دے دوں گا خدا کا کرنا کہ پندرہ روز بعد بارش ہوئی۔

دہلی میں ہندوستان کی آزادی کے سوال پر انگریزوں کی طرف سے بھیجے ہوئے تین وزیر ہندوستان کے لیڈروں سے بات چیت کر رہے ہیں۔ کانگریس مسلم لیگ کے صدر اور ملک کے دوسرے بڑے لوگوں سے ان کی ملاقاتیں ہو چکی ہیں لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ دیسی ریاستوں کے راجہ اور نوابوں سے بھی یہ لوگ ملاقات کر چکے ہیں

بہار کے صوبہ مظفر پور میں زبردست آگ لگ گئی جس سے دو لاکھ روپیہ کا نقصان ہوا اسی طرح کانپور میں بھی ایک کارخانہ میں آگ لگ گئی کئی آدمی جل گئے اور دو لاکھ کا نقصان ہوا۔ اپنے بمبئی میں بھی پچھلے مہینہ میں دو مرتبہ آگ لگی۔ ایک جگہ پر اصطبل میں آگ لگی جس سے ایک گھوڑا جل کر مر گیا۔ اصطبل والوں نے گھوڑوں کی رسیاں کھول دیں اور دو سو گھوڑے قریب سڑک پر ادھر ادھر گھومنے لگے جس سے آس پاس کے لوگوں کو بہت ڈر ہو گیا۔ سپلے ہاؤس کے قریب جو آگ لگی تھی اسمیں دو آدمی جل کر مر گئے۔

بمبئی کے نئے وزیر مسٹر بی۔ جی کھیر مقرر ہوئے ہیں آپ نے ریڈیو پر ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم غریبی، جہالت، بلیک مارکٹنگ اور دوسری برائیوں کو مٹا کر ہی دم لیں گے۔

پہلی اپریل سے شکر اور اناج کا راشن اور کم کر دیا گیا ہے۔ جس سے غریبوں کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے

گاندھی جی نے اعلان کیا ہے کہ اب جب بھی وہ کسی شہر میں جائینگے تو بھنگیوں کے ساتھ رہیں گے چنانچہ جب وہ بمبئی آئے تھے تو دو ایک گھنٹہ دہلی میں اچھوتوں کی جھونپڑی میں ٹھہرے تھے مگر

نکتہ: اگر یہ شخص خدا نہیں تو خدا کا دشمن تو ضرور ہے۔

اچھوتوں کا ایک حصہ گاندھی جی سے خوش نہیں ہے۔

امریکہ کے پچھمی کنارے کے پاس ہوائی کے ٹاپوؤں پر زبردست طوفان آیا جس سے کئی سو آدمی مر گئے کہتے ہیں کہ سمندر میں زلزلہ آیا تھا اور ابھی تک اونچی اونچی لہریں امریکہ کے کناروں سے ٹکرا رہی ہیں۔

آزاد ہند گورنمنٹ کے خبریں پہنچانے والے سکریٹری مسٹر گنپتی نے خبر دی ہے کہ سبھاش چندر بوس زندہ ہیں اور [illegible] میں اچھے ہیں۔ پہلے خبر ملی تھی کہ سبھاش چندر بوس ہوائی جہاز کے حادثہ میں مارے گئے۔

مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح نے کہا ہے کہ میں ہندوستانی نہیں ہوں۔ اور یہ کہ مسلمانوں کو الگ حکومت ملنی چاہئے۔ پاکستان کے سوا اگر کوئی اور حکومت بنائی گئی تو ہم لڑیں گے۔

بہار میں بھی دہلی کی طرح پولیس والوں نے ہڑتال کر دی ہے۔ ان کی مانگ بھی دوسرے مزدوروں کی طرح ہے یعنی تنخواہ بڑھائی جائے اور چھٹیوں کی تنخواہ نہ کاٹی جائے۔

سندھ کے صوبہ نے ۱۵، ۱۵ ہزار روپیہ میں تین ہوائی جہاز خریدے ہیں۔ سرکاری لوگ ضروری کام سے ان میں سفر کیا کرینگے۔

جب ہیروشیما اور ناگا ساکی پر ایٹم بم گرا تو ۱۰۲۱۵۰ آدمی مارے گئے اور ۷۷۴۲۵ آدمی زخمی ہوئے۔ اب وہاں سے خبر آئی ہے کہ بم کی وجہ سے مریضوں اور بوڑھوں پر اچھا اثر ہوا ہے اور انکی حالت اب کچھ بہت بہتر ہے۔ اس کا سبب یہ سمجھا جاتا ہے کہ بم کی گرمی جو یورینیم مسالہ سے پیدا ہوتی ہے اس سے خون صاف ہوتا ہے اور قوت بڑھتی ہے

ہیں ۔ ۔ ۔

تم نے مارا

ایک لڑکا روتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا اور شکایت کرنے لگا کہ ہمسایہ کے لڑکے نے مجھے مارا۔ جب ماں نے اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا تو وہ زور زور سے رونے لگا اور کہنے لگا کہ اُس لڑکے نے مجھے اس زور سے مارا کہ میں کیچڑ میں گر پڑا۔ ماں نے کہا کہ ہاں میں نے سنا کہ تمہیں اُس نے مارا۔ مگر اب تم کیا چاہتے ہو۔ بچے نے کہا کہ اُس نے مجھے مارا کیوں؟

اُس کی ماں نے کہا کہ اچھا مجھے صرف یہ بتا دو کہ تم نے کیا کیا تھا جس پر اس لڑکے نے تمہیں مارا؟ وہ مجھے اپنی سائیکل پر سوار نہیں ہونے دیتا تھا۔ پھر کیا ہوا۔ ماں نے پوچھا۔ بچے نے کہا کہ جب اس نے مجھے سوار ہونے نہیں دیا تو میں نے اس کے پیٹ میں ایک گھونسا مارا۔ پھر اس نے مجھے اس زور سے مارا کہ میں کیچڑ میں گر پڑا۔" ماں نے کہا کہ "مارنے کے بعد تمہارا کیا خیال تھا کہ وہ لڑکا تمہیں پیار کریگا؟ ابھی ابھی تمہارے آنے سے پہلے میں نے تمہیں اس کی سائیکل پر گھومتے ہوئے دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب تمہیں پچھلی باتوں کو بھول جانا چاہیے اور ایک کیلا اپنے لئے اور ایک اس کے لئے جاکر صلح کر لینی چاہیے مجھ سے ایسی باتوں کی شکایت کرنا بالکل بیکار ہے۔ جاؤ اور اس لڑکے سے صلح کرلو۔"

بچوں کی لڑائیاں تو دن میں کئی بار ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن اگر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ خود معاملہ ٹھیک کر لیتے ہیں اور پھر سے کھیل میں لگ جاتے ہیں۔ اگر مائیں بھی جاکر اس لڑائی میں شریک ہوجائیں تو ہمسایوں کے ساتھ اچھی خاصی چھڑ جاتی ہے۔ آج ہمارا بچہ شکایت کرتا ہے انکار کریگا کیونکہ چار یا پانچ سال کی عمر میں کوئی [illegible] خصلت نہیں ہوتا سب ہی بچے خود غرض ہوتے ہیں اور اپنے آپ پر قابو نہیں پا سکتے۔ ان کی باتوں کو ٹھنڈے دل سے سننا چاہئے اور اُن کے جھگڑوں سے دُور ہی رہنا چاہئے۔

اکثر ایسے بچے پائے جاتے ہیں جو خواہ مخواہ دوسرے بچوں پر سختی کرتے ہیں اور انھیں ستاتے ہیں۔ خصوصاً چھوٹے بچے بڑی آسانی سے ان کا شکار بن جاتے ہیں۔ وہ ان کو مارتے پیٹتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لڑاکا بچے کو دوسرے بچے الگ کردیتے ہیں اور اپنے ساتھ کھیل کود میں شریک نہیں کرتے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سب ساتھ مل کر اس کے والدین کے پاس جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر اگر والدین تسلی سے ملیں تو معاملہ اچھی طرح رفع دفع ہوجاتا ہے۔

بچے آخر بچے ہی ہیں۔ کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا جو اپنے والدین کو ہمسایوں کو اور دوستوں کو نہ ستاتا ہو۔ اور ان کو ہر وقت اس کو سدھارنے اور سمجھانے کی فکر رہتی ہے۔ جب کبھی بھی بچوں کی شکایت آئے تو والدین کو چاہئے کہ ٹھنڈے دل سے سُنیں اور اس پر غور کریں اور پھر یہی کوشش کریں کہ جو شکایت ہے اس کو پڑوسیوں کے میل ملاپ سے دور کردیں۔ ہمیں پڑوسیوں کی دوستی کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے بچوں کو ان کی شفقت کی۔ ہمیں ان کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے پھر سب معاملہ ٹھیک ہوجاتا ہے۔

(حمیدہ خاتون)

(بقیہ "اپنی باتیں")

یہ حق نہیں ہے کہ وہ ان کی ہمدردی اور بہترین سلوک طلب کر سکے۔ ہمیں اس پر فخر ہے کہ اب ہندوستان کی عورتوں نے سیلون کی عورتوں کے ساتھ دوستی کا پہلا قدم اٹھایا ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ دوستی آئندہ دن بدن بڑھتی جائے گی۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روہا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ اخبار 'رہبر' اُردو۔ ہندی۔ گجراتی۔ تینوں لکھائی چھپائی میں الگ الگ چھپکر شایع ہوتا ہے پرنسس بلڈنگ ایل پریس میں چھپتا ہے

داستانِ ہند

مُغل راج

سب سے پہلے راجا مان سنگھ نے اپنی بیٹی خود بادشاہ سے بیاہ دی اس کے بعد دوسرے راجا بھی اسی راہ پر چلے اور بادشاہ کے بیٹوں سے اپنی لڑکیوں کو بیاہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو مسلمانوں میں بڑا میل ہوگیا نہ کبھی ہندوؤں کو یہ خیال آیا کہ مسلمان غیر ہیں اور نہ مسلمانوں کے دل میں یہ غرور تھا کہ ہم حاکم ہیں اور ہندو ہمارے ماتحت ہیں۔

مُلک کا انتظام بھی ایسا کیا کہ اس سے پہلے ایسا انتظام کبھی نہ ہوا تھا سب سے پہلے ساری زمین کی پیمائش کرائی گئی اور پھر یہ دیکھا گیا کہ کون سا کھیت کس حیثیت کا ہے۔ جو کھیت اچھے موقع پر ہوتا اور اچھی پیداوار ہوتی اس کی مالگزاری زیادہ رکھی جاتی اور جو خراب ہوتا اور اس کے لئے سینچائی کا اچھا موقع نہیں ہوتا تھا اس کی مال گزاری اسی حیثیت سے کم رکھی جاتی۔ پھر کھیتوں کی پیمایش، اور پیداوار کی حالت، درج کرنے کے لئے پٹواری نوکر تھے۔ مگر ان کو تحصیل وصول کے معاملہ میں کسی قسم کا اختیار نہیں تھا۔ سرکار کی طرف سے تحصیل دار مُقرّر ہوتے تھے، جو لگان اور مال گزاری وصول کیا کرتے تھے۔ پھر مال گزاری بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں رکھی گئی تھی، کل پیداوار کا ساتواں یا آٹھواں حصّہ لیا جاتا تھا۔ ہاں کوئی کھیت بہت اچھا ہوتا اور اُس میں بہت زیادہ پیداوار ہوتی تو مال گزاری ایک تہائی لی جاتی۔ اسی بندوبست کا نتیجہ تھا کہ اکبر سے لے کر بعد کے تمام مغل بادشاہوں کے زمانے تک رعایا خوش حال رہی۔ کسی کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ سب کھاتے پیتے لوگ تھے۔

ہر طرف عدل و انصاف کا چرچا تھا، شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ مسلمانوں کے مقدموں کا فیصلہ کرنے کے لئے قاضی ہوتے تھے، وہ اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ ہندوؤں کے مقدموں کا فیصلہ کرنے کے لئے پنڈت ہوتے تھے۔ وہ ہندو دھرم کے مُطابق مقدموں کا فیصلہ کرتے تھے قصبوں اور شہروں میں کوتوال رہتے تھے وہ مُلک کو چوری، ڈاکے اور قتل کی وارداتوں سے بچاتے تھے اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرتے تھے۔

اکبر نے باپ کی مصیبتوں کی وجہ سے تعلیم نہیں پائی تھی اور بالکل اَن پڑھ تھا۔ لیکن اَن پڑھ ہوتے ہوئے بھی اُسے عِلم کا بہت شوق تھا۔ اس کے دربار میں جتنے سردار تھے، سب ایک سے ایک بڑھ کر عالم تھے۔ اُن میں سے نَو کا درجہ بہت اونچا تھا۔ یہ لوگ دربار کے نورتن (نو موتی) کہلاتے تھے اور سچی بات تو یہ ہے کہ ان ہی کی بدولت اکبر کی بادشاہی کا کام چلتا تھا۔

ان ہی سرداروں کی صُحبت میں رہنے سے اکبر مذہب کی طرف سے کچھ بے پروا ہوگیا تھا اور لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ وہ بالکل دہریہ ہوگیا تھا۔ مگر یہ بات نہ تھی۔ مذہب کے معاملے میں اُس سے کچھ چُوک ضرور ہوئی مگر اتنی نہیں کہ اُسے دہریہ کہا جائے۔

بادشاہ کی مذہبی بے پروائی سے مسلمان بہت کڑھتے تھے اور اُن ہی میں سے کچھ لوگوں نے اُس کے بڑے بیٹے سلیم کو بادشاہ کے خلاف اکسایا۔ اس نے بغاوت کی ٹھانی۔ بادشاہ کے دو بیٹے مرچکے تھے اس لئے سلیم کی اِن نادانیوں سے اُسے بہت رنج ہوا۔ اس نے سلیم کو بڑے پیار کے خط لکھے اور نصیحت کی کہ باپ سے آخر کیوں لڑتے ہو، جب اُس کے بعد تم ہی کو بادشاہ ہونا ہے۔ شاہزادہ آخر سیدھے رستے پر آگیا اور دربار میں آکر باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ باپ نے اُسے سینے سے لگا لیا (باقی پھر)

(بہ اجازت سلسلہ تعلیم و ترقی نمبر ۱۰۵)

REGD. NO. 4532

۴۸۶

قیمت فی پرچہ ۱؍
ٹیلیفون نمبر ۲۱۲۴۱

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

نئی روشنی

ایڈیٹر

مسز کلثوم سایانی

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۶ | پہلی مئی سنہ ۱۹۴۶ء | نمبر ۲۰

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

نئی بات

قیامت کے دن کا بھی تو ہے دھنی
بھکاری ہے سب اور تو ہے غنی

اپنی باتیں

آج کل ہندوستان میں ہر جگہ آئیو والے قحط کا مقابلہ یا اُسے روکنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ پچھلے سال بارش برابر نہ ہونے کی وجہ سے اس سال بچاس لاکھ ٹن اناج کی کمی ہے۔ یعنی پیداوار کا دسواں حصہ کم ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس کمی کا آدھا حصہ امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ باہر ملکوں سے مل جائیگا، پھر بھی پچیس لاکھ ٹن اناج کی کمی کیسے پوری کرنا؟ یہ سوال حکومت اور لوگوں کے سامنے ہے۔ اس مسئلے کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ اناج کی بچت اور اس کی حفاظت کیسے کی جائے۔ دوسرے ایسی غذا کو استعمال کرے جو خوراک کے لحاظ سے اناج کی کمی کو پورا کرسکے۔ مچھلی، ہر طرح کی سبزیاں، کھجور، موم پھلی کا آٹا، املی کے بیج کا آٹا۔ ناریل، آلو، شکرقند، جو، مکئی اور ہر طرح کے پھل وغیرہ

موم پھلی کے دانوں کا تیل نکالا جاتا ہے اس کے بعد اس کا آٹا بنایا جاتا ہے۔ یہ آٹا ایک حصہ اور تین حصہ گیہوں کا آٹا ملایا جائے تو اُس کی روٹی لذیذ ہوتی ہے۔ املی کے بیج کا آٹا بھی اسی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جو اور مکئی کے آٹے کی بھی روٹی اچھی ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اناج کی کمی کی وجہ سے ایک بھی جان نہ جانے پائے۔ آٹے کے ساتھ سبزی ملانے سے روٹی اور بھی لذیذ اور مفید ہوتی ہے۔ آلو، کوبھی، شکرقند اور اسی طرح کی دوسری سبزیاں پہلے اُبال لی جائیں پھر انھیں گھوٹ کر آٹے میں ملا لیا جائے۔ اس طرح روٹی کا مزہ بھی اچھا ہوجاتا ہے اور اناج کی بچت بھی ہوجاتی ہے۔ مچھلی بھی اناج کی بچت میں کافی حصہ لے سکتی ہے۔ ہر طرح کی مچھلی کافی تعداد میں پکڑی جاتی ہے لیکن بازار میں اس کا بھاؤ کم نہیں ہے۔ لوگوں کو بہت دام دینا پڑتے ہیں۔ لیکن پھر بھی مچھلی پکڑنے والے بیچارے بھوکے مرتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ بیچ والے سب پیسہ ہضم کر لیتے ہیں۔ بمبئی کی سرکار کو چاہیئے کہ اسکی دیکھ بھال کرے۔ صرف مچھلی ہی سے بمبئی کے اناج کی کمی پوری ہوسکتی ہے۔

ایک اور بات جس پر دھیان دینے کی سخت ضرورت ہے یہ کہ اناج جو بیکار پھینکا جاتا اُسے بچایا جائے۔ اتنا ہی پکایا جائے جتنی ضرورت ہو

خبریں

کانپور سے ۵ میل کے فاصلہ پر آر۔اے۔ایف کا کیمپ تھا جس میں ۱۰ اپریل کو آگ لگ گئی سو سے زیادہ چھاؤنی گھر جل گئے۔ ایسا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ۵ لاکھ کا نقصان ہوا

آج کل ہڑتالوں کا بہت زور ہے پچھلے دنوں بمبئی میں مہتروں نے ہڑتال کی تھی جس سے سارا شہر گندہ ہوگیا تھا۔ اچھا ہوا کہ جلد ہی یہ ہڑتال ختم ہوگئی۔

بمبئی کے بڑے وزیر مسٹر کھیر نے پچھلے دنوں ایک بیان میں کہا کہ بمبئی کے وزیروں کو پچھلے وقت سے کمتی تنخواہ نہیں دی جائے گی۔

بمبئی کی حکومت مکانوں کی تنگی دور کرنے کے لئے کوشش کررہی ہے۔ فوجیوں کے لئے جو مکان سرکار نے لئے تھے اب سرکار انھیں واپس کررہی ہے

کلکتہ میں پھانسی دینے والوں نے ہڑتال کردی ہے اس لئے جیل کے حاکموں کو بڑی مشکل ہورہی ہے اور کئی آدمی جنھیں موت کی سزا دی گئی تھی ان کے سر سے کچھ دن کے لئے موت کی بلا ٹل گئی ہے

پچھلے دنوں کلکتہ میں آگ بجھانے والوں نے بھی ہڑتال کی تھی۔ اگر اس زمانہ میں کہیں آگ لگ جاتی تو سارا کلکتہ جل جاتا۔

پولیس والوں نے بھی جگہ جگہ ہڑتال کی ہے صوبہ بہار میں اور بنگال میں ان کی ہڑتالیں زبردست ہوئیں مدراس میں تو بہت سے فوجیوں نے ہڑتال کی تھی ان میں سے ۱۲۵ آدمیوں کو نکال دیا گیا

امریکہ کے پرانے صدر مسٹر ہوور یہ پتہ لگانے نکلے تھے کہ دنیا بھر میں جو اناج کی کمی ہوئی ہے اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔ ۱۹ اپریل کو قاہرہ (مصر) سے انہوں نے ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر چار مہینے کے اندر اندر ایک کروڑ دس لاکھ ٹن اناج نہیں ملا تو یورپ اور ایشیا کے پندرہ کروڑ انسان فاقوں سے مرجائیں گے۔ ایک کروڑ دس لاکھ ٹن میں سے ۶۰ لاکھ ٹن اناج تو مل سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اندر باقی کا پچاس لاکھ ٹن غلہ کہاں سے آئیگا۔

ہندوستان میں اناج کی جو کمی ہونے والی ہے اُسے دور کرنے کے لئے بڑی کوشش ہورہی ہے امریکہ میں بھی ہندوستان سے ہمدردی رکھنے والے ہندوستان کو اناج بھیجنے کی کوشش کررہے ہیں ان میں ایک عورت پرل بک نام کی ہے یہ دنیا بھر میں مشہور ہے کیونکہ اُس نے چین کے بارے میں بڑی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ بھی امریکہ میں ہندوستان کے قحط کو دور کرنے کے لئے بڑی کوشش کررہی ہے اور اس نے دوسرے لوگوں سے مل کر ہندوستان کے لئے ۱۴ لاکھ ٹن اناج جمع کیا ہے۔ اُس نے امریکہ کے صدر ٹرومین کو ایک خط لکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ اگر یہ ۱۴ لاکھ ٹن اناج جلدی سے جلدی ہندوستان کو بھیج دیا جائے تو ایک کروڑ ہندوستانیوں کی جان بچ سکتی ہے۔

ساری دُنیا میں تو اناج کی مارا ماری پڑی ہے مگر دکھنی امریکہ کے ایک حصہ ارجنٹائن میں لوگ انگیٹھیوں میں کوئلہ کے بجائے گیہوں جلاتے ہیں کیونکہ وہاں گیہوں بہت ہوتا ہے لیکن کوئلہ کی بہت کمی ہے۔

بغیر تکلیف اُٹھائے کوئی اچھی چیز نہیں ملتی

ہوا اور مچھر

(ایک چھوٹا سا ڈرامہ)

مچھر آہستہ آہستہ ایک گیت گاتا ہوا جنگل میں گھومتا ہے۔

گیت:۔ جاڑا بھاگا سردی بھاگی بسنت کی رت آئی
نئے نئے پتے نکلیں گے سندر سندر پھول کھلیں گے
کتنا سندر باغ لگے گا جنگل میں اب منگل ہوگا

اتنے میں ہوا کا ایک جھونکا آتا ہے اور مچھر کو اُڑا لے جاتا ہے ہوا بند ہو جاتی اور مچھر یہ کہتا ہوا باغ میں دکھائی دیتا ہے۔

مچھر:۔ کیا کہوں ہوا کے مارے تو ناک میں دم ہے یہ مجھے ذرا بھی چین لینے نہیں دیتی یوں ہی باغ کی سیر کرنے نکلو یہ بھی آ پہنچتی ہے بھلا بتاؤ کیا باغ میں گھومنے کا صرف اسی کو حق ہے میں چھوٹا ہوں تو کیا جتنی آزادی سے وہ سیر کرسکتی ہے اتنی ہی آزادی سے میں بھی سیر کرسکتا ہوں اچھا چلوں شہنشاہ سلیمان سے فریاد کروں وہ تو سارے جانوروں، ہوا پانی سب کے بادشاہ ہیں اور بہت اچھا انصاف کرتے ہیں ——!

شہنشاہ سلیمان کا دربار لگا ہوا ہے وزیر اور درباری بیٹھے ہوئے ہیں۔ مچھر دربار میں جانے کے لئے دربان کے پاس اجازت لینے جاتا ہے اور دربان کے پاؤں میں آہستہ سے کاٹتا ہے وہ چونک اٹھتا ہے اور کہتا ہے۔

دربان:۔ میرے پیر میں کون بار بار کاٹ رہا ہے۔

مچھر:۔ میں ہوں جناب آپ کا نوکر۔

دربان:۔ کیا یہی تمہاری نوکری ہے۔ تم تو اتنی زور سے کاٹتے ہو کہ آدمی تلملا جاتا ہے۔

مچھر:۔ ایک فریاد لیکر آیا ہوں ورنہ تکلیف نہ دیتا۔

دربان:۔ کہو کیا بات ہے۔

مچھر:۔ یہ ہوا مجھے بہت ستاتی ہے اسی کے خلاف شہنشاہ سلیمان کے دربار میں مقدمہ کرنا ہے۔

دربان:۔ یہ کیا بکتے ہو۔ ہوا تو سب کو آرام دیتی ہے ہوا نہ ہو زندہ رہنا مشکل ہوجائے۔ خیر فریاد کرنا ہے تو جاؤ کرو——

مچھر شہنشاہ سلیمان کے پاؤں میں جاکر کاٹتا ہے۔

شہنشاہ سلیمان:۔ ارے یہ میرے پیروں میں کون کاٹ رہا ہے۔

مچھر:۔ حضور میں ایک چھوٹا سا کیڑا مچھر ہوں اور آپ کے دربار میں فریاد لیکر آیا ہوں آپ تو بہت انصاف کرنے والے ہیں آپ کے راج میں تو چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں پہنچتی۔

شہنشاہ سلیمان:۔ اچھا بتاؤ تمہیں کیا تکلیف ہے؟

مچھر:۔ مجھے ہوا بہت ستاتی ہے۔ میں جب باہر نکلتا ہوں تو مجھے کہیں بیٹھنے نہیں دیتی ہے اور اُڑا دیتی ہے اس کے مارے میں باغ کی سیر بھی نہیں کرسکتا۔

شہنشاہ سلیمان:۔ (ہنسکر) اس میں تکلیف کی کیا بات ہے ہوا کا تو کام ہی یہی ہے ہوا نہ چلے تو کیا جانور کیا انسان سب کا زندہ رہنا مشکل ہوجائے۔

مچھر:۔ لیکن بادشاہ سلامت ہم چھوٹوں کو بھی تو آزادی سے گھومنے پھرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ آپ کے راج میں تو بڑے چھوٹوں کو نہیں ستا سکتے۔

بادشاہ سلیمان:۔ اچھا ہوا کو بلاکر پوچھا جائے کہ وہ مچھر کو کیوں ستاتی ہے (وزیر سے) ہوا کے نام فوراً حکم جاری کرو کہ وہ ابھی دربار میں آئے۔

(مچھر خوش ہوکر گاتا ہے)

آج ہوا کو بند کرونگا
باغ میں خوب گھومونگا

اتنے میں ہوا دربار میں داخل ہوتی ہے تو اس کے زور سے مچھر دربار سے اڑ جاتا ہے۔ ہوا کے آتے ہی سب درباری بھی سنبھل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی کسی کی ٹوپی اڑ جاتی ہے۔ کسی کی پگڑی گر جاتی ہے۔ بادشاہ سلیمان کا تخت تک ہل جاتا ہے

شاہ سلیمان:۔ کیوں ہوا تم اتنی تیزی سے کیوں چلتی ہو، دیکھو تمہارے آنے سے ہمارے دربار میں کیسی گڑبڑ ہوگئی۔ اسی لئے تو تم سے بیچارے مچھر کو شکایت ہے

(باقی صفحہ پر دیکھئے)

خبریں

کل ہند مہیلا پریشد کی صدر شریمتی ہنسا مہتا نیویارک امریکہ کے لئے تاریخ ۱۸ ار اپریل کو ہوائی جہاز سے روانہ ہوگئیں۔ آپ کو پہونچانے کے لئے ہوائی جہاز کے اڈّے پر کانفرنس کی بہت سی بہنیں جمع ہوگئیں تھیں۔ اُن کو ہار پہناتے وقت مسز کلثوم سیانی صاحبہ نے کہا کہ ہندوستانی عورتوں کے لئے اور خاص کر کل ہند مہیلا پریشد کے لئے فخر کی بات کہ شریمتی ہنسا مہتا کو یونائیٹڈ نیشنس ارگنائزیشن کی کانفرنس کی طرف سے دعوت ملی ہے۔ اور آپ عورتوں کے حقوق کی کمیٹی پر مقرر کی گئی ہیں۔

پٹنہ کی خبر ہے کہ موتی ہری نام کے دیہات میں ایک دیہاتی گونی پہن کر عدالت میں آیا اور کہا کہ اسے کپڑا دلایا جائے۔ کہتے ہیں کہ اس طرف کپڑے کی بڑی کمی ہے۔

اودھ کے پرانے راجہ واجد علی شاہ کی اولاد میں سے ایک شخص یوسف مرزا نے ڈائرکٹ اور کابینہ کے ممبروں (یہ ممبر ہندوستان کی آزادی کا قانون بنانے ہندوستان آئے ہیں) کو ایک درخواست دی ہے کہ اودھ کا علاقہ انھیں واپس کیا جائے۔

بیلاڈرم اسٹریٹ میں ایک آدمی نے اپنے پھانسی لگالی۔ پتہ چلا کہ یہ فوجی تھا اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر لڑائی پر گیا ہوا تھا۔ واپس آنے پر اسے معلوم ہوا کہ اُس کی بیوی نے دوسرے سے شادی کرلی ہے یہ سُن کر اُسے بہت رنج ہوا اور اس نے خودکشی کر لی۔

دلّی میں فقیروں کو کام سکھانے کے لئے گھر بنائے گئے ہیں اور بمبئی سے فقیر پکڑ پکڑ کر وہاں بھیجے جارہے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد کوئی بھی فقیر نظر نہ آئیگا۔ جو بالکل مجبور ہوتے ہیں انھیں کھانا پینا مفت ملتا ہے۔

الہ آباد میں درزیوں نے ہڑتال کی ہے۔ قریباً ایک ہفتہ ہونے آیا ہے کہ زیادہ تر درزیوں کی دوکانیں بند پڑی ہیں۔ ہڑتال کے ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

فلسطین کی خبر ہے کہ یوروسلم میں تلاویز کی عدالت گھر کو آگ لگادی گئی جس کی وجہ سے دو کمرے بالکل جل گئے۔ ان کمروں میں دفتر کے بہت سے کاغذات تھے۔

چیکو سلاوکیہ سے خبر آئی ہے کہ شہر لیڈائس میں کئی برسوں کے بعد بچّہ پیدا ہوا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب جرمن حکومت وہاں قائم ہوئی تو انھوں نے شہر کے سب مردوں کو جان سے مار ڈالا اس بچے کا باپ انتونی کبوسیرا قید ہونے کی وجہ سے بچ گیا تھا۔

(بقیہ "ہوا اور مچھر")

کہ تمہارے آتے ہی اُسے اپنی جان لے کر بھاگ جانا پڑتا ہے تم اس کی آزادی میں رکاوٹ پیدا کرتی ہو۔

ہوا :- حضور بادشاہ سلامت میں تو کسی کو تکلیف نہیں دیتی ہوں حکم پاتے ہی آجاتی ہوں اگر اتنی تیز نہ چلوں تو سب جگہ پہنچوں کیسے۔

شاہ سلیمان :- اچھا اچھا۔ مچھر کہاں ہے وہ اپنی شکایت ہوا کے سامنے پیش کرے (اِدھر اُدھر دیکھ کر) ارے مچھر کا تو کہیں پتہ نہیں۔

سب درباری ہنستے ہیں

مقدمہ ختم ہوجاتا ہے

سب میرین

سب میرین اس کشتی کو کہتے ہیں جو پانی کے اندر چلتی ہے انسان کا جی طرح طرح کی چیزوں کو چاہتا ہے کبھی وہ چڑیوں کی طرح ہوا میں اڑنا چاہتا ہے اور کبھی اس کا دل پانی کے اندر رہنے کو ہوتا ہے۔ ہوا میں اڑنے کا ارمان تو اس نے ہوائی جہاز بناکر پورا کر لیا اور پانی میں مچھلی کی طرح غوطہ لگانے کا مزہ لوٹنے کے لئے سب میرین بنا ڈالی۔ جس زمانہ میں ہندوستان میں غدر ہوا تھا اس کے کچھ سال بعد امریکہ میں بھی ایک لڑائی ہوئی تھی۔ اس لڑائی میں سب سے پہلے غبارے (بیلون) اور سب میرین کا استعمال کیا گیا تھا۔ اس کشتی کا نام "ہنلاسنے" تھا یہ صرف چند منٹ تک پانی کے اندر رہ سکتی تھی اس کے اندر ۵ آدمی اچھی طرح بیٹھ سکتے تھے اور تار پیڈو بھی ہوتا تھا۔ تار پیڈو ایک قسم کا گولہ ہوتا ہے جو کسی چیز سے ٹکرا کر پھوٹ جاتا ہے اسی سے بڑے بڑے جہاز ڈبو دیئے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ اس کشتی نے ایک بڑے جہاز پر تار پیڈو مارا مگر خود بھی نہ بچ سکی اور ڈوب گئی بعد میں لوگ اس طرح کی کشتیوں میں ادل بدل کرتے رہے ایک آدمی نے اس میں بجلی کا انجن استعمال کیا جو بہت فائدہ والا ثابت ہوا۔

ہر سال بہت سے جہاز ڈوب جاتے ہیں اور ان کے ساتھ سارا سامان بھی ڈوب جاتا ہے ایک شخص جس کا نام سیموکل لیک تھا اسی ڈوبے ہوئے سامان کو نکالنے کے لئے پانی کے اندر چلنے والی بہت سی کشتیاں بنائی تھیں یہ پانی کے اوپر تو پٹرول کے انجن سے چلتی تھیں لیکن پانی کے نیچے بجلی کا انجن چلایا جاتا تھا۔ ان کشتیوں میں چھوٹے چھوٹے تالاب تھے جب ان کو بھر لیتے تھے تو کشتی نیچے چلی جاتی تھی اور جب پانی نکال دیتے تھے تو کشتی اوپر آجاتی تھی۔ لیکن آج کل سب میرین کشتیاں جان ہالینڈ کے نمونہ پر بنتی ہیں یہ شخص آئرلینڈ کا رہنے والا تھا اور اٹھارہ سال کی عمر میں امریکہ چلا گیا تھا اور وہاں اس نے پانی کے اندر چلنے والی کشتیوں کے کارخانے میں کام کیا اور بہت نئی کشتیاں تیار کرلیں یہ نئی کشتیاں ایک گھنٹہ میں آٹھ میل چل سکتی تھیں اور پندرہ سو میل پانی کے اوپر جا سکتی تھیں۔ اس کے بعد دوسرے ملکوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کی کشتیاں جنگ میں بہت کام دے سکتی ہیں چنانچہ دوسرے ملکوں نے بھی ایسی کشتیاں بہت سی بناڈالیں جرمنی نے سب سے زیادہ بنائیں جرمنی والوں نے ایک طرح کا تیل بھی بنایا اور اسی سے ان کشتیوں کو چلایا۔ پہلے پٹرول میں یہ ڈر تھا کہ اس میں آگ لگ جاتی تھی مگر اب اس تیل کی وجہ سے یہ ڈر بھی نکل گیا۔ جرمنی کی کشتیوں میں ۴۰ آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی اور دو آئینے ہوتے تھے جنکی مدد سے سمندر کے اوپر نیچے اور آس پاس میں دیکھا جاسکتا تھا۔ اور ہر کشتی میں تار پیڈو بھی ہوتے تھے۔ آج کل ایک سب میرین ۴۰ گھنٹے پانی کے اندر رہ سکتی ہے اور اس میں تازہ ہوا کا بھی کافی انتظام رکھا گیا۔ لیکن ضرورت ہر چیز کی ماں ہوتی ہے اس کشتی کا بھی علاج کر لیا گیا۔ اور امریکہ نے ایک چیز ایجاد کی جسے ہائیڈرو فون کہتے ہیں اس سے پانی میں چھوٹی سے چھوٹی آواز بھی سنائی دیتی ہے اور جہاز کو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ آس پاس کوئی سب میرین کشتی ہے اور پھر جہاز اپنے بچاؤ کی کوشش کرتا ہے۔ بہت سی ایسی کشتیوں کا پتہ لگا کر ہوائی جہاز سے ان پر بم گرا کر ان کو ڈبو دیتے ہیں پھر بھی جہازوں کو ان کا ہمیشہ ڈر لگا رہتا ہے۔ اس جنگ میں انھوں نے بڑے بڑے جہازوں کو پانی کی تہ میں بٹھا دیا ہے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ اخبار رہبر، اردو، ہندی، گجراتی۔ تینوں لکھائی چھپائی میں الگ الگ چھپکر شائع ہوتا ہے۔
پرنسس بلڈنگ اجمل پریس میں چھپتا ہے

داستانِ ہند

مغل راج

اکبر بیٹے کو بہت دیر تک نصیحتیں کرتا رہا۔ اب اکبر بوڑھا ہوچکا تھا۔ اس کے علاوہ سلیم کی نادانیوں کی بدولت اس کے کئی نامی سردار قتل کر دیئے گئے تھے۔ اس کا اُس کے دل پر بہت اثر تھا۔ سلیم کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد بیمار پڑا اور ۶۳ برس کی عمر میں اس دنیا سے سدھارا۔ شاہزادہ سلیم باپ کی جگہ جہاں گیر کے نام سے تخت پر بیٹھا۔

اکبر بادشاہ نے اپنے زمانے ہی میں تمام رکاوٹوں کو دُور کردیا تھا۔ اِس لئے جہاں گیر کو کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آئی۔ اُس کا زمانہ بڑے امن چین سے گزرا۔ دوتین موقعوں پر اُسے لڑائی کرنی پڑی تھی مگر اِن لڑائیوں سے اُسے کوئی اُلجھن نہیں ہوئی بلکہ سلطنت کی نیو اور مضبوط ہوگئی۔

بادشاہ بنتے وقت اُس کے بڑے بیٹے نے اُس سے بغاوت کی تھی وہ اکبر بادشاہ کے زمانے ہی سے بادشاہی کی اُمید لگائے بیٹھا تھا مگر جب اکبر نے جہاں گیر کی بادشاہی کا اعلان کردیا تو اُس کی امیدیں ٹوٹ گئیں اور اس نے بغاوت پر کمر باندھی مگر اُسے کسی قسم کی مدد نہ ملی اور وہ کچھ عرصے کے بعد قید ہوگیا اور قید ہی کی حالت میں وفات پائی۔

اکبر بادشاہ نے راجپوتانہ کے راجاؤں کو اپنے ماتحت کر لیا تھا مگر ایک راجا نے ابھی ہار نہیں مانی تھی اور وہ کبھی کبھی بغاوت کر بیٹھتا تھا۔ جہاں گیر نے اس راجا سے بڑی تیاری سے لڑائی ٹھانی۔ راجا نے پہلے تو شاہی فوجوں کا مقابلہ کیا مگر آخر میں اُسے ہار ماننی پڑی۔ جہاں گیر نے اُس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی اور راجاؤں کی طرح بادشاہ کا وفادار ساتھی بن گیا۔

اسی طرح دکھن کے صوبوں پر بھی جہاں گیر کو پھر سے چڑھائی کرنی پڑی۔ پہلے دوتین بار تو اس کے سردار وہاں سے ہار ہار کر واپس آگئے تھے مگر بادشاہ نے اب کی بار اپنے دوسرے بیٹے کو بھیجا۔ اس نے وہاں کے سردار کو بڑی طرح سے ہرایا اور زیر کیا اور علاقہ حاصل کیا۔

جہاں گیر بادشاہ کی ملکہ کا نام نورجہاں تھا وہ بڑی سمجھدار اور سلیقے مند عورت تھی۔ کسی کی تقدیر کھلے تو اس طرح کھلے۔ نورجہاں ایک معمولی سردار کی لڑکی تھی وہ مصیبت کا مارا اپنے وطن ایران سے ہندوستان آرہا تھا راستے میں نورجہاں پیدا ہوئی مگر اُس کے باپ کے اوپر ایسی مصیبت تھی کہ اُس نے اپنی بیوی اور بچی کو راستے میں چھوڑ آگے کی راہ لی۔ ایک سوداگر نے اس کی بیوی بچی پر ترس کھایا اور اپنے پاس رکھ لیا۔ یہی بچی پلی اور ہونہار بچی بڑی ہوکر نورجہاں کے نام سے مشہور ہوئی اور اپنی لیاقت اور خوب صورتی کی بدولت دنیا میں نام پایا۔ جہاں گیر اس کی خوب صورتی عقلمندی اور سلیقے کی وجہ سے اُس پر جان دیتا تھا۔ ہوتے ہوتے نورجہاں کا اثر اتنا ہوگیا کہ وہ شاہی کاغذات پر اپنے دستخط کرکے حکم بھی چلانے لگی تھی۔ دل کی ایسی سخی تھی کہ شاہی خزانے سے ہزاروں لاکھوں محتاج اور بیوہ عورتوں کی پرورش ہوتی تھی۔ ذہن کی ایسی تیز تھی کہ سیکڑوں رسمیں اور گھر گرہستی کے طریقے نکالے۔ مسلمان گھرانوں میں آج کل زنانہ لباس اور گہنے پاتے کے جتنے طرز ہیں، سب اسی ہنرمند بیگم کے نکالے ہوئے ہیں چاندی کا فرش، گلاب کا عطر اور زیب و زینت کے اور بہت سے ڈھنگ سب سے پہلے نورجہاں ہی نے برتے۔

جہاں گیر کے زمانے میں ملک خوب ترقی پر تھا۔ جب آدمی کو کھانے پینے کی طرف سے اطمینان ہوتا ہے تو اُس وقت بڑی دُور دور کی باتیں سوچتا ہے۔ اور طرح طرح سے ترقی کی راہیں نکالتا ہے۔ جہاں گیر کے زمانے میں رعایا خوش حال تھی۔ ہر طرح کا آرام میسر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں عجوبہ عجوبہ چیزیں بننے لگی تھیں۔ کھیتی باڑی کو ترقی ہوئی تو تجارت کی بھی راہ کھلی اور دُور دُور سے سوداگر مال لاتے اور یہاں کا مال لیجاتے

(باقی پھر) (بہ اجازت سلسلہ تعلیم و ترقی نمبر ۱۰۵)

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

REGD No 4532.

قیمت فی پرچہ ۱ر ڈیڑھ آنہ
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۴۱

رہبر

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

سالانہ چندہ دو روپے

ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

جلد ۶ — ۱۵ جون سنہ ۱۹۴۶ء — نمبر ۲۳

نیک بات

کرنی کرے تو کیوں ڈرے - کر کر کیوں پچھتائے
بوئے پیڑ ببول کے تو آم کہاں سے کھائے
(کبیرداس)

اپنی باتیں

ہم نے پچھلی بار برطانوی وزیروں کی تجویزوں کو ظاہر کرنے کا وعدہ کیا تھا - لہٰذا اُن تجویزوں کا خلاصہ یہ ہے - سب سے پہلی تجویز تو یہ کہ ہندوستان کے کل صوبوں کو تین حصّوں میں بانٹ دیا جائے اور ان تین حصّوں پر ایک یونین قائم کردی جائے . جس کے اختیار میں وہ سب باتیں بھی ہوں گی کہ جن کا سارے ہندوستان سے تعلق ہے جیسا کہ ملک کا بچاؤ اور غیر ملکوں سے تعلقات، اور باقی سب باتوں پر صوبوں کی حکومتوں کو اختیار ہوگا - مگر مرکزی یونین میں تھوڑے دن کے لئے ایک حکومت قائم کی جائے گی - جس کا یہ کام ہوگا کہ ہندوستان کو آئیندہ کس قسم کی طرزِ حکومت کی ضرورت ہے - اس کا فیصلہ کرے اب کونسل میں سارے ممبر ہندوستانی ہوں گے - سوائے والسرائے کے - جس روز یہ نئی حکومت ہندوستان کے لئے نیا طریق حکومت بنا دے گی - گویا اسی دن سے ہندوستان آزادی کے دروازے پر پہونچ جائے گا - اس کونسل کے بنانے کے لئے والسرائے نے بات چیت شروع کردی ہے - بہت ممکن ہے کہ رہبر کی آئیندہ کاپی آپ کے ہاتھوں میں پہونچے تک اُن تجویزوں پر ہندوستان کی سب پارٹیاں ایک رائے ہو جائیں -

---

بمبئی کے پولیس کمشنر نے ایک حکم کے ذریعہ بس اسٹانڈ پر جو لائن لگانے کا حکم دیا تھا - اس کو اور ۶ مہینے کے لئے [illegible] دیا ہے -

---

پچھلے دنوں دو [illegible] لڑکیاں فرسٹ کلاس میں راولپنڈی جا رہی تھیں - ایک اسٹیشن پر رات کو تین آدمی ان کے ڈبہ میں گھس آئے اور ایک لڑکی کو مار کر ٹرین کے باہر پھینک دیا دوسری کو مار مار کر بیہوش کردیا اور ۵۰۰ کے قریب رقم لے کر بھاگ گئے مگر پولیس نے ان کا پتہ نکال لیا ہے اور ان میں سے ایک آدمی کو گرفتار کر لیا ہے -

---

روس نے امریکہ کو اناج کے بارے میں مدد کرنے سے انکار کر دیا ہے -

---

پرنٹر اور پبلشر مسز کلثوم سایانی روباؤ تیرانہ کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ رہبر اخبار اردو، ہندی، اور گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۲ میں چھپتا ہے -

خبریں

پٹنہ سے خبر ملی ہے کہ وہاں کے ایک ہائی کورٹ کے وکیل کی شادی مظفرپور میں ہوئی تھی وہ اپنی دلہن کو لے کر اپنے وطن چھپرا جا رہا تھا۔ راستے میں رات کے وقت یہ سمجھ کر کہ اسٹیشن آگیا ہے وہ دروازہ کھول کر چلتی گاڑی سے نیچے اتر پڑا اور ریل کے پہیوں میں آکر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور دلہن بچاری سہاگ رات سے پہلے ہی بیوہ ہو گئی۔

بمبئی پولیس نے لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ فورٹ کے علاقہ میں ایک دھوکہ باز قلعی والا آیا ہوا ہے یہ لوگوں سے گھروں میں جاکر کہتا ہے کہ اپنے برتن دو، میں اپنی دوکان پر جو یہیں پاس ہی ہے لے جاکر قلعی کر دوں گا اور برتن لے کر غائب ہو جاتا ہے۔

اٹلی میں عام چناؤ ہو رہا ہے اور دو کروڑ سے زیادہ مرد عورتیں اپنے ووٹ دے رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ عورتیں پہلی مرتبہ ووٹ دے رہی ہیں۔

پچھلے دنوں ورلی پر اچھوتوں اور ہندوؤں میں خوب فساد ہوا پولیس نے گولی چلائی اور کئی آدمی مرے اور زخمی ہوئے یہاں کرفیو لگا دیا گیا تھا اور اسے خطرہ کا علاقہ قرار دے دیا تھا۔ اب یہاں حالت ٹھیک ہے۔

پچھلے مہینہ دو جگہ زبردست ہندو مسلم فساد ہوئے ایک تو الہ آباد میں اور دوسرے بریلی میں دونوں جگہ ۲۴ ۲۴ گھنٹہ کا کرفیو آرڈر لگایا گیا تھا۔ پولیس کی گولی چلی تھی اور بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ کئی سو آدمی گرفتار بھی کئے گئے تھے۔

کشمیر کے پاس ایک ریاست فرید کوٹ میں وہاں کی سرکار اور وہاں کے رہنے والوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ لیکن پنڈت جواہرلال نے جاکر معاملہ ٹھیک کر دیا۔

کشمیر میں وہاں کے مشہور لیڈر شیخ عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کو وہاں کی حکومت نے گرفتار کر لیا ہے۔ ان پر بغاوت کا الزام لگایا گیا ہے ان کا مقدمہ پیر کے دن شروع ہوا ہے۔ کشمیر کی پولیس اور فوج نے وہاں کے لوگوں پر بڑے ظلم کئے اور اس سے سارے ہندوستان میں کشمیر کی حکومت کے خلاف غم اور غصہ پھیل گیا ہے۔

دہلی سے خبر ملی ہے کہ سرکار نے کہا ہے کہ ابھی پٹرول راشننگ ختم نہ ہوگی

انجمن اسلام بمبئی کی جوبلی آئندہ جنوری ۱۹۴۷ء میں ہوگی۔

یہ انجمن کئی برسوں سے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے بہت کچھ کر رہی ہے اور جوبلی کے بارے میں کمیٹی نے طے کیا ہے کہ ایک ہزار نئے ممبر بنائے جائیں اور یہ بھی ارادہ کیا ہے کہ دس لاکھ روپیہ جمع کیا جائے۔

سورت سے خبر آئی ہے کہ ایک بوڑھا آدمی عبدالحسین ٹرین میں مر گیا۔ ٹرین میں جگہ بالکل نہیں تھی۔ اور اس کی وجہ سے بے چارہ سانس نہ لے سکا اور مر گیا۔

بجولی ڈسٹرکٹ مظفرپور سے خبر آئی ہے کہ اپنا بدلہ لینے کے لئے چند پولیس والوں نے ایک جگہ کچھ آدمیوں پر حملہ کیا اور لوٹ مار کی اور چار عورتوں کی عزت کو برباد کر دیا ان کی ذلیل و ناپاک حرکت پر سخت اعتراض کیا گیا ہے یہ سوال اسمبلی میں پیش کیا جائے گا

خطبۂ صدارت

محترمہ مسز زرینہ کریم بھائی

تعلیم بالغان کا جلسہ

آج کے جلسہ کی صدارت مجھے سپرد کرکے جو عزت آپ نے میری کی ہے - اس کے لئے میں آپ کی اور مسز سایانی کی مشکور ہوں اور اس جلسہ کی کامیابی پر آپ سب کو مبارک باد دیتی ہوں -

تعلیم بالغان کا شور آج کل نہ صرف ہندوستان کے ہر صوبے میں سنا جاتا ہے بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی جیسے، روس چین، جو آج ۲۰ سال کے اندر اندر ترقی پر پہونچے ہیں - اس کا سبب ایک حد تک تعلیم بالغان ثابت ہوا ہے - تعلیم کا مسئلہ اتنا عام اور اہم ہو چکا ہے کہ جہاں ہر بچے کو پڑھانا ضروری ہے - وہاں ہر ان پڑھ بالغ کو بھی لکھنا پڑھنا ہونا ضروری ہوگیا ہے - میں اپنی دلی خوشی کو جتنا بھی ظاہر کروں وہ کم ہوگی - اس بات پر کہ ہمارے ملک کی عام جہالت کی تعداد کو کم کرنے میں جن باہمت بہنوں نے لکھ پڑھ کر کامیابی حاصل کی ہے اور اس پیارے ملک کے سر سے ان پڑھ کے کلنک کو دور کرنے میں مدد دی ہے -

پیاری بہنوں یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آج ۱۲۴۵ بہنوں کو سندیں ملنے والی ہیں - میں اس کامیابی پر آپ کو دل سے مبارک باد دیتی ہوں اور پڑھنے اور پڑھانے والی بہنوں کی محنت اور پکے ارادے کی داد دیتے ہوئے قدر کرتی ہوں

میں جانتی ہوں کہ گھر اور بچوں کے جھنجھٹ کے باوجود پڑھنا اور سند حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے - اس لئے آپ کا پڑھنا کالج کے لڑکے لڑکیوں کی پڑھائی سے زیادہ قابل تعریف ہے

اگر دیکھا جائے تو تعلیم بالغان کا سلسلہ صرف ایک ہستی کے خلوص اور ان تھک کوششوں کا یہ شاندار نتیجہ ہے باوجود سیکڑوں قسم کی مخالفتوں اور بیسیوں فتنے پیدا ہو جانے کے بہن کلثوم نے جس راستہ پر قدم ڈالا تھا - منزل پر پہونچنے سے پہلے پیچھے نہ ہٹا -

میرے خیال سے ہم لوگوں کے لئے یہ ایک بڑا سبق ہے - اور ممکن نہیں کہ مسز سایانی کے ان احسانات کا شکریہ ادا کئے بغیر آگے بڑھوں اور ہماری یہ دعا ہے کہ خدا کرے کہ ہماری بہنوں میں بہت سی کلثوم سایانی پیدا ہو جائیں

پیاری بہنو! لڑکیوں کی تعلیم سے مجھے بہت ہی دلچسپی ہے اور جب کبھی بھی ہمیں امام باڑے کے اپنی اسکول کی لڑکیوں سے پوچھتی ہوں کہ تم نے سبق کیوں نہیں یاد کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں گھر کے کاموں سے فرصت نہیں ملتی -

میں ماؤں کی مجبوریوں سے خوب واقف ہوں مگر اس مسئلہ کو لکھی پڑھی مائیں اچھی طرح سمجھ سکتی ہیں - کہ سبق یاد کئے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا - ماؤں کو چاہیئے کہ سبق یاد کرانے میں اور پڑھنے میں اپنی بچیوں کی ہمت بڑھا دیں خدا خدا کرکے کہیں ابھی ابھی مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کی طرف توجہ دی گئی ہے انجمن اسلام گرلس ہائی اسکول جہاں آج ۷۰۰ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں وہ صوبۂ بمبئی میں پہلا لڑکیوں کا پردہ اسکول ہے جسے نو سال آگے مسٹر فیض طیب جی نے موجودہ حکومت کی مدد سے ہی قائم کیا تھا اور آج بھی اسی حکومت کے بڑے وزیر مسٹر بی، جی، کھیر نے کہا ہے کہ مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی تعلیم میں میری حکومت اور میں خود جو بھی مدد دے سکتے ہیں اس کے لئے تیار ہیں -

تھوڑے دن پہلے بمبئی حکومت نے اپنی لیبر پالیسی ظاہر کی مسٹر نندہ جو اس کے وزیر ہیں انھوں نے بتایا کہ آئندہ ہر مزدور کو لکھے پڑھے ہوئے بغیر کوئی کارخانہ میں کام ملنا مشکل ہوگا - دیکھئے بہنوں جو سندیں آج آپ نے حاصل کی ہیں وہ کتنی ضروری اور لازمی مانی گئی ہیں کہ آئندہ اس کے بغیر گھر کے باہر کوئی کام ملنا ناممکن ہوگا -

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ صوبۂ بمبئی کی موجودہ حکومت ترقی پسند ہے اور اسی وزارت نے اپنے پچھلے دور میں ایسی تجویز مزدور طبقہ کے لئے پیش کی تھی کہ جب وہ بیمار ہو جائے تو اسے بیماری کی حالت میں تنخواہ چھٹی کے ساتھ مل جائے۔ ہندوستان کا یہ پہلا صوبہ تھا جس نے یہ تجویز پیش کی تھی۔ مگر افسوس کہ اسکیم عمل میں لانے سے پہلے جنگ کے زمانہ میں اس وزارت نے استعفا دے دیا تھا آج یہی تجویز مرکزی حکومت نے سارے ہندوستان کے لئے قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ سماجی بیمول کے دوسرے بھی فائدہ مند قاعدے جیسا کہ بیکاری کے وقت میں مالی امداد اور بڑی عمر کی پنشن وغیرہ، جو قاعدے دنیا کے دوسرے ترقی پسند ملکوں میں جاری ہیں شاید آپ بہنیں مجھ سے پوچھیں گی کہ کیا ہمیں نوکری تھوڑی ہی کرنی ہے کہ یہ سب باتیں بتاتی ہو! مگر مرد تو نوکری کرتے ہیں اور ایک عورت یا ماں یا بہن کو تو کتنا اطمینان ہو جاتا ہے۔ جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیماری کی حالت میں ہماری امداد کی جائے گی

اب آپ بہنوں کو معلوم کرنا ہوگا کہ بہن کلثوم اپنے رہبر اخبار میں یہ سب خبریں ٹھیک سے دیتی ہیں یا نہیں تاکہ اس کے ذریعہ گورنمنٹ آپ کی مدد کتنی کرتی ہے وہ معلوم ہو جائے۔ سچ ہے کہ ہندوستان کے لیے وہ دن فخر کا ہوگا۔ جب اس کی عورتیں جو اس کی آبادی کی آدھی تعداد ہیں۔ ملکی کاموں میں دلچسپی لے کر حکومت کی باگ ڈور کو اونچی منزل پر پہونچا جائے

اب میں پھر ایک بار آپ سب کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے غور سے میری باتیں سنیں اور مجھے اپنے ٹوٹے پھوٹے خیالات ظاہر کرنے کا موقع دیا

میں امید کرتی ہوں کہ آئندہ آپ اس سے بھی زیادہ ترقی حاصل کر کے تعلیم بالغان کے کام میں مسز سایانی کا ہاتھ زیادہ سے زیادہ بٹاؤ گی۔

"نیک کام میں سستی کرنا اچھا نہیں"

لوبھ سے پایا



ایک شیخ جی تھے۔ وہ ایک دن سمندر کے کنارے ٹہل رہے تھے کہ ایک مچھیرہ نظر پڑا جو اپنا جال ڈال رہا تھا شیخ جی نے سوچا کہ آؤ آج اپنی قسمت آزمائیں چنانچہ وہ مچھیرے کے پاس پہونچے اور کہنے لگے "میاں مچھیرے تم جو پہلا جال ڈالو اور اس کے اندر جو کچھ نکلے وہ میرا ہوگا، بولو کتنے پیسے لوگے؟ مچھیرہ بولا شیخ جی ۳۰ روپئے لوں گا اس سے ایک پائی کم نہ ہوگی" شیخ جی نے سوچا کہ چلو ۳۰ روپئے دے دیں اگر خدا کو منظور ہوا تو شاید کچھ قیمتی چیز جال میں نکل آئے اور میرے پیسے وصول ہو جائیں انھوں نے مچھیرے کو ۳۰ روپئے پکڑا دیئے اور بسم اللہ کرکے جال ڈلوا دیا

جال جب نکالا گیا تو سوائے ایک موٹی مچھلی کے کچھ نہ نکلا شیخ جی بہت بگڑے مگر کیا کرتے جا رہا تھا اسی مچھلی کو لے کر گھر پہونچے۔ بیوی نے بہت ڈانٹا کہ تیس روپئے میں یہ مچھلی لائے ہو مگر جب مچھلی کاٹی گئی تو اس کے پیٹ میں دو خوبصورت لعل نکلے جنہیں شیخ جی لے کر فوراً بادشاہ کے پاس پہونچے بادشاہ کی بیٹی کی شادی تھی اس بر وقت کی مدد پر بہت خوش ہوا اور لعلوں کی قیمت پوچھی۔ شیخ جی اچھی طرح سوچ کر کہا کہ بادشاہ سلامت لعل کوئی معمولی چیز نہیں اس کی قیمت یہ ہے کہ کل میں دن میں دو گھنٹے کے اندر جتنے بھی جواہرات آپ کے خزانے سے اپنے ہاتھوں سے لے جاؤں مجھے اس کی اجازت دی جائے بادشاہ نے کہا کہ منظور۔

اب شیخ صاحب شہر میں سب گاڑی اور ٹھیلے والوں کو ایک ایک دو دو روپیہ دے کر آئے اور ان سے کہہ دیا کہ کل صبح بادشاہ کے محل کے سامنے آجانا

دوسرے دن صبح بادشاہ کے محل کے سامنے ہزاروں گاڑیوں کی قطار لگ گئی ان گاڑیوں میں شیخ جی آج بادشاہ کا خزانہ لے جا سکیں گے

بقیہ صفحہ پر

طوفانِ مسرت

نیچے چھپی ہوئی نظم میری ایک بہن کے خلوص و محبت کا گلدستہ ہے جو تعلیم بالغاں کے چھٹے جلسہ کے موقع پر انھوں نے تیار کر کے مجھے عنایت کیا جسے میں "رہبر" پڑھنے والوں کی خدمت میں پیش کرتی ہوں

مبارک ہو بہنوں ساتواں سال آیا
کمیٹی نے خوش ہو کے جلسہ منایا
زرینہ بیگم آج صدر ہیں ہماری
خوشی ان کے آنے سے بہنیں ہیں ساری
مسرت کا ہر سو سماں چھا رہا ہے
جسے دیکھو ہر ایک یہی کہہ رہا ہے
شبہی ان کے آنے سے عزت ہماری
یہ جلسہ کی رونق مسرت ہماری
مسند دست زریں سے جو لے رہی ہیں
دعا دل ہی دل میں وہ یہ دے رہی ہیں
ہو کلثوم سایانی کا بول بالا
انہیں کی ہی محنت نے یہ روز دکھایا
بچانا الٰہی انہیں آفتوں سے
بچانا الٰہی انہیں مشکلوں سے
تو چشم حوادث سے ان کو بچانا
تو بادِ مخالف سے ان کو بچانا
یہ ہمدرد قوم اور ہمدرد نسواں
ہمیشہ رہیں شاد و مسرور و فرحاں
نہ ہوں ایک گھڑی بھی وہ خاطر ملول
ہوں دنیا و دین کے مقاصد حصول

(مریم بائی جیریا)

روس سے خبر آئی ہے کہ وہاں کے ڈاکٹروں نے مُردہ دل کے دلوں کو ایک خاص دوائی میں رکھ کر پھر سے زندہ کیا ہے۔ یہ زندہ کئے ہوئے دل آدمی کے دل کی طرح چلنے لگے اور وہ بھی دس یا تیرہ گھنٹے کے لئے۔ ۱۸۰ مُردوں کے دلوں پر کوشش کی گئی جس میں سے ۴۵ تھوڑی دیر کے لئے واپس زندہ ہوئے

مسلمانوں کا جھنڈا

آج کل جو شہر ترکی میں استانبول کہلاتا ہے۔ پہلے اس کا نام قسطنطنیہ تھا۔ اور آج جو ہم مسلمانوں کا جھنڈا دیکھتے ہیں جس پر چاند تارا بنا رہتا ہے یہ جھنڈا اسی شہر کی فتح کی یادگار ہے۔ مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے بتا دیا تھا کہ مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ اس لئے اسلام کے پہلے زمانہ ہی سے قیصر اور روم کے پائے تخت پر اسلامی حملوں کا تانتا شروع ہوگیا تھا۔ ایک دفعہ مسلمان قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ بھی گئے تھے۔ چنانچہ مشہور صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مزار قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے ہے۔ لیکن قسطنطنیہ پر پورا پورا اور مکمل حکومت کا زمانہ سلطان محمد خاں ثانی سے شروع ہوتا ہے کہ جس نے اپریل ۱۴۵۳ء کے پہلے ہفتہ میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوکر پورے ۴۹ دنوں تک شہر کو گھیرے پڑا رہا اور پچاسویں دن روم کے بادشاہ قسطنطین کی فوجوں کو ہراکر ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو پورے شہر پر قبضہ جما کر فتح کا اعلان کردیا۔ جب یہ مسلمان بادشاہ اپنی فوج کے آدمیوں کے ساتھ مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے اپنے اس فتح کئے ہوئے شہر میں گھسنے لگا تو اُسے دُور سے سینٹ صوفیہ کے گرجے کے منارے پر چاند نظر آیا۔ اس چاند کے پاس زہرہ ستارہ تھا۔ سلطان محمد خاں کو یہ چاند ستارے کا ایک ہونا اس قدر بھلا معلوم ہوا کہ اس نے چاند تارے کو اپنی سلطنت کا نشان مقرر کردیا۔ اس کے بعد مسلمان برابر یورپ پر حملے کرتے رہے اور فتح پاتے رہے۔ قسطنطنیہ کی فتح مسلمانوں کے لئے بڑی مبارک ثابت ہوئی۔ چاند تارہ کا نشان اتنا مشہور ہوا کہ عیسائی قومیں چاند تارہ کو اسلامی نشان سمجھنے لگیں۔ اور دنیا کے بہت سے حصوں میں مسلمانوں نے اس کو اپنا قومی نشان بنالیا۔ چنانچہ ڈاکٹر اقبال کا یہ شعر بہت مشہور ہے۔ ؎

تیغوں کے سایہ میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

(آفریدی)

خبریں

پیرس فرانس سے خبر آئی ہے کہ پروفیسر گبریل برٹرنڈ نے ایک نئی دوا ڈھونڈھ نکالی ہے جس کے ذریعہ دودھ کی بہت دنوں تک حفاظت کی جاسکتی ہے۔ دودھ کا رنگ ذرا سا بدل جاتا ہے لیکن اس کی لذّت اور اس کی اصل خوشبو میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا وہ بالکل تازہ رہتا ہے۔

جودھ پور اور بیکانیر پر بلوچستان کی طرف سے ٹڈی دلوں نے حملہ کر دیا ہے۔ ٹڈی دلوں کو روکنے والی پارٹیوں نے روک تھام شروع کر دی ہے۔ ابھی تک تو کوئی نقصان نہیں ہوا ہے۔

افریقہ کے ہندوستانی لوگوں کو مہاتما جی نے یہ کہہ دیا ہے کہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے عدم تشدد سے کام لیں جو مقصد حاصل کرنے کا بہت اچھا ذریعہ ہے۔

امریکہ سے خبر آئی ہے کہ ڈاکٹر لوئس سلوٹن جو اٹیم بم کے کارخانے میں کام کرتے تھے۔ ایٹم کا کام زیادہ کرنے کی وجہ سے مرگئے۔

ایک خبر ہے کہ چیکاگو کے - لاسال نام ہوٹل کو آگ لگ گئی یہ ہوٹل ۲۳ منزل کی بلڈنگ میں ہے - ۵۵ آدمی جل کر مرچکے ۲۰۰ زخمی ہوئے پانچویں منزل تک آگ لگ چکی تھی۔ اوپر کی منزل والے کھڑکیوں میں سے کودکر سڑک پر گرتے ہی ختم ہوگئے۔

لاہور ۱۴ر جون کی خبر ہے کہ جنوبی ہند کی ریلوے لائن کے ۱۴۰۰ ریلوے اسٹیشن ماسٹروں نے ۲۵ر جون یا اس کے بعد ۱۴ دن کے اندر کسی ایک تاریخ کو ہڑتال کرنے کی نوٹس دی ہے۔

ایک خبر ہے کہ حکومت بمبئی نے اپنے صوبہ میں ڈیری فارم یعنی دودھ کے مرکز کو ترقی دینے کی ایک اسکیم تیار کی تھی اس پر ۲۳ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ حکومت اسے چلانے کی سوچ بچار کر رہی ہے۔

ایک خبر میں بتلایا گیا ہے کہ فورٹ الگزنڈریہ جہاز ۸۰۰۰ ٹن گیہوں لے کر کراچی پہونچا۔ معلوم ہوا ہے کہ پہلی جون سے اب تک ۱۸۰۰۰ ٹن گیہوں آسٹریلیا سے ہندوستان آیا ہے

مسوری سے آئی ہوئی خبروں سے پتہ چلا کہ آزاد ہند کے رضاکاروں نے ایک موقع پر مہاتما گاندھی کو سلامی دی اور ان سے کچھ باتیں پوچھیں۔

گاندھی جی نے ان لوگوں کی تعریفیں کیں اور اُن کی چستی اور چالاکی دیکھ کر خوش ہوئے۔

اُن کے ایک سوال کے جواب میں گاندھی جی نے کہا کہ ہندوستان آزاد ضرور ہوگا مگر کب؟ تو اس کی کوشش بہرحال ہو رہی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ برطانوی مشن کی تجاویز کو مسلم لیگ نے قبول کر لیا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ مسلم لیگ اپنی پالیسی کو دس سال کے بعد بدل سکتی ہے اور اگر چاہے تو پاکستان قائم کر سکتی ہے

بقیہ صفحہ ۲ خزانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور شیخ جی اس کے اندر حیران پریشان بیٹھے ہوئے تھے کبھی سوچتے کہ ہیرے لوں کہ زمرّد یا قوت یا پکھراج؟ اور وقت گذرتا جا رہا تھا۔

"شیخ جی کے دو گھنٹے ختم ہوگئے" شیخ جی کے منہ سے ہائے دو گھنٹے نکلا اور دونوں ہاتھ جواہرات کے ڈھیر پر مارکر دونوں مٹھیاں بند کئے ہوئے کمرے سے باہر آگئے۔ جب مٹھیاں کھولیں تو ان میں سے معمولی قسم کے دو چھوٹے نگینے نکلے جن کی قیمت تیس روپیہ شیخ جی کو بازار میں مل گئی۔

چنتا سے چترائی گھٹے دکھ سے گھٹے شریر
لوبھ سے مایا گھٹے کہہ گئے داس کبیر

بھالو

REGD NO.4532

قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ

ٹیلیفون نمبر ۴۲۲۱۴

ایڈیٹر

مسز کلثوم سایانی

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہنما

سالانہ چندہ دو روپے

27 JUL 1946

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

جلد ۷ — ۱۵ر جولائی ۱۹۴۶ء — نمبر ۱

نیک بات

نفس پر قابو ہو اپنے، دل میں غیروں کا خیال
یہ کمالِ زندگی ہے، زندگی اس کے لئے

اپنی باتیں

ہمیں یہ بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ آج ۱۵ر جولائی کو رہبر کی عمر کے چھ سال پورے ہوتے ہیں، اور یہ ساتویں سال میں قدم رکھتا ہے۔ پچھلے سال رہبر کا پانچ سال کے بعد پہلا سالانہ نمبر نکالا گیا تھا۔ اس موقع پر ہمیں یہ معلوم ہوا کہ رہبر کے قدردان صرف اس کے پڑھنے والے ہی نہیں ہیں بلکہ قوم کے بڑے بڑے لیڈروں اور علم کے ماہر لوگوں نے بھی رہبر کو بہت پسند کیا اور مبارک باد کے پیغام کے ساتھ نیک دعائیں بھیجی تھیں، جو سب کی سب اس کے سالانہ نمبر میں چھپی ہیں۔ جن بہنوں اور بھائیوں نے یہ سالانہ نمبر نہ دیکھا ہو، وہ چار آنہ کا ٹکٹ بھیج کر رہبر کے آفس سے منگوا سکتے ہیں۔ رہبر اب ہندوستان کے صوبے صوبے جاتا ہے۔ اس کے علاوہ انگلستان، امریکہ اور افریقہ بھی جاتا ہے۔ ہندوستانی زبان کے پھیلانے کی خدمت رہبر کو اچھی طرح نصیب ہوئی ہے کیونکہ یہ پرچہ تین لکھائی میں ہندوستانی پڑھا سکتا ہے، یعنی اُردو، ہندی، گجراتی۔ اس کے مضمون اخلاقی، تہذیبی، تمدنی، تاریخی، جغرافی اور عام معلومات سے بھرے ہوتے ہیں۔ جس میں مُلک اور دنیا کی خبروں کا بھی خاص حصہ ہوتا ہے۔ رہبر تعلیم یافتہ، اور نئے پڑھے لکھے، بچے اور بڑے سب کا ہر دل عزیز ہے۔ یہ پرچہ خاص نئے پڑھے لکھے عوام کے لئے نکالا گیا تھا، اور اگر کسی زمانہ میں ہمیں یہ کامیابی نصیب ہو جائے کہ ہندوستانی قوم رہبر کے خیالات تک پہونچ گئی تو رہبر کا اصلی مقصد پورا ہوگا۔ فی الحال رہبر کی اشاعت پانچ ہزار ہو گئی ہے اور ہماری دلی آرزو ہے کہ رہبر ہندوستان کے گھر گھر میں پہنچ جائے

رہبر کی تمنا ہے ہر جا ہو گزر اس کا
ہر گھر میں اُسے پائیں ہر دل پہ اثر اُس کا

ہندوستان کی سرکار نے دکھنی افریقہ سے اپنے سارے رشتے ناتے توڑ لئے ہیں اور ہائی کمشنر کو بھی واپس بُلا لیا ہے۔ ہندوستانیوں نے اب خاموش ستیہ گرہ شروع کیا ہے۔ ناٹال ٹرانسوال میں بھی ستیہ گرہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ستیہ گرہ اکثر مسلمان ہی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر یوسف داؤد جو ڈربن سے حال ہی جوہنسبرگ آئے ہیں انہوں نے بتایا ہے کہ ستیہ گرہ کی تحریک بہت زور پکڑ رہی ہے۔ ڈربن کو کچھ مسلمان عورتیں۔ زینت، جمیلہ، زہرہ، امینہ، مسز پٹیل، مسز بھابا گئی ہوئی ہیں جو وہاں سخت مصیبتیں جھیل رہی ہیں اُن میں مسز امینہ پانچ بچوں کی ماں ہیں۔ یوروپین لوگ ان کو ٹھوکروں سے مار رہے ہیں ان کے خیمے اور تنبو اکھاڑ دیتے ہیں۔ مگر یہ لوگ برابر خاموشی سے ستیہ گرہ کئے جا رہے ہیں۔

پندرہ روزہ "رہبر" بمبئی

۱۵ر جولائی ۱۹۴۶ء

خبریں

سمندر میں ایٹم بم پھینک کر جو تجربے کئے جانے والے ہیں ان کے خلاف بہت ڈر پیدا ہو رہا ہے معلوم ہوا ہے کہ بعض سائنس جاننے والوں کا کہنا ہے کہ اس سے سمندر سوکھ جائینگے اور زمین جل کر ایک ستارہ بن جائیگی۔

لندن سے خبر ملی ہے کہ ریاست ورجینیا میں بھی کالے گوروں کا فرق بہت رکھا جاتا ہے۔ بس میں ایک کالی حبشن لڑکی ایک گورے کی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی اس پر دس ڈالر جرمانہ کیا گیا لیکن عدالت نے کہا یہ قانون غلط ہے اور لڑکی کو معاف کردیا۔

فلسطین کے بڑے مفتی جو سبھاش بابو کی طرح فرانس سے ایک دم غائب ہوگئے تھے قاہرہ میں ہیں اور مصر کے بادشاہ شاہ فاروق کے مہمان ہیں۔ شاہ فاروق نے اعلان کیا ہے کہ ہم مفتی صاحب کو کسی حکومت کے حوالے نہیں کریں گے۔

عراق کے دو دریاؤں دجلہ اور فرات میں زبردست سیلاب آئے جس سے بہت سی زمین پانی کے اندر ڈوب گئی اور کئی ہزار آدمی بے گھر ہوگئے۔ ۷۴ آدمی ڈوب کر بھی مر گئے۔

سورت میونسپلٹی کے صدر اپنے ساتھیوں کے ساتھ خود شہر کی سڑکیں صاف کر رہے ہیں کیونکہ یہاں بھنگیوں نے ہڑتال کردی ہے۔ بہت سی لڑکیاں اور اسکول کے لڑکے بھی ان کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔

بمبئی میں پچھلے دنوں ورلی کے سمندر کے کنارے ایک عورت کی لاش ملی۔ اس کی تحقیقات ہو رہی ہے۔

بمبئی۔ ۲۴ر جون۔ میرین ڈرائیو پر سنیچر کی رات کو دو بھائی تفریح کرنے آئے تھے۔ مگر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو دریا میں دھکا دیدیا۔ وہ بیچارہ چیخا چلایا اس پر لوگ جمع ہوئے اور اسے دریا سے نکال لیا۔ بڑے بھائی کو پولیس نے گرفتار کرلیا۔ لیکن وہ ضمانت پر چھوٹا ہے۔

مشہور لکھنے والے لوئی فشر ہندوستان آگئے ہیں۔ اور اخبار کو بیان دیتے ہیں کہ امریکہ والے جلد سے جلد ہندوستان قومی حکومت بن جانے اور آپس میں راضی خوشی رہنے کے خواہشمند ہیں۔ لوئی فشر ۵-۶ ہفتہ ہندوستان رہیں گے۔ اور یہاں کی سیاسی حالت کا مطالعہ کرکے یورپ واپس جائینگے۔

لوئی فشر نے یہ بھی کہا کہ میں ایک کتاب "دی گریٹ چیلنج" لکھ رہا ہوں جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ روس نے جو تمام دنیا کو کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

نواکھالی کے پاس عبداللہ پور کے گاؤں میں ایک لڑکی بم پھٹنے سے مرگئی۔ اس کا بھائی سمندر کے کنارے سے ایک چیز اٹھاکر لایا تھا ان لوگوں نے اسے کھولنے کی کوشش کی جس سے یہ چیز دھماکے کے ساتھ پھٹ گئی اس کی بہن پاس کھڑی تھی وہ مرگئی اور بہت سے آس پاس والے زخمی ہوئے۔

دلی سے روانہ ہوکر گاندھی جی پونہ جارہے تھے کہ رات کو ان کی اسپیشل ٹرین کے آگے کسی نے بڑے بڑے پتھر رکھدیئے جن کی وجہ سے انجن کو نقصان پہنچا۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ بعض چوروں کی شرارت تھی۔

ڈاکیوں اور ڈاکخانہ میں دوسرے کام کرنے والوں نے ۱۲ر جولائی کو ہڑتال کرنے کا نوٹس دیدیا ہے اب دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ پہلے ریل والوں نے نوٹس دیا تھا مگر خیر اب تو انھوں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔

پرنٹر، پبلشر مسز کلثوم سیانی دینا ولا صمبالا روڈ بمبئی ۲۶ "رہبر" اخبار اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔
(اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۲ میں چھپتا ہے)

چوتھے ایٹم بم کی کہانی

ہندوستان کے دکھن پورب میں بہت دور کچھ ٹاپو ہیں انہیں فلپائن کے ٹاپو کہتے ہیں ان سے بھی ۲ ہزار میل دور ایک چھوٹا سا ٹاپو ہے جن کا نام بی کی نی اٹول ہے چوتھا ایٹم بم یہیں گرایا گیا تھا۔ امریکہ کی طرف سے ایٹم بم کے تجربہ کے لئے بہت بڑی تیاریاں کی گئی تھیں۔ کئی سو جہاز اور ہوائی جہاز وغیرہ ۴۰ ہزار آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ وہاں گئے تھے اور بہت سی کشتیوں کا انتظام کیا گیا تھا تاکہ ایٹم بم پھٹنے سے کیا ہوتا ہے یہ سب معلوم کرلیا جائے۔ بم کے دھماکے اور آواز کو ریڈیو کے ذریعہ ساری دنیا میں سنانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ آخر پہلی جولائی کو ۲½ بجے صبح چوتھا ایٹم بم ایک "نوادا" نام کے جہاز پر پھینک دیا گیا۔ یہ جہاز نشانے کے لئے رکھا گیا تھا۔ مگر خدا کی شان دیکھئے یہ جہاز بالکل صحیح سلامت رہا مگر دور کھڑے ہوئے ایک جہاز میں آگ لگ گئی۔ معلوم ہوا ہے کہ دھماکہ اتنے زور کا نہیں ہوا جتنا کہ امید تھی اور نہ کوئی نقصان ہوا۔ اس پر سب کو حیرت ہے۔ کہتے ہیں کہ جب بم پھٹا تو دھوئیں کا کالا بادل کئی میل تک پھیل گیا اور ۵۰ ہزار فٹ سے اونچے آگ کے شعلے جانے لگے کچھ دیر بعد یہ بادل پھٹ گیا۔ جب تک تجربہ نہ کیا گیا تھا اس کے بارے میں طرح طرح کے بیانات اخباروں میں چھپ رہے تھے کوئی کہتا تھا زبردست طوفان آئے گا کوئی کہتا تھا زمین میں چھید ہوجائے گا۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں مگر یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں میں دنیا کے اس عظیم الشان تجربہ کے بارے میں بہت سی باتیں اخباروں میں چھپنے کے لئے آجائیں گی اس وقت پھر ہم آپ کو باقی حال سنائیں گے۔

ہم کیا کریں؟

"بیتے ہوئے زمانے کی کہانی۔ اور وہ بھی بڑے بوڑھوں کی زبانی۔ سچ پوچھئے تو سُن کر منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ اکثر اپنی نانیوں اور دادیوں کو فخریہ کہتے سُنا کہ "بیٹیوں ہم لوگوں نے دو روپیہ من کا گیہوں اور آٹھ آنہ سیر کا گھی کھایا ہے۔ ہماری زندگی اتنی سستی تھی کہ دس بارہ روپیہ مہینہ میں چار پانچ جانوں کا خاندان فراغت سے پلتا تھا۔"

اب آپ ہی بتائیے کہ یہ غصہ آنے والی بات ہے یا نہیں کہ پہلے دس بارہ روپیہ مہینہ میں ایک خاندان کے چار پانچ نہ سہی، دو تین آدمی خوشحالی سے زندگی بسر کرلیتے تھے۔ اور اب دس بارہ سو پانے والا بھی ہر وقت ہائے پیسہ ہائے پیسہ کیا کرتا ہے۔ پہلے دودھوں نہاتے اور پوتوں پھلتے تھے اور اب پوتوں پھل تو رہے ہیں لیکن دودھوں نہانا تو الگ رہا یہاں ننھے منے بچوں کو دن بھر میں دو پیالیاں دودھ پینے کو بڑی مشکل سے ملتی ہیں۔

جب میں لڑاکا قسم کی عورتوں سے اس قسم کے کوسنے سُنتی تھی کہ خدا کرے پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا نہ نصیب ہو۔ تو اس خیال ہی سے جسم میں کپکپی پیدا ہوجاتی تھی۔ لیکن آج کل آنکھوں کے سامنے دن رات ایسے ہی منظر پیش رہتے ہیں۔

ہندوستان کے شہروں اور دیہاتوں میں حفظان صحت کی کمیٹیاں قائم ہورہی ہیں۔ جلسے ہورہے ہیں ننھے منے بچوں کی پرورش کے نئے نئے اصول ماؤں کو بتائے جارہے ہیں ان کی صحت برقرار رکھنے کے طریقوں پر دھواں دھار تقریریں ہورہی ہیں۔ مانا اپنی جگہ پر یہ سب کچھ بھی ضروری ہے۔ لیکن پرورش اور صحت کے لئے سب سے مقدم چیز خوراک ہے۔ پیٹ بھر کھانے کو ملے تو سَر بلا ٹلے۔ پیٹ بھرے انسان کے من اور تن دونوں چنگے۔ اور مثل مشہور ہے کہ من چنگا تو کٹھوتی میں گنگا۔ لہذا انسانی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ خوراک ہے۔ خدا جانے وہ دن پھر لوٹ کر آئیں گے بھی یا نہیں کہ جس کا جو جی چاہتا کھاتا اور جو چاہتا پہنتا تھا۔ نہ کبھی وٹامن کا وزن کیا جاتا تھا۔ اور نہ آٹے میں کیلشیم ملانے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ جو کھاتے تھے خون بن جاتا تھا۔ میں ایک قصہ رہبری بہنوں کی دلچسپی کے لئے لکھتی ہوں۔

میری ایک رشتہ کی خالہ ہیں انھیں اس تنگا ترشی کی زندگی سے بیحد گلہ رہتا ہے۔ کہنے لگیں اے بیٹی یہ موا کل جنگ کب ختم ہوگا غضب ہے خدا کا کوڑیوں کی چیز اشرفیوں کے مول بھی نہیں ملتی۔

میں نے کہا خالہ جان وہ دن گئے جب خلیل خاں فاختہ اُڑایا کرتے تھے۔ اب دنیا جنگ کے مرض میں گرفتار ہے امن کی تلاش میں سر دھڑ کی بازی لگ رہی ہے۔ گر امن کا کوسوں پتہ نہیں۔ خالہ بولیں اے سُنتی ہو۔ موئی جنگ تو کبھی کی ختم ہوگئی۔ جو جو لڑائی پر گئے تھے سب واپس آرہے ہیں۔

میں نے کہا خالہ جان توپیں چلنا اور ایٹم بم کا برسنا تو ضرور بند ہوگیا ہے لیکن جنگ جاری ہے۔ پیٹ کی جنگ نہایت ہی خطرناک صورت اختیار کررہی ہے کچھ سُنا بھی آپ نے ہندوستان میں قحط پڑنے والا ہے۔

خالہ نے لرز کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوئے کہا "پروردگار اپنے بندوں کو حفظ وامان میں رکھنا"

میں نے نہایت سنجیدگی سے کہا "بنگال کے قحط کو لوگ ابھی نہیں بھولے۔ لاکھوں انسانوں نے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جانیں دیدیں اور جو بچ گئے وہ ساری عمر کے لئے زندہ در گور ہوگئے۔ یہی نہیں بلکہ اس قحط کا اثر آنے والی نسل کی صحت پر بہت خراب پڑے گا۔ اگر ہم آپ چاہیں تو ہندوستان کی خوراک کا موجودہ مسئلہ بڑی آسانی سے حل ہوسکتا ہے"

خالہ جان نے نہایت دلچسپی کے ساتھ پوچھا "اے لڑکی وہ کیسے؟ ہم تم ملک کے انتظامات میں کیونکر دخل دے سکتے ہیں؟ یہ تو افسروں اور ان کے حوالیوں موالیوں

کو چاہیئے کہ عورات کے ذخیرہ کو بیدردی سے صرف نہ ہونے دیں۔ دیکھتی نہیں ہو آج اِس افسر کی پارٹی ہے تو کل اس افسر کا ڈنر ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ ہندوستان میں نوے فی صدی دعوتیں انھیں افسروں کے اعزاز میں ہوا کرتی ہیں۔ میں نے کہا خالہ جان آپ کا کہنا بالکل درست۔ لیکن ہم آپ بھی تو خوراک کا ذخیرہ کچھ کم ضائع نہیں کرتیں۔ شادی غمی، عید، بقرعید، ہولی، دیوالی، ہر موقع پر اس قدر بہتات سے کھانا پکوایا جاتا ہے کہ آخر میں پتیلے بھر بھر کے کتوں اور بلیوں کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اب حکومت نے پچیس آدمیوں سے زیادہ کی دعوت کرنا جرم قرار دیدیا ہے۔

اور ہم سب کو چاہیئے کہ اس قانون کی سختی سے پابندی کریں بلکہ جہاں تک ہوسکے دعوتیں یک قلم بند کردیں۔ خالہ جان بولیں تو پھر کیا کریں۔ برادری میں ناک جو نیچی ہوجائیگی میں نے کہا اول تو اگر سب بہنیں یہ تہیہ کرلیں کہ معمولی دعوتوں ہی میں نہیں بلکہ تقریبی دعوتوں میں بھی نہ تو جائیں اور نہ کسی کو بلائیں تو ناک نیچی ہونے والا مسئلہ سامنے نہ آئے۔ اور اگر سب اس بارے میں ایک رائے نہیں ہوسکتیں تو یہ فرمایئے کہ دعوتیں نہ کرنے سے ناک نیچی ہونے کا اندیشہ زیادہ توجہ کے لائق ہے یا ملک میں قحط کا خطرہ دور کرنے کی کوشش سے دلی تسکین زیادہ مسرت بخش ہے؟ خالہ جان کی سمجھ میں کچھ بات آئی اور میری ہمت بڑھی۔ میں نے کہا بُرا نہ مانیئے گا خالہ۔ دیکھئے یہ جو کھانے پینے کا تمام انتظام آپ نے نوکروں کے اوپر چھوڑ رکھا ہے اس سے بھی بہت کچھ خوراک ضائع ہوجاتی ہے۔ اگر آپ کو دل میں انسانی ہمدردی ہے تو اپنا تھوڑا سا عزیز وقت باورچیخانہ کے سپرد کر دیجئے۔ اور خصوصًا اناج کے خرچ کرنے میں زیادہ کفایت سے کام لیجئے اس لئے کہ آپ اللہ کے فضل سے خوشحال ہیں۔ آپ کی خوراک میں قیمتی چیزیں مثلاً مچھلی، انڈا، ترکاری، پھل، دودھ اور گوشت وغیرہ زیادہ مقدار میں داخل ہوسکتی ہیں اُن سے آپ کا پیٹ بھی بھر سکتا ہے اور تندرستی بھی قائم رہ سکتی ہے۔ اور اِس طرح جو اناج آپ بچائیں گی وہ اللہ کی اُس بدقسمت مخلوق کے پیٹ میں جائیگا جن کی خوراک کا دار ومدار غلّہ پر ہے۔ خالہ بولیں اگر ہم اپنے

کیپٹن لکشمی

کیپٹن لکشمی کی ماں مسز ناتھن اپنی بیٹی پر بہت فخر کرتی ہیں۔ اور کیوں نہ کریں جبکہ آج سارا ہندستان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا لکشمی کے گیت گا رہی ہے۔ جب وہ لکشمی دیوی کو اپنے کسی ملنے جلنے والے سے ملاتی ہیں یا اس کا ذکر کرتی ہیں تو بڑے فخر سے کہتی ہیں "کیا آپ میری بیٹی لکشمی سے ملے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ لکشمی دیوی کی ماں کو کسی غیبی طریقہ سے اس کا پتہ چل گیا تھا کہ ان کی یہ ننھی لڑکی بڑی ہوکر دنیا میں رانی جھانسی کے نقش قدم پر چل کر نام پیدا کرے گی۔ جب ہی تو اُنھوں نے بھی اُس کا نام لکشمی رکھا جوکہ جھانسی کی مرحوم رانی کا بھی نام تھا

ہر انسان کیپٹن لکشمی سے مل کر خوش ہوتا ہے۔ وہ بہت ہی سادہ طبیعت کی ہیں۔ اُنھیں سب سے زیادہ سبز رنگ کی ساڑی پسند ہے جو وہ اکثر پہنا کرتی ہیں۔ سوائے کپڑوں کے ان کے جسم پر دوسری کوئی آرائشی چیز نہیں ہوتی۔ گو وہ اس قدر تعلیم یافتہ ہیں اور نئی تہذیب کو بھی پسند کرتی ہیں۔ پھر بھی نہ تو کبھی کسی نے ان کے گالوں پر غازہ دیکھا اور نہ کبھی ہونٹوں پر "لپ سٹک"۔ البتہ ان کے گورے ماتھے کی زینت ایک ننھی سی سُرخ بندی بڑھائے رہتی ہے۔ جس کو لگانا وہ کبھی نہیں بھولتیں۔ چونکہ ہندو دھرم کے مطابق جس کا لگانا ہر ہندو شادی شدہ سہاگن عورت پر فرض ہے اور جس کا لگانا صرف ایک بیوہ عورت ہی ترک کرسکتی ہے۔

لکشمی دیوی بہت ہی رحمدل اور نرم طبیعت کی واقع ہوئی ہیں جس کا پتہ اُن کی قربانیوں سے جو اُنھوں نے اپنے بھائیوں کی مدد میں دی ہیں چلتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ قانونی طور پر وہ بہت سخت بھی کہی جاسکتی ہیں۔ دشمن کے ساتھ وہ کسی قسم کی رعایت برتنا پسند نہیں کرتیں اور ایک ایسے انسان کو جوکہ حقیقت میں سزا کے لائق ہو، سزا دینے میں انھیں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ اور نہ اُنھیں یہ خیال رہتا ہے کہ میں کمزوروں کی ایک عورت ہوں۔

کیپٹن لکشمی جیسی عورتوں پر ہندوستان جتنا بھی ناز کرے کم ہے باوجود ایک عورت ہونے کے اُنھوں نے وہ کام کر دکھائے جن کے کرنے سے خود مرد بھی گھبراتے تھے۔ دشمنوں کے مقابلے میں وہ جس ہمت طاقت اور استقلال سے مردوں کے دوش بدوش لڑتی رہیں اور توپوں اور گولیوں سے کھیلتی رہیں وہ قابل داد ہے (حمیدہ وفا)

طوفانِ مسرّت

۱۵ر جون کے "رہبر" میں چھپی ہوئی یہ نظم کچھ تھوڑے سے ردّ و بدل کے ساتھ ہم دوبارہ چھاپتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس کے بندش اور بحر میں بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں۔ اس سے ہمارا مطلب یہ دکھلانا ہے کہ ذرا سے فرق سے یہ کیسی میٹھی معلوم ہوتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اگر ہماری دوسری بہنیں بھی نظم کے ذریعہ سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیں تو ہم ان کے شوق کو پورا کرنیکی پوری کوشش کرینگے تاکہ کچھ محاورہ کے بعد وہ بھی اچھی نظمیں لکھ سکیں۔

مُبارک ہو یہ ساتواں سال آیا
کمیٹی نے خوش ہو کے جلسہ منایا
ہیں صدر آج بیگم زرینہ ہماری
خوشی ان کے آنے سے ہے ہو! ہے ساری
مسرّت کا دریا یہاں بہ رہا ہے
جسے دیکھو ہر اِک یہی کہہ رہا ہے
بڑھی اُن کے آنے سے عزّت ہماری
یہ جلسہ کی رونق مسرّت ہماری
سند دستِ زرّیں سے جو لے رہی ہیں
دعا دل ہی دل میں وہ یہ دے رہی ہیں
ہو کلثوم سایانی کا بول بالا
انہی کی ہے محنت نے یہ جوش ڈالا
بچانا الٰہی انھیں آفتوں سے
بچانا الٰہی اُنھیں کلفتوں[1] سے
تو کہفِ[2] عواطف میں ان کو چھپانا
تو بادِ[3] مخالف سے ان کو بچانا
یہ ہمدردِ قوم اور ہمدردِ نسواں
ہمیشہ رہیں شاد و مسرور و خنداں[4]
وہ خاطر ملول[5] ہرگز ہونے نہ پائیں
مقاصد سبھی دو جہاں کے بر آئیں
دعا صدقِ دل سے یہ کرتی ہے مریم
نہ رنج و الم سے ہو دل ان کا برہم

[1] تکلیفیں۔ [2] پہاڑ مہربانی کا۔ [3] باد: ہوا۔ [4] ہنستی [5] دل رنجیدہ۔

بقیہ ہم کیا کریں ؟

راشن کا سارا اناج نہ بھی خریدیں تو یہ کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ وہ اناج چور بازار میں نہ چلا جائیگا۔ میں نے کہا پچھلے تجربوں کی بنا پر آپ کا شبہہ بالکل دُرست۔ لیکن یہ ذمہ داری ہماری آپ کی نہیں حکومت کی ہے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اب حکومت کالا بازار کو نیست و نابود کرنے کی مناسب تدبیریں کر رہی ہے۔ لہٰذا خوراک کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جو کچھ ہمارا فرض ہے وہ ہم خود کریں اور جو حکومت کو کرنا چاہیئے وہ اس پر چھوڑ دیں۔ اُمید ہے کہ میری رہبری بہنیں اس گفتگو سے سبق حاصل کریں گی (صفیہ نقوی۔ بمبئی)

احمد آباد اور بڑودہ میں پچھلے دنوں ہندو مسلم فساد ہو گیا تھا اس میں ہندو مسلمانوں دونوں کا بہت نقصان ہوا پولیس کو گولیاں بھی چلانی پڑیں۔ ڈھاکہ سے بھی آئے دن ایسے فساد کی خبریں آتی رہتی ہیں۔

بمبئی میونسپل کارپوریشن کی طرف سے اشتہار لگائے گئے کہ شہر میں ٹائیفائڈ بخار پھیل رہا ہے اس کے بچاؤ کے لئے کسی بھی میونسپل دواخانہ میں جاکر ٹائیفائڈ کا ٹیکہ مفت لگوا لیا جائے۔

بمبئی میں ٹائیفائڈ بخار پھیلا ہوا ہے مئی اور جون میں ۱۹۰ آدمیوں پر اس کا حملہ ہوا جس میں سے ۱۲۲ مر چکے ہیں۔ ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کرے۔ ڈاکٹر سے مشورہ کیجئے اور نیچے لکھی ہوئی باتوں پر عمل کیجئے۔

نمبر ۱ گھروں کو صاف رکھیئے فلٹ اور فنائل زیادہ استعمال کیجئے۔
نمبر ۲ کھانے کی چیزوں کو مکھیوں سے بچائیے۔
نمبر ۳ گھر میں بچا ہوا کھانا سڑنے نہ دیجئے اور خراب کھانے کو گھر سے دور پھینکئے۔
نمبر ۴ سبزیوں کو خوب پکا کر کھائیے
نمبر ۵ پھل اور دوسری کھلی رکھی چیزیں مت کھائیے۔
نمبر ۶ ٹائیفائڈ کے مریض کے پاس جانے میں احتیاط کیجئے۔

شطرنج باز

شطرنج کا نام تو آپ سب نے سُنا ہی ہوگا یہ ایک قسم کا کھیل ہوتا ہے ۔ جو سفید اور کالے ، خانے والے بساط پر مُہروں کی مدد سے کھیلا جاتا ہے یہ زیادہ لکھنؤ میں کھیلا جاتا تھا۔

واجد علی شاہ کے زمانے میں لکھنؤ میں ہر جگہ بے کاری اور آرام طلبی پھیلی ہوئی تھی لوگ دن بھر رنگ رلیاں مناتے اور افیون پیتے اور شطرنج کھیلنے میں وقت گزار دیتے جبکہ عام لوگوں کا یہ حال تھا تو پھر مرزا صاحب اور میر صاحب تو تھے ہی امیر کبیر گھرانے کے خاندانی رئیس ۔ باپ دادا نے کافی جائداد چھوڑی تھی ۔ اسی وجہ سے روٹی کپڑے سے تو بے فکر تھے ہی ۔ بس ان کا کام یہ تھا کہ صبح ناشتہ سے فارغ ہوئے اور جو شطرنج لے کر بیٹھے تو شام کر دی ۔ نہ کھانے کی فکر نہ سونے کی مصیبت ۔ بازی مرزا صاحب کے ہاں لگتی ۔ مرزا صاحب کی بیگم ذرا بہت غصہ ور تھیں گو مرزا صاحب کے سامنے تو وہ زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتی تھیں اور نہ انہیں اس کا موقع ہی ملتا کیونکہ بیگم کے بستر سے اٹھنے کے پہلے ہی مرزا صاحب باہر مردانہ میں جا بیٹھتے اور رات کو ان کے سو جانے کے بعد آتے ۔ یہی وجہ تھی کہ بیچاری لڑکیوں کی دن بھر آفت رہتی ۔ کھانے کے لئے کئی کئی بار بلاوا جاتا مگر مرزا صاحب کچھ پرواہ نہ کرتے آخر ان کا کھانا وہیں پہونچا دیا جاتا ۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ کھیل میں مرزا صاحب اور میر صاحب ایسے کھو جاتے کہ کھانا کھانا ہی بھول جاتے یہ ہر روز کی مصیبت سے بیگم اب تنگ آ چکی تھی۔ اور وہ مرزا صاحب سے زیادہ میر صاحب پر الزام دھرتیں ، کیونکہ اپنے آپ کو بیگم کے غصّہ سے بچانے کے لئے مرزا صاحب نے سارا الزام میر صاحب پر دھر دیا کہ میر صاحب کو اس قدر شوق ہے کہ بس پوچھو نہیں ۔ مجھے ہی ایک آدھ بازی کھیلنا ہی پڑتی ہے ۔ بیگم نے فرمایا کہ میر صاحب سے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ آپ دن بھر یہاں کیوں پڑے رہتے ہیں ۔ مگر مرزا صاحب نے کہا کہ اول تو وہ میرے برابر کے ہیں دوسرے میں ان سے بے مرّوتی نہیں کر سکتا ۔ پھر روپیہ پیسہ کے لحاظ سے بھی وہ مجھ سے بڑھ کر ہیں ۔ اسی لئے خاموش ہو جاتا ہوں ۔ ایک روز بیگم صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی اور مرزا صاحب کو پیغام بھیجا گیا کہ فوراً سے پیشتر وہ جا کر ڈاکٹر کو لے آئیں ۔ مگر اس وقت مرزا صاحب یہاں تھے ہی کہاں وہ تو میر صاحب کو مات دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کی جو شامت آئی تو کہلا بھیجا کہ ابھی دو منٹ میں حاضر ہوا مگر بیگم بھلا یہ کیسے برداشت کر لیتیں کہ ان کی طبیعت سے زیادہ مرزا صاحب کو شطرنج عزیز ہے ۔ انھوں نے پھر کہلا بھیجا کہ ایسی بھی کیا جلدی ہے بیگم سے تھوڑی دیر انتظار نہیں ہو سکتا ۔

میر صاحب نے کہا کہ بھئی جانتے ہو کہ بیگم غصّہ ور ہیں تو ان کو چڑانے سے کیا فائدہ اندر جا کر انھیں بھی دیکھ ہی آؤ ۔ اس پر مرزا صاحب کہنے لگے کہ ہاں جناب کیونکہ اب کی چال میں آپ ہارنے والے تھے اسی لئے یہ کہہ رہے ہیں ۔

میر صاحب نے کہا نہیں جی میں نے ایک ایسی چال سوچی ہے ۔ کہ تمہاری چال الٹی ہو جائے گی ۔ اس لئے جا کر بیگم سے مل آؤ ۔ مرزا صاحب جب اندر زنانے میں گئے تو بیگم بہت غصّہ میں تھیں انھوں نے اپنے بچاؤ کی خاطر سارا الزام بیچارے میر صاحب پر تھوپ دیا اور کہنے لگے ۔ کیا کروں میر صاحب اٹھنے ہی نہیں دیتے تھے ۔ بڑی مشکل سے آیا ہوں ۔ بیگم کو اور بھی غصّہ آیا اور انھوں نے کہا کہ اگر تم میر صاحب کو کچھ نہیں کہہ سکتے تو میں خود کہلا بھیجوں گی ۔ یہ کہتے ہوئے خادمہ سے کہا کہ جا کر شطرنج اٹھا لائے اور میر صاحب سے کہہ دے کہ مرزا صاحب اب نہیں کھیلیں گے مگر مرزا صاحب نے خادمہ کو روک دیا اس پر بیگم خود

اُٹھیں اور مرزا صاحب کے منع کرتے کرتے وہ
مردانہ میں جا پہنچیں - ادھر میر صاحب نے اپنی چال
بدل لی اور یہ سوچ کر کہ ان پر شک نہ ہو باہر ٹہلنے
لگے - جب بیگم نے دیکھا کہ مردانہ خالی ہے تو وہ شطرنج
پر جھپٹیں اور مہرے اِدھر اُدھر پھینک کر بڑے غصّہ
میں دروازہ لگا لیا - میر صاحب نے چوڑیوں کی
کھنکھناہٹ بھی سُنی اور دروازہ بند ہوتے بھی دیکھا
وہ بیچارے ڈر کے مارے سیدھے گھر بھاگ گئے - ادھر
مرزا صاحب کو حکم ملا کہ وہ فوراً ڈاکٹر کے جائیں اور
دوا لے آئیں - ڈاکٹر کے جانا تو ایک طرف رہا مرزا صاحب
پہونچے میر صاحب کے ہاں اور سارا حال بیان کر کے
پوچھا کہ اب کیا کریں - میر صاحب نے کہا کہ گھبرانے کی
کوئی بات نہیں اب سے یہیں کھیلا کریں گے - بس مرزا
صاحب بھی بیٹھ گئے - اب روزانہ بازی میر صاحب
کے ہاں ہونے لگی - ایک روز شطرنج کی بازی بڑے
زوروں پر تھی کہ ملازم نے اطلاع دی حکومت کا
ایک افسر آیا ہے اور میر صاحب سے ملنا چاہتا
ہے - میر صاحب نے کہا - کہدو کہ وہ نہیں ہیں - افسر
نے کہا یہ نہیں چلے گا - انگریزوں سے جنگ چھڑ گئی ہے
میر صاحب کو تمام سپاہی بھیجنے ہوں گے اور خود کو بھی
لڑائی پر جانا ہوگا اس نے دوسرے روز پھر آنے کو
کہا - اب میر صاحب گھبرائے مرزا صاحب نے کہا
گھبرانے کی تو کوئی بات نہیں اب شہر چھوڑ کر کسی
کھنڈر میں جا کر کھیلا کریں گے - دوسرے صبح
یہ لوگ شہر سے بہت دور ایک ویران مسجد میں
پہونچے اور وہاں بازی لگائی - جب بھوک لگتی
تو ایک بھٹیارے کے ہاں جا کر روٹی کھا لیتے -
ایک روز وہ کھیل رہے تھے کہ برطانیہ کی
فوج وہاں سے گزرنے لگی - مرزا صاحب جیت میں
تھے اور میر صاحب ہار رہے تھے وہ کہنے لگے
کہ ارے یہ تو انگریزوں کی فوجیں ہیں نہ جانے
شہر میں کیا ہو رہا ہوگا - ہمیں چلنا چاہیئے - مگر مرزا
صاحب نے میر صاحب کی بات کا بالکل دھیان نہ
دیا اور کھیل میں برابر مشغول رہے اور اپنی ہونے
والی جیت پر خوش ہو رہے تھے - مگر جیت میر صاحب
کی ہوئی - اب مرزا صاحب بار بار ہار رہے تھے
جس کی وجہ سے وہ بہت ہی چڑچڑے ہو گئے تھے -
شام ہو چکی تھی - فوجیں پھر اسی راستہ سے واپس لوٹیں
شہری تو وہی پہلی سی پُر سکون زندگی بسر کر رہے
تھے مگر واجد علی شاہ گرفتار کر لئے گئے تھے - اب
اب مرزا صاحب نے جو بادشاہ کو گرفتار دیکھا
تو لگے افسوس ظاہر کرنے - میر صاحب نے ٹکا سا
جواب دیا کہ پہلے اپنے بادشاہ کو تو بچاؤ - اب
تم ہار رہے ہو - اب مرزا صاحب کے غم و غصّہ کی انتہا
نہ رہی وہ ہر چال پر بگڑے جاتے تھے کبھی کہتے
کہ تم چال بہت دیر میں چلتے ہو - کبھی چال چل کر
واپس لینے کا الزام لگاتے - الغرض دونوں میں
خوب چل رہی تھی - آخر میں جھگڑا ہو گیا میر صاحب
نے کہا کہ کبھی تمہارے باپ دادا نے بھی شطرنج
کھیلی تھی - ساری عمر تو شاہی خاندان کے باورچی
بنے رہے اس پر مرزا صاحب نے بھی ان کے خاندان
کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا - نوبت یہاں تک پہونچی کہ دونوں
نے تلواریں سونت لیں - لڑائی میں دونوں کے
سخت زخم لگے جن کی وجہ سے خون
حد سے زیادہ نکل گیا -

نتیجہ یہ ہوا دونوں لڑتے لڑتے مر گئے -
کیسا خطرناک انجام ہوا ان کا اپنے بادشاہ اور
وطن کے لئے اُن دونوں کے پاس ذرا سی ہمدردی
بھی نہ تھی - مگر لکڑی کے بنے ہوئے بادشاہ کے
لئے دونوں نے اپنی جانیں دے دیں -

پونہ سے خبر ملی ہے کہ سرکار بمبئی نے ایک اسکیم تیار
کی ہے جو ... میں منظور کیا گیا ہے کہ پوربی خاندیس کے چھوٹے
اسکول جانے والے بچوں کو مچھلی کا تیل مفت دیا جائیگا
یہ بھی منظور ہوا ہے کہ کمزور بچوں کو جنکی عمر ۵ سے
دس سال تک ہوگی ان کو وٹامن رکھنے والی دودھ
کی گولیاں دی جائینگی - اس اسکیم سے ۱۵ لاکھ کے
قریب بچے فائدہ اٹھائینگے -

REGD. NO. 4532

S. R. Kidwai Esqr.,
Jamia Millia,
Karolbaug, Delhi.

قیمت فی پرچہ ۱/
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۴۱/ ۱

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۷ — پہلی اگست ۱۹۴۶ء — نمبر ۲

نیک بات

اچھی مدد آپ کرو تب خدا بھی مدد کریگا۔

اپنی باتیں

لندن سے جو ۳ انگریز وزیر ہندوستان کی آزادی کے لئے وائسرائے کے ساتھ مل کر کوشش کرنے آئے تھے وہ لندن کو واپس چلے گئے ہیں۔ انھوں نے دو باتیں ملک کے لیڈروں کے سامنے رکھی تھیں ایک یہ کہ ہندوستان کا انتظام اور آئین کیسا ہو یہ سوچنے کے لئے صرف ہندوستانیوں کی بڑی قانون بنانے والی اسمبلی بنائی جائے۔ دوسری بات یہ تھی کہ جب تک یہ کمیٹی اپنا کام شروع کرے اسوقت تک کے لئے ہندوستانیوں کی ایک ملی جلی حکومت بنائی جائے۔ مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے دونوں باتیں منظور کرلی تھیں لیکن کانگریس کے صدر مولانا آزاد نے کانگریس کی طرف سے پہلی تجویز تو مان لی لیکن دوسری تجویز منظور نہیں کی۔ سکھوں اور اچھوتوں نے بھی یہ دوسری تجویز ماننے سے انکار کردیا کیونکہ ان کے خیال میں اس تجویز میں ان کو پورے پورے حق نہیں دیئے گئے تھے۔

اب یہ وزیر واپس لندن چلے گئے ہیں۔ وائسرائے نے انگریزوں اور صرف دو ہندوستانیوں کی ایک کام چلاؤ حکومت بنادی ہے اور [illegible] حکومت کے چننے سے اپنا کام شروع کردیگا [illegible] اپنے بیان میں کہا ہے کہ وائسرائے اور [illegible] وزیروں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا ہے کیونکہ انھوں نے ۱۶ جون کے بیان میں [illegible] کہا تھا کہ اگر کوئی پارٹی کام چلاؤ حکومت میں شریک [illegible] ہوگی تب بھی دوسرے لوگوں کو لے کر یہ کام چلاؤ حکومت بنادی جائے گی مگر جب کانگریس نے اس کام چلاؤ حکومت میں حصہ لینے سے انکار کردیا تو وائسرائے اور انگریز وزیروں نے بغیر کانگریس کے یہ حکومت نہیں بنائی حالانکہ کانگریس نے کہہ دیا تھا کہ مسلم لیگ کو پوری حکومت دیدی جائے تو انھیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ وائسرائے نے کہا ہے کہ اگست میں پھر یہ حکومت بنانے کی کوشش کی جائیگی۔

(بقیہ منحوس کی کہانی صفحہ ۲)

نوکر: حضور گستاخی معاف آپ نے تو اُس منحوس کی شکل دیکھی اور پریشان ہوئے لیکن معلوم نہیں اس منحوس نے کس منحوس کی شکل دیکھی کہ اُسے پھانسی کا حکم ہوا۔

بادشاہ ہنسا اور اُسے معاف کردیا۔

(محمد یونس اجمیری)

پندرہ روزہ رہبر بمبئی

خبریں

افریقہ کی بہادر عورت ڈاکٹر گونم

دکھنی افریقہ میں کچھ دنوں سے وہاں کے ہندوستانی ستیہ گرہ کر رہے ہیں۔ یہ ستیہ گرہ ان قانونوں کے خلاف کیا جا رہا ہے جو ہندوستانیوں کے خلاف ہیں۔ اس ستیہ گرہ کرنے والوں میں مسلمان عورتیں سب سے آگے ہیں۔ جو اسپرٹ کی بہ مسلمان عورتیں گرفتار ہوچکی ہیں ان میں ایک پانچ بچوں کی ماں بھی ہے۔ ان عورتوں پر وہاں کے گوروں نے حملے بھی کئے تھے اور ٹھوکریں ماری تھیں۔ ڈاکٹر داؤد یوسف اور کئی سو دوسرے ہندوستانی مرد عورتیں گرفتار ہوچکے ہیں۔ ان میں سے ایک عورت ڈاکٹر گونم کو جب عدالت میں لایا گیا تو ان کو سخت محنت کے ساتھ ۶ مہینے کی قید کی سزا دی گئی۔ لیکن جج نے رحم کھا کر اسے ۴ مہینے کردیا اس پر ڈاکٹر گونم نے کہا کہ مجھے ایسی رعایت نہیں چاہئیے جو قصور دوسروں کا ہے وہی میرا ہے مگر جج نے ان کی بات نہ سنی اور سزا کو گھٹا کر ۴ مہینے کی کردی۔

مصر کا پرانا مندر

قاہرہ کے دکھن میں ایک سو ساٹھ میل کے فاصلہ زمین کے اندر سے ایک مندر نکلا ہے کہا جاتا ہے کہ یہ مندر تین ہزار سال پرانا ہے اور اس مندر میں روم کے شہنشاہ نیرو نے عبادت کی تھی۔ یہ خبر ڈاکٹر عبدالمومن ابوبکر فاروقی یونیورسٹی نے دی ہے۔ آپ کہتا ہے کہ اس مندر سے پرانی باتیں معلوم کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

لاہور میں سخت گرمی

لاہور سے خبر آئی ہے کہ سخت گرمی کی وجہ سے بہت آدمی مرچکے ہیں۔ یہاں تک کہ مردوں کے لئے کفن بھی ختم ہوگئے اور کفن خریدنے کے لئے بڑی بھیڑ

ہوتی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ کسان اپنا ہل چلاتے چلاتے مرجاتا ہے اور کاریگر اپنا کام کرتے ہوئے۔ جانور بھی بہت زیادہ مرچکے ہیں۔ لشکر میں بھی گرمی کی وجہ سے کئی لوگ مرگئے اور لاہور کے ایک برف بنانے والے نے کہا ہے کہ مردوں کو سڑنے سے بچانے کے لئے لشکر نے برف کی ۵۰ سلیں منگوائی ہیں۔

افریقہ میں مسٹر سہراب جی اور رستم جی کی گرفتاری

افریقہ دربن سے خبر آئی ہے کہ وہاں یہ ستیہ گرہ بڑی زور سے چل رہی ہے۔ وہاں کے گورے ہندوستانیوں کے ساتھ بڑی بری طرح سے سلوک کر رہے ہیں اور جب کبھی بھی موقع ملتا ہے تو خوب مارپیٹ کرتے ہیں۔ مسٹر سہراب جی رستم جی جو ستیہ گرہ کے ایک لیڈر ہیں گرفتار کئے گئے اور انھیں تین مہینے جیل کی سزا ملی ہے جب سزا دی گئی تو مسٹر سہراب جی نے عدالت گھر میں کھڑے ہوکر جے ہند اور مہاتما گاندھی زندہ باد کے نعرے لگائے۔ حالت اس قدر بری ہوچکی ہے کہ خیال کیا جاتا ہے کہ گاندھی جی خود ستیہ گرہ کرنے کے لئے وہاں جائیں گے۔

ماں نے بچے کو بیچ ڈالا

صوبہ بنگال کے کانگریس کمیٹی کے دفتر سے خبر ملی ہے کہ ضلع مدنا پور میں ایک عورت فاقہ کشی سے تنگ آکر اپنے دو بچوں کو بیچنے پر مجبور ہوگئی۔ یہ ایک پچیس سالہ عورت تھی اور اس کے دو بچے تھے ایک چھ سال کا اور ایک چھ ماہ کا۔ وہ اپنے آپ کو اور بچوں کو پال نہ سکتی تھی اس لئے اس نے چاہا کہ اپنے چھ ماہ کے بچے کو بیچے مگر کوئی خریدار نہ ملا تو وہ خودکشی کرنے کا فیصلہ کرکے اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کے ایک تالاب پر پہنچی مگر وہاں پر چند لوگ تھے جنھوں نے اسے خودکشی کرنے سے روک دیا۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رویا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ رہبر اخبار اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھاوٹ میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔ (آجکل یہ بمبئی پرنسس بلڈنگ میں چھپتا ہے)

ڈاکیوں کی ہڑتال

ہندوستان کے کچھ صوبوں کو چھوڑ کر باقی تمام صوبوں میں پوسٹ مینوں اور دیگر چھوٹے موٹے کام کرنے والوں نے ہڑتال کردی ہے اس کا اثر سب سے زیادہ بمبئی پر ہوا ہے۔ ڈاک کے محکمہ نے ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے بجائے انھیں ۲ گھنٹے کے اندر کام پر لوٹ آنے کے لئے کہا ہے ورنہ ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو نوکر رکھ لیا جائے گا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا جلسہ

۲۸ اور ۲۹ جولائی کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا جلسہ ہوا۔ اس میں مسلم لیگ کے لیڈروں نے تقریریں کیں۔

چٹاگانگ میں سخت بارش

چٹاگانگ سے خبر ملی ہے کہ وہاں بہت بارش ہوئی اس وجہ سے آس پاس کے کئی گاؤں پانی میں ڈوب گئے ہیں۔ اور پچاس ہزار آدمی بے گھر ہو گئے ہیں۔ بہت سے آدمیوں کی جانیں گئی ہیں اور بے شمار جانور اور جائداد کا نقصان ہوا ہے۔ گورنر بنگال اور وہاں کے بڑے وزیر سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ ان بیچارے مصیبت کے ماروں کی فوراً مدد کریں۔

بنارس میں بارش کا زور

بنارس میں ۱۱ جولائی کی رات کو بہت زور کی بارش ہوئی جس سے وہاں کے تالاب اُبل پڑے اور شہر میں پانی بھر گیا۔ اسکول اور کالج بھی پانی کی وجہ سے بند رہے کئی پرانے مکان گر گئے۔ دو آدمی جو گنگا ندی کے کنارے سو رہے تھے سیلاب میں بہہ گئے۔ ان میں سے ایک کو بچا لیا گیا لیکن دوسرے کا پتہ نہ چلا۔

گاندھی جی بال بال بچ گئے

جب گاندھی جی دہلی سے بمبئی آئے اور بمبئی سے پونہ جا رہے تھے تو ان کی ریل کو گرانے کی کوشش کی گئی لیکن وہ بچ گئے اور ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

تعلیم بالغان جلسہ میں

مسز کلثوم سایانی کی تقریر اور رپورٹ

آج کے جلسے کی کامیابی پر میں آپ کو مبارک باد دیتی ہوں۔ اور آپ کی اور اپنی طرف سے پیاری بہن زرینہ کریم بھائی کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہماری دعوت قبول کرکے ہمارے چھٹے سالانہ جلسے کو رونق بخشی۔ مجھے نہیں معلوم کن الفاظ میں میں آپ کا تعارف کراؤں۔

مسز کریم بھائی نہ صرف ایک مشہور خاندان کی بیٹی اور بہو ہیں بلکہ اپنی ذاتی قابلیت اور خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے۔ آپ نے اپنی چھوٹی سی عمر میں قومی خدمات کو ایسے بلند درجہ پر پہنچایا ہے کہ آپ کی زندگی ہمارے لئے ایک نمونہ بن جاتی ہے۔ قربانی، محبت اور ہمدردی آپ کی خصوصیات ہیں۔ جس کو آپ نے اپنی زندگی کا مقصد بنا دیا ہے۔ مجھے اس خاتون پر فخر و ناز ہے کہ ہماری قوم میں ایک ایسا رتن ہے جس کے چپکے چپکے کاموں سے ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ جیسا کبیر داس نے کہا ہے کہ-

بڑا بڑائی نا کرے بڑا نہ بولے بول -- ہیرا اپنے منہ سے نا کہے کہ لاکھ ہے میرا مول

اب میں آپ کو ان کے کارناموں سے واقف کرتی ہوں -

آپ حکومت کی طرف سے آل انڈیا ریڈیو ایڈوائزری بورڈ اور فلم سنسر بورڈ کی ممبر ہیں۔ آپ آل انڈیا اسلامیہ مدد کرنے والی انجمن کی سکریٹری ہیں۔ آپ نے اماباڑے میں لڑکیوں کی ایک ہائی اسکول قائم کی ہے۔ ننھے بچوں کا ایک اسکول قائم کیا ہے۔ جس میں ۱۲۰ بچے ۲½ سے ۴ سال تک کے تعلیم اور کھیل کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ۷ صنعتی سنٹر کھولے ہیں۔ جس میں ۳۰۰ عورتیں مختلف قسم کی گھریلو سائنس پڑھ رہی ہیں۔ آپ ہندوستان کی دو بہت بڑی عورتوں کی انجمنوں کی ممبر ہیں۔ نیشنل کونسل آف ویمنس، بمبئی پریسیڈنسی ویمنس کونسل

پیاری بہنو! اب میں آپ کو مارچ ۱۹۴۵ء سے مئی ۱۹۴۶ء تک کا اپنا پورا کام بتاتی ہوں جو دو کمیٹیوں کے ماتحت ہوا ہے۔ حالانکہ آج کا تقسیم سند کا جلسہ سٹی ایڈلٹ ایجوکیشن کمیٹی کی طرف سے ہے۔ تعلیم بالغان کا کام میں نے آل انڈیا ویمنس کی شاخوں میں پھیلانے کی کوشش کی چونکہ میں اس کی جنرل سکریٹری ہوں۔ اس کے علاوہ کانفرنس ہندوستانی عورتوں کی سب سے بڑی جماعت ہے جس میں ہماری بہنیں دلچسپی لیتی ہیں اور اس کے قصے شوق سے سنتی ہیں۔ اس لئے جہاں کہیں تعلیم بالغان کا تعلق ہے میں دونوں کمیٹیوں کے کام ساتھ ساتھ بتاؤں گی۔

اوپر بتائی ہوئی مدت میں بمبئی کے مختلف محلوں میں ۴۴ سنٹر کھولے گئے تھے۔ ہر سنٹر کے لئے ایک استانی مقرر ہوئی ہے جس میں ۱۲ عورتیں داخل کی جاتی ہیں۔ ایک سنٹر ۳ کلاسز کی بنتی ہے یعنی ۴۴ سنٹر میں ۱۳۲ کلاسز درج ہیں۔ ان ۱۳۲ کلاسز میں سے ۳۶ کلاسز گجراتی پڑھائی کے تھے باقی اردو پڑھائی کے لئے تھے جس میں دوسری یا تیسری کتاب تک پڑھائی جاتی ہے۔ معمولی حساب سکھائے جاتے ہیں۔ جیسے جمع۔ تقسیم۔ ایک سو تک گنتی اور دس تک کے پہاڑے ہر ایک کلاس ایک سال تک چل سکتی ہے۔ پہلے چار مہینے لیٹرسی کے گنے جاتے ہیں بعد تعلیم پختہ کرنے کے لئے آٹھ مہینے اور دیئے جاتے ہیں۔ اگر عورتیں پڑھنے پر راضی ہوں تو۔ اس چھٹے سال کی پڑھائی میں خوب روڑے اٹکائے گئے۔ اس کے باوجود مجھے یہ بتاتے ہوئے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ان ۱۳۲ کلاسز میں قریب ۱۸۰۰ سو عورتیں داخل کی گئیں تھیں۔ جس میں ۱۲۴۵ عورتوں نے لکھنے پڑھنے میں کامیابی حاصل کی اور آج انھیں سند ملنے والی ہیں۔ یہ ۱۸۰۰ سو بہنیں قریب ۲ سو یا ۲۵۰ بلڈنگوں میں سے جمع کی گئی تھیں۔

محرم کے دس دن کے بیٹھ لکچر ہمیشہ کے موافق اس سال بھی جاری تھے جس میں ہمیشہ سے

کم بہنیں شریک ہوئی تھیں - اور شریک ہونے والی بہنوں سے اچھا فائدہ اٹھایا - اس کے علاوہ چار تعلیمی سنیما بنائے گئے تھے جس کے سمجھانے میں مسٹر حالی نے خوبی اور دلچسپی کے ساتھ مدد دی تھی - 'رہبر' اخبار جو تعلیم بالغان کی بہت سی ضروری کڑی ہے وہ خدا کی مہربانی سے ابھی تک جاری ہے - باوجود مخالفتوں کے ہماری بہنیں اُس سے اچھا فائدہ اٹھا رہی ہیں - 'رہبر' کی اشاعت اسوقت پانچ ہزار کی ہے - ہندوستان کے صوبے صوبے جاتا ہے - جہاں بھی تعلیم بالغان کی کمیٹی ہو یا ہندوستان اسکاؤٹ ایسوسی ایشن، یا ہندوستانی پرچار سنگٹھن میں ہر جگہ موجود ہے - ابھی تک رہبر اپنا خرچ برداشت نہیں کر سکتا ہے اور نہ مجھے فرصت ہے کہ اس طرف توجہ دوں، خیر جب تک ممکن ہے اُسے ضرور چلاؤں گی -

پیاری بہنو! اس سال کا جلسہ بجائے ایک سال کے ۱۶ مہینے میں ہو رہا ہے - اس کی وجہ یہ ہے کہ آل انڈیا ویمنس کانفرنس کے کاموں میں بہت ہی مصروف رہی - بلکہ پچھلے دسمبر میں جبکہ اس کا سالانہ اجلاس حیدرآباد سندھ میں ہوا تھا اس میں میں پھر ایک بار بلا مقابلہ جنرل سکریٹری چنی گئی - کل ہند انجمن خواتین کا اصل مقصد یہ ہے کہ ہندوستانی عورتوں کو ایک سنگٹھن میں کریں - بلکہ کسی فرقہ یا ذات پات کے بھید بھاؤ بغیر سب عورتیں ایک ساتھ مل کر اپنے مسئلے حل کریں - اور ملک کو ترقی پر پہونچائے -

یہ ایک ذمہ دار عہدہ ہے - جس کی ممبر شپ ۸۰۰۰ سے ۲۵ ہزار تک پہونچی ہے اور روزانہ بڑھتی جاتی ہے - اس کی چھوٹی بڑی ۲۰۰ شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے - جس کا دورہ میں نے اپنے ذمہ اٹھالیا ہے کیونکہ میں مانتی ہوں کہ ذاتی تعلقات ہی میں کام بن سکتا ہے - اس دورے میں مجھے تعلیم بالغان کا چرچا کرنے کا خوب موقع ملا - جس سے میں نے پورا فائدہ اٹھایا -

میں نے آپ کو پچھلے سال بتایا تھا کہ میں نے بارہ شہروں کا دورہ کیا تھا جیسے گوالیار، دہلی، دیوبند، کانپور - الہ آباد - بنارس، لکھنؤ، دہرہ دون، رڑکی، کلکتہ، وردھا، ناگ پور اس کے بعد دس اور شہروں کا دورہ کیا جیسے، سورت بلسار، بھوپال، کانپور، لاہور، حیدرآباد سندھ، لنکا یعنی کولمبو، مدراس، کولہاپور، کرلوسکر واڑی -

اب آپ حیدرآباد سندھ کا کچھ حال سنیئے جہاں کل ہند انجمن خواتین کا اٹھائیسواں اجلاس ہوا تھا - واقعی یہ ایک شاندار اور بہت ہی کامیاب کانفرنس رہی - اس میں ہندوستان کے صوبے صوبے سے ۳ سو عورتیں اکٹھی ہو کر قریب دس بارہ ایک ساتھ رہیں اور عورتوں اور بچوں کے بہبودی کے مسئلے، ملکی معاملات، خوراک اور کپڑے کے سوال اور بہت سی باتوں پر خوب بحث ہوئی - ریزولیوشن پاس ہوئے اور بڑا لطف آیا اس کے علاوہ ہماری کانفرنس میں یہ پہلی بار باہر ملکوں کی چودہ ۱۴ عورتیں آئی تھیں - جو اپنے اپنے ملک کی عورتوں کی نمائندہ بنکر آئی تھیں - جیسے انگلستان، سویڈن، امریکہ، لبنان، مصر لنکا وغیرہ کے - اس موقع پر اخبار والوں نے ہمیں بین الاقوام عورتوں کی کانفرنس کا لقب دیا تھا اور اس میں شک نہیں کہ ہم چاہتے بھی یہی ہیں کہ دنیا بھر کی عورتوں کا ایک زبردست سنگٹھن تیار ہو جائے - آخر عورتوں کے مسئلے ہر جگہ یکساں ہوتے ہیں - پھر کسی ملک کی ہو یا کسی رنگ کی ہو لیکن پہلے ہم اپنے ملک کی عورتوں کے سنگٹھن کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں کم سے کم ایک کروڑ عورتیں شامل ہو جائیں -

مصر سے عرب لیگ کی سکریٹری میڈم امینہ السید کانفرنس میں شامل ہوئی تھیں - انھوں نے عربوں اور یہودیوں کا حال سنایا اور بتایا کہ کس طرح سے عربوں کو فلسطین میں تکلیف اٹھانی پڑتی ہے - میڈم امینہ ایک جوشیلی عورت تھی - اس کی تقریر سے ہماری بہنوں پر بہت ہی اثر ہوا اور ہم لوگوں نے ایک تجویز ان کی

نگارندہ روزینہ رحیم مغلی

روزے کے فائدے

رمضان کا مہینہ شروع ہوگیا ہے۔ مسلمانوں میں یہ مہینہ بہت پاک اور بڑی برکتوں والا سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی چاہے تو اس مہینہ میں اپنی پوری زندگی سدھار سکتا ہے۔ بُری عادتیں چھوڑ سکتا اور نیک بن سکتا ہے۔ میرے ایک دوست کو سگریٹ اور چائے کی بڑی عادت تھی لیکن ایک دفعہ اس نے رمضان میں روزے رکھے اس کی خود بخود یہ خراب عادتیں چھوٹ گئیں۔ لیکن یہ سب فائدے اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں جب ہم روزے کو روزے کی طرح رکھیں۔ کیونکہ صرف صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہنا ہی روزہ نہیں کہلاتا بلکہ زیادہ سے زیادہ اسے فاقہ کرنا کہہ سکتے ہیں مگر روزہ اور فاقہ میں بڑا فرق ہے۔ روزہ میں ہم جھوٹ نہیں بول سکتے کسی کی برائی نہیں کر سکتے اور کسی کو بُری نظر سے نہیں دیکھ سکتے۔ عبادت اور نماز کے علاوہ ہمیں روزہ میں لوگوں کے ساتھ نیکی بھلائی اور اچھے کام کرنے چاہئیں یہی روزہ کا مقصد ہے اور یہ مشکل ہے ورنہ دن بھر فاقہ تو کوئی بھی کرسکتا ہے۔

اگر ہم چاہیں تو روزے رکھ کر صرف ایک مہینہ میں اپنی پوری زندگی کو ٹھیک بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ روزہ میں ہمیں وقت کا پابند ہونا پڑتا ہے۔ بُری عادتیں مثلاً پان کھانا سگریٹ پینا وغیرہ چھوٹ سکتی ہیں۔ صبح جلدی اُٹھنے کی عادت پڑتی ہے۔ علاوہ اس کے چونکہ اس مہینہ میں تراویح میں پورا قرآن ختم کیا جاتا ہے ہمیں قرآن شریف کو دہرانے کا موقع ملتا ہے ویسے بھی دن میں ہمیں قرآن شریف اس کے معنی کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ جو بھائی اور بہنیں اکثر بیمار رہتے ہیں یا جو بہت موٹے ہیں وہ اگر ٹھیک اور تندرست ہونا چاہیں تو اس ایک مہینہ میں ہو سکتے ہیں مگر یہ نہیں کہ دن بھر تو بھوکے رہے اور افطار اور سحری پر اتنا کھا لیا کہ دن بھر کی کسر نکل گئی۔ بہت سے لوگ روزہ رکھ کر یا تو سوتے ہیں کہ روزہ معلوم نہ ہو اس لئے کھیل کود یا دوسرے فضول کاموں میں وقت گنواتے ہیں۔ یہ نہ کرنا چاہیے بلکہ روزہ رکھکر نیک کام کرنے چاہئیں۔ نماز قرآن کی تلاوت اور دوسرے اچھے کاموں میں وقت کو خرچ کرنا چاہیے۔ اگر ہم زندگی کو سدھارنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس مہینہ سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ سال بھر میں یہ ایک مہینہ کی ٹریننگ یا تربیت ہمارے لئے بہت ضروری ہے اور بلا شک جبھی یہ مہینہ یعنی رمضان المبارک بہت خوبیوں والا کہلاتا ہے۔

(مسز حمیدہ آفریدی)

کنجوس کا دان

کسی شہر میں ایک بیحد کنجوس بنیا رہتا تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا اور مرنے کے دن قریب آگئے تو تکلیف میں ضروری بات ہے کہ خدا یاد آتا ہے۔ رشتہ دار بھی سب جمع تھے انھوں نے صلاح دی کہ کچھ خیرات کرو تاکہ عاقبت میں بھلا ہو۔ بنیئے کے دل کو بھی یہ بات بھلی معلوم ہوئی۔ اس نے اپنی بیوی کو پاس بلاکر کہا دیکھو میرا جو گھوڑا ہے میرے مرنے کے بعد بیکار ہے فضول دانہ گھاس کا خرچ ہوگا اس کو بیچ کر قیمت خیرات کردینا۔ بنیا تو مرگیا مگر اس کی عورت کنجوسی میں اس سے بھی بڑھکر تھی۔ وہ گھوڑا اور ایک بلی لے کر بازار گئی۔ جب کوئی خریدار گھوڑے کی قیمت پوچھتا تو یہ کہتی ایک روپیہ اور بلی کی قیمت ۹۹ روپے بتاتی۔ گھوڑا تو ہر کوئی ایک روپیہ میں لینے کو تیار ہوجاتا مگر اس عورت کی شرط یہ تھی کہ گھوڑا خریدنے والے کو بلی بھی ۹۹ روپے میں خریدنا ہوگی۔ دو چار گاہک تو واپس گئے۔ آخر ایک نے گھوڑے کی قیمت ایک روپیہ اور ۹۹ روپے بلی کے دے کر اپنے جی میں کہا کہ میں یہی سمجھ لونگا کہ سو روپے کو گھوڑا خریدا ہے۔ بنیے کی بیوی کے سر سے بار اتر گیا کہ خاوند سے وعدہ کیا تھا گھوڑے کی قیمت خیرات کردوں گی۔ مکان پہ آکر ایک روپیہ گھوڑے کی قیمت تو خیرات کردی اور ۹۹ روپے بلی کے اپنے پاس رکھ لئے۔

(نورالنساء)

ایران اور ایرانی

ایران کو مشرق کا فرانس کہتے ہیں کیونکہ جس طرح فرانس کے لوگ بہت خوبصورت اور فیشن والے سمجھے جاتے ہیں اُسی طرح ایران کے لوگ بھی بہت خوبصورت ہوتے ہیں اور بناؤ سنگار میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔ ایران کے بڑے بڑے شہر طہران، اصفہان اور تبریز ہیں۔ ان میں سے طہران ایران کی راجدھانی ہے۔ سارے ملک میں فارسی زبان عربی زبان اور فرانسیسی کا زیادہ رواج ہے۔

ایرانی لوگ شوقین اور آرام پسند ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایران ترقی کی دوڑ میں دوسرے ملکوں سے بہت پیچھے ہے اس کے مال دولت سے دوسرے ملک فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر وہ خود کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتا۔ ایران کی سب سے بڑی دولت اس کے تیل کے کنویں ہیں جن کو حاصل کرنے کے لئے انگریز اور دوسرے ملک ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں۔ اس جنگ میں انگریزوں اور روسیوں نے اپنی اپنی فوجیں ایران کی حفاظت کے لئے بھیج دی تھیں۔ جب جنگ ختم ہوگئی تو ایران نے کہا کہ اب اپنی اپنی فوجیں یہاں سے ہٹا لو۔ برطانیہ نے اپنی فوجیں ہٹا لیں لیکن روس نے بڑی مشکل کے بعد اپنی فوجیں ہٹائیں۔ ایران کے ایک صوبہ آذربائیجان میں لوگوں نے بغاوت کردی اور اپنی الگ حکومت بنالی مگر آخر میں پھر ایران اور آذربائیجان میں سمجھوتہ ہوگیا۔ بہت جلد ایرانی پارلیمنٹ کا چناؤ ہونے والا ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایران روسی اثر میں چلا گیا ہے۔

ایرانی اچھا کھانے اور اچھا پہننے کے بہت شوقین ہوتے ہیں ان کے یہاں بڑے بڑے باغ ہیں اور ہر روز شام کو وہاں شہر کے مرد عورتیں آتے ہیں۔ اتوار کے دن تو اور بھی چہل پہل رہتی ہے۔ اور برسات کے موسم میں جب وہاں نوروز کا جشن منایا جاتا ہے تو سارا شہر دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے اور تمام ایران کے مرد عورتیں باغوں میں جاکر گاتے بجاتے اور کھاتے پیتے ہیں ایران میں موسیقی اور ناچ بھی بہت اچھی ہوتی ہے۔ یہاں کی عورتیں گہرے رنگ کے ریشمی کپڑے زیادہ پسند کرتی ہیں لیکن زیوروں کی زیادہ شوقین نہیں ہوتی ہیں۔

اب ایسی امید پیدا ہوگئی ہے کہ روس کی دوستی کی وجہ سے ایران دوسری باتوں میں بھی خوب ترقی کریگا ایران کا مشہور شاعر فردوسی تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اس نے مشہور کتاب "شاہنامہ" محمود غزنوی کے کہنے پر لکھی تھی۔ آج کا ایرانی کوٹ پتلون پہنتا ہے اور وہاں کی عورتیں بھی اکثر انگریزی لباس ہی پہنتی ہیں۔

(قدسیہ خانم)

منحوس کی کہانی

ایک بادشاہ تھا ایک دن اُس کے ملنے والوں میں سے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریف کی جس کی وجہ سے بادشاہ کے دل پر اثر ہوا۔ اُس نے اُس شخص سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور اس شخص کو کہلا بھیجا کہ کل صبح سویرے مجھ سے ملے اور دربانوں کو منع کردیا کہ اس شخص کو کوئی نہ روکے۔ دوسرے دن وہ شخص سویرے محل میں داخل ہوا اور سیدھا سونے کے کمرہ میں جاکر بادشاہ کو جگایا (کیونکہ بادشاہ سو رہا تھا) بادشاہ جب جاگا تو اُٹھتے ہی پہلے اُس شخص کی صورت نظر آئی چونکہ بادشاہ کا دربار میں جانے کا وقت ہو رہا تھا اس لئے اس نے اس شخص کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود دربار کو چل دیا۔

بادشاہ جب دربار میں پہنچا تو وہاں زیادہ کام کی وجہ سے پریشان ہوگیا اور کام ختم کرکے محل میں گیا اور غصے سے کہنے لگا۔

بادشاہ:۔ (غصے سے) معلوم نہیں صبح اٹھ کر کس منحوس کی شکل دیکھنے میں آئی۔ اتنے میں وہی شخص کمرے میں داخل ہوا بادشاہ نے اس کو دیکھ کر جلاد کو حکم دیا۔

بادشاہ:۔ اس ہی منحوس کی شکل دیکھنے میں آئی ہے اس کو پھانسی دے دی جائے۔

سامنے ایک حاضر جواب نوکر کھڑا تھا کہنے لگا۔ (بقیہ پہلے صفحہ پر)

داستانِ ہند

ان چاروں بھائیوں میں شاہزادہ اورنگ زیب بڑی سوجھ بوجھ کا آدمی تھا۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو گھبراتا نہیں تھا بلکہ جٹ کر اس کا مقابلہ کرتا۔ بہادر بھی اس بلا کا تھا کہ تیرہ سال کی عمر میں ایک مست ہاتھی کے مقابلے میں تلوار لیکر ڈٹ گیا تھا اور ہاتھی اُس کے مقابلے سے چنگھاڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ بھائیوں کی لڑائی میں اُس نے بڑی ہوشیاری اور بہادری کا ثبوت دیا اور ایک ایک کرکے تینوں کو زک دی۔ جب ہر طرف سے اطمینان ہوگیا تو دلی آکر اپنی بادشاہی کا اعلان کیا اور عالمگیر کا لقب اختیار کیا۔

شاہ جہاں بادشاہ سات سال تک قید میں رہا۔ اورنگ زیب نے بادشاہ ہونے کے بعد اُسے کسی قسم کی تکلیف نہیں دی بلکہ ہر طرح سے آرام پہنچایا اور بادشاہی کے تمام ٹھاٹ باٹ بحال رکھے۔ شاہ جہاں نے قید ہی میں وفات پائی۔

اورنگ زیب جب بادشاہ ہوا تو پہلے پہل اُسے اپنے بھائیوں کی وجہ سے تھوڑی بہت پریشانی رہی مگر اس کی تیزی اور پھرتی سے جب یہ کانٹا نکل گیا تو پھر اُس کو اور کسی قسم کی اُلجھن نہیں ہوئی اور اس کا زمانہ بڑے مزے اور چین سے گزرا۔

بادشاہ ہونے کے تھوڑے عرصے کے بعد سادھوؤں کے ایک جتھے نے بغاوت کی اور جو فوج اس کو دبانے کے لئے بھیجی گئی تھی، وہ ہار گئی تھی۔ اس ہار سے سپاہیوں اور خود سرداروں میں یہ بات پھیل گئی کہ یہ سادھو تو جادو کے زور سے لڑتے ہیں اور ان کے اوپر تیر تلوار کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ اس افواہ کا اتنا اثر ہوا کہ سپاہی اُن کے مقابلے میں لڑنے سے جی چرانے لگے۔ بادشاہ کو یہ خبر لگی تو اُس نے وہمی سپاہیوں کا ڈر دور کرنے کے لئے تعویذ لکھا کر دیئے اور پھر اس کے بعد جو سادھوؤں سے مقابلہ ہوا تو وہ تھوڑی دیر کی لڑائی میں بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ بلا آن کی آن میں دور ہوگئی۔

اس قصے کے بعد راجپوتانے کے ایک راجا نے بغاوت کی۔ یہ وہی راجا تھا جو اکبر کے زمانے سے برابر مغل بادشاہوں سے موقع پاکر لڑتا رہا اور ہر مرتبہ منہ کی کھائی۔ اورنگ زیب کے زمانے میں بھی اس نے یہی حرکت کی۔ اورنگ زیب نے اپنے بیٹے کو راجا کے مقابلے پر بھیجا۔ اُس نے راجا کو اس طرح گھیرا کہ وہ پریشان ہوگیا اور جب کوئی بس نہ چلا تو شاہزادے سے ساز باز کرکے اُسے بادشاہ کے خلاف اُبھارا۔ شاہزادہ اس کی چال میں آگیا اور اپنے درباریوں اور سپاہیوں میں اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ بادشاہ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور وہ خود گستاخ شاہزادے کو سزا دینے کے لئے نکلا۔ بادشاہ کے آنے کی خبر سن کر تمام سردار جو شاہزادے کے ساتھ ہوگئے تھے، کانپ گئے اور شاہزادے کا ساتھ چھوڑکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر معافی مانگی۔ شاہزادہ بے بس ہوگیا اور جان بچاکر ایران کی طرف بھاگ گیا اور پھر کبھی ہندوستان نہیں آیا۔

ان دو تین معمولی فتنوں کے سوا اورنگ زیب کو اور کسی لڑائی جھگڑے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہ بادشاہ جتنا بہادر محنتی اور قاعدے قانون کا پابند تھا اتنا ہی طبیعت کا نرم، رحم دل اور مزاج کا سادہ تھا۔ اس کے دربار میں خوشامدی سرداروں کی کوئی قدر نہیں تھی۔ وہ جیسا بہادر، محنت کرنے والا اور سادہ مزاج خود تھا، ویسا ہی چاہتا تھا کہ اس کے سردار بھی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب کے دربار میں جتنے قابل اور ایمان دار اور وفادار سردار تھے، اس کے باپ دادا کے دربار میں نہیں تھے۔ وہ محنتی اتنا تھا کہ سلطنت کے چھوٹے سے چھوٹے کام کو خود دیکھتا تھا، اور تھکنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ ایمان دار ایسا کہ عمر بھر سوا دربار کے خرچ کے اپنی ذات کے لئے شاہی خزانے سے ایک کوڑی بھی نہیں لی۔ اپنے گزر بسر کے لئے وہ خود محنت کرکے پیسہ [illegible] تھا۔ اپنے ہاتھ سے قرآن شریف لکھ لکھ کر تیار کرتا اور اس کی آمدنی سے اپنی روزی چلاتا۔ مظلوم کی فریاد [illegible] تھا۔ اس کے دربار میں فریاد کرنے [illegible] کو کوئی روک ٹوک نہیں سکتا تھا۔

[illegible]

REGD. NO. 4582
ٹیلیفون نمبر ۲۲۳۴۳
قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ
ایڈیٹر:۔
مسز کلثوم سایانی

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۷ | پہلی اکتوبر ۱۹۴۶ء | نمبر ۶

نیک بات

"سبق دے رہی ہے یہ ہر وقت قدرت
کہ آپس میں تم رکھو میل اور محبت
یہ دنیا ہے قائم اُسی کی بدولت
اسی سے ہے برکت اسی سے ہے عزت"

اپنی باتیں

اوپر دیئے ہوئے دو مصرعے ۱۵ ستمبر کے پرچے میں چھپ چکے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو قدرت کا یہی قانون بتا رہا ہے کہ دنیا میں امن و امان انسانی میل جول اور محبت کی بنیاد پر قائم ہے۔ لیکن آج کل ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ دنیا سے رواداری بالکل اٹھ گئی ہے۔ اسی بنا پر پچھلے چھ سال میں ساری دنیا آپس کی جنگ میں پھنسی رہی۔ جنگ ختم ہوتے ہی یہ معلوم ہوا کہ خوراک کی کمی نے ملکوں کو گھیر رکھا ہے قحط کا زیادہ اثر ہندوستان پر پڑا خاص کر بنگال کے علاقہ پر ابھی کلکتہ کی مار پیٹ کا رونا ختم نہیں ہوا تھا کہ بمبئی جیسا شہر بھی اسی بلا میں پھنس گیا۔ تاریخ پہلی ستمبر سے بمبئی میں بھی خون ریزی شروع ہو گئی اور بڑی بے دردی سے ایک دوسرے کو مارا گیا۔ بچارے ایسے لوگ مارے گئے جو اپنے پیٹ اور بال بچوں کی روزی کمانے نکلے لئے ایک دوسرے سے ... تھے۔ کتنی ہی دشمنی اور خون ریزی ہو آخر میل بغیر چارہ نہیں ہے پھر کیوں اس نفرت کی آگ کو ہوا دے کر بھڑکایا جاتا ہے۔

الہ آباد کی خبر ہے کہ کئی روز سے چار آدمی کا ایک خاندان بھوکا مر رہا تھا جس میں عورت مرد اور دو بچے تھے۔ مرد نے کہیں سے ... آٹا پایا اور بیوی کو لا کر دیا۔ بیوی نے تین روٹیاں پکائیں ایک ایک بچوں کو دی اور ایک بھوک کی بیتابی میں خود کھالی۔ جب خاوند بھوکا آیا تو روٹی نہ ملنے پر بیوی کے لات اس زور سے ماری کہ وہ فوراً مرگئی۔

رائل ایر فورس کا نیا جہاز "ایرینز" بمبئی بھی آیا تھا اُس نے انگلینڈ اور نیوزی لینڈ کا پرانا ریکارڈ ۵۲ منٹ سے توڑ دیا ہے۔ پہلے کا ریکارڈ ۷۰ گھنٹہ اور ۴۵ منٹ کا تھا۔

پرنٹر و پبلشر مسز کلثوم سایانی رو یا دیلا کھمبا روڈ بمبئی ۲۶ رہبر اردو، ہندی، گجراتی تینوں ... میں الگ الگ شائع ہو اجمل پریس پرنسس بلڈنگ میں چھپتا ہے

خبریں

کلکتہ کے فساد کا ایک واقعہ:۔ کلکتہ کے فساد کا ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں ایک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی قتل ہوا ہے۔ یہ اپنے مکان کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا کہ ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا اُس کے پیچھے بہت سے موالی دوڑ رہے تھے۔ مجسٹریٹ نے فوراً دوڑ کر اس بچے کو بغیر یہ معلوم کئے ہوئے کہ وہ مسلمان ہے یا ہندو اپنی گود میں اٹھا لیا لیکن موالیوں نے آ کے گھیر لیا اور اس کے پیٹ میں لوہے کی نوکدار سلاخ بھونک دی جس سے بیہوش ہو کر وہ گر پڑا۔ بعد میں ہسپتال جا کر اس کا انتقال ہوگیا مرنے سے پہلے اس نے ہندو مسلمانوں سے ایک اپیل کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اپنے مرنے کا غم نہیں ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ نجانے وہ بچہ بچ گیا یا ظالموں نے اُسے بھی مار ڈالا۔ میں اپنے وطن والوں سے صرف اتنی درخواست کروں گا کہ اب وہ کبھی آپس میں نہ جھگڑیں اور کلکتہ کے جھگڑے کے بعد پھر کبھی ہندو مسلم فساد نہ ہو۔

بمبئی کی سرکار نے فساد روکنے کی اسکیم بنائی ہے:۔ بمبئی کی سرکار نے ہندو مسلم فساد کو روکنے کے لئے ایک اسکیم بنائی ہے۔ اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کا جو نقصان فساد میں ہوا کرے گا اُسے ہندوؤں کو بھرنا پڑیگا اور ہندوؤں کا جو نقصان ہوگا اُسے مسلمانوں کو دینا پڑیگا۔

مدراس میں بچوں کے بھگانے کی جھوٹی خبر:۔ مدراس میں کچھ دنوں سے ایک جھوٹی خبر اس قدر بڑھی کہ آخر ایک آدمی کی جان گئی۔ کچھ دنوں سے مدراس میں لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی تھی کہ لوگ بچوں کو بھگا لیجاتے ہیں۔ اور لوگ اس ڈر سے اپنے بچوں کو باہر تک نکلنے نہیں دیتے ایک رات کچھ لوگوں نے ایک فقیر کو پکڑ لیا اور مارا ان کا خیال تھا کہ یہ بھی ان لوگوں میں کا ہے جو بچوں کو بھگا لیجاتے ہیں۔ مگر پولیس والوں نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور پولیس اسٹیشن لے گئے۔ مگر بہت سے لوگ بھی پولیس اسٹیشن پر جمع ہوگئے اور پتھر پھینکنے لگے آخر پولیس کو گولی چلانی پڑی جس سے ایک آدمی مرگیا اور چار پانچ زخمی ہوئے۔ زخمی آدمیوں کو ہسپتال بھیج دیا گیا۔ پولیس کمشنر کا کہنا ہے کہ یہ بالکل جھوٹی خبر ہے کہ کوئی بچوں کو بھگا لیجاتا ہے۔ کہیں بھی پولیس اسٹیشن پر ایسی ایک بھی رپورٹ نہیں ملی ہے۔

ساؤتھ انڈین ریلوے والوں کی ہڑتال:۔ ۲۵ تاریخ سے ساؤتھ انڈین ریلوے والوں نے ہڑتال کر رکھی ہے اور اس سے دکھن کی طرف ایک بھی ٹرین نہیں چل رہی ہے۔

افریقہ میں ہندوستانیوں کی ستیہ گرہ:۔ افریقہ میں ہندوستانی وہاں کی حکومت کی بے انصافی کے قانون کے خلاف برابر ستیہ گرہ کر رہے ہیں اور گرفتار ہو رہے ہیں۔

مسلم لیگ کی اپیل پر خطاب کی واپسی:۔ مسلم لیگ کی اپیل پر بہت سے بڑے بڑے لوگوں نے سرکاری خطاب واپس کر دیئے ہیں۔ ان میں نواب چھتاری بھی ہیں جو پہلے حیدر آباد میں بڑے وزیر رہ چکے ہیں۔

ہز ہائینس آغا خاں کی دار الاسلام میں ڈائمنڈ جوبلی:۔ خوجہ بھائیوں کے لیڈر ہز ہائینس آغا خاں کو بھی پچھلے دنوں دار الاسلام افریقہ میں ہیروں میں پھر تولا گیا۔

بمبئی کی سرکار نوکریوں کے لئے ایک تجویز بنانے والی ہے:۔ بمبئی کی سرکاری نوکریوں کے لئے اب یونیورسٹی کے امتحان یا ڈگری کی ضرورت نہ ہوا کریگی بلکہ سرکار اپنے مطلب کا خود امتحان لیا کرے گی۔ ایسی ایک تجویز بمبئی کی حکومت بنانے والی ہے۔

بمبئی کی حکومت نے چاقو، چھری، لاٹھی وغیرہ رکھنے پر پابندی لگائی ہے:۔ بمبئی میں کئی دنوں سے چاقو، چھری لاٹھی اور اسی قسم کی دوسری چیزیں لے کر نکلنے پر پابندی لگادی ہے پچھلے مہینہ میں ایک پنجابی جو اپنے کو چھری چاقو کا تاجر کہتا ہے، بمبئی آیا تھا کہ راستے میں پولیس نے اس کے سامان

(بقیہ صفحہ)

پندرہ روزہ "رہبر" بمبئی

پردے کی داد

اے ماؤ بہنو بیٹیو دنیا کی عزّت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہیں قوموں کی عزّت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیاں ، شہروں کی ہو آبادیاں
غمگین دلوں کی شادیاں ، دُکھ سکھ میں راحت تم سے ہے
تم ہو تو غربت ہے وطن ، تم بن ہے ویرانہ چمن
ہو دیس یا پردیس جینے کی حلاوت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو ، عفّت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں ایماں سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا انساں عبارت تم سے ہے
مَردوں میں ہمت والے تھے جو ہمت بیٹھے اپنا کب کا کھو
دنیا میں اے ستونتیو سلے دے کے اب ہمت تم سے ہے

مونس ہو خاوندوں کی تم غم خوار فرزندوں کی تم
تم بن ہے گھر ویران سب گھر بھر میں برکت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی ڈھارس ہو تم بے کار کی
دولت ہو تم نادار کی عُسرت میں عشرت تم سے ہے
(حالی)

چُپ کی فریاد

اے بے زبانوں کی زبانوں بے بسوں کے بازوؤ
تعلیم نسواں کی مُہم جو تم کو اب پیش آئی ہے
یہ مرحلہ آیا ہے پہلے تم سے جن قوموں کو پیش
منزل پہ گاڑی اُن کے استقلال نے پہنچائی ہے
ہے رائی بھی پربت اگر دل میں نہیں عزم درست
پر ٹھان لی جب جی میں پھر پربت بھی ہو تو رائی ہے
یہ جیت بھی کیا کم ہے کہ خود حق ہے تمہاری پشت پر
جو حق پہ منہ آیا ہے آخر اُس نے مُنہ کی کھائی ہے
(حالی)



اونی کپڑے بچانے کے دو طریقے

۱- یہ سوجھائیں یاد کر لیجئے



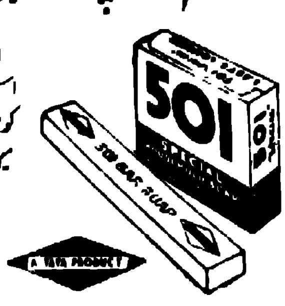
سب اونی کپڑوں کو سب سے پہلے کھلی ہوا میں رکھ دیجئے۔ برش سے جھاڑیئے اور جھٹکا دیجئے۔ کیڑا خود آپ کے کپڑوں کو نہیں کھاتا بلکہ کیڑے کا انڈا۔ اس لئے چھوٹے چھوٹے سفید انڈوں کو ہٹا دیجئے۔

اونی کپڑوں کو اُبالئے مت۔ گنگنے پانی میں کافی جھاگ والی صابن کے ساتھ انھیں جلدی جلدی دھو ڈالئے۔

اونی کپڑوں کو گیلا مت کیجئے۔ دُھلنا اگر ضروری ہو اتنی دیر سے زیادہ انھیں گیلا نہ رکھئے۔

انھیں کبھی بھی رگڑیئے نہ مروڑیئے مت۔ پانی نکالنے کے لئے نچوڑ بھر لیجئے۔

۲- اچھا صابن استعمال میں لایئے



اونی کپڑے کومل ہوتے ہیں انھیں صرف ۵۰۱ اسپیشل صابن سے دھونا چاہیے - اس صابن کا کومل اور گھنا جھاگ کپڑوں کو بگاڑے بنا ہی میل کو ڈھیلا کرکے نکال دیتا ہے - گھریلو دھونے میں ہمیشہ ۵۰۱ استعمال میں لایئے اور دیکھئے کہ کپڑوں کی کتنی بچت ہوتی ہے

دی ٹاٹا آئیل ملز کمپنی لمیٹڈ

بچوں کو سزا

ایک ماں نے سوال پوچھا ہے کہ کیا بچے کو جسمانی سزا دینا ٹھیک ہے، اور سب سے اچھا طریقہ بچے کو فرماں برداری سکھانے کا کیا ہے؟

جواب:- سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بچے کو مارنے یا کسی اور قسم کی جسمانی سزا دینے سے کبھی کوئی فائدہ نہ ہوگا، یہ فرماں برداری سکھانے کا بالکل غلط طریقہ ہے۔ سب سے پہلے بچے کی ہر عادت اور ڈھنگ پر آپ غور کیجئے۔ اور معلوم کیجئے کہ وہ کیوں کوئی بات کرتا ہے۔ جس ماں نے سوال کیا ہے وہ اپنے بچے کی اس بات سے سخت پریشان ہے کہ وہ نالی میں کھیلتا ہے یہ ایک مشکل سوال ضرور ہے خاص کر ان شہروں کے لئے جن میں مزدوروں کی گھنی آبادی ہے۔ بچے کو کھیلنے کا جگہ ضرور ملنا چاہئے۔ شہر میں اگر پارک یا بچے کے کھیلنے کے لئے میدان نہیں ہے تو وہ ضرور سڑکوں پر کھیلے گا۔ اور جب کہ فٹ پاتھ بھی اتنا چوڑا نہیں ہے کہ بچہ اس پر کھیل سکے تو وہ ضرور نالی میں کھیلے گا۔ اور گندی جگہوں میں جاکر اپنے دوستوں سے ملے گا جب ماں بچے کو مارے گی تو صرف اس سے یہ ہوگا کہ بچہ ماں کے سامنے گندی جگہیں نہیں جائے گا اور جب بھی ماں کی آنکھ بچے گی بچہ ضرور وہی کام کرے گا کیونکہ ماں ہر وقت بچے پر نگاہ نہیں رکھ سکتی ہے اور نہ بچہ ہی ہر وقت گھر کے اندر بند کر کے رکھا جاسکتا ہے۔

اکثر والدین اس مسئلہ کو اس طرح حل کرتے ہیں کہ بچے کو چھوٹی عمر سے سڑک پار کرنا سکھاتے ہیں اور داہنے اور بائیں ہاتھ کو دیکھنا کہ کہیں کوئی موٹر، گاڑی بس وغیرہ تو نہیں آرہی ہے۔ اور خاص کر سڑک کے ان کونوں یا چوراہوں پر جن پر کہ حادثہ کا ڈر ہونے کی وجہ سے لال اور ہری روشنی کا استعمال کیا جاتا ہو۔

جو لوگ بچے کی عادتوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بچے کے لئے بجائے سزا کے انعام دینا زیادہ مناسب ہوتا ہے بچے۔ تربیت کے لئے ایک اور بات بھی بہت ضروری ہے وہ یہ کہ ہم بچے کو یہ سکھادیں کہ وہ گھر میں ذمہ دار شخص ہے تاکہ آگے چل کر وہ سماج میں اپنی مناسب جگہ لے سکے۔ مثلاً جب تک کوئی بچہ غیر معمولی حرکت نہیں کرتا ہے، اور اس کی ہر بات خاندان کے دوسرے لوگوں کے مطابق ہوتی ہے تو بچے کی طرف کوئی کسی قسم کا دھیان نہیں دیتا ہے، اور بچے نے جہاں بھی کوئی غیر معمولی بات کی یا کوئی غلطی کی تو والدین اس کے سر پر چڑھ دوڑے اور اس کو مارنا یا ڈانٹنا شروع کردیا۔ اصل میں ہر انسان چاہتا ہے کہ اس پر تھوڑی بہت توجہ دی جائے اور بچہ بھی یہی چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس پر توجہ دی جائے، تو جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ غلطی کرنے سے لوگ اس پر دھیان دیتے ہیں اور ویسے نہیں، تو وہ بار بار جان کر کوئی نہ کوئی غلطی یا شرارت کرتا ہے۔

ہم اس اصول سے فائدہ اس طرح اٹھا سکتے ہیں کہ جب بچہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی تعریف کریں۔ یا چند پیار کے الفاظ کہہ دیں تاکہ اس کو معلوم ہوجائے کہ اس کو توجہ دی گئی ہے اور جب غلطی کرے تو اس کو ٹال دیں۔

مہاتما گاندھی کی سال گرہ تاریخ ۲ر اکتوبر کو ہوگی۔ مہاتما گاندھی اپنی عمر کے ۷۷ سال پورے کر کے ۷۸ ویں سال شروع کرینگے۔ یہ سال گرہ کا دن کئی برس سے بطور تیوہار کے منایا جاتا ہے۔ اسی طرح ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بھی مہاتما گاندھی جی کا سال گرہ کا دن منایا جائے گا۔ یہ سال گرہ بہ نسبت اور سالگرہوں کے بہت دھوم دھام سے منائی جائے گی۔

انسان کے دماغ کو پہچاننا

میرا ایک دوست ہے جو سائکولوجی (یعنی انسان کے دماغ اور اس کے خیال کو پہچاننا) بہت اچھی طرح جانتا ہے ایک دفعہ اس نے مجھ سے کہا کہ دیکھو میں تم کو ایک کمال بتاؤں۔ یہ کہہ کر اس نے کہا اچھا اب تم میرا ہاتھ پکڑلو اور آنکھیں بند کر کے دوسرے کمرے میں رکھی ہوئی کسی چیز کا خیال کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس نے فوراً جاکر میری بیوی کی تصویر اٹھالی اور کہا کیوں تم نے اس ہی کا خیال کیا تھا نا۔ میں نے کہا ہاں۔ مگر تم کیسے سمجھے۔ اس نے بتایا کہ یہ ایک علم ہے اس سے آدمی دوسرے کے دماغ کی حالت سمجھ جاتا ہے اور تم نے جو میرا ہاتھ پکڑا تھا اور جس وقت تم تصویر کا خیال کر رہے تھے تو چاہے تم کو پتہ نہ چلا ہو مگر تمہارے ہاتھ میں خاص طرح کا جھٹکا پیدا ہوا تھا اس سے میں سمجھ گیا کہ کوئی ایسی چیز ہے جسے تم بہت چاہتے ہو اور وہاں جاکر جب تمہاری بیوی کی تصویر دیکھی تو سمجھ لیا کہ اسی کے بارے میں سوچا ہوگا۔ پھر اس نے مجھے اس کے چند قصے سُنائے جو میں آپ کے سامنے لکھتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ ایک رات ایک پروفیسر سو رہا تھا کہ ایک ڈاکو اس کے کمرے میں گھس آیا اور پستول اس کے سینہ پر رکھ کر جگایا اور اس سے تجوری کی کنجی مانگی۔ پروفیسر انسان کی دماغی حالت اچھی طرح جانتا تھا وہ ذرا نہ گھبرایا بلکہ فوراً اس ڈاکو سے کہا کہ یہ انصاف نہیں کہ تم تین آدمی پستول لیکر مجھ اکیلے سے لڑنے آئے ہو۔ ڈاکو نے فوراً مڑکر دیکھا کیونکہ وہ اکیلا آیا تھا اس نے سوچا کہ یہ دو آدمی اور کون ہیں اتنے میں پروفیسر نے اس کے ہاتھوں سے پستول چھین لیا۔ اسی طرح ایک ماسٹر ایک شاگرد کو زمین سے سورج کا فاصلہ سمجھا رہا تھا مگر اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ سورج ۹ کروڑ میل دور ہے آخر اس نے اس کے دماغ کو سمجھا اور پوچھا اچھا اس وقت اگر کوئی آدمی سورج میں بیٹھ کر تم پر بندوق چلائے تو تم کیا کرو۔ لڑکا بولا میں فوراً دوسرے کمرے میں بھاگ جاؤں اُستاد نے کہا نہیں اس کی ضرورت نہیں تم آرام سے بیٹھے رہو اسی طرح پڑھتے رہو۔ تمہاری شادی ہوجائے اور بچے ہوجائیں یہانتک کہ تم میری طرح بوڑھے ہوجاؤ تب جاکر آج کی چلی ہوئی گولی اس کمرے تک پہنچ پائیگی یہ سنکر لڑکا بولا اب سمجھا نو کروڑ میل کتنی دور ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ نپولین تھوڑے سے سپاہیوں کے ساتھ ایک بڑی فوج کے مقابلہ پر آیا۔ نپولین اس فوج کے بہت سے لوگوں کو جانتا تھا کیونکہ ایک زمانہ میں پوری فوج اس کے ماتحت تھی اس لئے اس نے کیا کیا کہ اپنی قمیض کے بٹن کھول دیئے اور سینہ ننگا کرکے اس فوج سے کہا۔ بہادرو۔ تم بیس ہزار ہو اور ہم صرف بیس آدمی ہیں آج تم مجھ سے لڑنے آئے ہو کبھی تم میرے ماتحت تھے میں نے تم کو اپنے بچوں کی طرح رکھا تھا۔ خیر آج تم میں سے کوئی ہے جو اپنے باپ کے سینہ پر گولی چلادے یہ کہکر نپولین نے اپنا ننگا سینہ ان کے سامنے کردیا کسی نے گولی نہیں چلائی بلکہ بہت سے آدمی نپولین کی طرف آگئے اور لڑائی میں نپولین کی جیت ہوئی۔ نپولین کو یہ کامیابی صرف اس لئے ہوئی کہ وہ انسان کے دماغوں کو سمجھ سکتا تھا۔ ہماری ماؤں اور بہنوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں اور شوہروں کے دماغوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اس طرح وہ بغیر لڑائی جھگڑے کے ان سے بہت سی بری عادتیں چھڑا سکیں گی۔

میل جول اور اتحاد کامیابی کی کنجی ہے۔

داستانِ ہند

مغل راج

صرف اتنی بات کو انگریزوں نے رائی کا پربت بنا دیا۔ وہ اسی بات کو ثبوت میں پیش کرکے اورنگ زیب کو دھوکے باز اور مغرور کہتے ہیں۔ انگریزوں کی اُنہی کتابوں کو پڑھ پڑھ کر ہندو مسلمانوں کی ضد میں اورنگ زیب کو بُرا بھلا کہنے لگے ہیں اور مسلمان بھی ہندوؤں کی ضد میں سیواجی کو کوستے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ سیواجی نہ اتنا اچھا تھا کہ اُسے اورنگ زیب کے مقابلے ہندوؤں کا نیتا اور لیڈر کہا جائے نہ اتنا بُرا تھا کہ اُسے اورنگ زیب کا دشمن کہا جائے۔ وہ ایک سپاہی آدمی تھا۔ نہ اُسے اورنگ زیب سے کوئی دشمنی تھی نہ وہ ہندوؤں کا دیوتا تھا۔ بہادر آدمی تھا۔ حوصلے والا تھا۔ اسی لئے اس نے اپنا راج قائم کرنے کے لئے سب کچھ کیا۔ بہادر آدمی دل کا بُرا نہیں ہوتا اور نہ سیواجی دل کا بُرا تھا۔ ہندو کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا دشمن تھا۔ اگر اُسے مسلمانوں سے دشمنی ہوتی تو وہ مسلمانوں کی مسجدوں اور قرآن شریف کی عزت نہ کرتا بلکہ تباہ و برباد کر ڈالتا۔ آج کل گوالیار اور بڑودے کے جو راجا ہیں، وہ اسی سیواجی کے درباریوں اور سرداروں کے خاندان سے ہیں۔

اورنگ زیب کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا معظم بہادر شاہ کے نام سے بادشاہ ہوا۔ بہادر شاہ جب بادشاہ ہوا تو اُس کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ تھی۔ پھر بھی جب تک اُس نے بادشاہی کی، سلطنت میں کسی قسم کی کمزوری نہیں آنے پائی تھی مگر اس کے بعد جو بادشاہ ہوئے، وہ بہت کمزور تھے۔ اور اتنی بڑی سلطنت کو سنبھال نہیں سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اورنگ زیب اور بہادر شاہ کے بعد سے سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں اور جُوں جُوں زمانہ گزرتا گیا، کمزور سے کمزور ہوتی گئی۔

جب بادشاہ کو اس کے درباریوں نے کمزور پایا تو اُن کی بن آئی اور ہوتے ہوتے سلطنت کے کاموں میں ان کا اتنا عمل دخل ہوگیا کہ وہ جس کو چاہتے تھے بادشاہ بناتے تھے اور جس کو چاہتے تھے تخت سے اُتار کر قتل کرادیتے تھے۔ بادشاہوں اور شاہ زادوں کو قید کرلینا تو ان کا بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ یہ شاہ زادے قید میں پڑے پڑے اتنے کمزور اور ڈرپوک ہوجاتے تھے کہ جب کبھی دربار کے کسی امیر بادشاہ گر ان کو بادشاہ بنانے کے لئے قید سے نکالتے تو اُن کا خوف اور بڑھ جاتا تھا اور وہ گُھل گُھل کر سال چھ مہینے میں مرجاتے تھے۔

اسی بادشاہ گردی کے زمانے میں آئے دن نئے نئے جھگڑے بھی اُٹھتے رہتے تھے۔ نہ بادشاہ کو کسی گھڑی چین ملتا تھا نہ اُس کے امیروں کو اطمینان نصیب ہوتا تھا۔ جس صوبے دار نے چاہا بغاوت کردی۔ جس جاگیردار یا رئیس یا راجا نے چاہا، خراج دینا بند کر دیا اور خود مختار بن گیا۔

اسی افراتفری میں انگریزوں نے بھی پاؤں نکالے اور اپنی کوٹھیوں کی حفاظت کے بہانے قلعے بنا بنا کر اپنی طاقت بڑھائی۔ خانہ جنگی کا زمانہ ہی تھا۔ ہر راجا اور نواب کو ایک دوسرے کے مقابلے میں مدد کی ضرورت پڑتی تھی۔ انگریزوں نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور ایک کو لڑا، دوسرے کی خوشامد کر، تیسرے کو آنکھیں دکھا خوب خوب جائدادیں اور جاگیریں حاصل کیں۔ دھیرے دھیرے سوداگر سے زمیندار اور زمیندار سے رئیس بن گئے اور یہاں کے راجوں اور نوابوں کی برابری کرنے لگے۔ (باجازت سلسلۂ تعلیم و ترقی نمبر ۱۰۵)

(بقیہ صفحہ ۲) کی تلاشی لی۔ اس کے پاس سے ۳ ہزار چاقو اور ۲۳۰۰ قینچیاں نکلیں۔ اس پر پولیس نے اسکو گرفتار کرلیا۔ اس کا نام میر سلطان میر نظام الدین ہے اور اس کی عمر ۲۳ سال ہے اس نے عدالت میں بیان دیا کہ میں یہ سامان عبدالرحمن اسٹریٹ میں اپنے بیوپاریوں کو دینے کے لئے لایا تھا

REGD. No. 4532

ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۱۴

قیمت [illegible]

مسز کلثوم سیانی

جامعہ نگر (دہلی)

9OCT1946

Dr. Zakir Husain, Jamia Millia, Jamianagar, Delhi.

رہبر

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۷ — ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء — نمبر ۷

نیک بات

آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

اپنی باتیں

جنگ عظیم کے بعد ہر ملک کے لوگوں میں جو غلام تھے آزادی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ برما جو پہلے ہندوستان کا ایک صوبہ رہ چکا ہے اب اُسے بھی آزادی مل گئی ہے۔ قومی نمائندوں کی ایک جماعت بنائی گئی ہے جو ہندوستان کی طرح ملکی اور غیر ملکی معاملات میں آزاد رہے گی۔ اور اپنے بھلائی کے لئے قانون بنا کر ملک میں چلائیگی۔ ہندوستان کو دو [illegible] سال کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ عارضی حکومت نصیب ہوئی ہے مگر ابھی تک اس حکومت کو پوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے کیونکہ مسلم لیگ جیسی بڑی پارٹی اس حکومت میں شریک نہیں ہوئی ہے لیکن اُمید پائی جاتی ہے کہ بہت جلد وہ بھی اس میں شامل ہوجائیگی

کچھ روز پہلے انگریزوں نے اپنی پرانی عادت کے مطابق وزیرستان کے آزاد علاقہ پر بمباری کی تھی جس کو حکومت ملتے ہی جواہر لال نہرو نے بند کرادیا اس پر آزاد پٹھانوں نے ہندوستانی حکومت کو مبارکباد

دینے ہوئے ایک بیان دیا ہے کہ کانگرس اور ہندوؤں سے ہمیشہ ہمارا دوستانہ تعلق اور بھائی چارہ قائم رہے گا۔ ہماری دشمنی صرف انگریزوں سے ہے جنھوں نے ایک سو سال سے ہمیں تنگ کر رکھا تھا

برما میں قومی حکومت

برما میں [illegible] میں قریب [illegible] قسم کی ایک تھوڑے دنوں کی حکومت قائم ہوئی ہے جیسی کہ ہمارے ہندوستان کی انٹرم گورنمنٹ ہے برما کی یہ آزاد حکومت تھوڑی کوششوں کے بعد بنی ہے جو ایک مدّت سے برمی قوم اور انگلستان کے درمیان ہورہی تھی۔ رنگون کے جنگ کے زمانے والے برطانوی گورنر کو ٹھیک نہ سمجھ کر واپس بلا لیا گیا اور ایک دوسرے اچھے گورنر کو برما بھیجا گیا۔ جنہے مشہور ہر دلعزیز برمی لیڈر جنرل آنگ سان سے پولیٹکل گفتگو کرکے ایک صلح نامہ سا حاصل کیا اس کے ذریعہ آج کل کی برمی حکومت قائم ہوئی ہے۔ اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جنرل آنگ سان کی یہ حکومت بھی پنڈت جواہر لال کی دہلی والی وزارت کی طرح اپنے سائے میں آگے چل کر ملک کے لئے آزادی کا نیا قانون بنائے گی جسے انگلستان کے سامنے پیش کرکے اس کی بنیاد پر لندن اور رنگون کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوجائے گا اور اس طرح برما بھی آنے والے ہندوستان کی طرح ایک آزاد اورجمہوری قانون رکھنے والے ملک کی حیثیت اختیار کریگا

خبریں

فسادات جاری ہیں۔ بمبئی، کلکتہ اور الہ آباد، احمدآباد اور ڈھاکہ میں اب تک فساد جاری ہے روز کئی آدمی مرتے ہیں اور کئی گھائل ہو رہے ہیں۔ حکومتیں ان کی روک تھام کی کوششیں کر رہی ہیں لیکن کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ حالانکہ پہلے سے معاملہ بہتر ہے۔

جرمنی افسروں کو پھانسی۔ جرمنی کے بڑے بڑے افسروں کو پھانسی کا حکم سنادیا گیا ہے۔ ان افسروں میں سے ۱۲ کو پھانسی ۲ کو عمر قید اور ایک کو دس سال قید کی سزا دی گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ان افسروں نے اپیل کی ہے کہ انھیں پھانسی دینے کے بجائے گولی سے اڑا دیا جائے۔

مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ۔ مسلم لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ کرانے کا کام اب نواب صاحب بھوپال نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور آپ وائسرائے سے اس بارے میں بات چیت کر رہے ہیں۔

بمبئی میں پولیس کے اختیارات۔ بمبئی میں حکومت نے پولیس کو زیادہ اختیارات دے دیئے ہیں تاکہ یہاں کا فساد جلد سے جلد ختم ہو جائے۔

پنڈت نہرو نے سرحد پر بمباری روک دی۔

سرحد کے صوبہ کے اس حصہ میں جہاں آزاد پٹھان رہتے ہیں انگریزوں نے بمباری کی تھی جو اب پنڈت جواہر لال نہرو کے حکم سے روک دی گئی ہے۔

بمبئی میں سیلس ٹیکس۔

بمبئی میں سیلس ٹیکس شروع ہو گیا ہے اور دکان دار اپنے گاہکوں سے یہ ٹیکس وصول کر رہے ہیں۔

لندن میں اڑنے والی موٹر

لندن میں ایک اڑنے والی موٹر بنائی گئی ہے اور اس پر تجربہ کیا جا رہا ہے۔

پیرس میں کالے بازار کی روک تھام

پیرس میں کالے بازار کو روکنے کے لئے وہاں کی عدالتوں نے مجسٹریٹوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ بلیک مارکیٹ کرنے والوں کو موت کی سزا بھی دے سکتے اس حکم سے وہاں کے بلیک مارکیٹ میں بہت کمی آگئی ہے۔

نیورمبرگ میں ہل چل مچی ہوئی ہے

جرمنی کے ایک مقام نیورمبرگ میں جہاں جرمنی کے بڑے بڑے افسروں کو پھانسی دی جائے گی۔ بہت ہلچل مچی ہوئی ہے۔ ان لوگوں کو پھانسی دینے کے لئے نئی رسیاں بنوائی گئی ہیں۔ یہ رسیاں برطانیہ کی پرانی کمپنی جان ایڈگنٹن اینڈ کمپنی لمیٹڈ نے تیار کی ہیں۔ یہ کمپنی ۱۸۰۵ء سے پھانسی کی رسیاں دیتی اور بیچتی رہی ہے۔

جنرل براؤن ہندوستان میں۔

امریکہ کے صدر ٹرومین نے جنرل براؤن ویل اپنے ایک خاص آدمی کو ہندوستان بھیجا ہے یہ کراچی پہنچ گئے ہیں انھوں نے کہا کہ یہ ہندوستان اور امریکہ کے درمیان ہوائی جہاز کی سروس شروع کرنے کے بارے میں بات چیت کرنے کے لئے آئے ہیں۔

ہندوستان میں خوراک کی کمی

آسٹریلیا میں ایک ہندوستانی نے وہاں کے افسروں سے کہا کہ ہندوستان میں خوراک کی جو کمی ہے وہ اگر آسٹریلیا سے ڈبوں کی مچھلی پھل وغیرہ بھیجے جائیں اس سے پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ ہندوستانی بہت غریب ہیں اور ان میں سے ہزاروں نے تو ڈبے کی کبھی کوئی چیز کھائی ہی نہیں اور ہزاروں کے یہاں ڈبہ کھولنے کا اوزار بھی نہ نکلے گا۔

بڑودہ اسٹیٹ میں زبردست ہڑتال

بڑودہ اسٹیٹ میں سیلس ٹیکس کے خلاف زبردست ہڑتال کی جارہی ہے۔ ساری دوکانیں بند ہیں۔ یاد رکھیے کہ کھانے پینے کی چیزوں اور بچوں کے دودھ وغیرہ پر یہ ٹیکس نہیں لگایا گیا ہے۔

کتے نے ریل گاڑی لیٹ کردی

لنڈن سے خبر ملی ہے کہ وہاں زمین کے نیچے چلنے والی ریل گاڑی کو ایک کتے نے لیٹ کردیا وہ اس طرح کہ ایک کتا پٹری پر ریل گاڑی کے سامنے بھاگتا جاتا تھا اس لئے گاڑی تیزی سے نہ چل سکتی تھی دس اسٹیشنوں تک وہ اسی طرح بھاگتا رہا اور آخر ایک پلیٹ فارم پر چڑھ کر بھاگ گیا۔

شادی کا بل

بمبئی اسمبلی میں شری متی لیلاوتی منشی کا بل پیش ہوگیا ہے آپ نے اس میں بے جوڑ شادیوں کی روک تھام کے بارے میں کہا ہے

روئی کے گودام میں آگ لگ گئی

۱۲ اکتوبر کو سیوری میں روئی کے گودام میں زبردست [آگ] لگ گئی جس سے کپاس کی ۱۲ ہزار گانٹھیں جل کر راکھ ہوگئیں۔ نقصان کا انداز بیس لاکھ لگایا جاتا ہے۔ ابھی تک آگ لگنے کی وجہ معلوم نہ ہوسکی

غلہ لانے پر جرمانہ

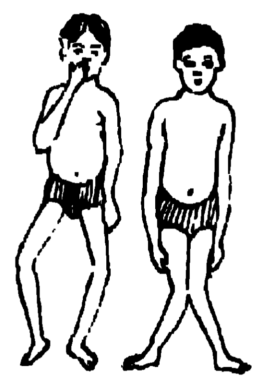
باہر سے چاول اور چاول کا آٹا لانے کے جرم میں ۹ عورتوں پر ۵۰ روپیہ سے ۱۵۰ روپیہ تک جرمانہ کیا گیا۔

بقیہ برما میں قومی حکومت

اس طرح آزاد برما آزاد ہندوستان کا دوست ہوگا اور آزاد ہندوستان آزاد برما کا خیر خواہ بڑا پڑوسی۔ ایشیا کی تاریخ میں یہ ایک بہت بڑا اور مبارک تاریخی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے۔

بدن بنتا ہے

ہم کیا کھائیں :۔



یہ تو آپ جانتی ہیں کہ ہمارا جسم ان چیزوں سے بنا ہے۔ (۱) ہڈی اور دانت۔ (۲) پٹھے (۳) خون (۴) اعصاب، دل، گردے وغیرہ (۵) پانی

ہمارے بدن کی حرارت ۹۸۰۴ ڈگری پر رہتی ہے۔

آس پاس کی بستیوں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر بچے دُبلے اور کمزور نظر آتے ہیں ان کے قد بھی عمر کے لحاظ سے چھوٹے ہیں اور پنڈلیاں بھی ٹیڑھی ہیں شاید ان میں سے بعض کو کھجلی اور دوسری جلد کی بیماریاں بھی ہوں۔ ان کی ایسی حالت ہونے کے دو سبب ہیں۔ یا تو ان کو کافی خوراک نہیں ملی یا صحیح خوراک نہیں ملی۔ آیئے ہم دیکھیں کہ ہماری خوراک میں کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ (۱) جو چیز جسم کو بناتی ہے اس کو پروٹین کہتے ہیں۔ اس کے بغیر جسم اور پٹھے کمزور اور دُبلے رہتے ہیں۔ اور قد نہیں بڑھتا ہے۔ اچھی پروٹین ان چیزوں میں ہوتی ہے۔ (۱) دودھ۔ پنیر۔ دہی (۲) انڈا (۳) گوشت، کلیجی، گردے اور بھیجے (۴) مچھلی دوسری چیزیں پروٹین ہوتی ہے۔ لیکن اتنی اچھی نہیں۔ وہ یہ ہیں۔ (۵) موٹا اناج جیسے موٹا آٹا دلیا، باجرا۔ (۶) دالیں۔ چنا، مٹر اور سیم۔ (۷) ہری ترکاری

گوشت کھانے والوں کو تو آسانی سے پروٹین مل جاتی ہے۔ لیکن نہ کھانے والوں کو خاص رکھنا چاہیئے کہ دودھ، دہی، موٹا اناج اور ہری ترکاری بھی ان کی خوراک میں ہو۔

(ب) ہڈی اور دانت بنانے والی چیزیں وہ ہیں جن میں کیلشیم یعنی چونا ہو۔ کیلشیم یوں بھی ضروری ہے کہ وہ خون کو جاکر جمنے سے روکتا ہے۔ دل کی دھڑکن پر بھی کیلشیم کا اثر ہوتا ہے۔

ان چیزوں میں کیلشیم ہوتا (۱) دودھ، دہی، پنیر (۲) انڈے کی زردی۔ (۳) ہری ترکاری (۴) سوکھا میوہ اور دالیں

(ج) جن چیزوں سے بدن کی حرارت قائم رہتی ہے اور قوت ملتی ہے وہ ہے کاربو ۔۔۔ اور چربی۔ کاربوہائیڈریٹ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک نشاستے والے جیسے چاول، آٹا، میوہ، اور دوسرا اناج، آلو اور مٹر کی ترکاریاں اور دالیں۔

دوسرے شکر والے ۔۔۔ اور سب پھل شہد کھجور کشمش اور سوکھا میوہ۔ گنا، ۔۔۔ اور گڑ۔ اور میٹھی ترکاریاں جیسے چقندر۔ شلجم۔ شکر والی خوراک سے تھکان بہت جلد دور ہوجاتی ہے۔ تھکے ہوئے آدمی کو نیبو کا شربت فوراً تروتازہ کر دیتا ہے۔

چربی یا تو بالائی۔ مکھن۔ گھی اور گوشت میں ہوگی یا بناتاتی تیل میں جیسے مونگ پھلی کا تیل۔ سرسوں کا تیل، کوکم وغیرہ۔ بناتاتی چکنائی سے حیواناتی چکنائی بہتر ہوتی ہے کیونکہ اس سے بدن بڑھتا ہے بناتاتی چربی سے حرارت اور طاقت فوراً نہیں پیدا ہوتی کیونکہ یہ بدن میں اکٹھا ہوجاتی ہے۔ گرم ملک میں چربی کم اور کاربوہائیڈریٹ زیادہ کھانا چاہیئے۔

(د) کیا آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے خون کا رنگ لال لوہے کی وجہ سے ہوتا ہے؟ یعنی ہمارے بدن میں لوہا ضرور ہونا چاہیئے اور اگر نہیں ہوگا تو انیمیا کی بیماری ہوجائے گی۔ جس سے انسان سفید پڑجاتا ہے۔ جلدی تھک جاتا ہے اور کوئی محنت کا کام نہیں کرسکتا۔ یہ بیماری اکثر ان لوگوں کو ہوجاتی ہے جن کو ملیریا ہوا ہو یا پیٹ میں کیڑے ہوں۔

سب سے اچھی چیزیں لال خون پیدا کرنے کے یہ ہیں۔ (۱) کلیجی، (۲) انڈے کی زردی (۳) ساگ اور ہری پتی کی ترکاریاں۔ (۴) گوشت (۵) پیاز اور دالیں۔

(روشنی سے لیا)

پانی کے جانور

تالاب دریا اور سمندر میں بہت سے جانور پائے جاتے ہیں۔ جن کی زندگی خشکی کے جانوروں سے مختلف ہوتی ہے۔ سوچنا چاہئے کہ یہ جانور پانی میں کس طرح زندہ رہتے ہیں؟ آؤ سب سے پہلے مچھلی کا حال دریافت کریں۔

وہ پانی میں کس طرح تیرتی ہے؟

تم جانتے ہو کہ پانی میں بڑی طاقت ہے۔ اس کی موجیں ہاتھی تک کو بہا لے جاتی ہیں۔ مگر مچھلی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ اپنی مرضی سے جدھر چاہے جا سکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کی شکل کشتی سے ملتی جلتی ہے۔ اس کا سر دیکھتے ہو آگے سے کس قدر نوک دار ہے۔ اس کی مدد سے پانی کی موجوں کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے۔ اس کام کے لئے اس کے پاس کئی قسم کے چپو ہیں۔ ان چپوؤں کو مچھلی کے پنکھ کہتے ہیں۔ بتاؤ وہ کس شکل کے ہوتے ہیں؟ کہاں کہاں لگے ہوئے ہیں؟ کس طرح کھلتے اور بند ہوتے ہیں؟ اس کی دم بھی ایک قسم کا پنکھ ہے۔ ان پنکھوں کو دہنے بائیں موڑ کر پانی میں تیرتی اور راستہ تبدیل کرتی ہے۔

پانی میں کسی طرح سانس لیتی ہے؟

تیرتے وقت مچھلی کو غور سے دیکھو۔ وہ اپنا منہ کھولتی اور بند کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا کہ کوئی چیز کھا رہی ہے۔ بلکہ وہ اس طور سے سانس لیتی اور پانی میں زندہ رہتی ہے۔

اس کی سانس کے لئے ہوا ضروری ہے۔ سوڈا واٹر کی بوتل کے بلبلے تم نے دیکھے ہوں گے۔ اسی طرح دریا کے پانی میں ہوا گھلی ہوئی ہے۔ یہ ہوا اس کی سانس لینے کے کام آتی ہے۔ مگر وہ ہماری تمہاری طرح پھیپھڑوں سے سانس نہیں لے سکتی ہے بلکہ گلپھڑوں سے سانس لیتی ہے۔

اس کے گلپھڑے سر کے دونوں طرف خانوں کے اندر لگے ہوئے ہیں۔ ان کی شکل ریشم کی جیسی ہوتی ہے۔ ہر طرف کے خانے پر ایک ایک ڈھکنا بھی ہوتا ہے۔ یہ ڈھکنا ایک طرف کھل سکتا ہے

اب سانس لینے کی ترکیب سنو۔ وہ منہ سے پانی پیتی اور گلپھڑے کے سوراخوں سے باہر نکال دیتی ہے۔ جب ہی گلپھڑوں کی جھالریں پانی کی ہوا چوس لیتی ہیں۔ یہ ہوا اس کی سانس چلاتی اور اس کو زندہ رکھتی ہے۔ لیکن جب وہ خشکی پر آتی ہے تو اس کے گلپھڑے سوکھنے لگتے ہیں اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جب کوئی آدمی پانی میں ڈوب جاتا ہے تو اس کے پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا ہے اور ہوا نہ ملنے سے موت آ جاتی ہے۔

جسم کی حفاظت کیسے ہوتی ہے؟

مچھلی کی کھال نرم نہیں ہوتی۔ ورنہ پانی کی رگڑ سے چھل جانے کا خوف۔ اس کے جسم پر ناخن جیسے چھلکوں کا غلاف ہوتا ہے۔ جن کو سفنے کہتے ہیں۔ ان کے کناروں سے تیل جیسی چیز نکلتی ہے جس سے اس کا جسم چکنا رہتا ہے۔ یہ موم جامہ جیسا سخت اور چکنا غلاف اس کے لئے بہت مناسب ہے۔ اس کی آنکھیں بھی خاص قسم کی ہوتی ہیں۔ ان پر پپوٹے نہیں ہوتے بلکہ موٹی جھلی کا پردہ ہوتا ہے۔ یہ پردہ اس کی آنکھ کی حفاظت کرتا ہے۔ لیکن پپوٹے نہ ہونے کی وجہ سے اس کی آنکھ دن رات کھلی رہتی ہے۔ بند نہیں ہو سکتی۔ اس کے برخلاف کانوں کے سوراخ چھوٹے چھوٹے ڈھکنوں سے ڈھکے رہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے پانی اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پانی میں اس کی جلد۔ آنکھ

(از قدرت کے بھید)

قصّہ حاتم طائی

حصّہ اوّل

اب سے ہزاروں برس پہلے کی بات ہے کہ یمن کے مُلک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ خدا نے ہر طرح کی دولت دی ایک اولاد کی دولت سے محروم تھا۔ دعائیں مانگیں تو اللہ نے یہ اُمید بھی پُوری کی۔ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے شکر کا سجدہ ادا کیا اور رمّالوں جوتشیوں کو بُلا کر بچّے کا حال پوچھا۔ سینکڑوں پنڈت، رمّال اور نجومی جمع ہوئے اپنی اپنی پوتھی کھولی اور سوچ بچار کر بادشاہ سے کہا کہ "بادشاہ کی عمر اور دولت زیادہ ہو، اللہ نے آپ کو جو بیٹا دیا ہے اُس کا نام دنیا میں بادشاہوں سے زیادہ چمکے گا اور رہتی دنیا تک اُس کے کام لوگوں کی راہ کا دِیا بنیں گے۔ بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا اور بیٹے کا نام حاتم رکھا حاتم کی پرورش بڑے ناز سے ہونے لگی۔ اسے ہر طرح کی تعلیم دی جانے لگی۔ یہاں تک کہ چودہ برس کا ہوگیا۔ باپ نے اب تک جو مال جمع کیا تھا۔ حاتم نے غریبوں، محتاجوں کو بانٹنا شروع کیا۔ حاتم کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ اُس کے دَم سے دُور دُور کوئی ننگا، بھوکا نہ رہا۔ وہ ہر ایک کے دُکھ سُکھ کا ساتھی تھا اور اِسی لئے سب اُس کا نام بڑے پیار سے لیتے تھے۔ اُس کے لئے آدمی اور جانور زبان والے اور بے زبان کی تکلیف اپنی تکلیف تھی۔

اُنھیں دِنوں کی بات ہے کہ خُراسان کے ملک میں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اُس کے ایک لڑکی تھی حُسن بانو، جو اپنی خوبصورتی میں آپ اپنی مثال تھی ساری دُنیا کے راجا، مہاراجا، شاہ و شہنشاہ چاہتے تھے کہ اُس سے شادی کریں، لیکن اس نے اپنی شادی کے لیے شرط باندھ رکھی تھی کہ جو کوئی مجھ سے بیاہ کرنا چاہے میرے سات سوالوں کا جواب دے۔ وہ سوال اتنے مشکل تھے کہ جو شہزادہ اُس سے شادی کرنے کے خیال سے آتا، اُن سوالوں کی وجہ سے نااُمید ہو کر واپس چلا جاتا۔ انھیں شہزادوں میں سے ایک کا نام مُنیر شامی تھا۔ وہ بھی حُسن بانو کے پاس آیا اور کہا "اے شہزادی اگر میری زندگی چاہتی ہو تو مجھے اپنی غلامی میں لے لو" شہزادی بولی کہ "حسین شہزادے، میں دُنیا میں اُس آدمی کی غلام بن کر رہوں گی۔ جو میرے سات سوالوں کا جواب دے" یہ کہا اور اپنے سات سوال مُنیر شامی کے آگے دُہرا دیئے۔ مُنیر شامی نے جو یہ مشکل سوال سُنے تو ہوش جاتے رہے۔ اپنی زندگی سے بے آس ہو کر جنگل کی طرف چل دیا۔ راج پاٹ چھوڑا اور حُسن بانو کے خیال کو اپنی زندگی کا سہارا بنا کر جنگل بیابان کو اپنا گھر بنا لیا۔ دن بھر روتا اور رات بھر تارے گنتا بس یہی دو کام تھے۔ زندگی کے دن یوں ہی کٹ رہے تھے کہ ایک دن حاتم شکار کھیلتے کھیلتے اُدھر آنکلا۔ ایک پیڑ کے نیچے کھڑا تھا کہ کہیں سے درد بھری آواز آنی شروع ہوئی۔ آواز کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ ایک پیڑ کے نیچے ایک خوب صورت نوجوان بیٹھا زار و قطار رو رہا ہے۔ اُس کے رونے کی آواز سے جنگل گونج رہا ہے۔ حاتم گھوڑے سے اُترا۔ اُس نوجوان کے پاس پہنچا اور تسلّی دے کر کہا "اے جوان! کیوں اس طرح اپنی زندگی کھوتا ہے" وہ یہ سُن کر اور رونے لگا۔ حاتم نے اور تسلّی دی اور کہا "بھائی! تم اپنا حال بتاؤ۔ میں نے اپنی زندگی اللہ کی راہ میں سونپی ہے اپنی جان دے کر بھی تمہارا دکھ درد دور کرنے کی کوشش کروں گا" یہ سن کر مُنیر شامی کے آنسو تھمے اور اس نے حُسن بانو کی محبّت اور اس کے سوالوں کا سارا حال حاتم کو سُنایا۔ (باجازت مکتبہ تعلیم و ترقی)

REGD. NO. 4534
٤٨٧
ٹیلیفون نمبر ۱۳۹۴۴

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ ۱/
لندن فون ....
ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار
رہبر
سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۷ پہلی نومبر ۱۹۴۶ء نمبر ۸

نہرو بات

من کی قربانی سب سے بڑی قربانی ہے
(گیتا)

اپنی باتیں



رہبر کے پڑھنے والوں کو رہبر کی طرف سے عید مبارک۔ یوں تو عید سال میں ... آتی ہے۔ مگر یہ عید کچھ اور ہی درجہ رکھتی ہے اس روز دنیا بھر کے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں ایک جگہ جمع ہو کر حج کرتے ہیں

حج جمہوریت (لوگوں کا راج) کا نہ صرف ایک بہترین نمونہ ہے۔ بلکہ مرد اور عورت کے درجہ برابر ہونے کا ثبوت ہے۔ اس مبارک دن لاکھوں مرد اور عورتیں ساتھ مل کر کعبہ شریف کا طواف کرتے ہیں نہ تو رسمی پردہ ہوتا ہے اور نہ عورت کو عورت ہونے کی بنا پر مرد سے کم درجہ دیا جاتا ہے اور انسانی برابری اور انسانی بھائی چارے کی ایسی عجیب وغریب مثال خدا کے اس پیارے گھر میں پائی جاتی ہے۔ وہاں پر نہ تو مفلس اور تونگر میں نہ جوان اور بوڑھوں میں فرق سمجھا جاتا ہے نہ چین اور عرب کے مسلمان ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ نہ بادشاہ کی بادشاہت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اس خدا کے گھر میں اور اس مبارک دن کو سب ہی برابر ہوتے ہیں۔ آدم کی اولاد میں بڑائی چھوٹائی کا فرق مٹانے کے لئے حکم ہے کہ سب کا لباس بھی ایک سا ہو اور سب کے سر ایک ساتھ سجدہ میں جھکیں۔

اس عید کو عید قرباں بھی کہتے ہیں کیونکہ اس روز اللہ کے وہ پیغمبر حضرت ابراہیم جو خدا کی راہ میں بار بار آزمائے گئے تھے اور جو کعبہ شریف کے سب سے پہلے بنانے والے تھے انہوں نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا کی محبت میں بھینٹ چڑھانے کا ارادہ کیا تھا اس طرح اپنے دل پر جبر کر کے جس کام کو فرض سمجھتے تھے اسے ادا کرنے پر تیار ہو گئے۔ خداوند کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی من کی قربانی قبول فرما کر ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو بچا لیا اور حضرت اسمٰعیل کے بجائے ایک دنبہ بیچ میں آگیا۔ جو قربان کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اور اس دن کی یاد میں یہ رسم رسم کی حد سے گذر کر انسان اور اس کے پیدا کرنے والے کے درمیان محبت کا نبدھن بن گیا۔

خبریں

عارضی حکومت میں مسلم لیگ شریک ہوگئی

ہندوستان میں تھوڑے دنوں کیلئے جو ہندوستانیوں کی حکومت بنی ہے اب اس میں مسلم لیگ نے بھی حصہ لینا شروع کردیا ہے۔ اور اپنے پانچ ممبروں میں سے ایک اچھوت کو بھی چُن لیا ہے۔

آسام میں سیلاب آگیا

پچھلے دنوں آسام میں بہت بڑا سیلاب آیا اور وہاں کے علاقوں میں بہت زیادہ جان و مال کا نقصان ہوا

گودام میں آگ لگ گئی

کوئی ۱۵، ۲۰ دن پہلے پائیدھونی پر ۶ گوداموں میں آگ لگ گئی تھی جس سے بہت سا اناج جل گیا۔ آگ کس طرح لگی یہ پتہ نہ چل سکا۔

پونہ میں پلیگ کا زور

پونہ کی طرف بہت زور کی پلیگ پھیلی ہوئی تھی جس سے وہاں کے لوگوں میں بہت ڈر پیدا ہوگیا تھا۔ کئی سو آدمی پلیگ کی وجہ سے مرگئے۔

بمبئی میں وائسرائے

پچھلے دنوں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول بمبئی میں کچھ دن کے لئے آئے تھے آپ نے شہر میں گھوم پھر کر جہاں جہاں فساد ہوا تھا ان جگہوں کو دیکھا اور لوگوں سے اس بارے میں بات چیت کی

جرمنی افسروں کو پھانسی

جرمنی کے بڑے بڑے افسروں کو ۱۶ اکتوبر کو پھانسی دیدی گئی۔ ان لوگوں نے اپیل کی تھی کہ ہمیں پھانسی کے بجائے گولی سے اڑا دیا جائے۔ لیکن ان کی یہ اپیل منظور نہ ہوئی اور انہیں پھانسی ہی پر لٹکایا گیا۔

امریکہ کے ایک قیدی کا ایثار

امریکہ میں ایک جگہ ہے سنگ سنگ یہاں کے جیل خانہ میں ایک قیدی تھا جس کو موت کی سزا دی گئی تھی۔ اس کا نام رچرڈ سی بھوشن تھا۔ اس کے جیل میں ایک روز ایک قیدی نے ذکر کیا کہ اس کی بہن ۷ برس کی عمر سے اندھی ہے اگر کسی کی آنکھیں مل جائیں تو وہ اچھی ہوسکتی ہے یہ سن کر رچرڈ نے جس کو موت کی سزا ہوئی تھی کہا کہ میں تو مرنے ہی والا ہوں۔ تم بے شک میری آنکھیں نکلوالو اور اپنی بہن کی آنکھیں اچھی کرلو چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ لڑکی اب اچھی طرح دیکھ سکتی ہے

مسٹر ویلیس کو وزارت سے الگ کر دیا گیا۔

امریکہ کے وزیر تجارت مسٹر ویلیس جن کو اب حکومت سے نکال دیا گیا ہے انہوں نے ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کی دوسرے ملکوں کے ساتھ جو پالیسی ہے وہ امن کی نہیں ہے بلکہ لڑائی کی ہے۔ ان کی اس تقریر ہی کی وجہ سے ان کو الگ کر دیا گیا۔

یو۔پی حکومت کی نئی بھرتی

یو۔پی کی حکومت روز روز کے ہندو مسلم فساد کو روکنے کے لئے الگ پولیس بھرتی کا انتظام کیا ہے۔ بمبئی میں بھی حکومت کو ایسی صلاح دی جاری ہے کہ ایسے فساد کو روکنے کے لئے الگ والنٹیر بھرتی کئے جائیں۔ ان کی تعداد کم از کم پانچ ہزار ہو اور فساد کے زمانہ میں ان کو بھی وہی اختیار حاصل ہوں جو کہ پولیس کو ہوتے ہیں۔ اور والنٹیروں کی یہ فوج پولیس کمشنر کے نیچے رہ کر کام کرے

الہ آباد کے مسلمانوں کی شکایت

الہ آباد میں فساد کا جرمانہ وصول کیا جارہا ہے اور ٹیکس لگا دیا ہے۔ مسلمانوں کو شکایت ہے کہ ان کے محلوں پر زیادہ ٹیکس لگایا گیا ہے۔

دو چوہے

ایک گاؤں میں ایک چوہا رہا کرتا تھا۔ اس نے کسان کی اناج کی کوٹھری میں سوراخ بنالیا تھا اور وہیں اس کے بچے ہوئے تھے مگر جب سے ہندوستان میں اناج کی تنگی ہوئی اسے اپنا اور بال بچوں کا پیٹ بھرنا دوبھر ہوگیا۔ جان پر کھیل کر وہ رات کو آس پاس کے گھروں میں جانے لگا۔ راستہ میں کتے بلیوں کا سخت ڈر تھا مگر کیا کرتا پیٹ کی آگ تو کسی طرح بجھانی ہی تھی مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گاؤں میں اناج کا کال پڑ گیا ہے کسی کے یہاں اناج کا نام نشان نہ تھا آخر اس کو آس پاس کے کھیتوں میں جانا پڑتا۔ ان ہی دنوں میں ایک چوہا شہر سے آیا اور کہا کہ شہر سے تمہارے یہاں مہمان آنے والے ہیں۔ اب بچاؤ! دیہاتی چوہا بہت گھبرایا کہ کیا کرے یہاں تو خود ہی جان کے لالے پڑے ہیں شہر کے مہمانوں کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ دو دن بعد اس کے یہاں شہر کے دو چوہے مہمان آگئے۔ انھوں نے دیہاتی چوہے سے کہا کہ تم بہت دبلے ہوگئے ہو کیا بات ہے کیا کھانے کو نہیں ملتا۔ دیہاتی چوہے نے کہا کہ جب بچارے دیہاتی کسانوں ہی کو نہیں ملتا ہے تو ہم چوہوں کو کہاں سے ملے۔ گھر میں اناج آئے تو ہمارا حصہ بھی لگے۔ وہ تو کھیت کے اوپر ہی سے باہر چلا جاتا ہے شہر کو۔ یہ کہہ کر اس نے دو آم کی گٹھلیاں اور تربوز کے کچھ سڑے گلے چھلکے مہمانوں کے سامنے رکھے اور کہا کہ دانا وانا تو ملتا نہیں جو کچھ ملتا ہے آپ کے سامنے حاضر کردیا ہے۔ شہری چوہے اس پر بہت بگڑے اور کہا کہ ہم یہ نہیں کھائیں گے۔ ہمیں تو گیہوں چاول دالیں وغیرہ کھانے کی عادت ہے تو ہمارے شہر میں جتنا چاہے دانہ کھانا دیہاتی چوہا یہ سن کر بولا کہ مگر میں نے تو سنا ہے کہ شہر میں راشن ہوگیا ہے آدمیوں ہی کو ناپ تول کر ملتا ہے جو ان ہی کو پورا نہیں پڑتا ہفتہ کے ہفتہ تھوڑا سا اناج لاتے ہیں اور پکا کر کھا جاتے ہیں زیادہ پکتا بھی نہ ہوگا جو باقی بچے اور باسی ہوکر پھینکا جائے۔ یہ سن کر شہری چوہے بولے ابے تو گنوار ٹھہرا دیہاتی تو شہر کی باتیں کیا جانیں وہاں کسی کو اناج کی پروا نہیں قحط آئے تو آئے مگر شہر کی عورتیں ضرور اتنا پکاتی ہیں کہ روز صبح شام تھال بھر بھر کے کھانا پھینکا جاتا ہے مگر ہم یہ بچا کچا کھانا تھوڑا ہی کھاتے ہیں۔ ابے ہم بلیک مارکیٹ والے سوداگر کے یہاں رہتے ہیں اس کے یہاں زمین میں اور کوٹھریوں میں اناج اور دالوں کے بے شمار تھیلے بھرے پڑے ہیں۔ جتنا جی میں آئے کھاؤ پیو اور مزہ کرو۔ دیہاتی چوہے نے کہا کہ یہ بلیک مارکیٹ کیا ہوتا ہے؟ شہری چوہے بولے۔ ارے بلیک مارکیٹ اسے کہتے ہیں کہ اناج کے بیوپاری بہت سارا اناج گھروں میں اور دوسری جگہوں پر چھپا کر رکھ لیتے ہیں اور بعد میں انھیں زیادہ داموں سے بیچتے ہیں۔ شہری چوہوں کی یہ باتیں سن کر اس شام کو دیہاتی چوہا اپنے بال بچوں سمیت شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔

(آفریدی۔ بی۔ اے آنرز)

سوشل سروس کے بغیر میٹرک کا سارٹیفکٹ نہیں ملیگا

کچھ دنوں کے بعد میٹرک کے امتحان کے لئے قومی خدمات ضروری کردی جائیگی۔ اس میں تعلیم بالغان دیہاتوں کا سدھار وغیرہ شامل ہوگا۔ جو طالب علم قومی خدمات نہیں کریں گے انھیں میٹرک کا سرٹیفکٹ نہیں دیا جایا کرے گا۔

کعبہ شریف

کعبہ شریف کا نام تو آپ نے سُنا ہی ہوگا۔ یہ دُنیا کی سب سے بڑی اور سب سے پُرانی مسجد ہے۔ کعبہ شریف ہی کا نام "بیت اللہ" یا "اللہ کا گھر" ہے۔ یہ اللہ کے پاک پیغمبروں کی یادگار ہے۔ حضرت ابراہیم اس کے سب سے پہلے بنانے والے تھے۔ یہ ایسے پیغمبر تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ اللہ پر قربان کردیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے پیارے بیٹے حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنے پر بھی تیار ہو گئے۔ اس باپ بیٹے نے مل کر اس کو بنایا تھا اس کے بعد کعبہ شریف خود رسول اللہ کی یادگار ہے حضور سے پہلے لوگوں نے اُسے بُت خانہ بنا ڈالا تھا۔ تھے تو سب حضرت اسمٰعیل ہی کی اولاد مگر اسلام کو بھول بیٹھے تھے۔ جس روز کعبہ فتح ہوا بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ رسول اللہ خود یہاں تشریف لے آئے اور شکرانہ کی نماز پڑھی۔ پھر خدا کی طرف سے یہ حکم آیا کہ اس گھر میں صرف وہ لوگ آئیں جن کے دلوں میں ایمان کا نور ہو مسلمانوں نے پہلے پہلے اس حکم کا بہت خیال رکھا اور مدینہ اور مکہ شریف میں مسلمانوں کے سوا کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا مگر اب یہ پابندی اتنی سخت نہیں رہی ہے۔

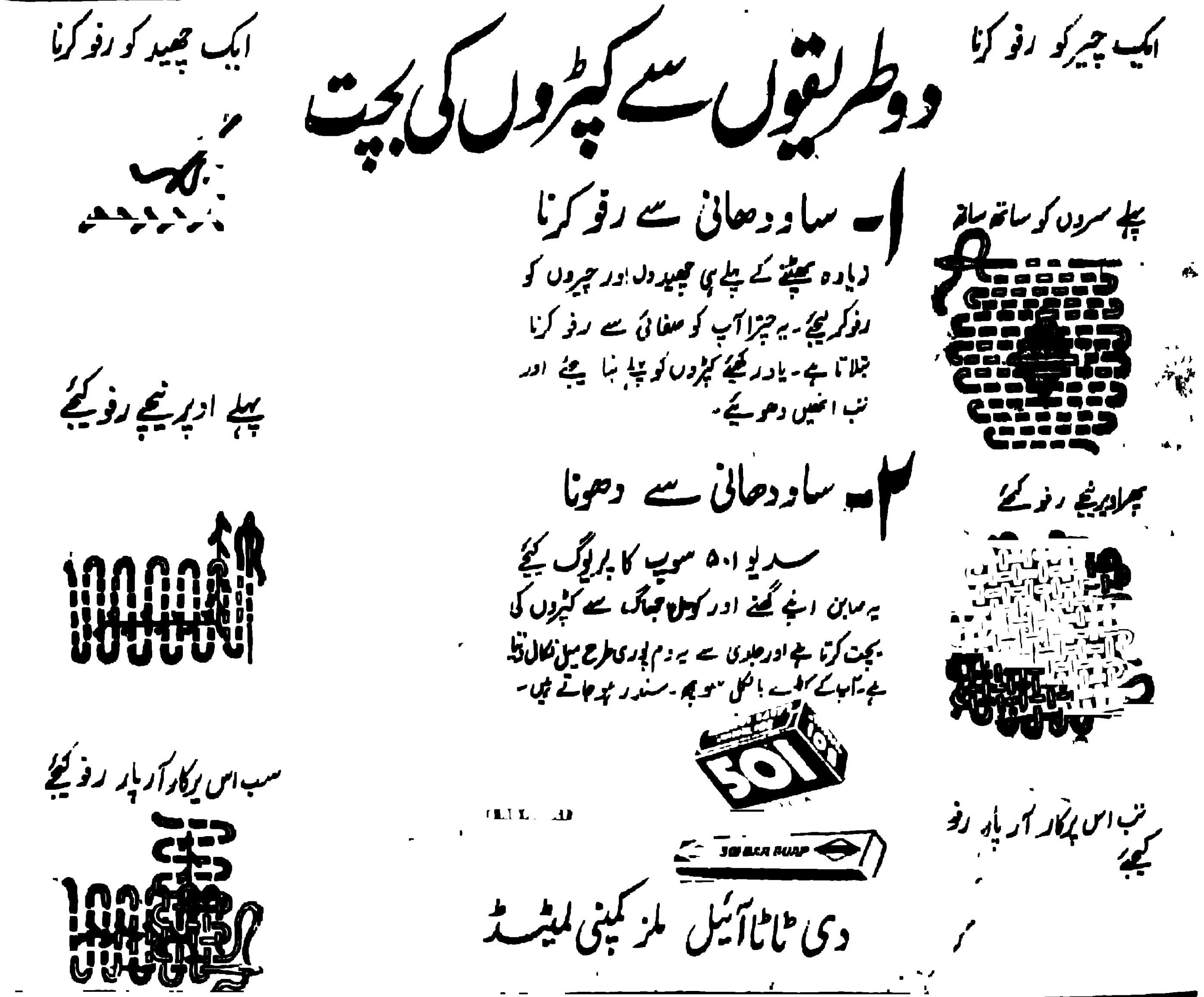
کعبہ ایک چوکور مکان ہے، ۱۳ گز لمبا، ۱۲ گز چوڑا اور ۱۷ گز اونچا کعبہ کی بنائی اور مرمت مسلمانوں سے پہلے بھی ہوتی رہی اور بعد میں بھی ہوئی مگر ہاں جب بھی بنا ان ہی بنیادوں پر بنا جن پر اُسے حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا۔ پورب والی دیوار میں فرش سے دو گز کی اونچائی پر دروازہ لگا ہوا ہے جو کھٹ اور کواڑوں پہ سونے چاندی کا کام ہے دروازہ پر بہت قیمتی پردہ پڑا رہتا ہے۔ جس پر کارچوبی میں قرآن کی آیات لکھی ہیں۔ کعبہ حج کے علاوہ سال میں اٹھارہ بار کھلتا ہے۔ چھ بار عورتوں کے لئے اور چھ بار مردوں کے لئے اور چھ بار غسل کے لئے۔ دروازہ پر لکڑی کا زینہ لگادیا جاتا ہے۔ اُس بَیتُ اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔ بیچ میں خالص عود کے تین سُتون (کھمبے) ہیں جن کی قیمت اندازے سے باہر ہے۔ ایک طرف دیوار میں ایک محراب بنی ہوئی ہے، فتح مکہ کے دن اُسی جانب رسُولُ اللہ نے نماز پڑھی تھی کعبہ کی چھت اور اندر کی طرف اس کی دیواریں گلابی ریشم سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ دروازہ کے باہر پوربی کونے میں بائیں طرف فرش سے پانچ فٹ اونچا ایک پتھر رکھا ہوا ہے۔ یہی سنگ اسود ہے۔ یہ ایک گول سا پتھر ہے۔ اس کا رنگ لال سرخی مائل سیاہ اس میں چند سُرخ نکتے اور چند پیلی لکیریں ہیں۔ منہ پر چاندی کا گول مضبوط حلقہ چڑھا ہوا ہے حج میں اِس پتھر کو چومنا ضروری ہے اور چومنے کا موقعہ نہ ہو تو اشارہ کرنا بھی کافی ہے۔ اس پتھر میں خود کوئی بات نہیں ہے مگر ہاں نشانی ہے اس پاک پیغمبر کی جو اللہ کے ہر حکم کے آگے اپنا سر جھکا دیتا تھا۔ اِسے چوم کر آدمی بندگی کی اسی شان کو اپنے دل میں تازہ کرتا ہے۔ یہاں بہت بھیڑ رہتی ہے۔ لوگ شوق میں اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتے۔ کعبہ شریف کی چھت میں شمال کی طرف سونے کا ایک پرنالہ لگا ہوا ہے۔ اِسے میزاب رحمت یعنی رحمت کا پرنالہ کہتے ہیں۔ اِس سے جو بارش کا پانی نیچے گرتا ہے اُسے حطیم کہتے ہیں یہاں حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ کی قبریں بتلاتے ہیں۔ کعبہ کے چاروں طرف ایک گول چوڑا راستہ بنا ہوا ہے اسی گول راستے میں حاجی کعبہ شریف کے چاروں طرف گھومتے ہیں اور اس

(باقی صفحہ ۵ پر)

(بقیہ کعبہ شریف)

گھومنے ہی کا نام طواف ہے۔ طواف کی اس جگہ کو مطاف* کہتے ہیں۔

یہ مطاف کعبہ شریف کا پرانا صحن ہے۔ ہمارے حضور نے بھی اس صحن کو باقی رکھا اور اس کو بڑھانے کی ضرورت نہیں سمجھی لیکن جوں جوں مسلمان بڑھے اُن کی بادشاہی بڑھی کعبہ شریف کا صحن بھی بڑھتا چلا گیا۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے صحن کو بڑھایا۔ اُس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اور اس کے بعد اور کئی بادشاہوں نے۔ اب اگر اس صحن کو اندر سے ناپو تو ایک طرف سے ایک سو بیس گز اور دوسری طرف سے ایک سو چوراسی گز ہے۔ یہ لمبائی ہوئی۔ چوڑائی میں ایک سو بیس اور ایک سو اکیس گز ہے۔ صحن کے چاروں طرف دالان ہیں۔ یہ بڑے خوب صورت اور شاندار ہیں۔ اکہرے نہیں بلکہ تین تین چار چار درجے کے ہیں دالان کے کھمبے کی تعداد تین سو گیارہ ہے۔ ان میں دو سو چوبیس کھمبے بہت ہی نایاب دروازے باغیں ہیں اور چھوٹے دروازے ملا کر کل انتالیس ہیں سب سے بڑا باب (دروازہ) ابراہیم ہے۔ اور اس سے چھوٹا باب النبی ہے۔ جس طرف سے حضور تشریف لایا کرتے تھے کعبہ شریف میں سات مینار ہیں۔ ساری عمارت ایسی خوبصورت ہے کہ دیکھنے سے جی نہیں بھرتا اور دل چاہتا ہے کہ بس خدا ہی کے ہو رہیں۔ ہر دم اُسی کا نام جپیں، اور ہر وقت اُسی کا کام کریں۔



دو بڑے آدمیوں کے انتقال

خلیفہ ہارون الرشید :۔ (انتقال کا سال سنہ ۸۱۴ء)

جب بیماری بہت سخت ہوگئی تو طبیب بلائے گئے۔ مگر کسی علاج سے بھی فائدہ نہ ہوا۔ ہارون الرشید بالکل نا امید ہوگئے اور موت یقینی دیکھ کر بنی ہاشم کو بلوایا اور کہا :۔

"ہر شخص آخر کار مرے گا آج میں بھی موت کے گھاٹ اتر رہا ہوں میں تمکو تین وصیتیں کرتا ہوں۔(۱) اپنی امانت کی حفاظت کرنا۔ (۲) اپنے سوالوں کا ہمیشہ بھلا چاہنا۔ (۳) ہمیشہ میل جول سے رہنا تاکہ دشمن تم پر حملہ آور نہ ہو۔

میرے دونوں لڑکوں محمدؐ (امین) اور عبداللہ (مامون) کو دیکھنا۔ ان میں سے جو بھی اپنے بھائی پر بے جا حملہ کرے اس کو گمراہی سے روک دینا۔ ہمیشہ انصاف کی طرفداری اور ظلم کی مخالفت کرنا۔

مامون الرشید :۔ (انتقال کا سال سنہ ۸۳۳ء)

جب مرنے کا وقت قریب تھا تو ایک شخص جاحظ نامی مزاج پرسی کے لئے آیا۔ مامون الرشید اس حال میں پڑے ہوئے تھے کہ کسی جانور کی کھال زمین پر بچھی ہوئی اور اس پر ریت پھیلا دی گئی تھی۔ اس غریبانہ بستر پر ایک بادشاہ دم توڑ رہا تھا۔ اور زبان پر یہ الفاظ تھے :۔

"اے خدا کہ تیری بادشاہی جارہی ہے۔ اے خدا کہ تو کبھی نہیں مرے گا مجھ پر رحم فرما کہ جو مر رہا ہے" یہ سن کر جاحظ نے کہا "خدا آپ کا ثواب زیادہ کرے اور آپ کو تندرستی بخشے"

"میری تندرستی کی دعا نہ کرو" مامون نے فوراً کہا "میرے لئے مغفرت کی دعا کرو" اس کے بعد "خدا! تو نے ہمیں حکم دیئے اور ہم نے نافرمانی کی، تو مجھے بخش دے کیونکہ تو بڑا ہی رحیم ہے" یہ مامون کا آخری جملہ تھا۔

وہیل مچھلی کتنی بڑی ہوتی ہے؟

انگلستان میں ایک دفعہ ایک وہیل مچھلی لائی گئی۔ جس کی لمبائی ۱۳۳ فٹ تھی اور وزن ۲۰۰ ٹن تھا۔ اس کا سر ۲۰ فٹ لمبا تھا اور اس کے کھلے ہوئے جبڑوں میں ایک ساتھ ۱۵۲ لڑکے کھڑے ہوسکتے تھے ایک اور وہیل مچھلی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا وزن ۲۴۰ ٹن تھا۔ اس کا سر بائیس ۲۲ فٹ لمبا تھا اور ریڑھ کی ہڈی ۷۰ فٹ کی تھی اس کی چربی سے چار ہزار گیلن تیل نکالا گیا تھا ماہرین کا خیال تھا کہ اس کی عمر ایک ہزار سال تھی۔

انگلستان کی سب سے عجیب عمارت کونسی ہے؟

رُیشٹن کا تکونا لاج انگلستان کی سب سے عجیب عمارت سمجھا جاتا ہے اس میں تین منزلیں ہیں اور ہر منزل میں تین تین کھڑکیاں ہیں۔ ہر کھڑکی میں چار تکونے شیشوں کی تین تین قطارین ہیں۔ ہر منزل میں تین تین تکونے کمرے ہیں، یہ عجیب وغریب عمارت تقریباً ساڑھے تین سو برس پہلے سر ٹامس ٹریسٹم نے بنوائی تھی۔

بمبئی میں اب گھر بنیں گے

بمبئی کی سرکار نے نئے گھر بنانے کی ایک اسکیم منظور کی ہے۔ اب بمبئی میں کھولیاں یا چالیں نہیں بنا کریں گی۔ بلکہ گھر چاہے کتنا ہی چھوٹا ہو اس میں کھانا پکانے سونے اور نہانے و سنڈاس وغیرہ کی الگ الگ جگہ ہوگی۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ رہبر اخبار اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شایع ہوتا ہے پرنسس بلڈنگ انجمن پریس میں چھپتا ہے

چیدہ روزنامہ رہبر بمبئی

حضرت اسماء

پہلے زمانہ میں عرب عورتیں۔ بہت مشہور گزری ہیں۔ انھوں نے علم اور ادب اخلاق میں وہ کمال حاصل کیا۔ کہ بلاشک ہم کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ آج کل کی عورتیں۔ ان سے بہت پیچھے ہیں۔ تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ اس زمانے کی عورتیں کیا تھیں عالمہ وہ تھیں۔ شاعرہ وہ تھیں۔ حدیث قرآن وہ جانتی تھیں۔ حکومت انھوں نے کی اور مردوں کے برابر ہتھیار باندھکر لڑائی میں حصّہ انھوں نے لیا۔ اور نہ صرف عورتوں کو بلکہ مردوں کو بھی سبق دیا۔ آج میں ایک عرب خاتون کا حال لکھتی ہوں۔

حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت زُبَیر بن عَوّام سے ان کی شادی ہوئی۔ جنگ یرموک میں اپنے شوہر زُبَیر بن عوّام کے برابر گھوڑے پر سوار ہوکر لڑی تھیں۔ آپ بہت اچھی شہسوار تھیں آپ کو تیر اندازی میں وہ مشق حاصل تھی کہ آپ کا تیر کبھی خطا نہ ہوتا تھا۔ عَبدُاللہ بن زُبَیر آپ ہی سے پیدا ہوئے۔ ایک موقعہ پر حجّاج بن یُوسُف نے مکّہ معظّمہ پر حملہ کیا۔ اور مکّہ والوں کو اپنی تابعداری پر مجبور کیا۔ اُن میں حضرت عَبدُاللہ بھی تھے آپ فوراً اپنی والدہ حضرت اسماء کی خدمت میں پہنچے اور ان سے شرط قبول کرنے کے بارے میں مشورہ کیا حضرت اسماء نے فرمایا۔ کہ اگر تمہیں ایک روز مرنا ہے۔ تو آج ہی شہید ہو جاؤ۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا۔ کہ دشمن میری لاش کی توہین کریں گے۔ جواب دیا۔ کہ جسم بغیر روح کے مٹی ہے۔ جس کی کبھی توہین نہیں ہوسکتی۔ اس جواب سے متاثر ہوکر حضرت عبداللہ تلوار کھینچ کر میدان میں نکل آئے اور شہید ہوئے۔ ان کی لاش کے واقعی ٹکڑے

پہلی نومبر سنہ

اُڑائے گئے۔ لیکن واہ رے جذبۂ اسلامی۔ ماں دیکھتی رہی۔ اور اُف نہ کی۔ بلکہ اپنے بیٹے کی شہادت سے خوش ہو کر شکر کیا۔

بقیہ خدا اور قدرت

کیڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو خدا کی ہستی کا یقین نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ میں خود اپنے تجربہ سے کہہ سکتا ہوں کہ جتنی خدا کی قدرت کی قدر اور تعریف میرے دل میں بڑھتی گئی اور وہ قدرت کی خوبصورتی دیکھ کر اتنی ہی زیادہ صفائی میرے اپنے دل کی ہوتی رہی ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا دل ایک چمکتا درپن بن گیا ہے اور پھر اس میں دکھائی دیتا ہے "عکس یار کا" جو صرف خدا کو مانتے ہیں وہ بھی بھٹکے ہوئے ہیں اور جو صرف خدا کو مانتے ہیں وہ بھی گمراہ ہیں۔ انسان کو دونوں کی ضرورت ہے خدا کو پہچاننے اور اس کے ساتھ پریم کرنے کا راستہ ہے۔ کبیر صاحب نے کہا ہے۔ ؎

"باہر بھیتر دیو نرنتر" (نئے ہند سے لیا)

بمبئی کو لندن بنانے کی تیاریاں

سُنا ہے کہ بمبئی کو لندن کے برابر لانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہاں بمبئی میں اور تو سب چیزیں ہیں صرف "ٹیوب ریلوے" یعنی زمین کے اندر چلنے والی ریل نہیں ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ بمبئی میں یہ ریل بھی بنائی جائے گی۔ ادھر بمبئی سنٹرل سے لے کر چرچ گیٹ تک یہ ریل بنے گی۔ آج کل جہاں اوپر لوکل ٹرین کا راستہ ہے وہاں سب بلڈنگیں بنائی جائیں گی اس کام میں کئی کروڑ روپیہ خرچ ہوگا

داستانِ ہند

مغل راج

مغلوں کی بادشاہی ویسے کہنے کو اورنگ زیب کے بعد ڈیڑھ سو سال تک رہی۔ اور اس کے بعد گیارہ بادشاہ اور دہلی کے تخت پر بیٹھے۔ مگر ان میں اکبر اور اورنگ زیب کی سی نہ ہمت رہ گئی تھی نہ شان وشوکت۔ وہ اپنے دربار کے امیروں وزیروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئے تھے۔ رہے مطلبی امیر وزیر تو اُن کو اپنے حلوے مانڈے سے فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ اِن فتنوں کو دباتے اور سلطنت کو تباہ ہونے سے بچا لیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتنی بڑی سلطنت دیکھتے دیکھتے ختم ہوگئی اور ہندوستانیوں کی قسمت ایسے پردیسیوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو نہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور نہ یہاں کے رہنے والوں سے اُن کو کوئی ہمدردی ہے۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر آخری بار کوشش کی تھی کہ ہندوستان کی حکومت پھر ہندوستانیوں کے ہاتھ میں آجائے اور مغل سلطنت کا بجھتا ہوا دیا جو لال قلعے میں ہندوستان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ کے ہاتھ میں ٹمٹما رہا تھا، غلامی کے اندھیرے پر چھا جائے مگر قسمت نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ مغل بادشاہی کا چراغ بھی ہمیشہ کے لئے بجھ گیا۔

بمبئی میں یوم آزاد ہند

۱۲؍ بمبئی میں آج یوم آزاد ہند منایا گیا۔ صنعتی ہڑتال رہی اور شہر کی ۶۴ میں سے ۴۶ ملیں بند رہیں۔

خدا اور قدرت

سُنا ہے کہ ایک دفعہ جب خدا کی محبت میں مست رابعہ بصری بہار کے موسم میں ایک غار میں بیٹھی ہوئی اپنے پریتم کی یاد میں آنسو بہا رہی تھی۔ اس وقت اس کی کچھ بچپن کی سہیلیاں وہاں آئیں۔ غار کے باہر کھڑی ہوکر پکارنے لگیں "رابعہ! رابعہ! ذرا باہر تو آؤ دیکھو تو سہی خدا کی قدرت!" یہ سُن کر رابعہ نے کہا۔ "ذرا اندر تو آؤ اور دیکھو تو سہی خدا کی قدرت۔

رابعہ تو بھگوان کے پریم میں جیسے پروانہ شمع پر جل جاتا ہے۔ جل چکی تھی۔ اس لئے اس کو تو صرف خدا ہی کی چاہ تھی مگر ہم معمولی انسانوں کو تو دونوں کی ضرورت ہے خدا کی بھی اور قدرت کی بھی

ایک انگریزی شاعر نے کہا ہے کہ قدرت خدا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب ہے اسے پڑھ کر ہی اس کے لکھنے والے کا دھیان آتا ہے۔ اُس کی یاد آتی ہے۔ اور جیسے انسان کے لئے لیلیٰ مجنوں کا پریم محسوس کرنا ضروری ہے۔ بیشتر اس کے کہ وہ خدا کا پریم محسوس کر سکے ویسے ہی اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے قدرت کو دیکھے اور قدرت کی محبت اپنے دل میں پیدا کرے۔ کیونکہ قدرت اور قادر دونوں ایک ہی شئے کے دو پہلو ہیں

ایک آرٹسٹ یا شاعر قدرت کو دیکھ کر اور اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر خدا کی تعریف کرتا ہے یہی سبب ہے کہ گاؤں میں اور پہاڑ پر رہنے والے لوگوں کو جو ہر روز قدرت کا کھیل دیکھتے ہیں خدا کی ہستی کا آسانی سے یقین آجاتا ہے۔ اور شہروں میں رہنے والے قدرت سے دور رہتے ہیں۔ اور کتابوں یا اخباروں یا رسالوں کے

(باقی صفحہ [illegible] پر)

REGD. NO. 4532

ٹیلیفون نمبر ۲۲۲۲۱

قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ

ایڈیٹر

مسز کلثوم سایانی

رویا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی

رہبر

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۸ — ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۴۷ء — نمبر ۱

نیاب بات

جب کوئی بات کہو سیدھی اور خدا لگتی کہو۔

اپنی باتیں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کے رہبر نے اس جولائی میں اپنے ۷ سال پورے کرلئے ان سات سالوں میں اس نے کہاں تک آپ کی اور علم کی خدمت کی۔ اس کا اندازہ آپ کو خود ہوگا۔ رہبر نے آسان زبان میں تعلیم دینے کا جو نیا طریقہ نکالا ہے وہ سب جگہ پسند کیا جارہا ہے اور زبان کے مسئلہ کو حل کرنے کا ایک طریقہ بتا رہا ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا آپ کا رہبر اُردو ہندی اور گجراتی تین لکھائی میں چھپتا ہے۔ لیکن اس کی زبان ایک ہی ہوتی ہے مگر پھر بھی اُردو ہندی اور گجراتی تینوں زبانیں جاننے والے اس کے مضمون پڑھ سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں رہبر کے مضمونوں میں اس کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ یہ بالغوں کا اخبار ہے اس لئے اس کے مضمون آسان ضرور ہوتے ہیں لیکن بچوں کے جیسے نہیں ہوتے بلکہ ایسے ہوتے ہیں جس میں بچے بوڑھے مرد اور عورتیں سبھی دلچسپی لے سکیں۔

یہ ضرور ہے کہ اب کچھ دنوں سے مہنگائی کی وجہ سے اور کاغذ کی کمی کی وجہ سے کم صفحے ہوتے ہیں لیکن اس بات کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے کہ ان تھوڑے ہی سے صفحوں میں زیادہ سے مضمون لکھے جائیں۔ ہمارے مضمونوں کے بارے میں اتنے خط آتے ہیں کہ اگر ہم ان کو چھاپ دیں تو سارا اخبار اسی سے بھر جائے۔ آخر میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ رہبر کو سچا رہبر بنا اور علم کی روشنی کو گھر گھر پھیلا۔ ساتھ ہی ہم رہبر کے پڑھنے والوں اور مضمون لکھنے والوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اگر خدا کی مہربانی کے ساتھ ان کی مدد نہ ہوتی تو آج رہبر اتنی ترقی نہ کر سکتا

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رویا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ رہبر اخبار
اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے
پرنسس بلڈنگ ایبل پریس میں چھپتا ہے

خبریں

بنگال کے بڑے وزیر مسٹر سہروردی نے اپنی تقریر میں کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ واقعات اور حالات نے بنگالیوں کے ٹکڑے کردیئے مگر بنگالیوں کی روح ایک ہے اسے کوئی جدا نہیں کرسکتا وہ وقت دور نہیں جب ہم پھر آپس میں مل جائیں گے۔

بمبئی میں جون کے آخری ہفتہ میں بہت سے ایکسیڈنٹ ہوئے کلکتہ میل ناسک کے قریب پٹری سے اتر گیا۔ اس میں خوش قسمتی سے کوئی زخمی نہیں ہوا۔ قلابہ میں ایک ٹرک موٹر کی ٹرام سے ٹکر ہوگئی۔ ٹرام کا ڈرائیور اور ۳ آدمی زخمی ہوئے۔ سینڈھرسٹ روڈ پر لوکل ٹرین اور انجن کی ٹکر ہوئی اس میں لوکل ٹرین کو بہت نقصان پہنچا۔ بائیکلہ میں دو بس لڑ گئیں اس میں بھی کئی آدمی زخمی ہوئے

مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح نے پاکستان کی ترقی کے لئے پاکستان فنڈ کھولا ہے اور مسلمانوں سے اس میں دل کھول کر چندہ دینے کی اپیل کی ہے

افریقہ میں ایک ڈاکٹر نے اپنی دوربین سے دیکھ کر بتایا ہے کہ آسمان کے ایک طرف دمدار ستارہ نظر آرہا ہے یہ زمین کے قریب آتا جارہا ہے اور کچھ دنوں بعد ہندوستان میں بھی نظر آئیگا کہتے ہیں کہ جب دمدار ستارہ نظر آتا ہے تو دنیا پر کچھ مصیبت آتی ہے اس جنگ سے پہلے بھی دمدار ستارہ نظر آیا تھا۔

نئی دہلی ۲۵ر جون کی خبر ہے کہ وجے لکشمی پنڈت سوویٹ یونین میں ہندوستان کی پہلی سفیر مقرر کی گئی ہیں بادشاہ نے ان کی سفیر ہونے کی منظوری دیدی ہے۔

کینٹن ۲۵ر جون کی خبر ہے کہ چین کے ایک صوبہ میں سخت بارش ہونے کی وجہ سے سیلاب آیا جس میں ہزاروں مکان گر کر بہہ گئے اندازاً ایک ہزار آدمی سے زیادہ ہلاک ہوئے اور ۵ لاکھ انسان بے گھر بار ہوگئے۔

بمبئی ۲۷ر جون کی خبر ہے کہ میونسپل کمشنر نے ایک بیان میں کہا ہے کہ کیونکہ بارش نہیں ہوتی اس لئے پانی کی کمی ہوتی جارہی ہے آئندہ شہر والوں کو آٹھ گھنٹے پانی دیا جائے گا ہر شہری کو چاہئے کہ پانی کی پوری دیکھ ریکھ کرکے خرچ کریں۔

ٹوکیو ۲۵ر جون کی خبر ہے کہ خوراک کی کمی کی وجہ سے جاپان میں چھ ماہ تک ہوٹل بند کرنے کا حکم جاری ہوگیا ہے

بمبئی ۲۶ر جون کی خبر ہے کہ کالبا دیوی پر دو آدمیوں نے فائرنگ کی تھی ان کو پھانسی کی سزا کا حکم دیدیا گیا

تنا کی لڑائیاں اور آدھے مقدمات محض

دلچسپ معلومات

انسان کی کلائی میں آٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں ہتھیلی میں پانچ اور انگلیوں میں چودہ

پیدائش سے لے کر پچاس سال کی عمر تک ایک آدمی ۶۵۰۰ دن کام کرتا ہے اور ۶۰۰۰ دن سوتا ہے۔ ۴۰۰۰ دن تفریح وغیرہ میں صرف کرتا ہے ۱۵۰۰ دن کھاتا ہے ۵۰۰ دن بیمار رہتا ہے اور ۲۵۰ دن آدمی چلتا ہے

دریائے ٹیمز کے ٹنیل پر ۶ لاکھ ۳۰ ہزار پونڈ صرف ہوئے۔

بقول ٹالسٹائی عملی کاموں کے لئے عمدہ وقت ۹ بجے صبح سے ۳ بجے سہ پہر تک ہے

مصنوعی مکھن پہلی دفعہ ۱۸۶۹ء میں جولائی واقع فرانس میں بنایا گیا مکھن گردوں اور حیوانات کی چربی سے تیار کیا گیا۔ زیتون اور بنولے کے تیل وغیرہ سے بھی مصنوعی مکھن بنایا جاتا ہے۔

جاپان میں ہر سال ۵۰۰ سے زیادہ زلزلے آتے ہیں۔

انسانی زندگی کی اوسط ۳۳ سال ہے اور ہزاروں آدمیوں میں صرف ایک ہی شخص ۱۰۰ سال کی عمر پاتا ہے

لطیفہ

مسخروں سے دنیا خالی نہیں ہے۔ ایک مسخرہ نے بازار سے سفید چوہے خریدے۔ اور چند دوستوں کو گیارہ گیارہ چوہے بھیجے اور خط میں لکھا۔ کہ ایک درجن چوہے تحفۃً ارسال ہیں۔ ہر شخص نے جب چوہوں کو گنا تو گیارہ نکلے۔ اور گھنٹوں سارا گھر ایک چوہے کو تلاش کرتا رہا

---

۱ دنیا بھر میں ۲۰۶۴ زبانیں اور ایک ہزار سے زیادہ

ترکی حکیم

پہلے ترکی کو یورپ کا بیمار آدمی کہا کرتے تھے یہ اس حکیم کی کہانی ہے جس نے یورپ کے اس بیمار آدمی کو اچھا کردیا اس حکیم کا نام مصطفیٰ کمال تھا۔ کمال پاشا کی ساری عمر اپنے وطن کی خدمت میں گذری۔ بڑے لوگوں کی طرح کمال بھی ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا اس کا باپ ایک ٹیکس کا افسر تھا مگر اس کے باپ کا بہت جلد انتقال ہوگیا۔ مصطفیٰ کی تربیت اس کی ماں نے کی۔ کمال اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے سب سے زیادہ اپنی ماں سے سیکھا ہے۔ اس نے شروع شروع ایک فوجی اسکول میں تعلیم حاصل کی وہ بچپن ہی سے بہت ہوشیار تھا حساب اور تمام فوجی مضمونوں میں جو حساب سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً توپ چلانے اور گولے وغیرہ پھینکنے کے علم سے اسے خاص دلچسپی تھی۔ ترکی چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں تھا جن میں روس، بلغاریہ یونان اور سائبریا شامل تھے فرانس بھی ٹرکی کے خلاف ہوگیا تھا۔ مصطفیٰ کمال لڑکا ہی تھا لیکن اتنا ضرور سمجھتا تھا کہ ترکی میں اتحاد اور مضبوط قومی حکومت کی ضرورت ہے لیکن اکیلے کام کرنا بہت مشکل تھا اسے ایک ساتھی کی ضرورت تھی جو انور پاشا میں اسے مل گیا انور پاشا بھی بہت بہادر تھا بچپن ہی میں وہ سب سے کہا کرتا تھا کہ بہادری دکھاؤ

جب مصطفیٰ کمال نے فوجی تعلیم حاصل کرلی تو شام میں کئی جگہ اس نے فوجوں کی تربیت کی۔ پچھلی بڑی لڑائی میں ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا مصطفیٰ کمال نے ٹاٹا وٹا اور گیلی پولی کی جنگ جیتی۔ مگر جرمنی کی قسمت میں ہار تھی ترکی بھی جرمنی کے ساتھ ہار گیا۔ اس ہار کے بعد ترکی پر بڑی مصیبت آئی۔ لیکن مصطفیٰ کمال نے ہمت نہ ہاری اور وہ ترکی سے نکل کر ایشیاء کوچک پہنچا۔ یہاں اس نے بہت سے لوگوں کو جمع کیا ان میں پروفیسر مصنف اور سب قسم کے لوگ شامل تھے۔ یہ تمام لوگ اپنے ملک سے محبت کرتے تھے اور ترکی کی بیماری کا علاج کرنے میں ہر قسم کی مدد کے لئے تیار تھے آخر بہت مشکلوں کے بعد مصطفیٰ کمال نے ترکی ری پبلک کا اعلان کردیا اور اس کی راجدھانی بجائے قسطنطنیہ کے انگورہ جسے انقرہ بھی کہتے ہیں مقرر کی۔

مصطفیٰ کمال ترکی کا صدر بنا اب اصل کام شروع ہوا کمال کہا کرتا تھا کہ فوجوں سے تو لڑائی ختم ہوگی۔ اب ہمیں ملک کے اصلی دشمنوں سے لڑائی لڑنی ہے اور وہ ہیں جہالت اور غریبی جو ہماری ترقی کے راستے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔

چنانچہ اس نے دن رات ایک کردیا اور جب ترکی کو دنیا کے مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں میں گنا جانے لگا تب دم لیا۔ اس نے ملک میں کسانوں کے لئے بہت سدھار کا کام کیا۔ اور ترقی کے کئی راستے نکالے یہاں تک کہ ترکی نکھائی بھی

کیلے کا درخت

یورپ کا ایک ملک ہے ہنگری جہاں آج ہندوستان کی طرح بہت گڑبڑ ہو رہی ہے اس کا ہندوستان سے تھوڑا بہت تعلق ہے اور وہ تعلق ایک کیلے کے درخت کی وجہ سے ہے۔

آج سے کئی سال پہلے جب ہندوستان کے مشہور شاعر ڈاکٹر ٹیگور بیمار تھے تو ڈاکٹروں نے انھیں کہا تھا کہ آپ کہیں ہوا بدلی کیجئے اس زمانہ میں ہنگری کے ایک شہر کا بہت ذکر ہوتا تھا کہ وہاں کی ایک جھیل کا پانی صحت کے لئے بہت اچھا ہے۔ ڈاکٹر ٹیگور بھی ہنگری گئے تھے اور وہیں جھیل کے کنارے ایک ہوٹل میں کمرہ لے کر رہتے تھے۔ اس زمانہ میں انھوں نے بہت سی نظمیں لکھیں یہ سب بعد میں بلاک کے ذریعہ چھاپی گئیں۔ ڈاکٹر ٹیگور کے ایک دوست کا کہنا ہے کہ مجھے اب تک یاد ہے کہ جب میں وہاں جایا کرتا تھا تو ٹیگور اپنے ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں بیٹھے لکھا کرتے تھے۔ کچھ مہینے کے بعد جب ڈاکٹر ٹیگور کی طبیعت اچھی ہوگئی تو آپ ہندوستان واپس آئے۔ لیکن چلتے وقت اپنی یادگار کے لئے وہیں ہوٹل کے سامنے ایک کیلے کا درخت لگایا تھا۔ جو آپ کے سامنے ہی کافی بڑا ہوگیا تھا۔ دن گذر گئے۔ ڈاکٹر ٹیگور کا انتقال ہوگیا۔ بڑی لڑائی شروع ہوئی اور ختم بھی ہوگئی اس وقت ڈاکٹر صاحب کا دوست فرانس میں تھا ایک دفعہ کسی کام سے اسے ہنگری جانا پڑا اس نے سوچا چلو دیکھیں ڈاکٹر ٹیگور کی لگائی ہوئی یادگار اب بھی ہے یا جنگ کے زمانہ میں ختم ہوگئی۔ جب وہ اس ہوٹل پہ پہنچا تو اس نے دیکھا بمباری سے ہوٹل کا ایک حصہ گر چکا ہے اور شہر کے کئی مکان ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں مگر سامنے وہ کیلے کا درخت موجود ہے۔ اکیلا نہیں بلکہ ساتھ کئی اور درخت بھی اُگ آئے ہیں۔

لطیفہ:۔ ایک مکان میں ایک خاندان رہتا تھا۔ کسی بات پر گھر کی عورتیں لڑنے لگیں اور باتوں سے نوبت لات اور مکوں تک پہنچ گئی۔ ایک نے دوسرے کا جھونٹا نوچا۔ دوسری نے تیسری کا گال بکوٹا۔ نوبت عدالت تک پہنچی۔ حاکم کے سامنے ہر ایک نے بیک وقت ایک دوسرے کی شکایت شروع کی تو چاؤں چاؤں کا شور ایسا ہوا۔ کہ مجبوراً عدالت نے ڈانٹ کر سب کو چپ کرایا اور حکم دیا۔ کہ تم میں جو عمر میں بڑی ہو وہ اپنی شکایت پہلے پیش کرے۔ دنیا کی کون عورت اور وہ بھی یورپ کی۔ اسے پسند کرے گی کہ وہ خود کو زیادہ عمر کی بتائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب چپ چاپ عدالت سے گھر چلی گئیں اور مقدمہ ختم ہوگیا۔

چالاک باورچن

اس شخص کا ذکر ہے کہ ایک مالک نے ایک دن اپنی باورچن کو بلایا اور حکم دیا کہ ہمارے ہاں کچھ مہمان آنے والے ہیں اس لئے دو مرغوں کے کباب بنالو۔ چنانچہ اس نے کبابوں کے لئے دو مرغوں کو حلال کیا پَر وغیرہ صاف کئے اور ذرا چھوڑا شام کے وقت کباب بھوننے بیٹھی جب کباب تیار ہوگئے تو باورچن نے خیال کیا چکھ لینا چاہیئے۔ کہ کہیں کچھ کسر نمک مرچ اور گوشت کے گلنے میں نہ رہ گئی ہو۔ اس لئے اس نے ایک بازو توڑ کر کھالیا۔

ابھی مہمان نہ آئے تھے۔ اس کے آقا نے آواز دی اور پوچھا مہمان آئے یا نہیں۔ باورچن نے جواب دیا کہ نہیں آئے۔ لیکن مرغ چولھے پر پڑے پڑے خراب ہو رہے ہیں۔ اگر وہ نہ آئے تو کباب خراب ہوجائیں گے۔

مالک نے کہا میں ابھی جاکر بلائے لے آتا ہوں۔ مالک جب مہمانوں کو بلانے گیا۔ تو باورچن کبابوں کو دوبارہ گرم کرنے لگی۔ کبابوں کی خوشبو سے اس کا دل للچا گیا۔ اور اس نے دل میں کہا کہ ایک بازو تو میں نے چکھنے ہی میں کھالیا۔ بہتر ہے کہ دوسرا بھی کھالوں۔ کیونکہ اگر ایک بازو کم ہوگا تو آقا خفا ہوگا۔ اس لئے اس نے دوسرا بازو بھی کھالیا۔

کباب بڑے مزے کے تھے اس لئے آہستہ آہستہ تمام مرغ چٹ کرگئی پھر دریچے کے پاس جاکر دیکھا کہ کہیں اس کا آقا مہانوں کو لے کر تو نہیں آرہا ہے۔ اور جب اس نے دیکھا کہ اس کا آقا نہیں آرہا ہے تو واپس آکر اس نے دوسرا کباب بھی ہضم کرلیا تھوڑی دیر بعد آقا آگیا اور اس نے کہا کہ مہمان آرہے ہیں تم کباب تشتری میں لگا کر لے آؤ۔ اور خود چھری تیز کرنے بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں مہمانوں نے آکر کنڈی کھٹکھٹائی باورچن نے دروازہ کھولا اور مہمانوں سے کہنے لگی جلد بھاگ جایئے ورنہ پچھتایئے گا۔ اس میں شک نہیں کہ مالک نے تمہاری دعوت کی ہے۔ لیکن بجائے کھانا کھلانے کے وہ تمہارے دونوں کان کاٹ لے گا۔ وہ دیکھو چھری تیز کر رہا ہے۔ مہمان یہ سنتے ہی بھاگ گئے۔ اور پھر باورچن نے آکر اپنے آقا سے کہا۔

وہ خوب آپ نے مہمان بلائے تھے۔ میں کباب لئے آرہی تھی۔ راستے میں مہمان لے دونوں مرغ تشتری میں سے اٹھاکر بھاگے۔ وہ دیکھو بھاگے جارہے ہیں۔

مالک یہ سن کر حیران رہ گیا۔ اور کہنے لگا کہ کم سے کم ایک تو میرے واسطے بھی چھوڑ جاتے۔ وہ اسی طرح چھری ہاتھ میں لے کر ان کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا۔

"بس ایک سے زیادہ نہیں چاہیئے۔ بس ایک"۔

مہانوں نے جانا کہ وہ ایک کان مانگتا ہے چنانچہ انہوں نے پھر کر کچھ بھی نہ دیکھا اور ہوا ہوگئے (طاہرہ خاتون۔ پونہ)

دھلی کی خبر ہے کہ گرمی کا اندازہ کرنے والی کمیٹی کا کہنا ہے کہ اس سال ماہ جون میں دھلی میں اتنی گرمی پڑی ہے کہ اتنی شاید ۷۵ سال پہلے پڑی ہوگی۔

امریکہ کا ایک عجیب و غریب انسان

امریکہ کے راجدھانی نیویارک میں آج کل ایک عجیب و غریب انسان کی بڑی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اور اس شخص کے متعلق عجیب کہانیاں مشہور ہیں۔ اس شخص پہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ دنیا کے ہر ملک و ہر حصہ کے اور ہر درجہ کے انسان سے اسی کی زبان میں بات چیت کر سکتا ہے۔ آپ نے تو یہ ضرور سنا ہوگا کہ فلاں شخص ہفت زبان ہے یعنی کہ فلاں شخص کو سات زبانیں آتی ہیں۔ یا فلاں سیاح نو زبانیں جانتا ہے اور وہ کو زبانوں کا سب سے بڑا بادشاہ کہتا ہے لیکن امریکہ کے اس شخص کے بارے میں یہ سن کر آپ کو بڑی حیرت ہوگی کہ اسی وقت تک یہ شخص سو ممالک کے باشندوں سے ان کی دیسی زبان میں گفتگو کر چکا ہے اور ان ممالک کے باشندوں کا بیان ہے کہ وہ ان کی زبان اتنی اچھی بول لیتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ان کا ہم وطن ہے۔ مگر اس عجیب و غریب انسان کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ کون ہے۔ کہاں پیدا ہوا اس کا نام کیا ہے۔ وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ کیا کرتا رہا اور اس کی زندگی کیسی گذری۔ بناوٹ کے لحاظ سے یہ ایشیائی معلوم ہوتا ہے مگر اس کا رہنے سہنے کا طریقہ بالکل مغربی ہے۔ اور اس کی عادتیں بھی بالکل یورپینوں جیسی ہیں۔ لیکن اس کے بارے میں جو چیز آپ کو بہت زیادہ حیران و پریشان کردے گی یہ ہے کہ وہ سامنے بیٹھے بیٹھے ہوا میں غائب ہو جاتا ہے۔

ایک شخص جو اخباروں میں خط لکھا کرتا ہے کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ اس سے ملنے گیا۔ ہم سب اس سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ یکایک ہم نے دیکھا کہ وہ غائب ہو گیا میں نے یہ سمجھا کہ چونکہ میں ایک پرچہ دیکھ رہا تھا شاید اسی وقت وہ اٹھکر چلا گیا ہوگا اور مجھے پتہ نہ چلا۔ مگر میری حیرت کی حد نہ رہی جب میرے دوستوں نے کہا کہ وہ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ہوا میں چھپ گیا۔ میں اپنے دوستوں کی اس بات پر یقین نہیں کیا اور کچھ شک و شبہ ظاہر کیا تو ہوا میں سے اس عجیب و غریب آدمی کی آواز آئی کہ "اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اٹھکر اس کمرے

سے باہر چلا گیا ہوں اور میں نے تم کو [?] دیا ہے تو تم اس کمرے کے تمام دروازوں کو اندر سے بند کر لو۔ پھر تو چونکہ میں جسم رکھتا ہوں۔ میں کمرے کے اندر داخل نہیں ہو سکتا لیکن تم دیکھو گے کہ میں اس کمرے میں موجود ہوں گا۔ اس عجیب و غریب انسان کے حیران کردینے والے کمالات میں سے ایک کمال یہ بھی ہے کہ وہ جلتے ہوئے لوہے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے بلکہ اپنی مٹھی میں بند کر کے خوب زور سے دباتا ہے مگر اس کا ہاتھ جلتا اور نہ ہی اس کی جلد جھلستی ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی اس کرامت کے علاوہ اس عجیب و غریب انسان میں یہ خوبی بھی ہے کہ یہ جلتے ہوئے انگاروں کو اپنے ہاتھوں میں لے بھینچنے کے بعد اس کی جلد کو غور سے دیکھا گیا مگر نہ تو اس کی [?] کوئی چیز لگی ہوئی تھی اور نہ اس کی جلد میں دوسرے انسانوں سے زیادہ سختی یا کھردرا پن تھا۔ ان ہی صاحب کا بیان ہے کہ اس عجیب و غریب شخص میں ایک یہ بھی کمال ہے کہ وہ کئی دور سے اپنے کسی چیلے سے بات چیت کر سکتا ہے۔ اور یہ اس سے بالکل اس طرح باتیں کر سکتا ہے گویا وہ اس کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک واقعہ یہ ہے کہ اس نے بعض اخبار میں لکھنے والوں کی موجودگی میں اپنے ایک چیلے سے باتیں کیں جو کئی میل دور کے فاصلے پر تھا۔ ٹھیک اسی وقت جبکہ یہ اپنے چیلے سے باتیں کر رہا تھا۔ کچھ لوگ اس چیلے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان کا بیان ہے کہ اس عجیب و غریب انسان کی آواز معلوم نہیں کہاں سے کمرے میں اس طرح سنائی دی گویا وہ ہوا میں موجود ہے۔

یہ عجیب و غریب شخص کہتا ہے کہ یہ خوبیاں مجھ میں میری روحانی طاقت کی وجہ سے جو میرے پیر نے میرے اندر پیدا کی ہے اس نے اعلان کیا کہ رفتہ رفتہ میں اپنی اس طاقت کو اس قدر بڑھا رہا ہوں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میں صرف اپنے ایک اشارے سے چلتی ریل کو روک دیا کروں گا۔

غرض کہ امریکہ میں اس روحانی انسان کی کرامات کو دیکھ دیکھ کر اس میں بڑی دلچسپی لی جا رہی ہے اور اس کے کاموں کی بڑی دھوم مچی ہوئی ہے۔

ایک ویل مچھلی کی زبان سے ایک ٹن تیل نکالا گیا ہے۔

ٹیلیفون نمبر ۴۲۲۴۱
قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ
ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی
روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶

رہبر

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۸ — ۱ اگست ۱۹۴۷ء — نمبر ۲

نیک بات

نیکی کا بدلہ اتنا ہی، یا اس سے بہتر دو۔

اپنی باتیں

ہندوستان کی تقسیم کا کام زوروں سے چل رہا ہے صوبوں کی تقسیم بھی قریب پوری ہو چکی اور ان کی حد بندی کے واسطے کمیشن بھی مقرر ہو چکا ہے۔ اب ہندوستان کی [illegible] کو یعنی پاکستان اور ہندوستان کو [illegible] اختیارات [illegible] کو حکومت [illegible] سپرد کر دیئے جائیں گے۔ ان دونوں [illegible] کے لئے گورنر جنرل پہلے ہی سے مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر جناح اور ہندوستان کے گورنر جنرل موجودہ وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہوں گے۔

مسٹر جناح نے اپنے ۱۳ر جولائی کے بیان میں صاف طور سے یقین دلایا ہے کہ پاکستانی حکومت میں اقلیت کی قوموں کو پوری پوری آزادی ہوگی۔ ان کا مذہب، تہذیب اور تمدن جان اور مال ہر طرح سے محفوظ رہے گا۔ وہ ہر پہلو سے بلا کسی فرق کے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو دوسرے شہریوں کے ساتھ کیا جائے گا اور قانون کی رو سے ان کو شہریت کے تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ مگر یہ اس شرط کے ساتھ کہ اقلیتوں کو بھی اپنی حکومت کا پورا وفادار اور حکم ماننے والا ہونا چاہیئے۔ مسٹر جناح نے کہا کہ یہی اصول ہندوستان کی اقلیتوں کے لئے بھی لازم آتا ہے۔ کوئی حکومت یہ نہیں چاہتی کہ اس کی رعایا اس کی نافرمانی کرے اور اس کے کاموں کو درہم برہم کرے ہر شہری کو اپنی ریاست کا وفادار ہونا چاہیئے۔

بمبئی میں ۱۴ر جولائی تک کل ۱۵ انچ بارش ہوئی ہے جو عام حساب سے ۱۷ انچ کم ہے۔ امید کی جاتی ہے موسم ختم ہونے تک بارش کی یہ کمی پوری ہو جائے گی۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ رہبر اخبار اردو، ہندی، گجراتی، تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے پرنسس بلڈنگ اجمل پریس میں چھپتا ہے۔

خبریں

خبر ملی ہے کہ جاپان کے ایک شہر اوساکا میں دنیا کی سب سے چھوٹی موٹر بنالی گئی ہے اس کا وزن کل ۵۰ پونڈ ہے۔ یہ چھوٹی سی موٹر ایک آدمی کو ۱۰ میل ایک گھنٹہ کے حساب سے لے جا سکتی ہے۔ اس کی قیمت ۶۵۰ روپیہ تک آئی ہے اور اس کے بنانے والے کا نام ہیروشی ناموراہے۔

بمبئی میں دھوکے بازی کی عجیب عجیب باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں ایک سکھ نے ایک ریشم بیچنے والے کو دھوکا دیا وہ اس طرح کہ اس سے ریشم کی دو گانٹھوں کا پندرہ ہزار میں سودا کیا اور مال لے کر آیا اور پیسے لے کر چلا گیا مگر جب وہ گانٹھیں کھولی گئیں تو ان میں ریشم کے بجائے ردّی اخبار نکلے۔ پولیس نے دھوکا دینے والے کو گرفتار کر لیا ہے۔

ہمیشہ کی طرح پھر اس دفعہ بھمبڑی اندھیری اور باندرے میں ہیضہ کی وارداتیں شروع ہوگئی ہیں۔ اس دفعہ بھمبڑی میں بہت زور ہے۔ شروع کے ۴ دن میں ہی بہت آدمی مرگئے۔ میونسپلٹی اور وہاں کے لوگ مل کر کام کر رہے ہیں اور اب ہیضہ کا زور کم ہوگیا ہے۔

کچھ دنوں سے وناسپتی گھی بازار میں آنا بند ہوگیا تھا اب پھر ملنے لگا ہے اس سے غریبوں کو بڑی آسانی ہوگئی ہے۔

امرتسر اور لاہور میں ابھی تک جھگڑا جاری ہے۔ روز مکانوں کو آگ لگائی جاتی ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر بم پھینکتے ہیں۔ چاقو بازی بھی بالکل ختم نہیں ہوئی۔ یہی حال کلکتہ کا ہے وہاں بھی دو ایک کیس روز ہوتے رہتے ہیں۔

مسز لکشمی پنڈت کو ہندوستان کی طرف سے روس میں ایلچی مقرر کیا گیا ہے۔ آل انڈیا ویمنز کانفرنس کی بمبئی کی شاخ نے اس موقعہ پر آپ کو ایک دعوت دی تھی۔ اس کی صدر مسز لیلاوتی منشی تھیں یہ رسیپشن ۱۳ جولائی کو ونتیا وشرام ہال میں دیا گیا تھا۔

ٹراونکور میں ریاست کی کانگریس کمیٹی نے جلسہ کیا تھا جس میں زبردست لڑائی ہوگئی۔ آخر پولیس کو لاٹھی، رُلانے والی گیس اور گولیاں استعمال کرنی پڑیں۔ اس سے ایک آدمی مرگیا اور ۹ زخمی ہوئے پولیس سپرنٹنڈنٹ اور ۳ کانسٹبل بھی زخمی ہوئے۔

لندن سے خبر ملی ہے کہ وہاں ایک عورت کو خواب نے مار ڈالا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ عورت رات کو اچھی طرح اپنے بستر پر سوئی تھی لیکن صبح کو مردہ ملی۔ ڈاکٹروں نے دیکھ بھال کر کے بتایا کہ اس نے رات کو سوتے میں کوئی بہت ڈراؤنا خواب دیکھا تھا جس کی وجہ سے اس کا دم نکل گیا اور دل کی حرکت بند ہوگئی۔

وجیا نگرم کے مہاراج کمار سر وجے آنند نے اپنا سر کا خطاب واپس کردیا ہے۔

برسات آئی

کیا آپ نے کسی عورت کو برسات میں ساری اور چپّل پہنے ہوئے باہر جاتے دیکھا ہے عجیب حالت ہوتی ہے ادھر چپلوں سے ساری پیٹھ پر کیچڑ اڑتا ہے ادھر ساری بھیگ کر کھلی جاتی ہے۔ سر لٹکائے ہوئے ایک ہاتھ سے چھتری سنبھالے۔ دوسرے سے ساری کی مُرِیاں پکڑے۔ ادھر کلائی میں پرس لٹکی ہوئی ہے اور کیا مصیبت ہوتی ہے جب پلّو کاندھے سے ڈھلک جاتا ہے۔ اس وقت تو بچاری کا رونے کو جی چاہتا ہے سب لوگوں کی نظریں اسی کو گھورتی ہوتی ہیں کوئی افسوس کرتا ہے تو کوئی ہنستا ہے۔ اسکول جانے والی لڑکیوں یا کالج اور دفتر جانے والی عورتوں کے لئے برسات کا سب سے اچھا لباس فراک ہے۔ آج کل ٹُپ والے رین کوٹ کو پہن کر وہ برسات کا اچھی طرح مقابلہ کرسکتی ہے اور "گم بوٹ" پہن کر وہ بالکل محفوظ ہوجاتی ہے۔ رہ گیا بیگ تو لمبی دوڑی والا بیگ کاندھے میں لٹکایا جاسکتا ہے اس طرح دونوں ہاتھ اکسیڈنٹ سے بچنے کے لئے کھلے رہتے ہیں۔

لیکن بہت سی عورتیں فراک نہیں پہن سکتی ہیں ان کے لئے تنگ کُرتی اور چوڑی دار پائجامہ بہترین لباس ثابت ہوسکتا ہے۔ دوپٹہ کو بیگ میں آسانی سے رکھ سکتی ہیں ساتھ ہی چپلیں اور شلوار بھی بیگ میں آسکتی ہیں جو کالج یا دفتر جاکر پائجامہ کے اوپر پہن سکتے ہیں۔ ساری برسات کے لئے ایسے دو تین پائجامے اور کرتے کافی ہوسکتے ہیں

لیکن جو عورتیں سوائے ساری کے اور کچھ نہیں پہن سکتی ہیں ان کو کم از کم یہ باتیں ضرور دھیان میں رکھنی چاہئیں۔

۱۔ ساری زرا اونچی باندھی جائے۔

۲۔ پلّے کو کمر میں کھونس لیا جائے۔

۳۔ کاندھے پر پن یا بروچ لگالو تاکہ پلّا نیچے نہ گرے اور پھسلے نہیں۔

۴۔ چپّل کے بجائے جوتے پہنو۔ لمبی دوڑ کا بیگ خریدو جو کاندھے پر لٹکا سکو۔

۵۔ چھتری کے بجائے ٹوپی والا رین کوٹ استعمال کرو۔

۶۔ ہر حالت میں کم از کم ایک ہاتھ کھلا رکھو۔

(انڈیا سے ترجمہ۔ آفریدی)

لطیفہ۔ مولوی صاحب۔(پڑھاتے ہوئے) لڑکیو! "بتاؤ خدا کہاں ہے"؟
ایک لڑکی۔ جناب! "مسجد میں"۔

ماسٹر۔ لڑکو! بتاؤ بابر کون تھا اور وہ کیسے مرا؟
لڑکا۔ جناب! بابر اپنے باپ کا بیٹا تھا اور وہ مرگیا بستر پہ بیٹھے بیٹھے مرا"۔
(اے ایم۔ ٹیلر۔ شاکی۔ بانسوٹ)



(۱) چوڑی دار پائجامہ اور کرتی سے بارش کا مقابلہ کرو۔



(۲) اس حالت میں رونے کو جی چاہتا ہے۔

سہرا

تجھے مبارک ہو اے حمید اب سکھا جو عبدالرحمٰن نے آج سہرا
اگرچہ بمبئی کی شادیوں میں نہیں ہے پہننا رواج سہرا

نہیں ہے کچھ بھی یہ ان اذکی کرشمہ تیری یہ ساحری کا
بغیر پہنے ہی دیکھتا ہے جو سر پہ تیرے سماج سہرا

حمید دولھا زرینہ دولھن ہے خوشی والدین کو کیونکر
قرانِ سعدین کا ہے گویا یہ ایک زرینہ تاج سہرا

خدایا پھولا پھلا جہاں میں رہے ابد تک یہ ان کا جوڑا
ہو برتری ان کی ایسے جیسے کہ کرتا ہے سر پہ راج سہرا

الٰہی سایانی کے قبیلے کو رکھیو آباد تو جہاں میں
وہ مہکے دنیا میں یوں ہمیشہ مہکتا ہے جیسے آج سہرا

حمید کے عقد کا تتمہ حبیب کی شادی سے ہو یا رب
خوشی سے اس عقد دوئی کے ہو ان کا شاملِ سراج سہرا

ہو دل کو تسکین والدین کے جو رنج فرقت میں گھل رہے ہیں
ہو رنجِ پنہاں کا ان کے گویا مجرب اک یہ علاج سہرا

امین کی شادی سے ہوں پوری مرادیں ماں باپ کے دلوں کی
قبول حیدر کی ہوں دعائیں تجھے جو آئیں دواج سہرا

(بمبئی ۵ جولائی ۱۹۴۷ء)

بقیہ صفحہ ۷

دیکھنا بات تو چھپی رہے گی نہیں سب کو معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے لڑکیوں کی شادی کی ہے پھر جب یہ لڑکیاں سسرال جائیں گی تو سسرال والے طعنے دیں گے کہ بادشاہ نے اچھی شہرت کی تمہارے پان پتے کے لئے بھی...... تو داروغہ ایک کام کرو۔ اور ان کے نام پانچ پانچ روپے کا وظیفہ بھی جاری کردو۔ اس حکم کی بھی تعمیل کی گئی لیکن اب داروغہ سے نہ رہا گیا اس نے دست بستہ عرض کیا:۔

حضور اس خدمت گار نے غضب کیا کہ شاہی گڑگڑی چرا کر لے گیا اسے سزا بھی ضرور دی جائے۔ بادشاہ نے فرمایا میں اسے ضرور سزا٭

شادی مبارک

بمبئی تاریخ ۵ جولائی کو سرکاوسجی جہانگیر ہال میں شام کے ۵ بجے مسٹر حمید سایانی کی شادی کی تقریب بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ شادی کے جلسے میں بمبئی شہر کے ہر قوم کے چھوٹے بڑے لوگ شریک ہوئے تھے اور اتنی کثرت سے تھے کہ پورا ہال مردوں اور عورتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ہال کے اوپر کی گیلری بھی پوری بھری ہوئی تھی۔ گیلری سے جلسے کی نمائش اچھی طرح ہو رہی تھی۔ جلسے کا انتظام اتنا اچھا تھا کہ دو گھنٹے تک لوگ برابر اطمینان اور خوشی سے بیٹھے رہے۔

اخبار والوں نے بہت سے فوٹو بھی لئے: دولھا دلہن کو تخت پر ساتھ بٹھا کر بمبئی کے مشہور قاضی محمد حسن مرگھے صاحب نے نکاح پڑھایا۔

مبارکباد کے بہت سے تار اور خط ملک کے ہر طرف اور باہر سے آئے۔ تہنیت نامے اور سہرے بھی دوستوں نے پیش کئے جس میں سے چند رہبر کے پڑھنے والوں کے لئے چھاپے جا رہے ہیں۔



تہنیت

اک سلکِ گہرِ بارش ہے ہر تارِ نظر آج — ہے چشمِ تماشا کے لئے جشنِ دگر آج
اے بختِ رسا! دیکھ یہ نیرنگِ نظر آج — اس دستِ حنائی میں ہے پھر ساغرِ زر آج
رہ رہ کے چھلکتے ہیں وہ پھر چرخ کے تارے — پھر شرم سے نمناک ہے پیشانیٔ قمر آج
یہ کاہکشاں ہے کہیں افشاں کے یہ موتی — تاجِ شہِ خاور ہے کہ ہے طرۂ سر آج
بلقیس کا سا بخت کہ ہے بختِ زرینہ — ہے اوجِ حمید اوجِ سلیماں کی خبر آج
ہر غنچۂ نوخیز ہے پھر دیدۂ آہو — پھر نافۂ مشکیں ہے شمیمِ گلِ تر آج
پھر دامنِ سایانی مرادوں سے بھرا ہے — ہے شاخِ تمنا کو تمنائے ثمر آج

یہ دن ہو مبارک تجھے اے بزم کے نوشاہ
اچھا ہے مسرت کا ہے سہرا ترے سر آج

(حرماں صدیقی ایم اے)

٭ دوں گا۔ اچھا بھئی آج سے اس کو برخاست کردو اور اس کی تنخواہ گھر بیٹھے بھجوا دیا کرو آخر بیچارہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کس طرح پالے گا۔ (دیکھا دیکھی سے) (اشرف صبوحی دہلوی)

بقیہ صفحہ ۸

کرتے تھے۔ کچھ سڑک پر گرم گرم تارکول کی تہ بچھاتے تھے اور پھر اس پر کنکری کی تہ چڑھائی جاتی تھی۔ سڑک پہ جا بجا سرخ جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ سڑک ہموار بنانے کے لئے ایک بڑا انجن بھی لایا گیا۔ مزدوروں کی آوازیں، انجن کی سیٹیاں اور دھک دھک، کنکری بچھانے کا شور — یہ سب آوازیں اب تک مجھے یاد ہے۔ اسوقت میں البرٹ روڈ کے نشاط ریسٹورنٹ کے سامنے والے باغیچے میں بیٹھا ہوا یہ مضمون لکھ رہا ہوں سڑک پر بھیڑ بھاڑ ہے۔ زرق برق کے لباس پہنے مرد اور عورتیں چہل قدمی کر رہے ہیں۔ اس ہنگامے اور شوروغل میں کسے اتنی فرصت ہے کہ اس سڑک کے بنانے والے سینکڑوں گمنام مزدوروں کو خراجِ تحسین پیش کرے یا فتح خاں کے باغ اور اس کے وفادار نگراں بوڑھے کی بھولی ہوئی داستانیں دوہرائے۔ بالکل یہی حال آزادی کی سڑک کا ہے۔ آج جب کہ ماضی کے کھنڈروں پر ہم ماضی کا شاندار قصر تعمیر کرنے والے ہیں ہمیں اُن بے شمار انسانوں کو نہ بھول جانا چاہئے جنھوں نے آزادی کی منزل تک لانے والی سڑک کو اپنا خون پسینہ

دلی کے فقیر

دلی کے اصلی فقیر کبھی نہیں رہے ہیں مرکعب لئے یہ گداگر، جو اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کو دوسرے دھندوں سے لگا دیا کہ غیروں کے آگے ہاتھ کون پھیلائے۔ یہ جو صبح سے شام تک تم دیکھتے ہو ان میں سے پچانوے فیصدی تو پردیسی ہیں اور صرف پانچ شہر کے ہمت ہاروں میں سے۔ میرے لڑکپن تک کئی پرانے فقیر دکھائی دیتے تھے لیکن دیکھا یہ کہ وہ صرف رات کو عشا کی نماز کے بعد مانگنے نکلتے بازاروں میں نہیں گلیوں میں صدا لگاتے اور صدا لگاتے چلے جاتے کسی نے کچھ دے دیا لے لیا نہیں تو خیر صلا۔

اِن فقیروں کی صدائیں نہ بھرنی کا قصّہ ہوتا تھا "اللہ عزیز و حق تعالیٰ کبریا ہے" ایک کی صدا تھی۔ اور شاہ کی غزل سے

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا۔ یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا

تو دوسرا اندھا خواجہ میر درد کی اس غزل کو گایا کرتا سے

تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے۔ جس لئے آئے تھے سو ہم کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے۔ ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

تیسرا ابوظفر کی وہ غزل گاتا جو سُنی تو ہزاروں بار ہے لیکن جب سنی تو اس قسم کے جاہل لوگوں کی زبانی ٹوٹی پھوٹی بے ربط سی آپ نے بھی ضرور سنی ہوگی ہے۔ کروں رنج و غم کا میں کیا بیاں مرا غم سے سینہ فگار ہے۔ اور تو برسوں سے اب دکھائی نہیں دیتے کلّو بخشو کے تکیے میں جا سوئے ہوں گے۔ اس تیسرے فقیر کی آٹھ دس سال پہلے تک، کبھی کبھی رات کے سنّاٹے میں آواز آجایا کرتی تھی یکایک اس کی صدائیں بھی بند ہوگئیں اور آٹھ دس برس وہ کہیں نظر نہ آیا خیال ہوا کہ مرگیا ہوگا ستّر سے اونچی عمر کا آدمی تھا عاقبت کے بورے تو سمیٹے سے رہا مگر ایسی بے حیا زندگیاں کہیں ختم ہوتی ہیں کوئی دو مہینے کا ہوئے کہ رات کے بارہ بجے کے قریب پھر اسی کی صدا سنائی دی وہی کڑاکے دار آواز وہی پرانی غزل محلّے میں خاموشی اور سنّاٹا تھا میں نے کوشش کی کہ غزل کے ہر شعر کو اچھی طرح سمجھوں عام طور پر اس غزل کے جو اشعار سننے میں آئے ہیں اُن سے بہت زیادہ یہ گایا کرتا

بقیہ دلی کے فقیر

ہے۔ لیکن افسوس کوئی خاص چیز پلے نہ پڑی ہر مصرعہ غلط تھا یا یوں کہو کہ میری سمجھ میں غلط آیا۔ مطلع کے سوا کسی ایک شعر کی بھی صحت نہ کر سکا سہ

گئی یک بیک جو ہوا پلٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے
کروں ریخ وغم کا میں کیا بیان مرا غم سے سینہ فگار ہے

کے علاوہ جتنے شعر اس نے گائے دردناک الفاظ سے بھرے ہوئے تھے۔ البتہ ایک شعر اب کے نیا سنا سہ

وہ جو اوروں کو لاکھوں دیتے تھے وہ ہوئے ہیں دست نگر خود آج
وہ جو پردہ پوش تھے غیروں کے نہیں ان کے جسم پہ تار ہے

اس شعر کو سن کر میں تڑپ گیا۔ اس لئے نہیں کہ شعر میں تیر کے بہتر نشتروں میں سے کوئی نشتر نہ تھا بلکہ بزرگوں سے سنا ہوا ایک واقعہ یاد آگیا اور میرے سامنے شعر کی حقیقت تصویر بن کر آگئی۔

میرے ایک محترم بزرگ سناتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ ظفر دلی کے آخری تاجدار کے حقہ پلانے والے نے گڑ گڑی چرالی تحقیقات کی گئی بالآخر چوری کا پتہ لگ گیا۔ بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ فلاں نمک حرام نے یہ حرکت کی ہے بادشاہ نے اس شخص کو بلا کر کہا۔ "اماں یہ کیا حرکت تھی تمہاری تم ہماری گڑ گڑی چرا کر لے گئے؟"

خدمت گار کی جرأت اور بادشاہ کی بخشش پر بھروسہ دیکھئے۔ جواب میں کہتا ہے حضور پھر کیا کروں تنخواہ میں پورا نہیں پڑتا دو لڑکیاں پہاڑ کی پہاڑ گھر میں بیٹھی ہیں کسی نہ کسی طرح ان کی شادی تو کرنی ہی ہے۔ حضور صورت معاملہ تو بھول گئے اور خدمت گار سے پوچھنے لگے اچھا تمہاری لڑکیاں جوان ہوگئی ہیں پھر بھی کہیں ان کی بات چیت بھی ٹھہرائی۔ خدمت گار نے عرض کیا۔ حضور سب معاملہ ٹھیک ٹھاک ہے روپے کی دیر سمجھئے آج ہی رخصت کردوں اور اس فرض سے ہلکا ہو جاؤں؟"

یہ سن کر حضور نے کچھ سوچ بچار کیا اور پھر اسی داروغہ کو بلایا جس نے خدمت گار کی چوری کا حال گوش گزار کیا تھا حکم دیا دیکھنا یہ بے چارہ بڑی مصیبت میں ہے اس کی دو لڑکیاں جوان ہوگئی ہیں۔ شادی تیار ہے روپیہ نہ ہونے سے غریب مجبور ہو رہا ہے اسے ہمارے حساب میں سے ہزار روپے دے دو تاکہ پانچ پانچ سو روپے میں دونوں کی شادی کردے۔

داروغہ نے بڑی حیرت سے حضور کا حکم سنا کہ سزا کے بدلے یہ بخشش لیکن تعمیل کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ داروغہ کے جانے کے بعد بادشاہ کو پھر خیال آیا داروغہ کو دوبارہ بلوایا اور فرمایا۔ اماں



سڑک بن رہی تھی

میں کوئی سات سال کے بعد دہلی آیا تھا اس دوران میں ہندوستان کی راجدھانی کا رنگ روپ ہی بدل گیا۔ جہاں سات سال پہلے باغات اور کھنڈرات پھیلے ہوئے تھے وہاں اب بہت اونچی عمارتیں اور کنکریٹ کی مصفا سڑکیں نظر آئیں، جہاں گندے پانی کے گڑھے اور مچھروں کے مسکن تھے وہاں اب ہوٹل اور ریسٹورنٹ کھل گئے تھے جہاں کسی زمانے میں دن کو بھی رات کی سی تاریکی چھائی رہتی تھی، وہاں آدھی رات گئے تک موٹروں تانگوں اور دوسری گاڑیوں کا شور سنائی دیتا ہے۔ البرٹ روڈ کو ہی لیجئے۔ ۱۹۳۲ء میں یہاں حوالدار فتح خاں کا باغ کوئی دس ایکڑ کے رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ آم اور جامن کے بے شمار درخت تھے اور باغ کے بیچوں بیچ ایک منہدم سی کوٹھی تھی جس میں کبھی کبھی اس کا مالک تفریح کی خاطر آکر کچھ دن گذار جاتا تھا۔ ویسے نگرانی کا کام ایک بوڑھا مالی کرتا تھا۔ جسے ادب سے لوگ رحیم بابا کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب میرا تبادلہ ہوا تو میں رحیم بابا سے ملنے گیا۔ بوڑھے مالی نے گلاب کے کچھ خوبصورت پھول اور چار پکے ہوئے آم مجھے پیش کئے۔ جب میں چلنے لگا تو رحیم بابا نے میرے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا " بیٹا کل مالک آئے تھے۔ میونسپل کمیٹی انھیں مجبور کر رہی ہے کہ یہ باغ فروخت کر دیں کیونکہ یہاں سے ایک پکی سڑک گذرے گی۔

میری تمام عمر اسی باغ کی نگرانی کرتے ہی گذری ہے۔ اور باغ کے کٹنے کے ساتھ ہی میری زندگی کا درخت بھی کٹ جائے گا۔ اچھا خدا حافظ "

ان ہی دنوں باغ سے تھوڑی دور یہ سڑک تعمیر ہونی شروع ہوگئی تھی جو آج البرٹ روڈ کے نام سے مشہور ہے دن بھر یہاں مزدور کنکر

(باقی صفحہ ۵ پر دیکھئے)

REG D. No 4592

۶۸۷

ٹیلیفون نمبر ۴۲۴۲۴۱

قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ ۱؍۰

ایڈیٹر

مسز کلثوم سایانی
روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۳۶

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

چندہ دو روپے

جلد ۸ — ۱۵؍اکتوبر ۱۹۴۷ء — نمبر ۷

نیک بات

دل کا اجڑنا سہل سہی بسنا سہل نہیں ظالم
بستی کھیل نہیں ہے بستے بستے بستی ہے
(میر)

اپنی باتیں

آزادی حاصل کرنے کے چھ ہفتے بعد ۲؍اکتوبر کو مہاتما گاندھی جی نے ۷۹ ویں سال میں پیر رکھا۔ آج کے دن ہندوستان کی سب سے بڑی اس ہستی کا خوشی اور فخر سے خوب اونچا ہونا چاہئے تھا لیکن افسوس کہ آج ان کا دل سب سے زیادہ رنج و غم سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بات مانی ہوئی ہے کہ جب کبھی حکومت بدلتی ہے تو اپنا اثر ضرور چھوڑتی ہے۔ جس کی وجہ سے ملک میں فساد بد امنی پھیل جاتی ہے۔ مگر ایسی بدامنی اور تباہی جو اس وقت ہندوستان میں موجود ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم درندوں اور حیوانوں سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ معصوم بچوں کا قتل، عورتوں کی بے عزتی، سامان کی لوٹ پوٹ، مکانوں میں آگ لگانا۔ کیا محبت اور عدم تشدد کا یہی پیغام جو ہم تیس سال سے پڑھ رہے تھے۔؟ بدقسمتی یا خوش قسمتی سے ہمارے بیچ میں جب کوئی بڑا آدمی پیدا ہوتا ہے تو ہم اس کو خوب مانتے ہیں یہاں تک کہ اس کی پوجا بھی کر لیتے لیکن اس کے بتائے ہوئے کاموں پر عمل نہیں کرتے، ایسی ہی محبت گاندھی جی سے برتی گئی۔

آج کے نازک دور میں گاندھی جی ہی میل ملاپ کرانے اور ملک میں امن پھیلانے کے ایک بہترین نمونہ ہیں۔ جب تک ہندو مسلمان ایک دوسرے میں گھل مل کر دلوں کی نفرت کو دور نہ کریں میل نہیں ہو سکتا۔ اور آج گاندھی جی دلی کی بستی بسانے کا کام کر رہے ہیں۔ گاندھی جی نے ہندو مسلم میل ملاپ کی ایک بڑی عمدہ ترکیب بتائی ہے جو ہندوستانی زبان میں پوشیدہ ہے یہی ایک زبان ہے جو دلوں کی نفرت دور کرکے آپس میں بھائی بھائی بنا سکتی ہے۔ اس زبان کی وجہ سے دونوں قوموں کی تہذیب اور تمدن محفوظ رہ سکتا ہے۔ گاندھی جی کی نظریں بڑی گہری اور دُور بیں ہوتی ہیں۔ آج ہمارے سامنے صرف ہندو مسلم کا سوال ہے۔ لیکن بہت جلد اس سے بڑی مصیبت ہمارے سامنے آ رہی ہے

(باقی صفحہ ۳ پر)

خبریں

نئی دہلی تاریخ ۲۲ ستمبر کی خبر ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم نے اپیل کی ہے کہ جن صوبوں میں فساد پھیلا ہوا ہے وہاں سمجھدار اور میل ملاپ کرانے والے والنٹیر زیادہ سے زیادہ بھیجے جائیں تاکہ وہ لوگوں کو سمجھا بجھا کر امن قائم کریں۔ دلی اور دوسری جگہ جو کچھ فساد میں کمی ہوئی ہے۔ ایسا ہی لوگوں کے سمجھانے بجھانے سے ہوئی ہے۔

نئی دہلی ۲ر اکتوبر کی خبر ہے کہ گاندھی جی کے جنم دن کے موقعہ پر پنڈت جواہر لال نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہندوستان میں ہندو راج قائم کیا گیا تو ہٹلر اور مسولینی جیسا حشر ہوگا۔

نئی دہلی ۲ر اکتوبر کی خبر ہے کہ ۵۹ شہریوں نے جس میں ہندو مسلم سکھ بھی شامل ہیں ایک ملا جلا عہد نامہ لکھ کر گاندھی جی کو دیا ہے جس میں کہا ہے کہ ہم دو قوم کے نظریہ اور اس فساد کی برائی کرتے ہوئے وعدہ کرتے ہیں کہ اس بدامنی کو مٹانے میں اپنی جان تک قربان کردیں گے۔

کراچی ۲۸ر ستمبر کی خبر ہے کہ پاکستان کے وزیر خوراک مسٹر غضنفر علی نے اپنے بیان میں کہا کہ پاکستانی حکومت نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ان کا پہلا کام غیر مسلم اقلیت میں بھروسا پیدا کرکے ان کو واپس ان کے گھروں میں بسانا ہوگا۔ وزیر خوراک کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہم ہر قیمت پر امن چاہتے ہیں اور غنڈہ پنے کو سختی سے دبا دیا جائے گا۔ بستیوں کے

ادل بدل کو فوراً ہی روک دینا چاہئے کیوں اس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان کی بنیاد بستیوں کی ادل بدل پر قائم نہیں ہوئی تھی۔

سورت ۳ر اکتوبر کی خبر ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو ہندوستان کے وزیر اعظم جلدہی امریکہ اور یورپ جانے والے ہیں۔ پہلے امریکہ جائیں گے پھر انگلستان میں شہزادی کی شادی میں شریک ہونگے۔ آپ وزیروں کی کانفرنس میں بھی حصہ لیں گے اس کے بعد روس جاکر کھیتی باڑی کا دیہاتوں میں مطالعہ کریں گے اور اخیر جنوری تک واپس ہندوستان آجائیں گے۔

نئی دہلی ۳ر اکتوبر کی خبر ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے وزیروں میں طے ہوگیا ہے کہ جونا گڑھ کا فیصلہ وہاں کے رہنے والوں کی رائے معلوم کرکے کیا جائیگا کہ وہ پاکستان میں شامل ہو یا ہندوستان میں۔

دہلی ۲۷ر ستمبر کی خبر ہے کہ ایک انگریز فوجی افسر میجر لانگ اسٹاف پناہ گزین کی مدد کرتے ہوئے گولی میں مارا گیا یہ جگہ پاکستان میں ہے پناہ گزینوں کی ٹرین پر حملہ کرنے والوں میں سے ۸۰ آدمی پولیس کی گولیوں سے مارے گئے میجر لانگ اسٹاف دوسری ٹرین میں تھا اور حملہ دیکھتے ہی ان کی مدد کو آیا تھا۔

کراچی ۳ر اکتوبر کی خبر ہے کہ حکومت برطانیہ پاکستان اور ہندوستان کے موجودہ جھگڑوں میں دخل نہ دیگی نہ تو مالی امداد کریگی اور نہ فوجی صرف مشورہ دے گی۔

۲ر اکتوبر کو ہندوستان اور باہر ملکوں میں گاندھی جی کا جنم دن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ میل ملاپ اور اتحاد بڑھانے کے لئے جلسہ جلوس اور تقریریں ہوئیں

بقیہ اپنی باتیں

جو صوبہ وار زبان اور ٹکے ایکے کا سوال ہوگا اور ان دونوں مشکلوں کو دور کرنے کیلئے ہندوستانی ہی ملکی زبان ہونا ضروری ہے۔ یہی زبان صوبوں کی زبان کو قائم رکھتے ہوئے تمام صوبوں کو ملانے میں مدد دے سکتی ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ جس طرح سے گاندھی جی نے ہندوستان کو آزادی کا منہ دکھایا ہے اسی طرح خدا ان کی زندگی میں سب سے بڑی تمنا پوری کرے کہ ہندوستان کے سب لوگوں میں میل ملاپ اور بھائی چارہ قائم ہو جائے۔

پنجاب کے گاؤں میں سے پناہ گزینوں کے چھوٹے چھوٹے قافلے بڑے قافلوں اور کیمپوں کے ساتھ ہوکر پولیس اور فوج کے سہارے پیدل راستہ طے کر رہے ہیں ایک لاکھ پچیس ہزار پناہ گزین فیروز پور سے ۲۵ ستمبر کو آگے بڑھے ہیں۔ کثرت سے بارش ہونے اور ندیوں میں سیلاب کی وجہ سے لاکھوں ہندو مسلم پناہ گزین راستے میں ابھی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں ان کی حالت بہت ہی خراب ہے۔ نہ کھانے کا پورا انتظام ہے نہ کپڑوں کا۔ بیماری الگ ستا رہی ہے کچھ کھانا ہوائی جہازوں سے پہنچایا جا رہا ہے۔

قاہرہ سے خبر آئی ہے کہ وہاں کے لوگوں نے یہ طے کیا ہے کہ اگر برطانیہ اپنی فوج کو مصر سے نہیں نکالے گی تو بہت برا ہوگا۔ مصریوں نے اسی ہزار فوج تیار کی ہے جو اپنی آزادی لے مرنے کو تیار ہے۔ اس کے علاوہ سب جگہ اشتہار بھیجے گئے ہیں جس میں یہ حکم ہے کہ جو انگریز نوکری کر رہا ہے اُسے نوکری سے نکال دیا جائے اور گھر والوں کو یہ حکم ہے کہ انگریز اور ان کے ساتھ دینے والوں کو اپنے گھروں سے نکال دیا جائے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو مصر والا اس کے خلاف کرے گا اُس کو سخت سزا دی جائے گی۔

آج ہندوستان میں شکر کا بیوپار ہندوستان کے دوسرے بیوپاروں میں سے دوسرے نمبر پہ ہے شکر کے بیوپار میں بتیس کروڑ روپیہ لگایا گیا ہے اور اس سے زیادہ روپیہ کپڑے کے بیوپار میں لگا ہے۔ گنا اگانے کیلئے ۴۴ لاکھ ایکڑ زمین استعمال کی جاتی ہے جو

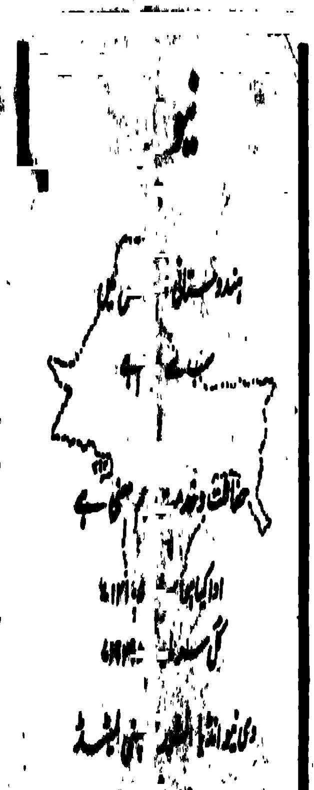
مولانا محمد قاسم صاحب

(شری رتن لال بنسل فیروزآبادی)

بقیہ پہلی اکتوبر [illegible]

سیّد احمد صاحب نے غدر کے وقت اپنی جان خطرے میں ڈال کر بھی کئی انگریزوں کی جان بچائی تھی۔ اس لئے جب انگریزی فوجوں کے ذریعہ اپنے خاندان کی اس بربادی کا حال انہوں نے سنا تو اس کا اثر اُن پر پڑنا لازمی تھا، اس زمانے میں اُن کی لکھی مشہور کتاب "اسباب بغاوت" میں ہم اس اثر کو آسانی سے محسوس کرسکتے ہیں۔ لیکن جلد ہی وہ دوسرے خیالوں میں بہہ چلے۔ اس وقت سرکاری نوکریوں سے مسلمانوں کو الگ رکھنے کی انگریزوں کی پالیسی نے اُن کے دل پر گہرا اثر ڈالا اور انہوں نے محسوس کیا کہ اس طرح ہندوستان کے مسلمانوں کو گہرا دھکا لگے گا، اور وہ تعلیم دوسری چیزوں میں ہندوستان کی دوسری قوموں سے بڑی طرح بچھڑ جائیں گے۔ اس سے بچنے کا انھیں صرف ایک ہی راستہ سوجھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے انگریزوں اور انگریزی تہذیب کے لئے جو نفرت ہے وہ نکال دی جائے اور انگریزوں کے دل سے بھی مسلمانوں کے باغی ہونے کا خیال مٹادیا جائے۔

سر سیّد احمد صاحب اپنے عقیدے کے سچے محنتی اور قوم کی سچی بھلائی چاہنے والے تھے۔ ان کے دل میں اپنی قوم کے لئے اتنا ہی درد اور اس کی ترقی کے لئے قربانی کرنے کا ویسا ہی جذبہ تھا، جیسا مولانا قاسم صاحب کے دل میں تھا۔ دونوں ایک ہی اُستاد کے شاگرد تھے۔ پھر بھی دونوں کا راستہ بنا ایک دوسرے سے الگ، بلکہ ایک دوسرے کے [illegible] تھا۔ ایک کو انگریزوں کی ہر ایک چیز میں نئی روشنی اور خوبی ہی خوبی نظر آتی تھی تو دوسرے کو انگریزوں کی چھایا سے بھی نفرت تھی۔ ایک انگریزوں کی وفاداری میں ہی قوم اور ملک کی ترقی دیکھتا تھا تو دوسرے کے لئے انگریزوں کی مخالفت نہ کرنا اپنے کو دھوکا دینا تھا۔ یہ اس کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ کہ کبھی کبھی ایک ہی مقصد ہوتے ہوئے بھی دو نہایت سچے اور نہایت قابل انسانوں میں بھی کتنا گہرا فرق اور دوروم ہوسکتا ہے۔



اس طرح مولانا محمد قاسم صاحب کے سامنے دو بڑی مشکل یہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کی ناکامیابی کی وجہ سے پست ہمت مسلمانوں نے انگریزوں کے لئے وفاداری دکھانے اور ان کی تہذیب کو اپنانے کا پرچار جاری ہوچکا تھا۔ اس پرچار میں انگریز ہر طرح سے بھاری مدد دے رہے تھے دوسری طرف ایک کے بعد دوسری سازشوں کے مقدمہ کو چلا کر انگریز سرکار مسلمان مولویوں اور عالموں کو لمبی لمبی سزائیں دے کر کالے پانی بھیج رہی تھی۔ ایسی حالت میں مولانا محمد قاسم صاحب کے سامنے یہ سوال پیش تھا کہ ان چیزوں کا مقابلہ کس طرح کیا جاوے اور مسلمانوں کو ولی اللّٰہی جماعت کے جھنڈے کے نیچے لاکر ان میں آزادی کے خیالات کیسے پیدا کئے جائیں۔

کچھ دنوں کے بعد جب حجاز سے حاجی امداداللّٰہ صاحب نے کسی معمولی سی جگہ پر ایک مذہبی مدرسہ قائم کرنے کی اسکیم مولانا قاسم صاحب کو بھیجی تو ان

کو اس اندھیرے میں تھوڑی روشنی نظر آئی اور ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے صرف دس برس بعد یعنی ۱۸۶۷ء میں عربی تاریخ ۱۵ر محرم ۱۲۸۳ ہجری کو سہارن پور سے بائیس میل دور دیوبند جیسے ایک نہایت معمولی قصبہ میں انہوں نے دار العلوم (علم کا گھر) کے نام سے ایک مذہبی مدرسہ کو قائم کرنے میں مولانا قاسم صاحب کے علاوہ ان کے پرانے ساتھی حاجی رشید احمد صاحب گنگوہی کا جو غدر میں حصہ لینے کے جرم میں پھانسی پاتے پاتے بچے تھے، خاص ہاتھ تھا، ان کے علاوہ مولانا مہتاب علی صاحب اور ان کے بھائی مولانا ذوالفقار علی صاحب نے بھی اس کام میں پوری مدد کی تھی۔

مولانا قاسم صاحب نے جب یہ مدرسہ قائم کیا تب نہ ان کے پاس پیسہ تھا اور نہ کوئی پیسے والا مددگار ہی تھا۔ عام لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ ان سے باتیں کرتے بھی ڈرتے تھے پھر مدد کون کرتا؟ مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم مولانا محمود الحسن تھے جو آگے چل کر مولانا قاسم صاحب کے سچے جانشین، اور ولی اللّٰہی جماعت کے چھٹے امام بنے۔

شروع میں درختوں کے سایہ پڑھائی شروع ہوئی، اس وقت کون یہ جانتا تھا کہ یہ جو دو چار لڑکے ایک بوڑھے سے مولوی کے آگے بیٹھے ہوئے کلام پاک مل مل کر پڑھ رہے ہیں اور یہ مدرسہ جس میں دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لئے ایک چھت تک نہیں ہے کچھ برسوں کے بعد ہی ملک کی آزادی کے سپاہیوں کی ایک خاص چھاؤنی اور نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے اسلامی مدرسوں میں ایک خاص مدرسہ بن جائے گا۔

اس کے کچھ دن بعد ہی سر سید احمد صاحب نے علی گڑھ میں مسلم نوجوانوں کو انگریزی تعلیم دینے کے لئے ایک کالج کھولنا طے کیا۔ اس میں پڑھانے کے لئے ولایت سے انگریز پروفیسر بُلائے گئے۔ سر سیّد احمد صاحب کی خواہش تھی کہ کالج کی اس تحریک میں مولانا قاسم صاحب بھی شریک ہوجائیں مگر قاسم صاحب نے اس میں شریک ہونے سے انکار کردیا۔ اس بارے میں سر سید احمد صاحب اور ان کے ساتھیوں اور مولانا قاسم صاحب میں جو لمبی کتابت چلی وہ تصفیۃ العقائد کے نام سے ایک کتاب کی شکل میں نکل چکی ہے اس کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قاسم صاحب اُس زمانے میں بھی جب کسی مسلمان مولوی کے لئے انگریزوں کی عملداری کی نکتہ چینی کرنا بھی کالے پانی کی سزا کو نیوتا دینا تھا، کتنی نڈرتا سے اپنے وچار اور عقیدے کو ظاہر کرسکتے تھے۔

اس زمانہ میں مولانا قاسم صاحب اور ان کے ساتھیوں کے خلاف کافی غلط فہمیاں پھیلائی گئیں۔ انگریزی سلطنت کی طرف سے ان لوگوں کو ایک عرصہ سے "وہابی" تو مشہور کر ہی دیا گیا تھا، ساتھ ہی ساتھ ان کو رجعت پسند (پراتی کریا وادی) لکیر کے فقیر اور ملک و قوم کا دشمن اور انگریزوں کی سلطنت کا باغی بھی قرار دیا گیا۔ سچ بات یہ تھی کہ آخری الزام کے سوا باقی سب بالکل بے بنیاد تھے اور آخری الزام پہ تو ان کو خود بھی اعتراض نہیں تھا۔

مولانا قاسم صاحب اس پرچار سے ذرا بھی نہیں گھبرائے وہ جانتے تھے کہ جب کوئی قوم اس طرح کچل دی جاتی ہے تب اس کے خیالوں میں بڑی الجھن پیدا ہوجاتی ہے۔ (باقی پھر) (نیا ہند سے لیا گیا)

پشمدن رشدن، بمبئی

بقرعید کی قربانی

جمیل کی عمر سات برس کی تھی وہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا ابھی حال ہی میں اُس نے قرآن اور نماز وغیرہ پڑھنا شروع کی تھی، چونکہ اس کے والد حج کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ سارے سوال جو وہ اپنے باپ سے کیا کرتا تھا اب اپنی ماں سے کرتا تھا، آج بھی وہ پوچھ رہا تھا امی جان یہ بقرعید کیا ہوتی ہے اور حج کیا ہوتا ہے؟ اُس کی ماں نے جواب دیا بیٹا! بقرعید ہم اس قربانی کی یادگار میں مناتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ نے دی تھی جانتے ہو انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری پھیردی۔ غرضیکہ جمیل کی ماں نے یہاں جمیل کو پورا قصہ سنایا۔ جمیل نے پھر پوچھا، اور یہ حج کیا چیز ہے؟ ان نے کہا یہ بھی ایک فرض ہے جو امیروں کے لئے ہے یعنی جن کے پاس کافی روپیہ ہو جیسا کہ تمہارے ابّا کے پاس۔ غریب لوگ جو قرض لے کر حج کرتے ہیں غلطی کرتے ہیں۔ وہاں کیا کیا ہوتا ہے؟ یہ جب تمہارے ابّا واپس آئیں تب اُن سے پوچھنا۔ حج کا اصل مطلب یہ تھا کہ سال میں ساری دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوں، تاکہ مسلمان الگ الگ جتھے نہ رہیں اور سال میں کم از کم ایک مرتبہ ساری دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہوجائے، ہمارا مذہب اسلام اتحاد کے فائدے جانتا ہے اس لئے ہمارے تیوہاروں میں اتحاد کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عید کو سارے شہر کے مسلمان عید گاہ نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ حج اور عید کا یہی مطلب ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان ایک جگہ جمع ہوں، ان میں اتحاد بڑھے۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ کو معلوم کریں اور ایک دوسرے کے کام آئیں، اللہ کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دینے سے نہ ڈریں۔ جمیل یہی باتیں سنتے سنتے سو گیا۔ دوسرے دن بقرعید تھی۔ جمیل نیا کوٹ، نئے جوتے، اور نئی ٹوپی پہن کر عید گاہ نماز پڑھنے گیا۔ جب واپس آیا تو ماں نے دیکھا کہ نہ وہ نیا کوٹ ہے اور نہ وہ نئی ٹوپی، پاؤں میں جوتے بھی نہیں ہیں۔ ماں کے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ میں عید گاہ سے واپس آرہا تھا کہ ایک غریب کو دیکھا جو کہہ رہا تھا، میرا بچہ بھوکا ہے آج عید کا دن ہے اُسے بھی خیرات مل جائے، اس کے پاس ہی ایک اور غریب بیٹھا تھا وہ کہہ رہا تھا بابا حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی راہ میں اپنے بیٹے کی قربانی دی۔ آج تم ایک پیسہ بھی اللہ کی راہ میں نہیں دیتے۔ مجھے مت دو مگر اس یتیم بچے کو دو جو حسرت سے تمہارے بھڑکیلے کپڑوں کو دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر میں نے ساری عیدی جو تم نے دی تھی ایک بچے کو دیدی اور اپنا کوٹ، ٹوپی اور جوتے اُس یتیم بچے کو دے دیئے جو اُسے پورے آگئے، ماں نے جمیل کو اٹھا کر پیار کیا اور کہا شاباش بیٹا تمہاری عید سچی

دودھ کا تالاب

ایک راجہ نے بہت خوبصورت تالاب سنگ مرمر کا بنوایا۔ جب وہ بن چکا تو راجہ صاحب اپنے وزیروں کے ساتھ اس کے دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔ ایک وزیر نے کہا آہا! راجہ صاحب کیا ہی خوبصورت کٹورا سا تالاب بنا ہے اسے تو دودھ سے بھروانا چاہئے۔

راجہ کو یہ بات بہت پسند آئی۔ حکم دیا کہ آج رات کو اس شہر کا ہر شخص ایک ایک لوٹا دودھ کا اس میں ڈال جائے۔ اس سے کسی کو تکلیف بھی نہ ہوگی اور تالاب بھی مفت میں دودھ سے بھر جائے گا۔ شہر میں ڈھنڈورا پٹ گیا کہ سب لوگ ایک ایک لوٹا دودھ کا تالاب میں ڈال جائیں۔

خدا کا کرنا کیا ہوا۔ کہ ہر ایک آدمی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس قدر دودھ میں کہیں ایک لوٹا پانی ڈال دوں گا تو کیا معلوم ہوسکتا ہے۔ ہر ایک نے اپنا بھید کسی سے نہ کہا۔ اور اندھیری رات میں حکم کی تعمیل کر گئے۔ صبح جو دیکھا تو تالاب پانی سے بھرا پایا۔ راجہ یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔

(طاہرہ خاتون پونہ)

واہ رے نفع

ایک شخص کہیں سے گھوڑی چرا کر لایا۔ اور اس کو دوسرے دن بیچنے کے واسطے چلا۔ راستہ میں ایک خریدار بھی مل گیا۔ اس نے پوچھا اس گھوڑی کی کیا قیمت ہے۔ اس نے کہا کہ پانچسو روپے۔ خریدار نے کہا کہ ذرا اس کی چال تو دیکھ لوں؟ یہ کہہ کر اپنی جوتیاں اس شخص کے پاس اتار دیں تاکہ اُسے تسلّی رہے اور آپ گھوڑی کو لے کر رفو چکرّ ہوگیا۔

وہ شخص بہت دیر انتظار کرنے کے بعد ان جوتیوں کو اٹھا کر گھر واپس آیا۔ راستے میں اس کا ایک دوست ملا کہنے لگا بھئی گھوڑی کتنے روپیوں میں بیچی، اُس نے کہا۔ کہ بھئی جتنے روپے میں لی تھی اتنے ہی میں بیچ دی۔ یہ جوتیاں نفع میں رہ گئیں۔ (طاہرہ خاتون۔ پونہ)

دعائے خیر

یہ کیا ہوگیا اے خداوندِ اکبر
بنا ملک اپنا جہنم سے بدتر
یہ ہلچل، یہ شورش، یہ ہنگامہ زائی
یہ طوفانِ آتش، یہ سیلاب اخگر
تڑپتی ہوئی بے گناہوں کی لاشیں
پھڑکتی ہوئی آدمیت سراسر
یہ کیا ہو رہا ہے، یہ کیا ہو رہا ہے
یہ حالت ہوئی اسکی کیوں بد سے بدتر
اِدھر بھی تباہی، اُدھر بھی تباہی
نہ اِس کو نہ اُس کو خوشی ہے میسر
اِدھر ننھے بچوں کے ہیں جسم زخمی
اُدھر بے گناہوں کے سینے میں خنجر
وہ معصوم بچے کے رخسار جنکے
تھے رنگین ایسے کہ جیسے گلِ تر
لہو میں بھرے ہیں نہائے ہیں خوں میں
پڑے ہیں درندوں کے نیزوں سے چھد کر
نہ گور و کفن ہے، نہ کریا کرم ہے
ہیں اوڑھے ہوئے خون کی ایک چادر
وہ مائیں، وہ بہنیں، وہ بیوی، وہ بیٹی!
کہ ہے آبرو ان کی ہر شے سے بڑھکر
نہ مامون ہیں وہ نہ محفوظ عزت
ملے خاک میں سب شرافت کے جوہر
اگر موت آجائے ان کو تو خوش ہوں!
کہ ہے موت بھی ایسے جینے سے بہتر
نہ بیمار پر رحم کھاتا ہے کوئی
نہ پیری ضعیفی کا بنتا ہے یاور
یہی سورما ہیں وہ بھارت کے شاید
یہی ہند کے ہیں دلیرانِ صفدر
بہادر مقابل بنے ہیں جو لڑتے
ضعیفوں پہ بھی وار کرتے ہیں چھپکر
شجاعت نہیں ہے یہ دیوانگی ہے
کہیں قوم بنتی نہیں اس بنا پر
نہیں ظلم کی ناؤ چلتی ہمیشہ
پنپتا نہیں اس جہاں میں ستمگر
خدا ایسے بندوں سے کرتا ہے نفرت
جو ہیں ظلم و عدوان کے دل سے یاور
نہ کیوں مل کے ہندو مسلمان بیٹھیں
دکھائیں نہ کیوں فہم و دانش کے جوہر
نہ کیوں ایسی تدبیر مل کر نکالیں
کہ دونوں ہی زندہ رہیں شاد و خوشتر
ہو آزاد یہ بھی ہو آزاد وہ بھی
غلامی کے جنگل سے دونوں ہوں باہر
بہار آئے اس باغِ ویراں میں پھر سے
پھر ان دونوں قوموں کا جاگے مقدر
رہیں مل کے آزاد اور شاد دونوں
یہی روز و شب ہے دعا میری نیر

(جناب محمد شفیع الدین صاحب نیر) (ابن سیالکوٹی)

جبل پور تاریخ ۱۲ ستمبر کی خبر ہے کہ وہاں کے خاص پولیس کے دو افسر اس بات پر گرفتار کر لئے گئے ہیں کہ ان کے گھروں میں تلاشی لینے پر انہیں جنگی ہتھیار اور چالیس ہزار گولیاں نکلیں۔

چٹگاؤں کی خبر ہے کہ ایک عورت کے پاس اپنے بھوکے بچوں کے پیٹ بھرنے کے لئے اناج کا ایک دانہ بھی نہ تھا۔ مجبوراً اس فاقہ کی وجہ سے وہ اپنی جان دینے کے لئے ریل کی پٹری پر لیٹ گئی۔ مگر گاڑی روک لی گئی اور اس کو بچا لیا گیا۔

مسز کلثوم سیانی پرنٹر و پبلشر نے اجمل پریس بمبئی نمبر ۸ میں چھپوا کر روبا دیلا کمپاؤنڈ بمبئی نمبر ۸ سے شائع کیا۔

REGD. NO. 4532

ٹیلیفون نمبر ۱۴۲۴۴

قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ

ایڈیٹر

مسز کلثوم سایانی

زوپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶

DR. ZAKIR HUSEN
JAMIA NAGAR.
DELHI

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

سالانہ چندہ دو روپیے

جلد ۸ — پہلی جنوری ۱۹۴۸ء — نمبر ۱۲

نیک باتیں

بہتر کام لوگوں کی خدمت کرنا ہے

اپنی باتیں

[illegible]

لکھنؤ امین الدولہ پارک میں ۲۷ – ۲۸ دسمبر کو حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کی صدارت میں ہوئی۔ اس کانفرنس میں ہر خیال کے لوگ بلائے گئے تھے۔ ایڈیٹر نے اپنے خیالات اس کانفرنس میں خط کے ذریعے بھیجے جو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

ہندوستان کی آزادی کے بعد یہ پہلی کل ہند مسلم کانفرنس مبارک ہو۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کانفرنس میں ہر خیال کے لوگوں کو دعوت دی گئی ہے۔ کیا میں بھی اپنا ادنیٰ خیال ظاہر کرسکتی ہوں؟

اب تک میرے تجربہ میں قوم کی پستی کے چند سبب معلوم ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اکثر لوگ جو قومی کام کرتے ہیں چاہے وہ چھوٹے ہوں یا بڑے اپنی غرض اور مطلب کے لئے کرتے ہیں۔ عام بھلائی ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ جب کبھی ان کے ہاتھوں میں حکومت اور طاقت آتی ہے تو ان کا طور طریقہ مطلق العنان جیسے بن لگام کا گھوڑا ہوجاتا ہے۔

کیا اچھا ہوتا کہ اسلام کے اس اصول پر ہر انسان عمل کرتا یعنی "سید القوم خادمہم"

اسی اصول پر چاروں خلیفاؤں نے عمل کرکے بتایا۔ ہر ایک نے اپنے خلیفہ ہونے کے بعد ہی کہا کہ ہم اسی وقت تک تمہارے امیر رہ سکتے ہیں جب تک تمہاری خدمت خدا کے ساتھ کرتے رہیں ورنہ اس عہدے سے ہمیں

[illegible]

… لوگ کی … نہیں ہے کہ جھوٹے فریبی خود غرض لیڈروں اور حاکموں کے عیبوں کو چھپانا قوم اور ملک کے ساتھ غداری کرنا ہے۔

آج تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس کانفرنس میں عورتیں بھی بلائی گئی ہیں یا نہیں؟ قوم کی پستی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمان مردوں نے ملک اور قومی ترقی کے کاموں میں عورتوں کو ساتھ نہیں لیا۔ اور انھیں جاہل اور پیچھے رکھنے کی ہر وقت کوشش کی۔ یہاں تک کہ جو حقوق اللہ اور رسول کی طرف سے انھیں ملے تھے ان کو مردوں نے یعنی باپ، بھائی، شوہر اور بیٹوں نے چھین لئے۔ یہ سمجھ کر کہ کہیں عورتیں ہم سے زبردست نہ بن جائیں اس کا نتیجہ آج کی بد نصیب گری ہوئی قوم ہمارے سامنے ہے۔

انھیں باتوں کو دل میں رکھتے ہوئے ایڈیٹر اخبار نے ایک اسکیم تیار کی ہے اس اسکیم پر عمل کرنے …

خبریں

الہ آباد۔ ۱۳ دسمبر کی خبر ہے کہ یونیورسٹی کے جلسہ میں جو سندیں تقسیم کرنے کے لئے ہوا تھا وزیر تعلیم مولانا آزاد صاحب نے حکومت ہند کی طرف سے دس لاکھ روپیہ دینے کا اعلان تالیوں کی گونج میں کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ روپیہ الہ آباد یونیورسٹی کو سائنس میں ترقی کرنے کے لئے دیا گیا ہے

لندن۔ ۱۴ دسمبر کی خبر ہے کہ ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جنوری کے دوسرے ہفتہ میں لندن ضرور تشریف لائیں گے۔ یہ سفر ذاتی کاموں کے لئے ہوگا۔ مگر اس موقع پر بہت سے ملکی کام بھی کئے جائیں گے

لندن۔ ۱۱ دسمبر کی خبر ہے کہ ایک مشہور مُصنّف، گائی ونٹ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ دنیا کی حالت بدلنے کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روس ایشیا پر قبضہ کرنے کے لئے مذہبی بن جائے گا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اب روس نے عیسائی اور اسلام کے ساتھ رواداری شروع کردی ہے۔ آئندہ چل کر روس اسلام کی حمایت شروع کردے گا اور اپنے اندر سے دہریّت کو نکالنا شروع کردے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ کمیونزم اور اسلام کے اصول ایک ہوجائیں گے۔ پھر اس کی آڑ میں ایشیا کی مسلم قوموں کو اپنا حامی بنا کر ایشیا پر قبضہ جمائے گا۔ اس چال کو امریکہ خوب جانتا ہے اسی لئے امریکہ چین، اور جاپان کو اپنے ساتھ لینا چاہتا ہے۔ ان ملکوں کی امریکہ مالی مدد کر رہا ہے۔

گوہاٹی۔ ۱۴ دسمبر کی خبر ہے کہ آسام اور ہندوستان میں ہوائی ڈاک کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آسام کے وزیر اعظم مسٹر گوپی ناتھ نے ہوائی ڈاک کا پہلا تھیلا کھولا جو کلکتہ سے آیا تھا۔

کیمبرج۔ ۱۲ دسمبر کی خبر ہے کہ امریکہ کے سائنسداں اب اس بات سے راضی نہیں ہیں کہ وہ ایٹم بم کی تیاری میں مدد دیں۔ کیونکہ ایٹم بم سے آئندہ دنیا کی بربادی ہوگی۔

دکھنی افریقہ کی خبر ہے کہ ایک میٹنگ میں گوری قوموں نے پاس کیا کہ ہندوستانی ایک بری قسم کے کیڑے مکوڑے ہیں۔ ان کو یہاں پر کسی قسم کا شہری حق نہ دیا جائے۔ جیسے تجارت، مکان بنانا، ملازمت اور رہنے سہنے کے لئے کرایہ پر مکان لینا ایک قسم کا اعلان ہے کہ ہندوستانی یہاں سے چلے جائیں۔

لندن۔ ۱۲ دسمبر کی خبر ہے کہ مسٹر آرنسٹ نے مجلس عام میں ظاہر کیا کہ فلسطین کی حکومت سے برطانیہ ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء تک اپنی حکومت اٹھانے کا ارادہ کر چکی ہے۔

---

۱۶ دسمبر کی خبر ہے کہ حکومت ڈچ کے ایک جزیرے کے پاس دو جہاز تیل کے آپس میں ٹکرا گئے۔ جس کی وجہ سے دونوں میں آگ لگ گئی۔ آگ کی وجہ سے بہت سے ملاح ہلاک ہوگئے۔ اور کئی زخمی اور گم ہوگئے۔ بچے ہوئے لوگوں کی امداد شیل کمپنی کر رہی ہے۔

لندن۔ ۱۲ دسمبر کی خبر ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے چیزوں کی ایک نمائش کی گئی۔ جس میں ہندوستان کے پانچ ہزار برس پہلے کے ہنر اور کاریگری کے نمونے ایک سے ایک عمدہ قسم کے دکھائے گئے جن کو دیکھکر لوگ دنگ رہ گئے۔

بمبئی - ۱۵ر دسمبر کی خبر ہے کہ اس شہر میں راشننگ کی دوکانوں میں جب سے گیہوں اور چاول ملنا بند ہو گیا ہے تب سے یہاں پر بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے - راشننگ کی دوکانوں پر کبھی کبھی فساد بھی ہو جاتا ہے - گیہوں اور چاول نہ ملنے کی وجہ سے محلہ کاندا واڑی میں بھوک سے تڑپتا ہوا ایک آدمی پایا گیا - جسے اسپتال بھیج دیا گیا - لیکن اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں پائی جاتی -

---

کراچی - ۱۷ر دسمبر کی خبر ہے کہ ہندستان اور پاکستان کے ساتھ دوستانہ کا رشتہ قائم کرنے کے لئے چند ممبروں کی ایک کمیٹی کراچی پہونچ گئی، جو ہندوستان اور پاکستان میں دوستی قائم کرے گی -

---

لکھنؤ - خبر ملی ہے کہ انڈین یونین مسلم کانفرنس کا جلسہ تاریخ ۲۷ر اور ۲۸ر دسمبر کو لکھنؤ میں ہوا - جس میں کل ہند کی چھ انجمنوں نے شرکت کی - جن کے نام یہ ہیں (۱) جمعیتہ العلماء (۲) مسلم لیگ (۳) مسلم مجلس (۴) مومن کانفرنس (۵) مجلسِ احرار اور راجا پولٹیکل کانفرنس ہیں - اس کے علاوہ آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی اور سوشلسٹ پارٹی کے مسلمان ہیں

یروشلم - ۱۴ر دسمبر کی خبر ہے کہ آج کل فلسطین میں یہودی اور عربوں میں فساد خوب زوروں سے شروع ہے - ایک رات کو لیڈہ کے قریب رام لینا عرب شہر میں ایک پولیس تھانے پر بہت سے ہتھیار بند عربوں نے دھاوا بول دیا - برطانیہ کے پہرے والوں اور عربوں سے آدھا گھنٹہ تک جنگ ہوتی رہی - عربوں نے ۳۲۰ رائفلیں، برین گن، اسٹین گن اور (۹۰۰۰) نوّے ہزار بندوقوں کی گولیاں لے کر بھاگ گئے - جس میں بیس (۲۰) عرب مارے گئے - اسی طرح یہودیوں نے عربوں کی اور ان پر بڑی تعداد میں حملہ بول دیا - جس میں پانچ عرب مارے گئے اور کئی زخمی ہوئے -

---

آج کل بمبئی شہر میں پگڑی لینے کے قصے روزانہ اخباروں میں چھپتے ہیں - ابھی ایک تازہ واقعہ یہ ہوا ہے کہ ایک رٹیائرڈ فوجی کیپٹن جو پاکستان جانے کا ارادہ کر رہا تھا اس نے اپنی جگہ کو ایک شخص سے گیارہ ہزار (۱۱۰۰۰) روپیے پگڑی لے کر دینا منظور کیا تھا اس کی خبر پولیس کو لگ گئی - جب کیپٹن صاحب پگڑی کا روپیہ لے کر باہر نکلے، اس وقت پولیس نے انھیں گرفتار کر لیا -

---

بمبئی - ۱۷ر دسمبر کی خبر ہے کہ یہاں کے گورنر سر جان کولویل کی جگہ پر اور ان کے عہدے پر سر مہاراج سنگھ مقرر ہوں گے - ایسا اندازہ ہے کہ سر مہاراج سنگھ دکھنی افریقہ میں ہند کی طرف سے ایجنٹ رہے - اسی طرح اتحادی دنیا کی حیثیت سے انجمن کی جنرل اسمبلی میں دوبارہ ہند کی طرف سے حاضر رہے تھے -

ید خاں

بہار کے گاؤں سہسرام میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام فرید خاں رکھا گیا۔ فرید خاں کا باپ ایک معمولی جاگیر دار تھا۔ اس کا نام حسین تھا۔ جسے پانچ سو سپاہی رکھنے کی اجازت تھی۔ اس کی کئی بیویاں تھیں اور ان سے کئی لڑکے اور لڑکیاں۔ فرید خاں کا ایک سگا بھائی اور ایک سوتیلا بھائی تھا۔ جس کی شکل و صورت فرید خاں سے ملتی جلتی تھی۔ اس کا نام سلیمان تھا۔ سلیمان کی ماں فرید خاں کے باپ کی بہت لاڈلی بیوی تھی۔ اس لئے فرید خاں کی شکایتیں اکثر حسین خاں کے پاس کرتی اور اس پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتی۔ آخر ان ظلموں سے تنگ آکر فرید خاں بھاگ نکلا اور جونپور پہنچا۔

جونپور اس زمانے میں علم و دولت کا گھر تھا۔ وہاں اکثر عالم اور قابل لوگ جمع رہتے تھے۔ فرید خاں نے بھی تھوڑے ہی دنوں میں عالموں کی صحبت سے بہت کچھ سیکھ لیا اور اس کی شہرت آس پاس ہونے لگی۔ باپ نے بیٹے کی شہرت سن کر اُسے بلالیا اور جاگیر کا انتظام اُس کے سپرد کیا۔ فرید خاں نے جاگیر کا انتظام بہت ہی خوبی سے کیا۔ چودھریوں اور مقدموں کو حکم دیا کہ واجبی محصول سے ایک پائی زیادہ نہ لیں، ورنہ میں خود حساب کی جانچ پڑتال کرونگا۔ تم کو خوب سزا دونگا۔ میں کسانوں کا طرفدار ہوں وہ ملک کی دولت ہیں۔ ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنا ہر حاکم کا فرض ہے۔ اگر ان کو ستایا گیا تو میں تم سب کو خوب سزا دوں گا۔ تھوڑے دن میں جاگیر کا انتظام بہت اچھا ہوگیا۔ لیکن فرید خاں کی یہ شہرت دیکھ کر اس کی سوتیلی ماں جلتی تھی اور طرح طرح کی شکایتیں اس کے باپ سے کرتی اور اب باپ اُسے نکالنا چاہتا تھا۔ اُسے جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ خود جاگیر چھوڑ کر چلا گیا۔ اور ابراہیم لودھی کی فوج میں بھرتی ہوگیا۔ باپ کے انتقال کے بعد دولت خاں نے سفارش کی اور پھر دوبارہ وہ اپنے باپ کی جاگیر کا مالک بنادیا گیا۔ لیکن اس کے سوتیلے بھائی سلیمان کے ساتھیوں نے اُسے مار بھگایا۔ اب وہ سلطان جنید سے مدد لے کر اپنی جاگیر پر قابض ہوگیا۔ اسی دوران میں بابر بھی ہندوستان آچکا تھا۔ سلطان جنید کے ساتھ وہ مغل دربار میں حاضر ہوا اور دربار کے طور طریقے دیکھے

شیر شاہ کہتا تھا کہ مغلوں نے پٹھانوں پر اس لئے فتح پائی ہے کہ پٹھان آپس میں لڑتے ہیں ...... میں ان سب کو ایک دن ایک کرونگا اور مغلوں سے تخت و تاج چھین لوں گا۔ پٹھانوں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے فرید خاں کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع کیا۔ مغلوں نے اس کا پیچھا کیا۔

فرید خاں بھاگ کر بہار چلا آیا اور جلال خاں کا استاد مقرر ہوا۔ جلال خاں کو فرید کی سختیاں بُری معلوم ہوتی تھیں۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا اور فرید خاں پورے بہار کا مالک بن بیٹھا۔

چنار کا حاکم تاج خاں تھا، جس کی بہت خوبصورت ملکہ تھی۔ جس کا نام ملکہ لاڈ تھا۔ تاج خاں ملکہ لاڈ کے ہاتھوں میں۔ ملکہ لاڈ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ تاج خاں کے مرنے کے بعد اس کے سوتیلے لڑکوں نے ملکہ کو خوب تکلیف دینا شروع کی۔ ملکہ بہت گھبرائی اور اُس نے چھپے طور پر فرید خاں کو لکھا کہ وہ محل میں بھیس بدل کر آئے اور چپکے سے اس سے شادی کرلے۔ فرید خاں راضی ہوگیا۔ لاڈ ملکہ اور فرید خاں کی شادی ہوگئی۔ اس طرح فرید خاں بغیر لڑائی جھگڑے کے چنار کا حاکم بن گیا۔ اُسے بہت سے ہیرے جواہرات اور سونا چاندی ملا اور چنار پر قبضہ بھی ہوگیا۔ اب اُس نے شیر شاہ کا لقب اختیار کیا اور ساتھ ہی روہتاس کے قلعہ پر بھی قبضہ حاصل کرلیا۔

بابر کے انتقال کے بعد ہمایوں تخت پر بیٹھا۔ ہمایوں بہادر تو تھا، لیکن وہ چالاکی جو باپ میں تھی اس میں نہ تھی۔ وہ خوب جانتا تھا کہ شیر شاہ طاقت پکڑ رہا ہے اور مغلوں کو ملک سے نکال دینے کے

ہندوستانی بادشاہ

در پئے ہے۔ ہمایوں ایک بڑی فوج لے کر شیر شاہ کو سزا دینے نکلا۔ اور اس نے چنار کو گھیر لیا۔ لیکن بڑی عقلمندی سے شیر شاہ نکل بھاگا۔ ادھر گجرات میں بغاوت ہوئی۔ ہمایوں اس طرف متوجہ ہوا۔ شیر شاہ نے موقعے کا فائدہ اٹھایا اور جب دوبارہ ہمایوں اسے سزا دینے کے لئے آیا، تو پہلے شیر شاہ نے صلح کر لی لیکن شیر شاہ نے اچانک [illegible] ہمایوں کو سان و گمان بھی نہ تھا کہ اس طرح صلح کے باوجود دھوکا دیا جائے گا۔ اس کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ ہمایوں بھاگ نکلا۔ ایک بھشتی یعنی پانی بھرنے والے نے اس کی جان بچائی۔ مغل بیگمات شیر شاہ کے سامنے پیش ہوئیں۔ اس نے ان سب کو بڑی عزت اور حرمت کے ساتھ آگرہ روانہ کر دیا۔

ہمایوں نے پھر فوج جمع کی اور قنوج کے مقام پر شیر شاہ کا مقابلہ کیا۔ لیکن قسمت نے ساتھ نہ دیا اور فوجیں بغیر لڑے ہوئے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ ہمایوں حمیدہ بانو اور چند وفادار سپاہیوں کو لے کر ایران چلا گیا۔ جہاں راستہ میں اسے امرکوٹ کے مقام پر اکبر پیدا ہوا۔

آپ نے دیکھا شیر شاہ نے اپنی ہمت۔ استقلال بہادری اور سوجھ بوجھ سے کام لے کر تھوڑے ہی عرصے میں مغلوں کو ملک سے بھگا دیا اور ایک بڑی سلطنت کا بادشاہ ہو گیا۔ بادشاہ ہونے کے بعد شیر شاہ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ملک کو ڈاکوؤں سے صاف کیا۔ باغی صوبہ داروں کو سزا دی۔ زمین ناپی اور محصول مقرر کیا۔ کسانوں کا وہ خاص [illegible] تھا۔ پیداوار کا چوتھا حصہ غلہ کی شکل میں یا نقدی کی صورت میں محصول ادا کیا جائے۔ اس نے مسافروں کے آرام کے لئے ہر دو کوس پر سرائیں بنوائیں اور تمام ملک میں سڑکوں کا جال بچھا دیا۔ ان میں بڑی بڑی پانچ سڑکیں ہیں۔ سب سے بڑی سڑک پنجاب سے بنگال تک کی ہے اور اب تک وہ ہے۔ سڑک کے دونوں طرف دھوپ اور بارش سے بچنے کے لئے سایہ دار اور میوہ دار درخت لگوائے۔ جگہ جگہ پانی کی سبیلیں رکھیں تاکہ پیاسے آدمیوں کو پیاس بجھانے کے لئے آسانی سے پانی مل سکے۔ سراؤں میں کھانا دونوں قسم کا۔ ہندوؤں کو ہندوؤں کا اور مسلمانوں کو مسلمانوں کی طرح کا کھانا ہر وقت تیار رہتا تھا اور وقت سے ملتا تھا۔ سونے کو بستر اور نہانے کے لئے ٹھنڈے اور گرم پانی دونوں طرح کا انتظام تھا۔ کام کاج اور مسافروں کے آرام کے لئے نوکر رکھے گئے تھے۔ ہر سرائے میں ایک [illegible] کنواں ہوتا تھا۔

اس نے پوسٹ یعنی ڈاک کا بھی بہت اچھا انتظام کیا تھا۔ تین ہزار [illegible] سو گھوڑے خطوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ اس نے اندھوں، اپاہجوں، اور بوڑھوں کے لئے وظیفے مقرر کئے تھے۔ شیر شاہ ہر کام کو خود دیکھتا تھا اور غلطی ہونے پر سخت سے سخت سزا دیتا تھا۔ جس کی وجہ سے ملک میں امن و امان ہو گیا تھا۔ ملک کی حالت پہلے سے کئی گنا بہتر ہو گئی۔ وہ ہر حیثیت سے ہندوستان کا ایک بہترین بادشاہ تھا۔

ایک مرتبہ کالنجر کے قلعہ کا گھیرا کئے ہوئے تھا کہ بارود ایک دم اڑ گئی جس سے اس کو گہرا زخم ہوا لیکن بستر پر پڑے پڑے وہ فوج کا انتظام کر رہا تھا اور فوج کو ہدایتیں دے رہا تھا۔ جب اس کو فتح حال معلوم ہوا تو اس نے خدا کا شکریہ ادا کیا اور ہمیشہ کے لئے آنکھ بند کر لی۔ اگر اسے اور زندہ رہنے کا موقع ملتا تو وہ بڑے بڑے کام انجام دیتا۔ اس نے صرف پانچ سال دلی پر حکومت کی لیکن اس قدر تھوڑے عرصے میں ہی اس نے ملک کے لوگوں کا [illegible] سے کتنا خیال رکھا اور اس میں امن و امان رکھنے کے لئے بڑے بڑے کام کئے۔ اس نے وہ قانون جاری کئے جس پر اکبر بادشاہ نے عمل کیا۔ اس نے رعایا کی بہتری اور خوشحالی کی کوشش کی۔ یہی وجہ [illegible] کہ وہ ہر دلعزیز تھا اور مرنے کے بعد [illegible]

معلومات

(۱) دنیا کا سب سے بڑا جہاز :-

دنیا کا سب سے بڑا جہاز "کوئین الزبتھ" ہے۔ جس کی لمبائی ایک ہزار اکتیس (۱۰۳۱) فٹ ہے۔ اس میں دو ہزار چار سو پندرہ (۲۴۱۵) آدمی سفر کر سکتے ہیں۔ جن میں سے سات سو بیس (۷۲۰) مسافر کیبن میں، آٹھ سو پچاس (۸۵۰) مسافر فرسٹ کلاس میں سفر کرتے ہیں اور سات سو پینتالیس (۷۴۵) آدمی سیاح ہوتے ہیں۔ اور ایک ہزار ایک سو (۱۱۰۰) آدمی جہاز کے مزدور اور کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس کا وزن تراسی ہزار چھ سو تہتر (۸۳،۶۷۳) ٹن ہے۔ اس کے کپتان کا نام جیمس ہے جو بہت ہنس مکھ آدمی ہے۔ اس جہاز کو کنارڈ لائن نے بنایا ہے اور یہ ۲۷ر ستمبر ۳۸ء کو شہزادی کے ہاتھ سے پانی میں اتارا گیا۔ اس جہاز میں بہت سے کیبن کئی ہوٹل، حمام اور سینما ہیں۔ اس کے علاوہ ڈیک پر کھیلنے کا میدان بھی ہے۔ غرض دنیا کا یہ سب سے بڑا جہاز بہت ہی حیرت انگیز ہے۔

(۲) ۳۰ آدمیوں میں صرف ۱۱ ایماندار

یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کتنے فی صدی آدمی ایماندار ہوتے ہیں۔ امریکہ کے ایک اخبار کے ایڈیٹر نے ۳۰ لفافوں میں ہر ایک میں ۲۵ شلنگ رکھ کر ہر ایک لفافے کے اوپر اپنا ٹیلیفون نمبر لکھا اور یہ بھی لکھا کہ اگر کسی صاحب کو یہ لفافے ملیں تو مہربانی کر کے مجھ کو ٹیلیفون پر اطلاع دیں۔ میرا آدمی آکر لے جائے گا لیکن صرف (۱۱) گیارہ آدمیوں نے ٹیلیفون کیا اور باقی رقم کو اس طرح ہضم کر گئے کہ ڈکار تک نہ لی۔ ٹیلیفون کرنے والوں کو یہ رقم ایمانداری کے بدلے بخشش دی گئی۔ اس طرح پتہ چلا کہ تقریباً ۳۳ فیصدی آدمی ایماندار ہوتے ہیں۔

(۳) سگریٹ بازی سکھانے والا اسکول :-

نیویارک میں ایک اسکول کھولا گیا ہے۔ جس میں سگریٹ پینے والوں کو آداب سکھائے جاتے ہیں۔ اسکول میں بڑے بڑے آئینے ہوتے ہیں اور ان کے سامنے "پروفیسر" کھڑے ہو کر سگریٹ پینا سکھاتے ہیں۔

(۴) ہندوستان میں دودھ کی نہریں بہتی تھیں۔

تاریخ کی مشہور کتاب "تاریخ فرشتہ" میں لکھا ہے کہ "ہندوستان میں آج کل گائے بھینسوں کی اس قدر زیادتی ہے کہ دودھ اور گھی کو پانی کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب کسی معمولی سے معمولی حیثیت کے آدمی کے یہاں مہمان آتا ہے تو اسے کئی کئی مرتبہ دودھ پلایا جاتا ہے۔ جس میں بہت زیادہ مکھن ڈالا جاتا ہے" غرض ایک زمانہ ایسا تھا کہ ہندوستان میں دودھ کی نہریں بہتی تھیں۔

(۵) دوزخ کی نہر :-

افریقہ کے بڑے صحرا میں جو کہ ویران درختوں سے ڈھکا ہوا ہے ایک ایسا چشمہ ہے جس سے ابلتا ہوا گرم گرم پانی نکلتا ہے۔ ایک امریکن سیّاح نے اس چشمے کا تفصیلی حال لکھا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس چشمے کا پانی حد سے زیادہ گرم ہوتا ہے۔ اگر اس میں چائے کی کیتلی رکھ دی جائے تو تھوڑی دیر میں چائے تیار ہو جاتی ہے۔ سیّاح نے بتایا کہ افریقہ کے اصلی باشندے اس کو دوزخ کی نہر کہتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جس دوزخ میں گناہ کرنے والوں کو سزا دی جائے گی اسی دوزخ سے اس چشمہ کا پانی آرہا ہے۔

بقیہ فرید خاں سچا ہندوستانی بادشاہ

کے مشہور بادشاہوں میں شامل کیا گیا۔ اس کی حکومت ہر آنیوالے بادشاہ کے لئے ایک مثال کا کام دے سکتی ہے۔ قوم اور ملک کی بہتری کے لئے عرصہ اور وقت کی ضرورت نہیں ہے۔ شیر شاہ نے ثابت کردیا کہ ملک کی بہتری کس طرح

سنہری باتیں

۱۔ کمینوں کو منہ لگانا اپنے کو تکلیف دینا ہے۔

۲۔ جب مصیبت آتی ہے تو انسان کو بھاگنے کی جگہ نہیں رہتی۔

۳۔ بیوقوف آدمی سے دوستی کرنا اپنی طبیعت کو پریشان کرنا ہے۔

۴۔ انسان اس چیز کی قدر کرتا ہے، جو اس کو پسند ہوتی ہے۔

۵۔ اپنی قابلیت سے زیادہ باتیں کرنا بیوقوفی کی دلیل ہے۔

۶۔ صبر اور ضبط سے کام لینے والا ہمیشہ فتح پاتا ہے۔

۷۔ جو شخص زیادہ چالاکی سے کام نکالتا ہے وہی نقصان اوٹھاتا ہے۔

۸۔ وقت پر جو کام آئے دوست اس کو جانو۔

(محمد واسع ہاشمی)

بمبئی۔ ۱۵ر دسمبر کی خبر ہے کہ ہند کے گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن بمبئی آئے۔ یہاں پر وہ تین دن رہے۔ اس عرصہ میں سرکاری اور غیر سرکاری کاموں میں دلچسپی سے حصہ لیا۔ پہلے پہل آپ نے کرکٹ میدان میں بمبئی کی شہری فوج کی دیکھ بھال کی اور اپنے قریب بلا کر مختوڑی تقریر کی اور کہا کہ آپ کی قومی اور ملکی خدمت پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کے بعد کھیتی اور ہنروں کی نمائش دیکھی۔ فوجی جہازوں کو بھی دیکھا۔ لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے ریلیف کمیٹی کو دیکھا اور عورتوں کی اسی کمیٹیوں کے سامنے ایک تقریر کی اور کہا کہ بمبئی کی عورتوں نے جو پناہ گزینوں کی مدد کی اس پر ان کو دلی مبارکباد دیتی ہوں۔ اور یہ بھی کہا کہ پناہ گزینوں کی جو مدد کرنے

کا حل گاندھی جی اور جواہر لال جی نے تجویز کیا ہے کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر واپس چلے جائیں، یہی ایک بہترین حل ہے میں ان کی تعریف کرتی ہوں

سورت۔ ۱۴ر دسمبر کی خبر ہے کہ آج کل سونے کی چوریاں بہت ہو رہی ہیں۔ ایک واقعہ ہے کہ مہاراجہ بڑودہ کے خزانے میں سے پچاس ہزار روپیہ کا سونا چوری ہوگیا۔ بڑے تعجب کی بات یہ ہے کہ پولیس کا پہرہ ہوتے ہوئے بھی چوری ہوگئی۔

بقیہ اپنی باتیں

نہیں ہوسکتے بلکہ خادم ہی رہیں گے۔ کیونکہ اس کے اصول ایسے ہیں کہ جن سے نہ تو جماعت اور نہ فرقہ واریت کا سوال ہوتا اور نہ سیاست اور نہ طاقت کا، نہ شہرت نہ عزت کا۔ اس اسکیم کے پانچ اصول یہ ہیں۔ سچائی، صفائی، محنت، بھائی چارہ اور ہندوستانی زبان کا دو لکھائی میں سیکھنا ناگری اور اُردو میں۔ اس میں شامل ہونے والوں پر اللہ پاک کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرنا ہوگا کہ وہ مضبوطی سے اس پر خود عمل کریں گے اور دوسروں کو بھی شامل کرکے عمل کرنے پر لگائیں گے۔

اس کا طریقہ عمل اس طرح کا ہوگا کہ پہلے اپنا گھر پھر پڑوس پھر محلہ۔ گاؤں اور قصبہ۔ جب بہت سے گھر اور محلے اس پر عمل کریں تو وہ باقاعدہ پنچایت یا کسی سیاسی جماعت میں شامل ہو کر اپنی تنظیم کریں۔ رہبر کا تعلق تو صرف چھوٹے دائرہ یعنی گھر سے ہی رہے گا۔ جب ایک پورا خاندان ایمانداری سے اس پر عمل کرے تو رہبر کو خبر دیدے تاکہ اس خاندان کا نام اخبار میں شایع کردیا جائے۔ اس اسکیم کے مطابق سائے وقتاً فوقتاً رہبر میں دی جایا کرے گی۔ اس اسکیم کا نام ہندوستانی لیگ ہوگا۔ اس میں مرد عورت بوڑھے بچے ہر خیال اور ہر مذہب کے لوگ شامل ہوسکتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ ایسی اسکیم پر عمل کرنے والے صرف انگلیوں ہی پر گنے جائیں گے۔

آپ کی کانفرنس میں اس خط کے بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اب عورتوں سے ان کا کام لیا جائے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے جو بھی رائے مقرر کی جائے کیا اس میں یہ بنیادی اصول رکھے جاسکتے ہیں؟

رہبر کی یہ اسکیم رہے یا نہ رہے یا اس کا نام بدل جائے اس سے میرا کوئی حرج نہیں۔ میں صرف اتنا ہی جانتی ہوں اور مانتی ہوں کہ ان بنیادی اصولوں پہ کام کرنے ہی سے ہندوستان کی پرانی عظمت دوبارہ قائم کرسکتے ہیں۔

دہلی ۱۷ دسمبر کی خبر ہے کہ ہندستان اور پاکستان کے درمیان ایک ایسا سمجھوتہ ہونے والا ہے جو دونوں ڈومینین کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ اس لئے ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کے درمیان کھلے دل سے ایک اچھے سمجھوتے کی امید پائی جاتی ہے۔

مسولینی

مسولینی بچپن میں بڑا نٹ کھٹ اور جھگڑالو تھا، ایک دن اسکول میں ایک لڑکے سے اس کی لڑائی ہوگئی وہ لڑکا مسولینی سے عمر میں بڑا اور طاقتور تھا۔ اس نے مسولینی کو خوب پیٹا۔ مسولینی روتا روتا اپنے باپ کے پاس گیا۔ مسولینی کی بات سن کر اس کے باپ کو بہت غصہ آیا۔ دو چار تھپڑ بھی مارا اور کہا۔ "عورتوں کی طرح روتا ہوا میرے پاس کیوں آیا ہے؟ جب تک اس لڑکے سے بدلہ لے کر اپنی دلیری کا ثبوت نہ دوگے میں تمہیں گھر میں نہیں گھسنے دوں گا"

بس ہاتھ میں لکڑی لئے وہ اس جگہ پہنچا جہاں وہ لڑکا کھیل رہا تھا۔ مسولینی نے اسے لڑنے کے لئے للکارا۔ بس لڑائی ٹھن گئی، مسولینی کے سر پر تو بدلہ لینے کی دھن سوار تھی اس نے اس لڑکے کو خوب زخمی کیا، گو اس کے بھی سخت چوٹ آئی۔ جب وہ گھر واپس آیا تو اس کے باپ نے اسے گود میں اٹھالیا اور کہا:۔

"تجھے مار کھاکر آتا ہوا دیکھ کر مجھے بہت شرم آئی ظلم برداشت کرنا بزدلوں کا کام ہے۔ کبھی مار کھاکر نہ آنا۔ چاہے مجھے تمہاری لاش گھر لانی پڑے۔

REGD. NO. 4532
ٹیلیفون نمبر ۴۱۲۲۹
قیمت فی پرچہ ڈیڑھ آنہ ۱/۰
ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی
روپا جیلا کھیمالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶

رہبر

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار
سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۸ | پہلی مئی ۱۹۴۸ء | نمبر ۲۰

نیک بات

بھلائی کرو تو کرو بے غرض
غرض کی بھلائی تو ہے اک مرض

اپنی باتیں

اس وقت جو دنیا میں تباہی اور بربادی کی آگ برس رہی ہے۔ انسان اپنے بھائی کی بربادی سے خوش ہوتا رہا ہے۔ اس کا اصل علاج یہی ہے کہ انسان پھر سے انسانیت کا لباس پہن لے اور حیوانیت کا چولا اتار کر پھینک دے۔ یورپ، امریکہ اور دوسرے ملکوں کے بڑے عقلمند لوگوں نے اپنے بیان دیئے ہیں کہ دنیا لڑ کر چین نہ پائے گی۔ یہ عقل مند لوگ وہ ہیں جو آج تک لڑائی کے سامان تیار کراتے تھے، اور لڑائی کرا کر بھی دنیا میں امن چاہتے تھے۔ انھوں نے۔ اب اپنی رائے کو اس دنیا کی تباہی دیکھ کر پورے طور سے بدل دی ہے۔ بہت لوگوں نے عہد کرلیا ہے کہ انسان بن کر ہی دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ ساری دنیا کے انسان آپس میں ایک خاندان والے، اور ایک دوسرے کو برابری کا درجہ نہ دیں گے تب تک انسان کہلانے کے لائق نہ ہوں گے۔

ہر قوم کے بڑے لوگوں کا ہمیشہ یہی کہنا رہا کہ دوسروں کی بھلائی میں ہی اپنا فائدہ ہے۔

انسان میں آگ اور پانی کے دو دریا ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اگر آگ غالب آگئی تو پانی جل کر اڑ گیا۔ اور اگر پانی غالب آگیا تو آگ بجھ کر رہ گئی۔ انسان کا کمال یہی ہے کہ وہ دونوں سے برابری کا کام لے۔

مدراس۔ ۲ر اپریل کی خبر ہے کہ حکومت مدراس نے حکم جاری کیا ہے کہ ریاست بنگن پلی میں۔ جو ابھی حال ہی میں صوبہ مدراس میں شامل ہوئی ہے۔ تمام نشہ لانے والی چیزیں۔ یعنی گانجا اور افیون کی دکانیں فوراً بند کردی جائیں۔ لیکن تاڑی کی دکانیں ۲۰ر اکتوبر ۱۹۴۸ء تک کھلی رہ سکیں گی جب سارے ریاست میں نشہ لانے والی چیزوں پر پوری طور پر پابندی لگادی جائے گی۔

حکومت نے تین دیہاتی سن کاسلا بالم اور گودند پلی میں بھی نشہ والی چیزیں پینے پر پابندی لگادینے کے لئے احکامات جاری کر دیئے ہیں۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا جیلا کھیمالا روڈ بمبئی ۲۶ رہبر اخبار اردو، ہندی، گجراتی، تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے
پرنسس بلڈنگ اجمل پریس میں چھپتا ہے

خبریں

نئی دہلی ۱۸ مارچ کی خبر ہے کہ سرکاری حلقوں میں کہا جا رہا ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو بڑے بڑے سرکاری افسروں سے اپیل کریں گے کہ وہ اپنی اپنی تنخواہوں میں کچھ کمی کریں تاکہ چھوٹی تنخواہ والے کلرکوں کو نوکری سے الگ کیا جا سکے۔ اور دوسرے محکموں میں جو جلد ہی بنائے جائیں گے ان کو جگہ دی جائے۔

کابل سے خبر آئی ہے کہ صوبہ سرحد کا نام پاکستان بدل کر پٹھانستان رکھا جائے گا۔ یہ مطالبہ حکومت پاکستان نے مان لیا ہے۔ پٹھانستان پوری طور پر خود آزاد ہوگا۔ صرف ڈاک۔ فوج۔ باہر کے معاملات میں پاکستان کے ساتھ شرکت ہوگی

نئی دہلی کی خبر ہے کہ حیدرآباد اور انڈیا میں صلح ابھی تک نہیں ہو رہی ہے۔ اس لئے نظام خود دھلی آکر گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن، پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار پٹیل سے ملیں گے۔ اس کا انتظام ہو رہا ہے۔ وزیر اعظم حیدرآباد میر لائق علی نے اعلان کیا ہے کہ ہم اخیر تک میل ملاپ کی کوشش کرتے رہیں گے۔

لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی زبانوں کو لگام دیں۔ کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے انڈیا اور حیدرآباد میں رنجش پیدا ہو جائے۔

نئی دہلی ۱۴ اپریل کی خبر ہے کہ ہند کی غذائی کمیٹی کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں غلّہ کی پیداوار چالیس لاکھ ٹن بڑھائی جائے گی۔ اس کے اسباب پیدا کرئے گئے ہیں۔ جیسے اچھا کھاد، اچھے بیج، آب پاشی کا بہتر انتظام وغیرہ۔

جنیوا۔ ۷ اپریل کی خبر ہے کہ اخبار کی آزادی کے لئے ہندوستان کی نامی تجویز منظور کرلی گئی کہ ہر ملک میں غیر سرکاری پریس، انجمنیں بنائی جائیں جو پیشے کے اعتبار سے ملک والوں کو مشورہ دیتی رہیں۔ یہ تجویز اقوام متحدہ کی کمیٹی نے منظور کرلی ہے۔ یہ پریس انجمنیں صحیح خبروں کا انتظام پورا کریں گی۔ اچھا مشورہ لازم کر دیں گی۔ غلط خبروں کو نہ دینگی کسی حکومت کی بے جا حمایت نہ کریں گی۔

کراچی۔ ۷ اپریل کی خبر ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ڈاک پر محصول بڑھ جانے کی وجہ سے پاکستان کے ڈاکئے مزا کر رہے ہیں کیونکہ خطوں کی آمد بہت کم ہوگئی ہے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ سندھیا جہاز کمپنی نے حکومت ہند کی اجازت لے کر بارہ جرمنی انجینیروں کو ملازم رکھ لیا ہے جو جہازوں میں کام کریں گے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ہندوستانی کمپنی نے جرمنوں کو ملازم رکھا ہے۔

حال کی خبر ہے کہ صوبہ بمبئی کے گورنر اور رانی مہاراج سنگھ تلابہ کے ساحلی ضلعوں کا دورہ ۱۸ اپریل سے ۲۲ اپریل تک کیا۔

بمبئی، ۸ اپریل کی خبر ہے کہ اسکول کمیٹی کے چناؤ میں تین مسلم ممبر آئے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مسٹر معین الدین حارث۔ مسٹر ایم، اے لطیف۔ مسز شفیع طیّب جی۔

پشاور۔ ۳۱ مارچ کی خبر ہے کہ سرحد اسمبلی میں لالہ کوڑو رام نے تجویز پیش کی ہے کہ پاکستان کا دستور اسلامی اصولوں پر بنایا جائے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ قرآن کریم سے بہتر دنیا میں قانون موجود نہیں ہے۔ پاکستان کا دستور اسی جامع قانون کی روشنی میں بننا چاہیئے۔

اُردو کی فریاد

مہاتما گاندھی جی کی بارگاہ میں

از ۔ محمد الیاس خاں تماشا۔ گیاوی

محسنِ اعظم میرے عالی جناب
دیش بھارت کے چمکتے آفتاب

جس طرح آتے رہے ہر خاص و عام
آج داسی آئی ہے کرنے سلام

آپ سے بدبخت ہی انجان ہے
آپ کا ہر شخص پر احسان ہے

تھی جو زنجیرِ غلامی پاؤں میں
جسکی اک جھنکار تھی ہر گاؤں میں

جان دیدی آپ نے اور سَر دیا
اس کو ٹکڑے ٹکڑے لیکن کر دیا

شیر و بکری کو بلایا آپ نے..
ایک جا پانی پلایا آپ نے

تفرقے کو قومیت سے سَر کیا
مُسلم و ہندو کے دل میں گھر کیا

ہاں اہنسا کے پجاری آپ تھے
امن و ملت کے بھکاری آپ تھے

قوم کو زندہ کیا جے کار سے
اور روٹھوں کو منایا پیار سے

اونچ پر بخت ہریجن کر دیا
ان کو ہم دوشِ برہمن کر دیا

آپکی فُرقت کا ہے سب کو ملال
ہند و مسلم کا ہے اب جی نڈھال

یوں تو صدمہ ہر کس و ناکس کو ہے
سب سے زیادہ ہے تو مجھ بیکس کو ہے

دیش کے جھگڑے تو ہو جائیں گے طے
پھر کہیں گے مل کے سب بھارت کی جے

ایک مستقبل میرا تاریک ہے
سب مسائل میں یہی باریک ہے

موت ہے میری بھی رحلت آپ کی
زہر سے بڑھ کر ہے فُرقت آپ کی

آپ کی مجھ کو محبت یاد ہے
یاد ہے داسی سے اُلفت یاد ہے

آپ فرماتے ز راہِ بہتری
ایک ہو، جو ہو زبانِ مادری

دیش میں ہندوستانی ہو اگر
ناگری اُردو رہیں شیر و شکر

ناگری اُردو میں جب ادغام ہو
یہ زبان مقبولِ خاص و عام ہو

ہے اسی میں بہتری دیگر تو ہی
ساتھ داسی کے بہن ہو ناگری

فکر ہے لیکن کہ اب باپو نہیں
کوئی بھی اب قوتِ بازو نہیں

آپ کی نظروں میں تھی محبوب میں
دیش میں اب ہو گئی مجحوب میں

بن کے آزادی مصیبت آئی ہے
آئی ہے داسی یہ شامت آئی ہے

میں غلامی ہی کے ہاتھوں شاد تھی
پھولتی پھلتی رہی، آباد تھی،

غیر جب تک تھے چمن کے باغباں
میں رہا کرتی تھی ہر دم شادماں

جب حکومت آئی اپنے ہاتھ میں
بجھ گئے کانٹے میرے ہی ہاتھ میں

جب سے آزادی وطن میں آگئی
اک خزاں میرے چمن میں آگئی

وہ چمن ہی کیا، جہاں ہو گُل نہیں
باغ کیا جب نغمۂ بلبل نہیں

لوگ کہتے ہیں جسے 'یو۔پی' وہاں
میری ہی ہستی تھی زیبِ گلستاں

جس زمیں پر آج گاندھی راج ہے
اس جگہ سے بھی میرا اخراج ہے

جانتا ہے جس کو ہر خرد و کلاں
لوگ کہتے ہیں جسے اُردو زباں

آپ کا گیتا اسے درکار ہے
ورنہ یہ گرتی ہوئی دیوار ہے

آپ ہی فرمائیں اب جاؤں کہاں
کس کو اب دُکھ کی سناؤں داستاں

کرمچاری سب کے سب ہیں نیشنل
پر نہیں اُپدیش پر کرتے عمل

ان کو اُپدیش آشا سے دیجئے!
اور تماشا کی دعائیں لیجئے!

کراچی ۔ ۲۰ ر اپریل کی خبر ہے کہ آج سے پاکستان میں وہاں کی حکومت نے نئے نوٹ اور سکّے جاری کئے ہیں۔ جن پر اُردو اور انگریزی میں حکومتِ 'پاکستان' تحریر ہے۔

آخری کرن

بیگم صالحہ عابد حسین کی ریڈیائی تقریر

"مہاتما گاندھی شہید کر ڈالے گئے... اس کا دیوتا... اہنسا کا پجاری گولیوں سے مار ڈالا گیا۔" بم کے گولے کی طرح یہ خبر مالتی کے دماغ پر گری۔ وہ بے حس و حرکت ششدر (حیران) ساکت پتھر کی مورتی جیسی کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

ایسا ہوسکتا ہے بھلا؟ ہرگز نہیں۔ مہاتما گاندھی... باپو— مرسکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ لاکھوں، کروڑوں انسانوں کو زندگی بخشنے والا— مرجائے؟ ناممکن!! "جھوٹ ہے۔ جھوٹ ہے۔ باپو جی نہیں مرے— نہیں مرسکتے" ایک چیخ کی طرح اس کے منہ سے نکل گیا۔

"ہاں پیاری بہن تم سچ کہتی ہو۔ باپو جی نہیں مرے— وہ نہیں مرسکتے۔ شہید کبھی نہیں مرتا... ہمیشہ زندہ رہتا— مہاتما جی کو کون مار سکتا ہے بھلا... وہ تو امر ہیں امر۔" ایک بھرائی ہوئی آواز مالتی کے کان میں آئی۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا... سامنے سلمہ کھڑی تھی۔ چہرے پر رنج و غم کا گہرا رنگ، آنکھیں آنسوؤں سے چھلکتی ہوئی۔

مالتی نے زور سے ہائے کا نعرہ مارا اور سلمہ کے گلے میں باہیں ڈال دیں "ہائے سلمہ مہاتما جی چل بسے— ہمارے باپو— ہم بے بسوں کا سہارا" اور دونوں لڑکیاں ایک دوسری سے لپٹ کر آنسو بہانے لگیں۔ گہری اور سچی عقیدت کے پاک آنسو۔ جانے وہ کتنی دیر روتی رہیں۔ اس درد کے ساتھ جیسے لاڈلی بیٹیاں چہیتے باپ کو روتی ہیں۔ دیس کی اور لاکھوں کروڑوں بیٹیاں اپنے محبوب محسن باپو کے غم میں اسی طرح رو رہی تھیں۔

"سلمہ کیسے اٹھا اس ظالم کا ہاتھ باپو جی پر۔ ان پر جو دیا اور پریم کا ساگر تھے— اہنسا کے پجاری تھے— امن کے دیوتا تھے۔ انھیں کیسے مارا اس راکشش نے؟"

"مالتی یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ ظلم اور بدی کی قوتوں نے ہمیشہ سچائی اور نیکی کو کچلنے کی کوشش کی ہے۔ حق و انصاف کے پجاریوں، سچائی کے علم برداروں کو ہمیشہ ناانصاف، ظالم، باطل پرست لوگوں کے ہاتھوں مصیبتیں اٹھانی پڑی ہیں... شہید ہونا پڑا ہے۔"

"آہ سلمہ— یہ دیس— یہ بدنصیب دیس جس میں گاندھی جی جیسا انسان پیدا ہو اور اس نے اس کی قدر نہ کی... ان کی بات نہ مانی— ان کی تعلیم کو نہ سمجھا... سلمہ— یہ مٹ جائے گا— ختم ہو جائے— برباد ہو جائے گا... اسے مٹ ہی جانا چاہئے... یہ دنیا کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے...."

"نہیں مالتی بہن یہ نہ کہو... یہ مہاتما گاندھی کا دیس ہے... یہ ابھی اتنا سیاہ نہیں ہوا کہ اسے مٹ جانا چاہئے.... آخر اسی دیس نے— اسی دیس والوں نے مہاتما جی کی بہت سی باتیں سنی ہیں، مانی ہیں، ان کی تعلیم پر عمل کیا ہے— یاد کرو... سوچو... یہ دیس غیروں کے پنجہ میں پھنسا ہوا تھا۔ غلام ملک... مہاتما گاندھی کی قیادت میں آخر لوگوں نے حاکموں کا مقابلہ کیا اور آزادی کی فتح حاصل کی یا نہیں؟ کروڑوں کو جانوروں کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ اچھوتوں کی حالت جانوروں سے بھی بدتر تھی۔ مہاتما جی نے ان کاموں میں جان توڑ کوشش کی، دیہات سدھار کی تحریک اٹھائی۔ جس میں انھیں کتنی بڑی کامیابی ہوئی۔ اچھوتوں کو ذلت اور مصیبت کے گڑھے سے نکالا اور انھیں دوسرے لوگوں کے برابر حقوق دلانے کے لئے جد و جہد کی۔ ان کو وہ محبت اور ہمدردی دی جو آج تک انھیں اور کسی نے نہ دی تھی... آخر ان سب کاموں میں دیس نے ان کا ساتھ ہی دیا تھا۔"

"اور سلمہ باپو جی نے خود ہمارے لئے کیا کچھ نہ کیا— ہم ہندی عورتوں کی ان سے پہلے کیسی خراب حالت تھی— اچھوتوں سے بدتر— جانوروں سے بدتر.... مہاتما جی کی آواز ہی تو سب سے پہلے پورے اسلامی جوش اور قوت کے ساتھ ہماری حمایت کے لئے بلند ہوئی۔ انھوں نے ہماری سماجی حالت سنبھالی.... ہمیں مردوں سے لڑکر حقوق دلوائے۔ انھوں نے کہا— ٹھیکے کی چوٹ کہا— بیوی شوہر کی لونڈی نہیں بلکہ اس کی رفیق و مددگار ہے۔ اس کے رنج و راحت کی شریک ہے۔ اور اپنے راہِ عمل کے انتخاب میں آزاد۔" ہندوستان میں اس سے پہلے ہندو عورت کے لئے کس کے منہ سے برابری اور مساوات کی یہ بات نکلی تھی؟ انھوں نے اپنے کاموں میں عورتوں کو برابر اپنے ساتھ رکھا... ہر قسم کے کاموں کے موقعے اور سہولتیں دیں۔



آزادی کی جنگ میں لڑنے کی سعادت بخشی... عورت کی تعلیم کے لئے سب سے پہلے اور زیادہ زور کس نے دیا— انھیں نے تو— ہماری قدر و عزت ان سے زیادہ کس نے کی۔ انھوں نے یہاں تک کہا۔ سلمہ اہنسا کے اصول کو سب سے زیادہ عورت اپنا سکتی ہے اس لئے کہ وہ اہنسا پسند ہوتی، انسان پیدا کرتی ہے لہذا اس کا دل اتھاہ محبت کا ساگر ہوتا ہے۔ وہ صبر کا مجسمہ ہوتی ہے۔"

مالتی رک گئی۔ مہاتما جی کا شفیق و پُرمحبت چہرہ اس کی نظروں میں گھوم رہا تھا۔ "سچ کہتی ہو مالتی! اور پھر اس وقت— اس وقت جب سارے ملک میں آگ لگی ہوئی تھی، قتل و غارت، وحشت

وحشیوں کا دور دورہ تھا— اور جب اس کا سب سے مظلوم شکار عورت بنی ہوئی تھی... ہندو مسلم... سکھ عورت— پاکستانی اور ہندوستانی عورت جب ان شیطان صفت انسانوں کے کرتوتوں کی بدولت ہندوستانی عورت دنیا کی سب سے زیادہ مصیبت زدہ اور مظلوم مخلوق بن چکی تھی... کس کی آواز تھی جو اس کے حق میں بلند ہوئی؟ کس نے انتہائی سختی سے ان لوگوں کی مذمت اور ملامت کی جو اس کے بانی تھے... کس نے دنیا سے کہا کہ ہر وہ عورت جس کی زبردستی بے آبروئی ہوئی اب بھی پاک ہے، بےگناہ ہے، معصوم ہے۔ کس نے کہا کہ مذہب کا تعلق دل سے ہے۔ زبردستی مذہب بدلنے سے کوئی بے دھرم نہیں ہوسکتا... کس نے لوگوں پر زور دیا کہ ان عورتوں کو واپس اپنے اپنے گھروں میں عزت اور آبرو کے ساتھ رکھو... کس نے بیٹھ کر یہ کہا کہ یہ سب میری بیٹیاں ہیں، میری بہنیں ہیں... میری گود میں اور دل میں ان کے لئے جگہ ہے.... بتاؤ اور کس نے یہ سب کیا..." سلمہ کی آواز جوش میں بلند ہوتی جارہی تھی اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"اور سلمہ بہن کس نے ہم دونوں کو.... جب دنیا کے سارے سہارے ٹوٹ چکے تھے ہمیں آسرا دیا؟" آہستہ سے مالتی کے منہ سے نکلا.... اور دونوں کی نظروں میں آج سے کچھ عرصے پہلے کا وہ منظر پھرنے لگا جب وہ پہلی بار مہاتما جی کے سامنے آئی تھیں۔

مہاتما جی بیٹھے ہوئے ہریجن کے لئے مضمون لکھ رہے ہیں کہ ایک نوجوان اندر داخل ہوکر ان کے پاس آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے دو جوان لڑکیاں آرہی ہیں۔ ان کے رنگ زرد، آنکھیں سوجی، سر جھکے ہوئے، چہروں پر دل کا دکھ لکھا ہوا ہے۔

"باپو جی!"

"آؤ! آؤ بھائی۔ آج کئی دن بعد آئے ہو۔"

"باپو جی آپ کی ہدایت پر میں اور میرے کئی ساتھی ان مصیبت کی ماری عورتوں کا کھوج لگانے نکلے تھے جنھیں لوگ زبردستی پکڑ کر لے گئے ہیں۔"

"ایشور اس میں تمہاری مدد کرے۔ سچے سیوا کا یہی دھرم ہے۔ اس وقت کچھ کامیابی ہوئی تمہیں؟"

"میں کئی دن مارا مارا پھرا۔ بڑی جان جوکھوں کے بعد ان دو عورتوں کو ان وحشیوں کے پنجے سے چھڑا کر لاسکا ہوں۔ جن کے قبضے میں یہ پھنسی ہوئی تھیں۔"

مہاتما جی نے لڑکیوں کی طرف دیکھا جنھوں نے سر جھکائے جھکائے نمسکار کیا اور اسی طرح کھڑی رہیں۔ انھوں نے پُرمحبت آواز میں کہا "بچیو، آؤ— یہاں بیٹھ جاؤ" ان کی آواز دکھ سے بھرائی ہوئی تھی۔

نوجوان لڑکیاں، جنھیں ناقابلِ سہار دکھوں نے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا، چپ چاپ آگے بڑھیں اور گاندھی جی کے چرنوں کے پاس بیٹھ گئیں۔

"تم نے بہت اچھا کام کیا بیٹا۔ ایشور تمہیں اس کا پھل دے گا۔ اب تم ان لڑکیوں کے گھر والوں کا بھی کھوج لگا ڈالو...."

"باپو جی میں ان کا کھوج لگا چکا ہوں مگر نہ مالتی کے باپ بھائی اسے اپنے گھر رکھنے پر تیار ہیں۔ نہ سلمہ کا پتی اسے واپس لینے پر" (باقی صفحہ ۱۶ پر دیکھئے)

بقیہ "آخری کرن"

"کیوں ؟"

"باپو جی وہ کہتے ہیں کہ اب یہ ہمارے کام کی نہیں رہیں۔ ان کا دھرم گیا... عزت گئی۔"

یہ غلط ہے.... ان کا دھرم اور عزت نہیں گئی۔ نہیں جاسکتی۔ یہ نردوش ہیں، معصوم ہیں، یہ کام مردوں کے ظلم کا شکار ہیں، پاگل پن کا شکار ہیں۔ اس میں ان کا تو کوئی گناہ نہیں... اصلی نیکی دل کی نیکی ہوتی ہے۔ اور دھرم۔ دھرم کیا زبردستی بدلا جاسکتا ہے بھلا ؟ دل کو بھی کوئی جبراً بدل سکتا ہے ایمان کی روشنی تو دل میں ہوتی ہے۔ اس شمع کو کون بجھا سکتا ہے ؟ نہیں یہ بچیاں اب بھی معصوم ہیں.... اب بھی اپنے دھرم پر ہیں۔ ان کے دین پر، عزت پر کوئی آنچ نہیں آئی۔ ان کے ماتا پتا کو تو پھر انھیں اپنی گود میں بٹھانا ہوگا۔ ان کے پتی کو پھر عزت اور آدر کے ساتھ اپنے ساتھ رکھنا چاہئے۔ یہ بڑے کا بڑپن کی، بزدلی کی بات ہے.... بہت بری بات ہے کہ کسی پاگل پرش کے قصور کی سزا۔ نردوش استری کو دیجائے؟

"باپو جی وہ لوگ کچھ نہیں سنتے۔ کچھ نہیں مانتے۔ آپ کی بات بھی نہیں۔ وہ کہتے ہیں ان کو کیا خبر کہ ہمارے دل پر کیا بیت رہی ہے۔ ان کی کوئی بیٹی بہن ہوتی تو وہ جانتے۔"

مگر کیا یہ سب میری بیٹیاں، میری بہنیں نہیں۔ یہ بھی تو میری ہیں۔ دنیا کی ہر عورت میری بہن ہے، بیٹی ہے۔ اور اب بھی اس کی وہی عزت میرے دل میں ہے۔" مہاتما جی نے شفقت اور احترام بھری نظریں لڑکیوں کے چہرے پر ڈالیں۔

"باپو جی وہ مصیبت کی ماری لڑکیوں کو پناہ دینے کے لئے تیار نہیں مگر انتقام اور بدلے پر تلے ہوئے ہیں... اپنی بیٹی اور بہنوں کا بدلہ...؟"

"بدلہ ؟ انتقام ؟ مگر اس سے تو ملک کا بھلا نہیں ہوگا۔ اس سے تو ملک ستیاناس ہو جائے گا۔ بہادر۔ سورما۔ مرد کا بدلہ یہ ہے کہ وہ دوسری عورتوں کی عزت بچائے۔ شریفوں کی طرح بدلا لیتا ہے۔ اور بدمعاش اور پاگل آدمی کی تو بات ہی نہیں۔ مگر... یہ پاگل پن.... یہ تو تباہ کر دے گا ملک کو۔ دھرم کو۔"

لڑکیاں جن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی، گاندھی جی کے چرنوں میں جھک گئیں "مہاتما جی ہمارا کوئی نہیں۔ کوئی سہارا نہیں۔" درد اور محبت میں ڈوبی ہوئی آواز میں مہاتما جی نے کہا۔ "تم بھول رہی ہو بیٹی۔ سب سے بڑا سہارا۔ سب سے بڑا بھروسہ تو ایشور کا۔ اللہ کا ہے۔"

"پر مہاتما جی دنیا میں تو ہمارے لئے کہیں ٹھکانا نہیں.... کوئی جگہ نہیں۔ ہمیں مرجانا چاہئے۔"

"نہیں بچیو نہیں۔ میری گود میں تمہارے لئے جگہ ہے۔ میرے دل کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے۔"

مہاتما جی کی مخصوص دلکش مسکراہٹ ان کے چہرے پر کھیل رہی تھی۔

بقیہ "بابا کا دیہات سدھار"

شراب پی کر مستی میں عجیب عجیب حرکت شروع کی اور متوالوں کی طرح طرح لڑھک لڑھک کر آنے لگے۔ اس پر بلٹو کو بھی تعجب ہوا اور چلا اٹھا ارے ان بندروں کو کیا ہو گیا۔ بابا۔ وہی ہوا جو سب پینے والوں کا ہوتا ہے بلٹو! دیکھو یہ شراب ایسی بری چیز ہے کہ دیوتا بھی اسے پی کر متوالے ہو جاتے ہیں۔ بندروں کی یہ حالت دیکھکر بلٹو کا خیال پلٹا اور وہ اب بابا کا چیلا ہے۔

کراچی۔ پہلی اپریل۔ پاکستان کے وزیر مال مسٹر غلام محمد نے آج ایک جلسہ میں قائد اعظم کی خدمت میں پاکستانی نوٹ اور سکے پیش کئے۔ آپ نے فرمایا کہ شعبہ مال میں یہ ہماری حکومت کی آزادی کی نشانی ہے۔ اور پاکستان کی مالی تاریخ میں یہ ایک یادگار چیز ہے۔ قائد اعظم نے اس بات پر وزیر مال کا شکریہ ادا کیا اور جس طرح انھوں نے پاکستان کے مالی مسائل کو سنبھالا ہے اس کی تعریف کی۔

باباکا دیہات سدھار

(بقیہ ۱۵ اپریل ۴۸ء)

بلٹو نگاہیں نیچی کئے ہوئے بلا کچھ کہے سُنے ہاتھ مُنہ دھویا پاؤں دھوئے اور چپکے سے جھونپڑی میں آکر کھانا کھانے لگا۔ کچھ تو بھوک، کچھ کھانا مزیدار، بلٹو نے خوب پیٹ بھر کھانا کھایا۔ کھا کر اٹھا تھا کہ رتلی نے چلم بھر کر ناریل کا پانی بدل کر اُسے تھما دیا۔ اُس نے آرام سے حُقّہ پیا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ مدتوں کے بعد یہ پہلی رات تھی جس میں بلٹو اور رتلی آرام کی نیند سوئے تھے۔ اور پڑوسی بھی ان کے شور وغل سے پریشان نہ ہوئے تھے۔

صُبح کے وقت دونوں خوش خوش اٹھے۔ بلٹو نے گائے کو دُوہا۔ بیلوں کو سانی پر لگایا اور رتلی سے کہا۔ بابا نے مجھے بُلایا ہے۔ میں بابا کے یہاں جارہا ہوں۔ رتلی نے جھٹ ایک کٹورہ دودھ اور ایک روٹی دی۔ جسے کھا کر بلٹو بابا کی کٹی پر پہنچا۔ بابا بہت ہنسکر ملے۔ اور گائے کا دودھ دوہنے اور کچھ جل پان کرنے کے بعد بابا سے یوں باتیں شروع ہوئیں

بلٹو۔ کیوں باباجی ایک بات پوچھوں خفا تو نہ ہوگے۔ بابا:۔ ہنس کر سوال پوچھوگے گالی تو نہ دوگے۔ تم شوق سے پوچھو۔ بلٹو:۔ باباجی اور سادھوؤں کی طرح نہ تمہاری کٹی میں بھانگ بھرے کا شغل ہے اور نہ دارو کا۔ آخر یہ کیوں۔ بابا:۔ یہ اس لئے کہ یہ چیزیں تو عقل کو گھٹا دیتی ہیں۔ اور آدمی کی قوت کو کمزور کرتی ہیں۔ بلٹو:۔ مگر باباجی شراب اور دارو تو دیوتا لوگ پر چڑھائی جاتی ہے یہ نقصان کیوں کریگی۔ بابا:۔ ہنس کر! اچھا آؤ۔ آج ہی یہ کام کیا جائے۔ بلٹو:۔ یعنی! اس کا مطلب؟ بابا:۔ دیکھو بلٹو! آسمانی دیوتا تو اندرلوک میں ہیں۔ مگر تین چار دیوتا تو اس دھرتی پر تم بھی مانتے ہو۔ یعنی ایک گنگو دیوتا۔ دوسرے برہمن دیوتا۔ تیسرے ناگ دیوتا۔ اور چوتھے ہنومان جی کے سروپ باندر دیوتا۔

پیلو آج ان سب کو شراب پلائی جائے۔ لو یہ دو روپیہ جلدی سے ایک بوتل لاؤ۔ مگر دیکھنا تم اسے حرام سمجھنا۔ پہلے دیوتا۔ پیچھے اور کوئی، ان سے جو بچے وہ تمہارا حصّہ۔

بلٹو نے اپنی سمجھ میں بڑا شکار مارا۔ کوس بھر پر ایک گاؤں میں کلوا کی دوکان تھی اس کی منّت سماجت کی کہ آج بڑا شکار پھانسا ہے اگر بابا پینے لگے تو سارا گاؤں بدمست ہوجائے گا۔ کلوا نے بھی اپنے پروپیگنڈے کے لئے دو روپیہ میں ایک نہایت عمدہ قسم کی بوتل دے دی۔ اور بلٹو خوش خوش لوٹا۔

بابا:۔ (بظاہر خوش ہوکر) بہت جلد آئے مگر ابھی اپنی گائے کو تو نہ دوں گا۔ کیونکہ وہ بیمار ہے۔ چلو برہمن دیوتا کی خاطر کی جائے۔ اب یہ دونوں چلے۔ اتفاق سے بھولا پانڈے گاؤں کے مشہور برہمن راستے میں ملے اور ہنس کر پوچھا کہ تم دونوں کہاں چلے۔

بابا:۔ (سلام کرکے) مہاراج بلٹو نے دیوتا سروپ برہمن کو شراب پلانے کی مُنّت کی ہے۔ وہ ایک بوتل عمدہ شراب لایا ہے۔ آپ پی لیں تو یہ پوتر ہوکر دیوتاؤں کا پرشاد بن جائے۔

بھولا پانڈے:۔ نارائن۔! نارائن! بابا تم مسلمان ہوکر شراب پلاتے ہو۔ شرم کرو شرم۔ اور یہ بلٹو تو نیچ ذات کا ہے۔ بلٹو:۔ (جیسے بابا نے خوب پکا کردیا تھا) پنڈت جی! یہ تو دیوتاؤں کی نذر بھینٹ ہے۔ میں غریب ہوں میری بھینٹ قبول کرلو۔ پنڈت جی اب جامے سے باہر تھے۔ اور دونوں کو گالیاں دیتے چلدیئے۔

بابا:۔ (اداس منہ بناکر) برہمن دیوتا تو خفا ہوگئے۔ چلو ناگ دیوتا کے پاس چلیں۔ بلٹو:۔ وہ کہاں۔ بابا:۔ وہ باغ میں کھلاڑی مداری ٹھیرا ہے۔ اس کے ٹوکرے میں کئی قسم کے ناگ ہیں۔ سب کو پلائینگے۔

بابا نے مداری سے بھی وہی کہا جو بھولا پنڈت سے کہا تھا۔

مداری:۔ اگر دودھ ہوتا تو ہرج نہ تھا۔ مگر صبح صبح سانپوں کو شراب پلاکر دن بھر کے لئے انھیں پاگل نہ بناؤں گا۔

بابا:۔ (بلٹو سے) چلو بھائی اب ہنومان کی پرارتھنا کریں۔ وہ سامنے والے باغ میں۔ دو چار بندر رہتے ہیں مگر چند مٹی کے پیالے تو لے لو بھولا کمہار سے پانچ چھ پیالے دام دے کر لے لئے گئے اور باغ میں جاکر دو چار پیالوں میں بندروں کو دکھا کر بلٹو نے تھوڑی تھوڑی شراب اُونڈیل دی۔

اب دو چار بندر آکر پینے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان بندروں نے

پندرہ روزہ رہبر بمبئی

ہندوستانی شیر بچوں کا نعرہ

از :- ماسٹر عبدالصمد صاحب بزمی بلند شہر

ہم شیر بچے دلیر ہیں   چلنے میں اک شمشیر ہیں
اڑنے میں مثلِ تیر ہیں   حیران جوان و پیر ہیں
ہم شیر کی تصویر ہیں
ہم شیر بچے دلیر ہیں

ہم جوش میں جب آئیں گے   دشمن کو دہلائیں گے
موقع کبھی جب پائیں گے   ہم ہمتیں دکھلائیں گے
ہم من میں رکھتے دھیر ہیں
ہم شیر بچے دلیر ہیں

ہم میں نہیں بالکل جھجک   ماتھے میں کندن کی دمک
پھرتی ہے شعلہ کی لپک   تیزی ہے بجلی کی کڑک
بہتا ہوا ہم نیر ہیں
ہم شیر بچے دلیر ہیں

بھارت سے الفت ہے ہمیں   سب سے محبت ہے ہمیں
سیوا کی عادت ہے ہمیں   بڑھنے کی ہمت ہے ہمیں
ہم ہند کی تقدیر ہیں
ہم شیر بچے دلیر ہیں

ہیں سب شریف اور نیک ہم   گرتے ہوؤں کی ٹیک ہم
لڑکی لڑکے سب ایک ہیں   آپس میں سب ہیں ایک ہم
مضبوط اک زنجیر ہیں
ہم شیر بچے دلیر ہیں

جب ہم جواں ہو جائیں گے   کچھ کر کے ہم دکھلائیں گے
سب ہم کو آگے پائیں گے   بڑھ کر ہم اوّل آئیں گے
ہر دور میں ہم ویر ہیں
ہم شیر بچے دلیر ہیں

پہلی مئی ۴۸ء

بادشاہ کو ۲۱

از :- شکیلہ پروین اجمیری

سلطان محمد تغلق باغ میں ٹہل رہا تھا کہ ایک لڑکا بھاگا آیا۔ اتفاق سے اس کی نظر بادشاہ پر نہ پڑی اور اس کی بادشاہ سے ٹکر ہوگئی۔ بادشاہ نے اس کو مارا۔ لڑکے نے قاضی کے یہاں دعویٰ کر دیا۔ قاضی نے شہزادہ مبارک کو حکم دیا کہ بادشاہ کو عدالت کے سامنے پیش کیا جائے۔ بادشاہ جب عدالت کے سامنے آیا تو قاضی نے بادشاہ سے پوچھا۔ بادشاہ نے جرم کا اقرار کیا۔ جس پر قاضی نے حکم دیا کہ تم کو ایک دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ اس لڑکے کو رضامند کر لو ورنہ پھر تم سے انتقام لیا جائے گا بادشاہ نے بہت کچھ انعام و اکرام کا لالچ دیا مگر وہ لڑکا راضی نہ ہوا۔ آخر تیسرے دن لڑکا قاضی کی عدالت میں پہنچا۔ قاضی نے بادشاہ کو حکم دیا کہ بادشاہی لباس اتار کر نیچے کھڑا ہو۔ پھر قاضی نے وہی چھڑی جس سے بادشاہ نے لڑکے کو مارا تھا لڑکے کے ہاتھ میں دی اور کہا جتنی زور سے جس قدر چھڑیاں بادشاہ نے تجھ کو ماری ہیں اسی قدر تو بھی مار۔ لڑکے نے بادشاہ کو اکیس چھڑیاں ماریں۔ چھڑیاں کھانے میں ایک مرتبہ بادشاہ کی ٹوپی سر سے گر گئی۔ سزا کھانے کے بعد بادشاہ نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی کہ خدا نے اس کو انصاف پر ثابت قدم رکھا اور جو قصور اس سے ہوا تھا اس کی سزا اسے دنیا میں ہی مل گئی۔

بمبئی کی مسلم لیگ پارٹی نے منگل کے دن طے کیا ہے کہ اب وہ اپنا بدل کر کوئی غیر فرقہ وارانہ نام رکھ دے گی۔

مزید یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ اس کی ممبری ان غیر مسلم ممبروں کے لئے بھی کھلی ہوگی جو لیگ کے پروگرام سے اتفاق رکھتے ہیں۔

اس پارٹی کے تمام مسلم ممبروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلم لیگ کے ممبر ہوں۔ یہ پارٹی بھی مسلم لیگ کے تابع ہوگی اور آئندہ اسمبلی کے انتخابات بھی مسلم لیگ کے ٹکٹ پر ...

REGD. No. 453

ٹیلیفون نمبر ۴۴۷۴۱
قیمت فی پرچہ ۲ آنہ
ایڈیٹر
مسز کلثوم سیانی
سردار ولبھ بھائی روڈ بمبئی نمبر ۲۶

Prof. Mohamed Mujeeb,
Jamianagar,
Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

نمبر ۳ — ۱۵ر اگست ۱۹۴۸ء

نیک بات

غلامی کی حیاتِ جاوداں سے — ہے آزادی کا اک لمحہ ہی بہتر

اپنی باتیں

۱۵ر اگست کو ہندوستان کو آزادی ملنے کا پہلا سال ختم ہوتا ہے۔ اِس سے پہلے ہم سالوں سے ۲۶ر جنوری کو آزادی کا دن منایا کرتے تھے۔ اس کی غرض یہ ہوا کرتی تھی کہ ہم آزادی کس طرح حاصل کریں۔ چونکہ اب آزادی مِل چکی ہے اس لئے اب آزادی کا دن منانے کا یہ مطلب ہوگا کہ ملی ہوئی آزادی کو کس طرح قائم رکھیں اور آزادی کا پھل کس طرح کھائیں اور کھلائیں۔ اسی بنا پر ۱۵ر اگست کو سارے ہندوستان میں آزادی کا دن بڑی دھوم دھام اور شان وشوکت سے منایا جارہا ہے۔

آزاد قوموں کی تاریخ میں ہندوستان کی آزادی کا ایک نرالا ڈھنگ لکھا جائے گا جو اہنسا یا عدم تشدد کے نام سے مشہور ہے۔ یوں تو ہندوستان کی آزادی کا خیال انگریزوں کے قدم رکھتے ہی پیدا ہوگیا تھا اور اسی دن سے آزادی کی تحریک کبھی زیادہ کبھی کم۔ ہندو مسلم دونوں ہی اپنی اپنی طاقت بھر چلاتے رہے۔ کبھی ساتھ ساتھ مل کر کبھی اکیلے ہی اکیلے۔ اس آزادی کی تحریک میں ہندوستان کے لاکھوں رہنما اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مصیبتوں کو جھیلتے ہوئے پورے اُترے۔ اور بہتوں نے آزادی کی خاطر اپنی جان بھی دیدی، مگر کامل آزادی کا سہرا مہاتما گاندھی کے سر ہی بندھا۔ واقعی آزادی کے تاج کے ہی حقدار تھے۔ لیکن یہ تاج گاندھی جی کے لئے رنج وغم کے کانٹوں سے بھرا ہوا نکلا۔ جس عدم تشدد کی تحریک کا سبق پاکر آزادی حاصل کی گئی اس کو آزادی ملتے ہی بھلا دیا گیا اور قوم نے حیوانیت کی طرف پلٹ کر وہ وہ کام کئے کہ انسانیت شرما گئی۔ یہاں تک اپنے رہنما اور ہندوستان کے باپ کو بھی شکار بناکر شہید کردیا۔ ہندوستان نے آزادی کی لڑائی میں یہ سب سے بڑی قیمت ادا کی ہے۔ صدیوں میں جاکر گاندھی جی جیسی ہستی پیدا ہوتی ہے۔ آج یہ مانی ہوئی ثابت ہوگئی ہے کہ دنیا گاندھی جی کے اصولوں پر ہی عمل کرکے نجات پاسکتی ہے۔ آج کے دن ہندوستانیوں کے لئے سب سے بڑا کام یہ ہے کہ سب مل کر اس بات پر حلف اُٹھائیں کہ گاندھی جی کے اصولوں کو دل سے مانتے ہوئے اس پر خود عمل کریں اور دوسروں کو عمل کرانے کی پوری پوری کوشش کریں۔

خبریں

جولائی نئی دہلی کی خبر ہے کہ پوربی پنجاب کی ریلوں میں ہرماہ بلاٹکٹ سفر کرنے والے مسافروں سے درمیانی طور پہ دولاکھ روپیہ وصول کیا جارہا ہے۔ ٹکٹ دیکھنے والی ایک خاص کمیٹی بنی ہوئی ہے۔

گوہاٹی جولائی کی خبر ہے کہ برہمپتر اور اس کے ساتھ والے دریاؤں میں زور دار سیلاب آنے کی وجہ سے آس پاس کے اسّی گاؤں پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے ایک لاکھ آدمی بےگھربار ہو گئے ہیں۔ گوہاٹی کے تمام اسکول تین دن کیلئے بند رہے۔ مصیبت زدہ لوگوں کو چاول اناج وغیرہ کا انتظام تیزی سے ہورہا ہے۔

مدراس جولائی کی خبر ہے کہ مدراس کارپوریشن کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے وزیرِ اعظم پنڈت جواہرلال نے فرمایا کہ حکومتِ ہند فرقہ پرستی کو جڑ سے اکھاڑنے کا فیصلہ کرچکی ہے۔ اِس کی وجہ سے مُلک کو بہت ہی جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ اور کہاکہ صوبہ پرستی وتنگ نظری بہت بُری چیز ہے۔ اور کہاکہ جن صوبوں والوں کو فساد سے واسطہ نہیں پڑا وہ ٹھنڈے دل سے مُلک کی حالت پر غور کریں۔ اور فساد والے صوبوں کی رہنمائی کریں۔ یہ لوگ تکلیف اُٹھانے کی وجہ سے غصہ میں ہیں۔ ان کا دماغ کام نہیں دیتا کہ وہ سوچ بچار کریں کہ امن میں ہی فائدہ ہے۔

نئی دہلی جولائی کی خبر ہے کہ حکومتِ ہند نے حیدرآباد اور پاکستان وغیرہ کے حالات کو نظر میں رکھتے ہوئے اپنے جاسوسی کے محکمہ کو زیادہ ترقی دی ہے اور کافی تعداد بڑھا دی ہے۔ فوجی گوداموں ڈاکخانوں دریا کے پُلوں اور خبریں پہنچانے والی جگہوں پر پورا انتظام کردیا گیا۔ پولیس کو بھی بہترین طور پر سنبھالا جارہا ہے:

نئی دہلی جولائی کی خبر ہے کہ جلد ہی چار وزیر مرکز میں اور بڑھائے جائیں گے۔ یہ چاروں وزیر کابینہ کی حیثیت کے نہ ہوں گے بلکہ اِس قسم کے ہوں گے جیسے موہن لال سکسینہ ہیں اس بڑھاوے کی غرض یہ ہوگی کہ محکمہ وزارت میں قابل نوجوانوں کو کام سیکھنے کا موقع ملے۔ اور جب کبھی کابینہ کو وزیر کی ضرورت پڑے تو ان میں سے چُن لیا کرے۔ اس اسکیم سے تجربہ کار وزیر ہروقت تیار ملیں گے۔

کراچی جولائی کی خبر ہے کہ پاکستان دستورساز اسمبلی نے پاس کردیا ہے کہ کراچی اور اُس سے ملے ہوئے علاقہ کو سندھ سے الگ کردیا جائے۔ ۴۰۰ میل کا علاقہ اس میں شامل ہو جائیگا۔ اس علاقہ کا انتظام گورنر جنرل خود کرے گا۔ ایک کمیٹی اپنے نیچے رکھے گا جو انتظام کرتی رہے گی۔

مسوری۔ جولائی کی خبر ہے کہ گورنر صوبہ یو۔پی مسز سروجنی نائیڈو نے وُڈ اسٹاک اسکول کے پڑھنے والوں کو نصیحت کی کہ وہ بلند اخلاق اور ملکی قومی اتحاد کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ صرف اپنی قوم اور اپنے مذہب والوں سے ہی غرض و مطلب نہ رکھیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ ملک اور قوم سے غداری اور بے ایمانی ہوگی۔ تم کو چاہئے کہ ہندوستان کے سب سے بڑے آدمی گاندھی جی کے اصولوں کو لےکر ملک میں کام کریں۔ ہمیں کل ایشیا والوں کو امن اور شانتی کا سبق سکھانا چاہئے تاکہ ہندوستان اپنی عظمت اور شان کو دوبالا کر سکے۔

ناگپور ۲۰ راگست حکومت سی پی "اناج زیادہ پیدا کرو" کی مہم میں ایک فلم بنائی جارہی ہے جس میں مختلف طریقے بتائے جائیں گے کہ کس طرح اناج زیادہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔

گاندھی جی کی زندگی کے حالات

بقیہ پہلی اگست ۱۹۴۸ء

یہ طے ہوا کہ اگلی گول میز کانفرنس میں ہندوستانی نمائندے (پرتی ندھی) بھی رکھے جائیں۔ سر تیج بہادر سپرو اور ڈاکٹر جیکر نے اس میں خاص طور سے بھاگ لیا۔ ۲۶ر جنوری ۱۹۳۱ء کو گاندھی جی چھوڑ دئے گئے۔ اور گاندھی اروِن نام کا وہ مشہور سمجھوتہ ہوگیا۔ جس کے مطابق کانگریس نے اندولن اٹھا لیا۔ اور سرکار نے ظلم کو بند کرنے کا وچن دیا۔

اس کے کچھ دن بعد گاندھی جی دوسری گول میز کانفرنس میں لندن گئے وہ کانگریس کے نمائندے کے طور پر گئے۔ پر ان کے گول میز کانفرنس میں بھاگ لینے سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا مگر ان کے لندن میں رہنے کی وجہ سے وہاں کے لوگوں پر ان کا بڑا اثر پڑا۔ لندن میں بہت سے لوگ اُن کے بھگت ہوگئے۔ ۱۹۳۲ء میں جب وہ لوٹے تو انھیں پتا چلا کہ گاندھی اروِن سمجھوتے کی شرط برتی نہیں جارہی تھیں۔ شکایتیں دونوں طرف سے تھیں اور اسی بیچ کچھ کانگریسی نیتا جیل میں بھی بھیجے جا چکے تھے۔ پر پھر سے اندولن چالو کرنے کیلئے انھوں نے وائسرائے سے ملکر معاملہ طے کرلینا چاہا تھا لیکن وائسرائے نے ملنے سے انکار کردیا یہیں تک نہیں اندولن شروع کرنے کے پہلے ہی وہ جیل میں بھیج دئے گئے۔

وہ جیل میں ہی تھے جبکہ برطانیہ کے بڑے وزیر میکڈونیل صاحب نے سارے خرافات کی جڑ وہ کیونل اوارڈ والا قانون کم تعداد والوں کے ہتوں کی رکشا کیلئے پاس کیا۔ ہندو مسلمان اور ہندو اچھوتوں میں سدا کیلئے پھوٹ ڈال دینے کیلئے یہ بےجوڑ شیطانی چال تھی۔ ۶ کروڑ اچھوت ہندوؤں سے الگ مانے گئے۔ ہندوؤں کی اکثریت اور انکی طاقت توڑنے کیلئے یہ تجویز تھی۔ گاندھی جی کو یہ سنکر بیحد صدمہ گزرا اور انھوں نے جیل ہی اُپواس کرکے اپنی زندگی کا خاتمہ کردینے کی ٹھانی پر کانگریس اور ہریجنوں کے نیتاؤں نے پونا میں سمجھاکر ہریجنوں کو ہندوؤں کے اندر شمار کیا۔ سرکار نے جب اسے مان لیا تبھی انھوں نے اُپواس توڑا۔ ہندوؤں نے ہریجنوں کو مندروں وغیرہ میں جانے سے روک اُٹھالی۔ گاندھی جی اس کے بعد رہا کردئے گئے اور انھوں نے اندولن اٹھا لیا۔ دھیرے دھیرے وہ راج نیتی سے الگ بھی ہوگئے۔

حالانکہ گاندھی جی نے عام طور سے راج نیتی میں حصہ لینا بند کردیا تھا پر خاص موقعوں پر ان کی رائے کے بنا کانگریس کا کوئی کام نہ چلتا تھا۔ جب کبھی کوئی خاص اُلجھندار سوال آجاتا تھا تو ان کے سوا دوسرا نہیں سلجھا پاتا تھا۔ ان کی رائے سے کانگریس نئے سمجھوتہ کے مطابق صوبوں میں پھر اپنی وزارتیں قائم کیں۔ سی۔ پی کی وزارت میں جب ایک تبدیلی کی ضرورت ہوئی تب انھیں کی رائے ماننی ضروری سمجھی گئی۔ کانگریس میں اور اس کے باہر ان کا اثر کتنا زیادہ تھا یہ تب بخوبی ثابت ہوگیا جبکہ سوبھاس چندر بوس جو ان کی رائے کے خلاف کانگریس کے سبھاپتی بنائے گئے تھے۔ استعفا دینے پر مجبور ہوئے۔

۱۹۳۹ء میں راج کوٹ کے راجہ اور سردار پٹیل میں ایک سمجھوتا ہوا تھا جس کی شرطیں وہ (راج کوٹ کے راجہ) پوری نہیں کر رہے تھے اور اسی معاملے کو لیکر گاندھی جی نے پھر اُپواس کرکے جان دینے کی ٹھانی۔ وائسرائے کے بیچ بچاؤ کرنے پر ہی یہ اُپواس انھوں نے توڑا۔ معاملہ فیڈرل کوٹ کے بڑے جج کے سپرد کیا گیا اور انھوں نے گاندھی جی کے موافق فیصلہ کیا۔ پر اس فیصلے سے گاندھی جی کو صرف اس لئے تسلی نہیں ہوئی کہ اُسے انھوں نے اپنی جان دینے کی دھمکی دیکر حاصل کیا تھا اور اس میں اہنسا (زور۔ زبردستی) آگئی تھی۔ لہذا اُنھوں نے یہ فیصلہ منسوخ کردیا۔

یورپ کی دوسری بڑی لڑائی شروع ہونے کے ساتھ ہی گاندھی جی کو پھر راج نیتی کے میدان میں اُتر نا پڑا لڑائی کے مقصد کے معاملے کو لے کر کانگریس نے وزارتوں سے استعفا دیدیا۔

(باقی پھر (انقلاب ہند سے لیا گیا)

بالغوں کی تعلیم

ریڈیائی تقریر

از خواجہ غلام السیدین

آپ لوگ پچھلے سات برس سے بمبئی میں تعلیم بالغان کا ہفتہ منا رہے ہیں۔ اس عرصہ میں بمبئی کی تعلیمی کمیٹی نے کافی اچھا کام کیا ہے۔ لیکن مجھے ڈر یہ ہے کہ کہیں یہ ہفتہ ختم ہو جانے کے بعد ہم میں سے بہت سے لوگ روزمرہ کے کاموں میں لگ کر اس بھنے کو بھلا نہ بیٹھیں، اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے دو چار باتیں اس بارے میں کہنی ہیں ان کو آپ دھیان دیکر سنیں۔ ہمارے ملک میں برسوں سے تعلیم بالغان کا کام چل رہا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اب تک کام کا چرچا زیادہ اور کام کا زور کم رہا ہے پہلے تو ورت تک لوگ یہ سمجھتے رہے کہ اس دیش کے چالیس کروڑ باسیوں کو تعلیم دینا ممکن ہی نہیں بھلا کہیں اتنے آدمیوں کو بھی لکھا پڑھا سکتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ بعض لوگوں نے سوچا کہ جب دوسرے ملکوں میں ایسا ہو سکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں ہو سکتا لیکن اس وقت بھی چند منچلوں کے سوا جن کی بات پر کوئی کان نہ دھرتا تھا ہر شخص کا خیال یہ تھا کہ یہ کام چند سال میں نہیں ہو سکتا کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ کبھی نہ کبھی شاید سو برس میں یہ لوگ پڑھ جائیں۔ یعنی زمانہ بہتے پانی کی طرح کہیں سے کہیں پہونچ جائے گا۔ اور ہندوستان کے ابھاگی ابھی سو برس اور جہالت کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ پھر چند سال گذرے تعلیمی کام کرنے والوں کی آنکھیں کھلیں اور ہندوستانی سرکار کے محکمۂ تعلیم نے ایک اسکیم تیار کی جس کے ذریعے ۲۵ سال میں ملک سے جہالت دور کیا جا سکے لیکن یہ اسکیم بھی ابھی کاغذ ہی پر ہے۔ اور کاغذی ناؤ کی طرح ٹھیک طور پر نہیں چلی۔ بعض صوبوں میں کچھ کام شروع تعلیم کے سنٹر قائم ہوئے۔ چند مہینے تک لوگوں نے بڑا جوش دکھایا۔ مگر اس کے بعد جوش ٹھنڈا اور کام سست پڑ گیا۔ اور کروڑوں کے ملک میں نئے پڑھے لکھے لوگوں کی گنتی لاکھوں تک بھی نہ پہنچ سکی۔ اس ناکامی کے بہت سے کارن ہیں۔ ان کو کہاں تک بیان کروں۔ پھر واقعات نے ایک اور پلٹا کھایا۔ کبھی کبھی قوموں کی زندگی میں انقلاب اس تیزی کے ساتھ آتا ہے جس طرح سمندر میں طوفان اٹھتا ہے یا دیکھتے دیکھتے کالے بادلوں کی فوج سارے آسمان پر چھا جاتی ہے۔ اسطرح پچھلے چند مہینوں میں ہمارے ملک میں ایک بہت بڑا انقلاب آیا۔ کتنا بڑا انقلاب جس نے نہ صرف ڈیڑھ سو برس کی غلامی ختم کر دی بلکہ صدیوں کے بنے ہوئے نقشے بدل دئے اور بہت سی پرانی چیزوں اور باتوں کو بگاڑ کر ان کی جگہ نئے ڈھانچے کھڑے کر دئے اس نے ملک کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں دیکر ترقی کے نئے راستے ضرور کھول دئے لیکن ساتھ ہی ملک کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا اور خون نفرت اور ظلم کا ایسا بازار گرم ہوا کہ ہم اپنی پرانی شرافت اور وضعداری کو بھی بھلا بیٹھے۔ اور ہماری حرکتوں کی وجہ سے ہماری گردن شرم سے نیچی ہو گئی۔ اس انقلاب کی ایک اٹل مانگ یہ ہے کہ نئی حکومت کو سنبھالنے اور ایک نیا آزاد اور اچھا سماج قائم کرنے کیلئے لوگوں کو صحیح اور اچھی قسم کی تعلیم دی جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر لوک راج چل ہی نہیں سکتا۔ جاہل جنتا کے بل بوتے پر لوک راج قائم کرنا ریت کی دیوار بنانا ہے ایسی جنتا نہ ملک کے کاروبار کو سمجھ سکتی ہے نہ سوجھ بوجھ کے ساتھ ان کے بارے میں

اپنی رائے دے سکتی ہے نہ اپنا حق اور اپنے فرض کو پہچان سکتی ہے اور نہ آپس میں مل جل کر رہنے کا گر سیکھ سکتی ہے۔ اگر اس وقت ہم نے عام لوگوں کو اچھی تعلیم نہ دی تو ہماری تہذیب کی دولت خطرے میں پڑ جائے گی اور ایک نئی زندگی اور نیا سماج بنانے کے جو سپنے ہم نے دیکھے تھے وہ سب جھوٹے ہو جائیں گے۔

مجھے خوشی ہے کہ اس بات کا احساس اب پیدا ہوا چلا ہے اور نہ صرف تعلیمی کام کرنے والوں بلکہ حکومت کے حلقوں میں بھی امید اور کوشش کی ایک نئی لہر اٹھی ہے میں ابھی تین روز ہوئے دہلی سے واپس آیا ہوں جہاں تعلیم کے سنٹرل ایڈوائزری بورڈ اور کل ہند تعلیمی کانفرنس کے جلسے ہو رہے تھے۔ وہاں تعلیم پر بہت سے سوال درپیش تھے جن میں ایک بہت ضروری سوال تعلیم بالغان کا تھا۔ آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی۔

کہ وہاں یہ تجویز منظور ہوئی ہے کہ ملک میں تعلیم پھیلانے کا ایک بہت زبردست پروگرام بنایا جائے اور تین سے پانچ سال کے اندر اندر پچاس فیصدی لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھایا جائے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ لوگوں کی عام تعلیم کا ایسا انتظام کیا جائے کہ ان کے دلوں میں فراخی۔ سچائی اور روشنی پیدا ہو۔ وہ اپنے برے بھلے کو پہچانیں۔ صفائی صحت اور شہریت کے موٹے موٹے اصولوں کو سمجھیں اور اپنے ملک اور دنیا کی بہتری کیلئے کام کرنا سیکھیں شاید آپ سوچیں کہ پانچ سال میں اتنا کام کیسے ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ بے ہمت آدمی تو بادام بھی نہیں توڑ سکتا اور ہمت والوں کیلئے ہمالیہ پہاڑ کو سر کرنا بھی ممکن ہے۔ آج کل زمانے کی چال اس قدر تیز ہو گئی ہے اور وقت کا مزاج اسقدر بدل گیا ہے کہ برسوں کے کام دنوں میں کئے جا سکتے ہیں۔ اور کرنے ہوں گے۔ اب سے اسی برس پہلے میرے دادا کو دہلی سے بمبئی تک پہنچنے میں تین مہینے لگے تھے۔ وہ گھوڑوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کا زمانہ تھا۔ میرے والد کو اس سفر میں دو دن لگتے تھے کیونکہ ان کے وقت میں ریل کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ میں پرسوں ہوائی جہاز میں بمبئی آیا تو مجھے مشکل سے چار گھنٹے لگے۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ فاصلہ اس طرح سمٹ گیا ہے کہ ایک گھنٹے کا سفر ایک سیکنڈ میں طے ہوتا ہے۔ یہ تیزی محض آدمیوں کے سفر تک محدود نہیں بلکہ علم اور خیال کے بھی پر لگ گئے ہیں اور آج ہمارے ہاتھ میں ایسے آلے اور طریقے موجود ہیں کہ چاہیں تو ہم اچھے اور صحیح خیالات کو بہت تیزی کے ساتھ دور تک پھیلا سکتے ہیں۔ اخباروں اور کتابوں تصویروں اور چارٹوں ریڈیو سینما اور تھیٹر کے ذریعے سستی کو دور کر سکتے ہیں اور بند دروازوں کو کھول سکتے ہیں کام آسان نہیں مشکل ہے۔ چھوٹا نہیں بڑا ہے۔ لیکن اگر سب مل جل کر

اکبر کے دربار کا ایک لطیفہ

یوں تو اکبر کے دربار میں سینکڑوں رتن تھے مگر خان خاناں لوگ بہت چاہتے تھے۔ بات یہ تھی کہ خان خاناں جس کا نام عبدالرحیم تھا بہت نیک دل اور سخی آدمی تھا۔ ہر ایک سے محبت کا سلوک کرتا تھا۔ پڑھے لکھے اور عالموں کی بہت قدر کرتا تھا۔ اس کی سخاوت کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں ان میں سے چند کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں۔ کہ خان خاناں کبھی اکیلا کھانا نہ کھاتا تھا بلکہ ہمیشہ دو چار لوگ ساتھ ہوتے تھے یہ ان کے برتنوں میں اور کھانوں میں اشرفیاں اور گنیاں وغیرہ ڈال دیتا تھا جو چیز جس کے نوالہ میں آجاتی وہ اس کی ہو جاتی۔ ایک دفعہ نوکروں کی پگار (تنخواہ) پر دستخط کر رہے تھے۔ ایک نوکر کے کاغذ پر ہزار آنوں کے بجائے ہزار روپے لکھ دئے۔ دیوان نے غلطی کی طرف اشارہ کیا۔ خانخاناں نے کہا اب جو قلم سے نکل گیا وہی دے دو۔

ایک دفعہ نظیری نشاپوری نے جو بڑا شاعر تھا خانخاناں سے کہ میں نے لاکھ روپیہ کا ڈھیر کبھی نہیں دیکھا۔ خان خاناں نے خزانچی کو حکم دیا کہ نظیری کے سامنے لاکھ روپیوں کا ڈھیر لگا دو۔ خزانچی نے فوراً روپیوں کا ڈھیر لگا دیا۔ نظیری بہت خوش ہوا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ آپ کی بدولت لاکھ روپے دیکھنے کو ملے۔ خان خاناں نے کہا اتنی سی بات کے لئے خدا کا کیا شکر ادا کرتے ہو لو یہ روپیوں کا ڈھیر تم لے لو۔ اب خدا کا شکر ادا کرو تو ایک بات بھی ہے

(بقیہ اکبر کے دربار کا ایک رتن)

ایک دفعہ جہانگیر تیر چلانا سیکھ رہا تھا۔ خانخانان بھی پاس کھڑا تھا کسی نوکر کی سخت غلطی پر جہانگیر نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ اس کو ہاتھی کے پاؤں کے نیچے کچل ڈالو۔ نوکر بڑا باتونی تھا کہنے لگا سرکار میں تو معمولی آدمی ہوں مجھ کو تو چیونٹی کا پاؤں بھی کافی ہوگا ہاں خان خانان بڑا آدمی ہے۔ ہاتھی کا پاؤں تو اس کے لئے چاہئے۔ بادشاہ کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور اس نے خانخانان کی طرف دیکھا۔ خانخانان نے ہنس کر کہا حضور آپ کی بدولت میری اتنی عزت ہوتی ہے کہ یہ بیچارہ مجھ کو بڑا آدمی سمجھتا ہے اسے چھوڑ دیجئے۔ جہانگیر نے اس کی جان بخشی دی۔ تو خان خانان نے اپنے پاس سے پانچ ہزار روپے اس کو دئے اور کہا جا حضور کے جان و مال کی دعا دیا کرنا۔

خان خانان جوانی میں بہت خوبصورت تھا لیکن نہایت نیک ایک دفعہ اس کی خوبصورتی اور اچھائیوں کا حال سنکر ایک عورت کو اس سے عشق ہوگیا۔ وہ عورت بھی بہت خوبصورت تھی۔ اس نے اپنی ایک تصویر کھنچوائی اور نوکرانی کے ہاتھ یہ پیغام دیکر سمجھائی کہ جاکر خان خانان سے کہنا کہ جس کی یہ تصویر ہے وہ آپ سے بہت محبت کرتی ہے اور اس نے کہا ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ بالکل آپ ہی کی طرح اس کے ایک بیٹا پیدا ہو۔ جب خان خانان نے اس عورت کا پیغام سنا تو نوکرانی سے کہا کہ جاکر اپنی ملکہ سے کہنا کہ یہ بات تو کچھ مشکل نہیں۔ مشکل یہ ہے کہ خدا جانے اولاد ہو یا نہ ہو اور ہو تو کیا خبر بیٹا ہو یا بیٹی ہو۔ اور زندہ رہے یا مرجائے۔ اس لئے اگر ان کو میرے جیسا بیٹا چاہئے تو ان سے کہنا۔ آج سے میں اُن کا بیٹا اور وہ میری ماں۔ خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے اُن کو اتنا بڑا اور بالکل مجھ جیسا ہی اتنا بڑا پلا پلایا ہی بیٹا دے دیا۔ آج جتنا روپیہ ہمیشہ اپنی ماں کو دیتا ہوں۔ اُن کو بھی دیا کروں گا۔

(بقیہ بالغوں کی تعلیم)

زور لگائیں۔ پڑھے لکھے اُن پڑھوں کو پڑھانا اپنا فرض سمجھیں اور ضرورت ہو تو قانون کے ذریعے ان سے یہ سماجی خدمت لی جائے اور حکومت اپنے کاموں میں اس کام کو پہلا درجہ دے تو کیا عجب کہ یہ کوشش اپنا پھل لائے۔ اور ہندوستان پر جو رات کی بھیانک سیاہی چھائی ہوئی ہے وہ چھٹ جائے اور روشنی اور اُمید کی کرنیں آسمان پر کھیلتی دکھائی دیں۔

آخر میں ایک بات اور سُن لیجئے۔ تعلیم بالغان کا سب سے ضروری کام لکھانا پڑھانا نہیں۔ علم سکھانا نہیں۔ بلکہ لوگوں کے دل اور دماغ۔ خیالات اور جذبات کا سدھار کرنا اور نفرت، ظلم، تعصب اور ہنسا کے اس زہر کو نکالنا ہے جو پچھلے چند سالوں کے واقعات نے ان میں بھر دیا ہے۔ آج اس زہر کا اُتار تلاش کرنے کیلئے اس زمانے کے سب سے اونچے اور مہا پُرش نے اپنی جان کی بازی لگا دی ہے اسکی کمزور مگر امر آواز ہندوستان اور پاکستان کے بسنے والوں کو شرافت اور انسانیت دھرم اور سچائی کی طرف بُلا رہی ہے۔ وہ سب کو دعوت دیتی ہے کہ اپنے دلوں کے مندر سے شیطان کو نکال دو اور خدا یا ایشور کے بتائے ہوئے راستے کی طرف لوٹ آؤ کیا ہم اس دعوت کا جواب دیں گے۔

جو لوگ تعلیم بالغان کا کام کرتے ہیں اُن کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ انسانیت اور حیوانیت کی اس لڑائی میں وہ مہاتما گاندھی کا ہاتھ بٹائیں۔ اور ملک میں ایسی فضا پیدا کریں کہ یہاں ہندو مسلم، سکھ عیسائی سب امن و آشتی اور بھائی چارے کی زندگی بسر کرسکیں۔ اگر دلوں میں صفائی اور محبت ہو تو غریبی اور سختی کی زندگی بھی جنت ہے اس کے بغیر اگر دنیا کی ساری دولت اور قوت بھی ہاتھ آجائے تو وہ لعنت کا طوق اور انگاروں کا ہار ہے۔

دوستو! اُٹھو! اور خود کو اور اپنے سب بھائی بہنوں کو جہالت اور بیوقوفی اور ظلم کی زنجیروں سے آزاد کردو۔

آلا دے نوالا

آلا سنسکرت زبان کا لفظ ہے اس کے معنی طاق کے ہیں یعنی اے طاق مجھے روٹی دے۔

کہتے ہیں کہ ایک بھک منگی لڑکی تھی بڑی سُندر کانی جو کوئی اس کا چاند سا مکھڑا دیکھتا تکتا رہ جاتا۔ ایک دن بادشاہ کی سواری جارہی تھی بادشاہ نے لڑکی کو دیکھا تو سواری روک لی اور لڑکی کو سوار کر کے محل میں لے گیا اور اُسے بادشاہ بیگم بنا لیا۔ دن رات خاطر کرتا اور ایک سے ایک بھاری جوڑا پہناتا۔ مگر لڑکی دُبلی بے رونق ہوتی چلی جاتی تھی۔ بادشاہ کو بڑا سوچ تھا کہ یہ کیا بات ہے اچھے اچھے حکیموں کو دکھایا۔ سب نے کہا بادشاہ بیگم تندرست ہیں۔ وزیر بڑا ہشیار تھا تاڑ گیا اور بادشاہ سے کہا۔ اس کا علاج میرے پاس ہے۔ جب بادشاہ نے پوچھا تو کہا کہ ایک ایسا کمرہ بنوایئے جس میں بہت سے طاق ہوں اور ہر طاق میں ٹکڑے پھل اور چاولوں کے نوالے رکھا دیجئے اور بادشاہ بیگم کو اس کمرے میں چھوڑ دیجئے۔ بادشاہ نے وزیر کی بات مان لی اور ایسا ہی ایک کمرہ بنوایا اور ہر طاق میں ٹکڑے اور طرح طرح کی کھانے کی چیزیں رکھدیں۔

بادشاہ بیگم جب اس کمرہ میں گئیں تو بڑی خوش ہوئیں۔ اور کمرہ بند کرکے ہر طاق کے سامنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر کہنے لگیں۔ "آلا دے نوالا، یا یوں کہا اللہ کے واسطے ایک ٹکڑا یہ کہہ کہکر ہر ایک طاق سے ٹکڑا اٹھاتیں اور کھا لیتیں۔ پھر تو ان کی صورت پر رونق آگئی۔ بادشاہ کو بڑی حیرانی ہوئی۔ ایک دن کسی جھروکے یا روزن سے دیکھا تو بڑا دکھ ہوا۔ کیونکہ بیگم گڑگڑا کر کہہ رہی تھیں۔ آلا دے نوالا۔ آخر بیگم کو کہیں دور دوسرے ملک کو بھیجدیا، جی میں سوچا کہ فقط اچھی صورت ہی کی ضرورت نہیں۔ اونچا خاندان نہ ہو تو اچھی صورت کسی کام کی نہیں ہوتی۔ ایسے ہی موقعہ پر جیسی روح ویسے فرشتے" بھی بولا جاتا ہے۔

بمبئی ۱۳ اگست کی خبر ہے کہ مون مل میں آگ لگ گئی جس سے مل کے سب سامان مشینیں اور روئی وغیرہ سب جل کر خاک ہوگئیں قریب ۵۰ لاکھ کا نقصان کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ۶۰۰۰ مزدور بیکار ہوگئے ہیں۔

جولائی۔ ۱۵ دارجلنگ کے قریب کرسونگ میں ایک دل ہلا دینے والا واقعہ ہوا جبکہ ایک مکان کے اچانک بیٹھ جانے سے تین معصوم جانیں اور ان کے ماں باپ ملبے کے نیچے دب گئے اور تینوں بچے مر گئے۔ لیکن ان کے ماں باپ ابھی سانس لے رہے تھے انھیں ہسپتال داخل کر دیا گیا۔

بریگیڈیر عثمان

کون کہتا ہے نہ و اپنا مناسب سمجھو ۔۔۔ کون کہتا ہے تم حق کے طلبگار نہو

تم کو بھی تہذیب ہند کا حاصل ہو فخر ۔۔۔ تم بھی پھولو پھلو اور زینت گلزار بنو

اتحاد اور ترقی کی کرو منزل طے ۔۔۔ ملک میں عزت و دولت کے سزاوار بنو

فتنہ و شر کے عناصر کو نہ دو دل میں جگہ ۔۔۔ خدمت خلق کرو اور صداقت شعار بنو

جذبۂ فرقہ پرستی و تعصب سے بچو ! ۔۔۔ یعنی جمہوری حکومت کے طرفدار بنو

نہ عداوت کو بناؤ کبھی اپنا شیوہ ۔۔۔ نفرت دل سے نکالو تو وفادار بنو

دشمن ہند سے لڑ جاؤ سپاہی بنکر ۔۔۔ تم بھی عثمان کی طرح فوج کے سالار بنو

ہے سرا اک چیز مگر حُب وطن کا انعام
سب سے پہلے ہے ضروری کہ وفادار بنو

(نکہت ایم، اے)

یوم آزادی کا پروگرام

بمبئی ۱۵ راگست یوم آزادی کے دن نیچے کے کام عمل میں آئیں گے۔

(۱) بچوں کا جمع ہوکر درخت لگانا۔
(۲) پبلک عمارتوں پر جھنڈا لہرانا۔ اور اسکو سلامی دینا۔
(۳) ۹½ بجے صبح برے بون اسٹیڈیم میں فوج، پولیس اور ہوم گارڈز کا جمع ہوکر پریڈ کرنا۔
(۴) تیسرے پہر شہریوں کا جلوس۔ ۶ بجے شام کو چوپاٹی میں پبلک جلسہ۔ ۸ بجے میئر کی طرف سے دعوت۔
(۵) اس شخص کو سب سے زیادہ انعام دیا جائے جو سب سے بڑی تعداد میں درخت لگائے گا۔
(۶) ۱۵ راگست کو راشن کے علاوہ جن چیزوں پر پابندی ہے، اس پابندی کو اٹھا لیا جائے گا

کلکتہ ۵ راگست۔ معلوم ہوا ہے کہ گاندھی نیشنل میموریل فنڈ میں برلا گروپ نے پندرہ لاکھ ایک ہزار روپیہ دیا ہے۔

مدراس جولائی کی خبر ہے کہ ہندوستانی پرچار سبھا کی نئی عمارت کی بنیاد کے وقت وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نے کہا کہ ہندوستان کی عام اور ملی زبان ہندوستانی ہونا چاہئے جو دو لکھائی میں ہو۔ جب یہ سوال دستور ساز اسمبلی کے سامنے آئے گا تو اگر گاندھی جی کے ہندوستانی زبان کے خیال کے خلاف کیا تو میں پوری طرح اسے رد کر دوں گا۔ گاندھی جی نے ہندوستانی زبان کی تائید کی تھی۔

نئی دہلی ۵ راگست ہز ایکسیلنسی گورنر جنرل مسٹر راجگوپال چاری نے جمعیت العلمائے ہند کے اراکین کو یہ پیغام بھیجا ہے۔

خدا کرے عید کی نماز اور دعا جو اس کے کاموں ہیں ہم کو آپس کی پھوٹ کی خرابیوں اور بھائی چارے اور میل ملاپ کی قدر کو سمجھنے کی توفیق دیں۔ خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ اب غلطیوں کی یہ کہر مٹنا شروع ہوجائیگی اور اس عید کے بعد سے ہم مل جل کر وہ خدائی قانون چلائیں گے جو ایک دوسرے سے محبت اور الفت کرنا سکھاتا ہے۔

مسوری ۵ راگست کی خبر ہے کہ ایک مشہور ہوٹل میں ایک ریوالور اور بیس ہزار قیمت کے زیورات کی چوری ہوگئی تھی۔

احمد آباد ۵ راگست۔ کپڑے پر سے کنٹرول اٹھ جانے کے بعد گذشتہ پانچ ماہ میں ہندوستان کے مل مالکان نے بے حد منافع سمیٹا اور اس کی زیادہ تر مقدار صوبہ بمبئی میں اکٹھا کی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مل مالکان نے ۷۵ کروڑ روپئے منافع کما لیا۔ اور احمد آباد کے مل مالکان نے اکیلے ۱۵ کروڑ روپیہ منافع کمایا۔

REGD. No. 4532
ٹیلیفون نمبر ۴۴۴۴۴
قیمت فی پرچہ دو آنہ
ایڈیٹر:-
مسز کلثوم سایانی
روپ ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶

سالانہ چندہ تین روپئے

رہنما

عورتوں کا پندرہ روزہ

جلد پہلی اکتوبر ۱۹۴۸ء نمبر ۶

نیک بات

نظم جہان خدا کا ہے جسے چاہے شاہ بنائے
جسے چاہے فقیر۔

اپنی باتیں

ایک عرصے سے ہند اور حیدرآباد میں میل جول کی باتیں دوستانہ طور پر ہو رہی تھیں کہ کسی طرح آپس میں سمجھوتہ ہو جائے ہند حکومت نے ... پوری پوری کوشش کی اور ہر طرح کی رعائتیں جو اور ریاستوں کو نہیں دی گئی تھیں وہ حیدرآباد کو دینا منظور کر لیا تھا۔ مگر افسوس کہ کم عقل نادان نظام کے دوستوں نے دوستانہ طریقہ چھوڑ کر حکومت ہند کو کمزور خیال کیا اور کوئی عزت کا سمجھوتہ قبول نہ کیا آخرکار ہند حکومت کو مجبور ہو کر ۱۳ ستمبر کو اپنی فوجیں حیدرآباد روانہ کرنی پڑیں تاکہ رضاکاروں کے ظلم سے پبلک کو بچائے۔ چند جگہ رضاکاروں نے مقابلہ کیا کئی ہزار مارے گئے اور کئی سو پکڑے گئے آخر ہندوستانی فوج حیدرآباد سکندرآباد میں خیریت سے داخل ہو گئی اور پوری ریاست پر ہند حکومت کا قبضہ ہو گیا نظام نے اپنی غلطی مان کر حکومت ہند کے کہنے پر چلنے کا وعدہ کر لیا۔ رضاکاروں کے سردار رضوی گرفتار کر لئے گئے۔ لائق علی وزیر اعظم نظام اور انکے کل ساتھی نظر بند اپنے اپنے محلوں میں ہیں ان کے فیصلے حکومت ہند کرے گی۔

کچھ دن پہلے وزیر تعلیم مولانا آزاد صاحب نے ایک بیان دیا تھا جس کا خلاصہ اور حال کے بیان کا خلاصہ ہم نیچے دیتے ہیں۔

مولانا نے کہا کہ میں نے اتحاد المسلمین کے لیڈروں کو خبردار کر دیا تھا کہ وہ اس دھوکے میں نہ رہیں کہ انڈیا کے مسلمان اپنی حکومت کے خلاف ہو کر ان کا اور نظام کا ساتھ دیں گے۔ ان کو اپنی پہلی غلطیوں کی سزا کافی مل چکی ہے ہندوستان کے مسلمان اپنی حکومت کے طریقوں کو پسند کرتے ہیں اور ہندوستان کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ اپنی حکومت کے غداروں سے میل جول رکھنے میں ان کا ہی نقصان ہے۔

حیدرآباد کی فسادی پارٹیوں نے طرح طرح کے پروپیگنڈہ کئے یعنی اگر حکومت ہند نے حملہ کیا تو فرقہ وارانہ فساد ہو جائیگا۔ حیدرآباد کے پاس بڑی طاقت ہے۔ تمام مسلم ملکوں میں ہنگامہ ہو جائے گا۔ انگریز، امریکہ ہند کے خلاف ہو جائیں گے۔ پاکستان خفا ہو جائیگا، حکومت برباد ہو جائیگی، مگر ہماری کامیابی نے ان تمام باتوں کو غلط کر دیا۔ حیدرآباد ہندوستان کا ہی ایک حصہ ہے۔ وہاں کی پبلک ہمارے بھائی ہیں۔ حکومت ہند انصاف اور عدل سے کام لے کر فیصلہ کرے گی۔ میں ہندوستان کے تمام ہندو مسلم بھائیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے امن قائم رکھ کے اپنی حکومت کا پورا پورا ساتھ دیا۔ جس کی وجہ سے اندر اور باہر ... کی اور ہماری فوج کی عزت بڑھ گئی۔

خبریں

بمبئی کی خبر ہے کہ حکومت نے سیمنٹ کی قیمت بیاسی روپیہ آٹھ آنہ فی ٹن مقرر کی ہے۔ پہلی قیمت سے دو روپیہ آٹھ آنہ کم ہے۔

لندن ۱۷ ستمبر کی خبر ہے کہ فلسطین میں جو عرب یہودیوں میں میل جول کرانے کے لئے امریکہ کا وفد گیا تھا اس وفد کے صدر کاؤنٹ برناڈوٹ کو کسی یہودی نے گولی مار کے قتل کر دیا۔ اس سلسلہ میں سینکڑوں گرفتاریاں ہوئی ہیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ روس کے دو جہاز گیہوں لیکر بمبئی آئے ایک میں ۷۰۰۰ ہزار ٹن دوسرے میں ۹۰۰۰ ہزار ٹن ہے۔ ان جہازوں کی بناوٹ سادہ اور آرام دینے والی تھی۔ سواریوں کے آرام کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ تفریح کی جگہ کتاب دیکھنے کی جگہ ہر چیز اپنے قرینہ سے اچھی بنی ہوئی ہے۔

احمدآباد کی خبر ہے کہ کلکٹر نے تین لاکھ روپیہ حکومت بمبئی سے مانگا ہے۔ اس روپیہ سے پناہ گزینوں کے لئے ایک بستی تیار کی جائیگی۔

کراچی کی خبر ہے کہ حکومت پاکستان اور پبلک کا خیال ہے کہ کراچی کا نام بدل کر جناح آباد رکھ دیا جائے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ سنتا کروز اسٹیشن کے قریب گنپتی کے تیوہار کی پوجا اور گانا ہو رہا ہے کئی ہزار آدمی جمع ہوئے تھے اس جگہ ایک بڑے کنواں پر جو ٹپا ہوا تھا دو سو تماشائی بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک کنواں کی چھت ٹوٹ گئی اور دو سو آدمی کنواں میں گر پڑے۔ صرف سولہ آدمی کی جان بچی باقی مر گئے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ اس سال بارش کم ہونے کی وجہ سے جھیلوں میں پانی کم جمع ہوا ہے اس لئے سال بھر پورے بمبئی شہر کو پانی پہنچانا مشکل ہو رہا ہے۔ اس کا انتظام اس طرح کیا گیا ہے کہ پانی میں ۲۵ فی سیکڑہ کمی کر دی جائیگی۔ بمبئی والوں سے اپیل ہے کہ وہ پانی کو بڑی کفایت سے خرچ کریں اور یہ بھی میونسپل انتظام کریگی کہ بند کنوؤں کو کھول دیا جائے تاکہ اس پانی کو لوگ صفائی وغیرہ کے کام میں لائیں۔ کھانے پینے میں اس کو استعمال نہ کریں۔

---

۲۳ ستمبر کی خبر ہے کہ نظام کے ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے اپنی آٹھ ماہ کی بے بسی سنائی کہا کہ قاسم رضوی اور لائق علی اور ان کے فسادی ساتھیوں نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔ ان لوگوں کی طاقت ہونے کی وجہ سے ریاست میں امن نہیں رہا تھا۔ میں نے بارہا چاہا کہ حکومت ہند کے ساتھ صلح کرلوں مگر ان لوگوں نے میری ایک نہ چلنے دی۔ میں ساری دنیا والوں سے اپیل کرتا ہوں کہ میرا اور حکومت ہند کا معاملہ گھریلو ہے کوئی ملک اور طاقت اس میں دخل نہ دے خاص کر مسلمان حکومتوں سے کہتا ہوں کہ وہ فسادیوں کی باتوں پر دھیان نہ دیں اور اپنے اچھے تعلقات جو انڈیا کے ساتھ ہیں خراب نہ کریں۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جو وفد حیدرآباد کی طرف سے اتحاد انجمن میں گیا ہے میں اسے رد کرتا ہوں اور اپنا مقدمہ واپس لیتا ہوں۔ اب میں فسادیوں سے آزاد ہو گیا ہوں اپنا معاملہ دوستانہ خود حکومت ہند سے طے کرلوں گا۔ کسی کو دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہنگامی صورت میں حیدرآباد کا انتظام گورنر فوج کے ہاتھ میں ہی رہے گا۔

کراچی کی خبر ہے کہ پنڈت جواہرلال وزیر اعظم ہند کی تقریر کے جواب میں وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی نے اپنی تقریر میں ہندوستان سے دوستانہ تعلق قائم کرنے اور میل ملاپ کا پورا وعدہ کیا ہے۔

گاندھی جی کی زندگی کے حالات

(پچھلے شمارے سے آگے)

پردیش کا بٹوارہ کچھ اس طرح کا بنادیا تھا کہ حقیقت میں پاکستان ہی ہوجائے۔ لارڈ ویول یکایک بلا لئے گئے۔ اور ان کی جگہ لارڈ مینٹن وائسرائے ہوکر آئے۔

انھوں نے پھر سے کوشش کی اور ایک مہینے کے اندر ہی ایک نئی تجویز تیار کی جسے نہرو سرکار اور کرپلانی جی نے گاندھی جی سے رائے لئے بناہی مان لیا۔ اس میں ہندوستان پاکستان ان دو حصّوں میں دیش بانٹ دیا تھا اس تاریخ کے ایک دن پہلے تک گاندھی جی نے کہا تھا کہ بٹوارے کو ماننا پاگل پن ہوگا۔

نہروجی وغیرہ نے اسے اس لئے مان لیا تھا کہ جس سے کلکتہ نواکھالی وغیرہ کی طرح دنگے نہ ہوں۔ پر اس سے کہیں بڑے پیمانے پر دنگے بٹوارے کے بعد اور ابھی تک ہوتے ہی جارہے ہیں۔ بٹوارے کے بعد ریڈکلف صاحب نام کے ایک انگریز کو ہندوستان اور پاکستان کی سرحد بنانے کا کام سونپا گیا۔ انھوں نے کچھ اس ترکیب سے سرحد کی لائنیں کھینچیں جس سے آئے دن جھگڑے ہوتے ہی رہیں گے۔ ان باتوں سے گاندھی جی کو بے حد صدمہ ہوا اور ہندو مسلمان کی ایکائی کے لئے اپنی پوری جان لڑا دینے کو وہ تیار ہوئے۔ وہ کئی مہینے نواکھالی میں گاؤں گاؤں پیدل گھوم گھوم کر پریم اور ایکتا کے اپدیش دیتے رہے۔ پھر بہار اور پھر کلکتے میں ایک عرصے تک ٹکے رہے۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کو باقاعدہ ہندوستان اور پاکستان کو آزادی ملی نہروجی نے اور ودھان سبھا کے سبھاپتی بابو راجیندر پرساد جی وغیرہ نے باقاعدہ چارج لیا۔ سارے دیش میں بہت بڑے پیمانے پر جلسے ہوئے پر اس کے کچھ ہی دنوں بعد پنجاب میں بہت بڑے پیمانے پر مار کاٹ ہوگئی۔ گاندھی جی دلی پہنچے، سرحد سے لے کر دہلی تک سارا اُتری ہندوستان مار کاٹ سے ہائے ہائے کر رہا تھا۔ گاندھی جی ہندو اور سکھوں کو بدلہ لینے سے منع کرتے اور اسی معاملے کو لے کر ایک بار انھوں نے اُپواس بھی کیا۔ اس سے پہلے وہ کلکتہ میں بھی اپواس کے ذریعے ہندو مسلمانوں میں میل ملاپ کرا چکے تھے۔

پر دلی میں ہندو سکھوں کا ایک دل بدلے کے لئے تلا ہوا تھا۔ کوئی کھلم کھلا ان کے خلاف آواز اٹھانے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا۔ پر بھیتر ہی بھیتر لوگ ان کے خلاف ہورہے تھے وہ کہتے تھے مسلمان چاہے جوکریں انھیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور ہندوؤں کو یہ روک دیتے ہیں۔ اپنی جان کی بازی لگاکر۔

مرنے کے کچھ دن پہلے دلی کی پرارتھنا سبھا میں ایک نوجوان نے بم پھینک کر ان کی جان لینے کی کوشش کی تھی جسے پکڑ لیا گیا تھا۔ اس گھٹنا کے بعد پولیس کا انتظام اور سخت کر دیا گیا تھا۔ پر گاندھی جی نے سرکار کی اس بات کو نہیں مانا کہ ان کی حفاظت کے خیال سے پرارتھنا سبھا میں آنے والوں کی تلاشی لے لی جایا کرے۔

آخر ۳۰ر جنوری کی شام کو ناتھورام ونائک گوڈسے نام کے ایک مراٹھی نوجوان نے ان کو گولی مارکر ان کی جان لے لی۔ اسی دن یہ خبر ساری دنیا میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور بس ساری دنیا رنج میں ڈوب گئی۔ ان دنوں وہ برلا بھون (سیٹھ گھنشیام داس برلا کی کوٹھی دلی) میں رہتے تھے اور ان کی عمر اس وقت اسی سے کچھ مہینے کم تھی۔ ناتھورام قید ہے ابھی اس پر مقدمہ چل رہا ہے۔ ۱۲ر فروری کو ان کا پھول الہ آباد لایا جاکر سنگم میں بہایا گیا۔ دنیا میں آج تک کسی ایک آدمی کے مرنے پر اتنا افسوس نہیں ظاہر کیا گیا۔

(ختم ہوگیا)

گورنر جنرل ہند شری راج گوپال اچاری نے قوم سے اپیل کی تھی کہ ۲۶ر ستمبر کو تمام مذہب کے لوگ اپنی اپنی عبادت گاہوں میں خدا کی عبادت کریں اور اس بات پر شکر بجا لائیں کہ حیدرآباد بغیر خون ریزی کے فتح ہوگیا۔ خدا ہمیں ہمیشہ ایک رہنے کی توفیق دے۔

تقدیر و تدبیر

(بقیہ ۱۵ ستمبر سے آگے)

جبال بولا، بس کیا بتاؤں میری قسمت پھوٹ گئی۔ بیوی نے کہا، اچھی طرح پوری بات کہو۔ جبال بولا، اس نیک بندے نے مجھے اب کے پھر دو سو اشرفیاں دی تھیں۔ اب کے انھیں چیل لے گئی۔ بیوی غصے سے بولی۔ تم نے میرے پاس کیوں نہ رکھیں؟ جبال نے جواب دیا۔ میری عقل پر جو پردہ پڑ گیا پھر کیا ہوتا؟ بیوی نے کہا ہماری قسمت میں یہی لکھا ہے کہ فاقے اٹھائیں۔ مصیبتیں جھیلیں، طرح طرح کے صدمے سہیں، کسی کی مدد ہمارے کام نہیں آتی۔ جبال بولا، سچ کہتی ہو۔ بیوی نے کہا۔ شکر کرو اور صبر کرو۔

بے چارہ جبال پھر رسی لے کر بٹنے بیٹھ گیا اسی طرح دو مہینے گزر گئے اور وہ دونوں دوست اس کی ملاقات کو پھر آئے۔ اب کے حسن کو پکی امید تھی کہ جبال کو ضرور اچھی حالت میں دیکھیں گے۔ اور حسن نے ضرور اپنی حالت ... کر لیا ہوگا۔ لیکن اسے دور سے پھر ... رسی ... بٹتے دیکھ کر ... بہت غصہ ... اور وہ بولا۔ ... یہ شخص کوئی بدمعاش لگتا ہے۔ اگر کسی سوداگر یا عقلمند آدمی کے پاس اتنا مال ہوتا تو وہ ہزاروں کا مالک ہو گیا ہوتا۔

حسین نے کہا۔ بھائی جان ایسے ناراض نہ ہو۔ پہلے اس سے چل کر حال معلوم کرو پھر اپنی رائے ظاہر کرنا۔ چلتے چلتے یہ وہاں پہنچ گئے جبال نے ان کو تمام حال کہہ سنایا۔ حسن نے کہا۔ میاں جبال تم ہمیں بناتے ہو۔ کبھی چیل بھی کسی کی پگڑی لے گئی ہے۔ یہ بھی کوئی کھانے کی چیز تھی؟ جبال بولا۔ آپ سچے اور میں جھوٹا۔ اب میں کس طرح آپ کو یقین دلاؤں؟

حسین نے کہا بھائی اس میں کوئی حیرانی کی بات نہیں لے گئی ہوگی۔ جبال بولا۔ قسم ہے اپنے پیدا کرنے والے کی کہ چیل پگڑی لے گئی ہے حسن نے کہا۔ خیر لاچاری ہے اس سے زیادہ تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ حسین بولا جب اس کی تقدیر میں کچھ نہیں لکھا۔ تو تمہاری تدبیر سے کیا ہو سکتا تھا۔ جبال نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں۔ میری قسمت میں فاقے کرنے ہی لکھے ہیں۔ حسن نے کہا اچھا میاں جبال خدا تم پر رحم کرے۔

یہ کہہ کر دونوں دوست وہاں سے چل کھڑے ہوئے۔ حسین نے چلتے وقت جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک پیسہ نکالا اور حسن کو دکھا کر ہنسی سے کہا تو اب کی دفعہ میں ایک پیسہ دیتا ہوں۔ اگر اس کی قسمت میں بھلائی لکھی ہوگی تو خدا اسی میں برکت دے گا اور اگر قسمت میں کچھ نہیں تو مال برباد کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ کہہ کر وہ پیسہ جبال کے حوالے کیا۔ اور وہاں سے چلے گئے۔

جبال وہ پیسہ نہایت بے پروائی سے ہاتھ میں لئے گھر میں گیا اور ... طاق میں پھینک دیا۔ جبال کے ہمسایہ میں ایک مچھیرا رہتا تھا۔ اتفاق سے اس کا جال ٹوٹ گیا۔ اسے ایک پیسے کی ضرورت ہوئی کہ سوت منگا کر اسے گانٹھے۔ مچھیرے کی بیوی دو تین ہمسایوں کے گھر پھری۔ مگر اسے کہیں سے پیسہ نہ ملا۔ آخر جبال کے گھر آئی اور کہا مجھے جال کی مرمت کرنے کے لئے ایک پیسہ دے دو تمہارا بڑا احسان ہوگا۔ جبال کی بیوی کو وہ پیسہ یاد آیا ... مچھیرے کی بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ ... کل جو مچھلی پہلی دفعہ جال میں آئے ...

دوسرے دن مچھیرے کی بیوی ایک بڑی سی مچھلی لئے ہوئے اس کے ہاں آئی ... مچھلی لائی ہوں یہی پہلی دفعہ جال میں آئی تھی۔ جبال کی بیوی نے کہا۔ صدقہ کیا تھا پیسہ، پیسہ بھی کوئی چیز ہے ... مچھلی لے جاؤ۔ مگر مچھیرے کی بیوی زبردستی ... مچھلی چھوڑ گئی۔

جب جبال کی بیوی مچھلی کو صاف کرنے لگی تو اس کے پیٹ میں سے ایک ... ٹکڑا شیشے کا نکلا۔ جبال کی بیوی نے اسے اپنے چھوٹے بچے کو کھیلنے کے واسطے دے دیا۔

جب شام ہوئی۔ اور جبال گھر آیا۔ تو اس نے بچوں کو بلایا۔ چھوٹے بچے کے ہاتھ میں وہ شیشے کا ٹکڑا تھا۔ جو اندھیرے میں چراغ کی طرح چمکتا تھا۔

جبال نے کہا چلو خواجہ حسین کے پیسے کی بدولت تیل سے تو بچ گئے۔ اسی کی چمک گھر کے لئے بہت ہے۔ بچوں نے جب دیکھا کہ باپ نے وہ شیشے کا ٹکڑا لے لیا ہے تو ضد کرنے اور شور مچانے لگے۔

جبال کے پڑوس میں ایک جوہری بھی رہتا تھا۔ وہ بچوں کے شور و غل سے بہت تنگ ہوا۔ اور بیوی سے کہا جا کر ان کو منع کرو۔

جوہری کی بیوی جبال کے گھر آئی۔ کہنے لگی آج میرے خاوند کی طبیعت بدمزہ ہے۔ اپنے بچوں کو منع کرو۔ کہ اتنا شور و غل نہ کریں۔

جبال کی بیوی نے کہا اس شیشے کے ٹکڑے پر بچے لڑتے جھگڑتے ہیں۔ جوہری کی بیوی سمجھ دار تھی۔ اس شیشے کو دیکھا تو حیران رہ گئی۔ وہ الماس تھا۔

الٹے پاؤں واپس گئی اور اپنے خاوند کو ساتھ لے آئی۔ جوہری نے دیکھ بھال کر کہا۔ صاحب اگر آپ اس کو بیچیں تو میں اس کا خریدار ہوں۔ جبال بولا بہتر ہے آپ فرمائیے اس کی قیمت کیا دیں گے؟ جوہری نے کہا پانچ ... دینے کو تیار ہوں۔ جبال سن کر ... کوئی بہت مہنگا ... جس کی قیمت پہلے ہی اس نے اتنی ... جبال بولا ... تو اس کی آدھی قیمت بھی نہیں۔ جوہری نے کہا۔ اچھا ... دینے کو تیار ہوں۔

جبال نے جو دیکھا کہ پانچسو ... ہزار پر پہنچ گیا۔ تو سمجھا کہ ضرور یہ کوئی ... قیمتی چیز ہے۔

(باقی پھر)

معلومات

جب ہمارے ملک میں دن کے بارہ بجتے ہیں اسوقت دنیا کے دوسرے ملکوں میں نیچے لکھے وقت ہوتا ہے

(۱) ایتھنز (یونان)	میں صبح کے		۸½
(۲) برلن (جرمنی)	"	"	۷½
(۳) قاہرہ (مصر)	"	"	۸½
(۴) مکہ (حجاز)	"	"	۸
(۵) شکاگو (امریکہ)	آدھی رات کو		۱۲½
(۶) نیویارک (")	رات کے		۱½
(۷) لندن	صبح کے		۶½
(۸) ماسکو (روس)	"	"	۸½
(۹) پیرس (فرانس)	"	"	۶½
(۱۰) پیکنگ (چین)	دوپہر کے		۲½
(۱۱) رنگون	"	"	۵½
(۱۲) سنگاپور	"	"	۱½
(۱۳) ٹوکیو (جاپان)	"		۲½

یہ ستارے جو ہم کو ٹمٹماتے ہوئے نظر آتے ہیں ان میں سب سے قریب تر جو ستارہ ہے اس کا فاصلہ ۲۵ سو کھرب (یعنی ...) میل ہے۔

ہم جن ستاروں کو آسمان میں جڑا ہوا سمجھتے ہیں وہ بھی ایک سکنڈ میں ... میل ... کی حرکت کرتے ہیں۔

سارے آسمان میں خدائی ... ... صرف ... زمین کو بھی ایک ستارہ ہی ... ماہروں کا کہنا ہے کہ زمین کے علاوہ ... میں آبادی نہیں ہے البتہ مریخ ... کچھ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہاں ... نہیں چل سکا کہ آبادی وہاں ہم جیسے ... کی قسم کے۔

قرآنی قصہ

(۱۵ ستمبر سے آگے)

لیکن شیطان کا کام ابھی کیا تھا۔ حضرت آدم زندہ تھے جنت دوزخ آنکھوں دیکھی بات تھی۔ شیطان کی قسم اور اجازت کا حال معلوم تھا اللہ کا پیام ہردم آتا اور جاتا تھا۔ اس لئے لوگ توبہ کرتے، خدا سے معافی مانگتے اور پھر سے ایمان لے آتے۔

آخر حضرت آدم ایک دن اللہ کو پیارے ہوئے اور شیطان کے لئے میدان خالی۔ لیکن نہیں اللہ کا وعدہ تھا دنیا میں نبی برابر آتے رہیں گے۔ ادھر شیطان بہکائے گا ادھر وہ سمجھائیں گے۔ یہ لوگوں کو پھسلائے گا وہ یاد دلائیں گے۔ حضرت آدم کے بعد حضرت شیثؑ نبی ہوئے پھر حضرت ادریس نبی ہوئے انھوں نے حضرت آدم کا قصہ لوگوں کو یاد دلایا۔ جنت کے محل کا حال سنایا شیطان کی شرارت سمجھائی اور کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا لوگ اپنی غلطی پر شرمائے اور توبہ کرکے سیدھے راستے پر چلے آئے۔ گر بہت سے ایسے بھی تھے جو دنیا پر ریجھے رہے اور شیطان کو چھوڑ کر اللہ کی طرف نہیں لوٹے۔

یہ نبی کس زمانے میں آئے اس کا اندازہ مشکل ہے گر ہاں پھر بھی آٹھ نو ہزار سال سے زیادہ کی بات ہے۔ حضرت آدم کے قصے میں لوگ دو شہروں کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک سرآندیپ (لنکا) کا اور ایک جدّہ (عرب) کا حضرت شیث علیہ السلام کے بارے میں عام خیال ہے کہ وہ ہندوستان کی طرف بھیجے گئے تھے اور یہاں ہی ان کی قبر ہے۔ حضرت ادریس کو یونان کچھ پرانے لوگ بہت مانتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کو قلم کا استعمال سب سے پہلے حضرت ادریس ہی نے سکھایا۔ حضرت آدم سے لے کر ہمارے حضور تک دنیا میں ہزاروں لاکھوں نبی آئے۔ اللہ کے یہ سب نبی ہماری تمہاری طرح آدمی ہوتے ہیں۔ بس یہ بات ہوتی ہے کہ ان کے پاس فرشتوں کے سردار حضرت جبریل آتے ہیں اور اللہ کا پیام لاتے ہیں پھر اللہ انہیں کوئی نہ کوئی نشانی بھی دیتا ہے جس سے سب قائل ہوجائیں خاص خاص نبی جو دنیا میں آئے ان میں سے پچیس (۲۵) کا ذکر قرآن مجید میں ہے لیکن ان میں قریب قریب وہ سب ہیں جو عرب کے آس پاس ہوئے۔ یہ ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ میاں نے عرب میں بہت سے نبی کیوں بھیجے ایک تو شاید اس لئے کہ آخری نبی اسی زمین پر اتارنا تھا دوسرے ایک بات اور بھی ہے۔ نقشے کو غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ عرب دنیا کے بیچوں بیچ میں ہے چاہے جاپان سے امریکہ تک ناپ کے دیکھ لو۔ اسی طرح اگر اتر اور دکھن ناپو تب بھی عرب مرکز قرار پائے گا۔ پھر یہ دیکھو کہ اس کے ایک طرف ایشیا ہے ایک طرف افریقہ اور ایک طرف یورپ اور پرانی دنیا کے یہی تین بڑے حصے تھے۔ اور عرب ہی ایسا ملک ہے جو تینوں کو آپس میں ملاتا ہے پھر ایک بات اور بھی ہے دنیا میں جتنی بڑی بڑی تہذیبیں پیدا ہوئیں وہ سب عرب کے دائیں، بائیں ہوئیں۔ مصر ... رہے، وہ عرب سے ملا ہوا۔ بابل کو بہت مانتے ہیں وہ عرب کے اندر ہی ہے۔ اس کے بعد روم کا نمبر ہے، وہ بھی سمجھو عرب میں ہے۔ رہا یونان وہ مصر کے پاس ہے — ہاں ہندوستان کو کہہ سکتے ہو وہ دور ہے اور تہذیب یہاں کی بھی بہت بڑی تھی۔ لیکن تم غور کرو تو ہندوستان بھی دور نہیں ہے۔ ہندوستان کا جو اصلی زمانہ تھا وہ اب سے پانچ ہزار سال پہلے تھا۔ اور اس وقت سچ پوچھو تو ہندوستان کی سرحدیں عرب میں ملی ہوئی تھیں۔ ایران بعد کی چیز ہے۔ پھر سب لوگ اس بات کو مانتے ہیں کہ عرب کا شمال ہی وہ زمین ہے جہاں سب سے پہلے دنیا آباد ہوئی اور جس جگہ سے انسان چاروں طرف کو پھیلا۔

(باقی پھر)

(سلسلۂ تعلیم و ترقی سے لیا)

قائد اعظم محمد علی جناح کی زندگی کے حالات

قائد اعظم محمد علی جناح کا جنم کراچی میں ۱۸۷۶ء میں ہوا تھا۔ ان کے والد کراچی کے ہی ایک بیوپاری تھے۔ قائد اعظم کی ابتدائی تعلیم کراچی میں ہی ہوئی۔ لیکن اونچے درجے کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۸۹۲ء میں یہ انگلینڈ روانہ ہو گئے۔ وہاں پر انہوں نے بیرسٹری کی تعلیم حاصل کی اور ۱۸۹۶ء میں ہندوستان کو واپس لوٹ آئے۔ ہندوستان لوٹنے پر ۱۹۰۶ء میں سب سے پہلے بمبئی کی عدالت میں انھوں نے وکالت کرنا شروع کیا۔

انہیں سیاست سے بڑی دلچسپی تھی۔ یہ کانگریس میں داخل ہو گئے۔ یہ ہندو مسلم اتحاد پر کافی زور دیتے رہا کرتے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں مسٹر گوکھلے کے ساتھ یہ پھر ولایت گئے وہاں پر ایک لیگ پہلے ہی سے قائم تھی۔ جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ تھا۔ یہ بھی اس لیگ میں شامل ہو گئے۔ یہ ہندوستان لوٹ آئے۔ یہاں آکر انھوں نے اس لیگ کی بنیاد ڈالی۔

۱۹۲۰ء کے کانگریس کے ناگپور اجلاس میں مسٹر جناح کانگریس سے الگ ہو گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کانگریس نے سول نافرمانی کی تجویز پاس کی تھی۔ بڑی کونسل کے ممبر چنے گئے اور آخر تک بہت ہی کامیاب ممبر رہے۔ اسی کونسل میں آپ آزاد پارٹی کے لیڈر بھی رہے۔ آپ نے ہوم رول لیگ میں زبردست حصہ لیا اور مسز اینی بیسنٹ کی بنائی ہوئی تھی۔ مسٹر جناح نے دادا بھائی نوروزجی فیروز شاہ مہتا اور بڑے بڑے لیڈروں سے تجربہ حاصل کیا ۱۹۱۶ء میں وہ مسلم لیگ کے صدر چنے گئے ۱۹۳۴ء سے لے کر آخر تک ہر سال مسلم لیگ کے یہ صدر چنے جاتے رہے۔

۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں آپ لندن کی گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے

۱۹۴۰ء میں لاہور کے مسلم لیگ کے اجلاس میں تجویز پاس کی تھی۔ کہ مسلمانوں کو اپنی اکثریت کے صوبوں میں علیحدہ پاکستان ملنا چاہیے۔ پاکستان کے لئے زبردست پروپیگنڈہ کیا گیا اور سات سال کی کوشش سے پاکستان حاصل کر لیا۔ اس کے پہلے گورنر جنرل مسٹر جناح بنے اور آخر تک رہے۔

مسٹر محمد علی جناح کو دنیا کے بڑے بڑے سیاست دانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ آپ کے جنازے میں قریب چھ لاکھ آدمی شریک ہوئے تھے۔ باہر ملکوں کے سفیر پاکستانی صوبے کے تمام عہدے دار اور افسران موجود تھے۔ دفن کی جگہ جمعہ مسجد بنائی جائے گی۔

پندرہ روزہ رہبر بمبئی

بنجارا نامہ

نظیر

ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا
کیا بدھیا بھینسا بیل شتر کیا گونیں پلا سر بھارا
کیا گیہوں چاول موٹھ مٹر کیا آگ دھواں کیا انگارا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا

× × ×

جب چلتے چلتے رستے میں یہ گون تری ڈھل جائے گی
اک بدھیا تیری مٹی پر پھر گھاس نہ چرنے آئے گی
یہ کھیپ جو تو نے لادی ہے سب حصوں میں بٹ جائے گی
دھی پوت جنوائی بیٹا کیا بنجارن پاس نہ آئے گی
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

× × ×

جب مرگ پھرا کر چابک کو یہ بیل بدن کا ہانکے گا
کوئی ناج سمیٹے گا تیرا کوئی گون سیئے اور ٹانکے گا
جب ڈیرا اکیلا جنگل میں تو خاک لحد کی پھانکے گا
اس جنگل میں پھر آہ نظیر اک بھنگا آن نہ جھانکے گا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاویگا جب لاد چلے گا بنجارا

پریت کا گیت

اپنے من میں پریت بسالے
اپنے من میں پریت

من مندر میں پریت بسالے   پریت بسالے پریت بسالے
دل کی دنیا کر لے روشن   اپنے گھر میں جوت جگالے
پریت ہے تیری ریت پرانی   بھول گیا او بھارت والے

بھول گیا او بھارت والے
پریت ہے تیری ریت، بسالے
اپنے من میں پریت

کرودھ کپٹ کا اترا ڈیرا   چھایا چاروں کونٹ اندھیرا
یہ ہے ڈاکو وہ ہے رہزن   ایک سے بڑھ کر ایک لٹیرا
ظاہرداروں کی سنگت میں   کوئی نہیں ہے سنگی تیرا

کوئی نہیں ہے سنگی تیرا
من ہے تیرا میت، بہلالے
اپنے من میں پریت

نفرت اک آزار ہے پیارے   دکھ کا دارو پیار ہے پیارے
آجا اصلی روپ میں آجا   تو ہی پریم اوتار ہے پیارے
یہ ہارا تو سب کچھ ہارا   من کے ہارے ہار ہے پیارے

من کے ہارے ہار ہے پیارے
من کے جیتے جیت، بسالے
اپنے من میں پریت

دیکھ، بڑوں کی ریت نہ جائے   سر جائے پر پریت نہ جائے
میں ڈرتا ہوں کوئی تیری   جیتی بازی جیت نہ جائے
جو کرنا ہے جلدی کر لے   تھوڑا وقت ہے بیت نہ جائے

تھوڑا وقت ہے بیت نہ جائے
وقت نہ جائے بیت بسالے
اپنے من میں پریت

(حفیظ جالندھری)

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سیانی۔ روپاویلا الا روڈ بمبئی ۲۶۔ رہبر اخبار اردو ہندی گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔
ابل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۲ میں چھپتا ہے۔

ضروری گذارش:۔ رہبر کے پڑھنے والوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ الف ممبر (زندگی بھر کے) بنیں۔ جس کی فیس سو روپئے ہیں۔ اور جن کا چندہ ختم ہو گیا ہے مہربانی کر کے جلد روانہ کر دیں۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھ دیا کریں۔

REGD. No. 4532
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۴۱
قیمت فی پرچہ دو آنہ

بالکوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہنما

سالانہ چندہ تین روپے

ایڈیٹر۔ مسز کلثوم سایانی
روپا ویلا گمبالا روڈ بمبئی ۲۶

جلد — ۱۵ نومبر ۱۹۴۸ء — نمبر ۸

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

نیک بات

ہمتِ مرداں مددِ خدا
ہمت والوں کا خدا مدد گار ہے

اپنی باتیں

آج کل ہندوستان میں پھر سے اناج اور کھانے کی چیزوں کی بہت ہی کمی محسوس ہو رہی ہے۔ بعض جگہ تو کال کا بہت بھاری خوف ہوتا جا رہا ہے جیسے گجرات اور یو۔پی کے چند گاؤں وہ ہرا بھرا ہندوستان جو اپنی خوراک پوری کر کے دوسرے ملکوں کو اناج دیتا تھا۔ آج دنیا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اناج کی بھیک مانگ رہی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو ملک ہمیں اناج دے گا اپنے فائدہ کی طرح طرح کی شرطیں منوا لے گا دوسرے کروڑوں روپیہ ہندوستان کا اس طرح سے باہر چلا جاتا ہے۔ زندگی کا دارومدار اناج اور کپڑے پر ہے یہ دونوں ضروری چیزیں لڑائی کے زمانے سے کم ہوتی گئیں۔ بلکہ لڑائی کے بعد ان دونوں کی اور ہی بری حالت ہوئی کچھ تو کالا بازار کی وجہ سے اور کچھ قانون میں بد انتظامی ہونے کی وجہ سے

گاندھی جی کی کوشش سے اناج اور کپڑے کا کنٹرول اٹھا یا گیا۔ ان کا کہنا تھا کہ کنٹرول کی وجہ سے ہی کالا بازار ہوتا ہے یقیناً [illegible] حالت بھی آجاتی مگر حکومت کی یہ بھول ہوئی کہ کنٹرول کے ساتھ ساتھ کپڑے کی مقرر قیمت بھی اٹھا لی اگر یہی حالت رہتی تو چھ ماہ میں کپڑا اپنی پر آجاتا، مگر اب پھر کپڑے پر کنٹرول ہونے والا ہے۔

ینگ انڈیا کے نام سے گاندھی جی کا پہلا اخبار مشہور تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہندوستان میں اتنا اناج پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک سال کا اناج سنبھال کر رکھ دیا جائے تو اگر تین سال تک قحط پڑ جائے تو پورے ہندوستان کو یہ ایک سال کا غلہ اچھی طرح کافی ہو سکتا ہے۔ [illegible] پیدا کرنے والی ہے۔ لیکن زیادہ نفع کمانے کے لئے پیداوار کی آدھی زمین گنے کی کاشت کے لئے لوگوں نے روک رکھی ہے۔

تھوڑے سال پہلے جب ہندوستان میں شکر کے کارخانے نہ تھے تو جاوا اور دوسرے ملکوں سے ہمیں سستی اور اچھی شکر مل سکتی تھی۔ گنے کی کاشت میں اتنی بد انتظامی ہے کہ جو شکر ہندوستان میں اس وقت پیدا ہو رہی ہے یہی شکر اچھے انتظام سے چوتھائی زمین میں پیدا ہو سکتی ہے اس حساب سے پونا حصہ زمین اناج کے لئے

بچائی جا سکتی ہے۔ اسکے علاوہ تمباکو، افیون، سرسوں السی وغیرہ جیسی اناج سے کم ضروری چیزوں میں زمین رُکی پڑی ہے۔

آزادی کے بعد ان باتوں کا حل ابھی تک نہیں نکلا حکومت ہتھیلی پر سرسوں تو جما نہیں سکتی۔ اس کے پاس کچھ جادو کے بیج تو نہیں ہیں۔ حکومت بھی تو لوگوں کی ہی بنائی ہوئی ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب تک دونوں ملکر اپنی کمزوریوں کو بند نہ کریں گے ہماری آئے دن کی تکلیفیں دور نہیں ہو سکتی۔

جنگ اور اس کے بعد ساری دنیا میں اناج کی سخت کمی ہوئی۔ خود انگلینڈ کا حال یہ تھا کہ ایک زمانے میں پہاڑ صرف کوئلا اور آلو کثرت سے ملتا تھا۔ اناج صرف اتنا ہوتا تھا کہ سال میں تیس دن کھا سکتے تھے اور گیارہ مہینے مچھلی اور باہر کے اناج سے گذارہ کرتے تھے۔ جب اناج باہر سے آنا رک گیا تو انہوں نے فوراً اپنی زمین کی جانچ پڑتال کر دی اور کسانوں کو تین حصہ میں بانٹ دیا۔ زیادہ سے زیادہ پیداوار والے، درمیانی پیداوار والے اور گھٹیا درجہ کے کسان ان لوگوں کو طرح طرح کی حکومت نے آسانیاں دیں اور انعام سے ان کا حوصلہ بڑھایا نتیجہ یہ ہوا کہ دیکھتے دیکھتے وہاں غلہ کی پیداوار بہت بڑھ گئی ہے۔

اناج کی کمی کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ جب آزادی کے پہلے پردیسی حکومت نے پورے ہندوستان کے اناج پر کنٹرول کر لیا حکومت جمع کرنا تو خوب جانتی تھی مگر اناج کی حفاظت کا طریقہ اسے نہیں آتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں بوریاں سڑ گئیں اور سمندر میں پھینکی گئیں۔ اسی زمانہ میں لاکھوں آدمی بھوک سے بنگال میں مر رہے تھے۔ ہندوستان کو آگے بڑھانے کے لئے ہمیں اپنی کمزوریوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر انہیں مٹانا ہوگا۔

درد بھری پہیلی

نوٹ:- یہ درد بھری پہیلی دہلی کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی لکھی ہوئی ہے۔ شادی میں لڑکی کے رخصت ہوتے وقت گائی جاتی ہے

سن ری سہیلی موری پہیلی   بابل گھر میں رہی اکیلی
مات پتا نے لاڈ سے پالا   سمجھا مجھے سب گھر کا اجالا
ایک بہن تھی اک بھنیلی

× × ×

یوں ہی بہت دن گڑیاں میں کھیلی   کبھی اکیلی کبھی دُکیلی
جیسے کہا چل تماشہ دکھلا   اس نے اٹھا کر گود میں لے لی

× × ×

کچھ موہے سمجھ جو آئی   اک جا ٹھہری موری سگائی
آون لاگے بامن نائی   کوئی لے روپیہ کوئی لے تھیلی

× × ×

بیاہ کا مورے ساجب آیا   تیل چڑھایا مڈھا چھپایا
سالو شہا سبھی پہنایا   مہندی سے رنگ دی ہاتھ ہتھیلی

× × ×

ساسرے کے لوگ آئے جو مورے   ڈھول دھما کے بجے گھنیرے
شبھ گھڑی شبھ دن ہوئے جو پورے   سنئیاں نے موہے ہاتھ میں لے لی

× × ×

آئے براتی سب دس رنگ کے   لوگ کٹم کے سب ہنس ہنس کے
چاوت تھے سب گھر سے نکلے   اور کے گھر میں جائے ڈھکیلی

× × ×

لے کے چلے پی ساتھ جب اپنے   رودن لاگے پھر سب اپنے
کہا کر تو نہیں بس کی اپنے   جا بچی نبھرا دا تا ہے بیلی

× × ×

سکھی پیا کے ساتھ گئی میں   ایسی گئی پھر وہیں رہی میں
کس سے کہوں دکھ ہائے درد میں   سنئیاں نے موری باہ گہیلی

× × ×

ساس جو چاہت سو کہا ساوہے   نند بھی میٹھی بات بناوے
کیا کروں کچھ بن نہیں آوے   جیسی پڑی میں ویسی ہی جھیلی

× × ×

جیا ہا کل رون انکھیاں   لہا گئیں سب سنگھ کی سہیلیاں
[illegible]   [illegible]

×

بی۔جی۔ہارنیمن

گاندھی جی نے کہا تھا ”ہارنیمن ایک بہادر اور رحمدل انگریز ہیں۔ انہوں نے جہاں کہیں بھی کوئی برائی دیکھی اُس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی قوم میں ایک چمکتا ہوا ہیرا ہیں“........“

سارے ہندوستان میں مسٹر بی جی ہارنیمن کی موت کی خبر بڑے افسوس کے ساتھ سنی گئی۔ اُن کے ساتھ اخبارِی دنیا کا ایک انگریز ختم ہوگیا۔

ہارنیمن ایک انگریز تھے۔ ان کے والد برطانیہ کے شاہی بحری بیڑے کے ایک بڑے افسر تھے۔ اور خود ان کے لئے بھی وہاں سنہرا موقع تھا۔ مگر ہارنیمن نے انسانیت کی خدمت کو ہی زندگی کا مقصد بنایا۔

آپ پہلے کلکتہ سے نکلنے والے انگریزی اخبار سٹیٹسمین کے نائب ایڈیٹر تھے۔ اور پھر انگلینڈ چلے گئے تھے۔ بعد میں مشہور کانگریسی لیڈر سر فیروزشاہ مہتہ نے ”بمبئی کرانیکل“ کی بنیاد ڈالی۔ اس کا اختیار مسٹر ہارنیمن کو سونپا اسی دن سے مسٹر ہارنیمن کی زندگی ایک مشن بن گئی۔

انہوں نے ہند کو اپنا ملک سمجھا اور اس کی آزادی کی جنگ میں لگ گئے انگریزوں نے انہیں طرح طرح تکلیفیں دیں۔ مگر وہ اپنے راستے سے نہیں ہٹے۔ انہوں نے جو کچھ بھی لکھا، صاف اور نڈر ہوکر لکھا۔

”بمبئی کرانیکل“ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے انہوں نے بمبئی کی سیاسی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کردیا۔ وہ وہ کام کرگئے جو سو لیڈر بھی نہ کرسکتے تھے۔

انہوں نے ایک جگہ کھڑے ہوکر بڑے بڑے لیڈروں کو راستہ دکھایا اور خود وہیں کھڑے رہے۔ وہ سب کو راستہ دکھاتے رہے اور سب سے آگے بڑھتے گئے۔ انہوں نے کبھی لیڈری [illegible] اور نہ کرسی۔ وہ [illegible]

تھا اور سب کو منزل پر پہونچاتا رہا۔

ہند کے آزاد ہونے کے بعد بھی اُنہوں نے اپنا کام جاری رکھا اور موجودہ حکومت کو اسی طرح اس کی غلطیوں سے آگاہ کرتے رہے۔ جیسا کہ ایک سچے اور ہمدرد انسان کو کرنا چاہئے ان کی ساری زندگی جدوجہد میں گذری اور آخر وقت میں انہوں نے ۴۸ گھنٹے موت سے بھی جدوجہد کی۔ ہارنیمن کی خدمات کو کبھی نہیں بھلایا جا سکتا اور یہ بھی کبھی نہیں بھلایا جا سکتا کہ اتنے بڑے آدمی کو مرتے وقت دوا کیلئے ۲۵ روپیہ نہ مل سکے اور بغیر دوا کے اُنہوں نے اس دنیا سے کوچ کر دیا۔

خبریں

استنبول ۹ر اکتوبر کی خبر ہے کہ پہلی بار ترکی عورتیں فوجی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ عورتوں کو بندوق چلانا ہوائی جہاز گرانے والی توپوں کا چلانا سب کچھ سکھایا جا رہا ہے۔ ڈاک کا انتظام کس طرح جنگ کے زمانے میں کیا جائے اور کس طرح اسکو بچایا جائے ان سب باتوں کی تعلیم باقاعدہ دی جا رہی ہے۔ ترکی کے کالجوں کی سات سو لڑکیاں نرسنگ کا کام سیکھ رہی ہیں۔

امریکہ کی خبر ہے کہ وہاں پر ایک بم آنکھوں والا بنایا گیا ہے۔ یہ بم اپنے نشانہ پر گرکر دشمن کے جہازوں اور کارخانوں کو تباہ کر دے گا۔ اس بم کا نام گرمی تلاش کرنے والا بم ہے۔ اسکی ناک کے پاس ایک آنکھ بنی ہوئی ہے جو گرمی کو تلاش کرتی ہے جہاں گرمی پاتی ہے آنکھ ادھر ادھر پھرنے لگتی ہے اور وہیں وہ بم گرکر تباہی مچاتا ہے۔

امریکہ کے ڈاکٹر ہار ولڈ ارے جو ایٹم بم بنانے والوں میں سے ہیں کہا کہ ایٹم بم کی اب کی جنگ میں دنیا کو سوائے خدا کے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اس طاقت سے دنیا کے فائدے کے کام کرنا چاہئے تھا۔ نہ کہ تباہی اور بربادی کے۔

حکومت ہند نے پاس کر دیا ہے کہ ہریجن لوگ ہر مندر اور ایسی جگہ جو ہندو قوم نے مذہبی پوجا پاٹ یا قربانی بھینٹ وغیرہ کے نام سے بنائی ہو داخل ہو سکتی ہے کوئی روک ٹوک نہیں ہے روکنے والوں کو سزا دی جائے گی۔

حیدرآباد کی خبر ہے کہ وہاں کے کانگریس کے صدر سوامی راما نند تیرتھ کی قومی خدمت کی تعریف کرتے ہوئے حیدرآباد کے لوگوں نے پانچ لاکھ روپیہ کی ایک تھیلی پیش کی۔

بمبئی ۱۰ر اکتوبر کی خبر ہے وزیر ڈاک مسٹر رفیع احمد قدوائی نے جو بمبئی آتے ہوئے تھے کہا کہ سنتا کروز ہوائی اسٹیشن کو تمام دنیا کے ہوائی جہاز اترنے کا اسٹیشن بنانے کے لئے حکومت ہند نے پانچ کروڑ روپیہ منظور کیا ہے جو کہ آس پاس کی زمین خریدنے میں دیئے گئے گی کم از کم تین سال کی مدت اس کام کے لئے چاہئے۔

نئی دہلی ۱۸ر اکتوبر کی خبر ہے کہ سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ اس سال ہندوستان سے سولہ ہزار سے زیادہ حاجی حج کو گئے۔

لکھنؤ ۱۸ر اکتوبر کی خبر ہے کہ میرٹھ کے قریب جمنا کے کنارے پانچ اسٹیشن لی گئیں نوجوان لڑکے دو جوان لڑکیاں ان لوگوں نے زہریلی مٹھائی کھاکر جان دی قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دو لڑکے شردا اور سوبھترا نام کی دو لڑکیوں سے محبت کرتے تھے یہ لڑکیاں ایک وکیل کی ہیں۔ لڑکے اور لڑکیوں کے ماں باپ آپس میں شادی کے خلاف تھے تیسرا لڑکا ان دونوں کا دوست تھا اس نے اپنے دوستوں کا موت میں بھی ساتھ دیا۔

امریکہ کی خبر ہے کہ ایک ایٹم بم ایسا تیار کیا گیا ہے جو پانچ ہزار میل تک مار کر سکتا ہے اسی طرح اور بہت سے جنگی اور ہلاک کرنے والے ہتھیار بنائے جا رہے ہیں۔

نوٹ:۔ رہبر کے پڑھنے والوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ لائف ممبر (زندگی بھر) کے بنیں۔ جس کی فیس سو روپئے ہیں۔ اور جن کا چندہ ختم ہو گیا ہے مہربانی کرکے جلد روانہ کر دیں۔ خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھ دیا کریں۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ویلا بھولا بھائی دیسائی روڈ بمبئی نمبر ۲۶ رہبر اخبار اردو۔ ہندی۔ گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی نمبر ۳ میں چھپتا ہے

REGD. No. 4532

ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۴۱

قیمت فی پرچہ دو آنہ

ایڈیٹر:- مسز کلثوم سایانی

روپا ویلا کمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶

رہبر

بالکوں کا پندرہ روزہ اخبار

چندہ سالانہ تین روپئے

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.



جلد ۹ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۸ء جلد ۱۱

نیک بات

سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اپنی باتیں

مہاتما گاندھی جی نے ملک کی اور انسانیت کی خدمت کے جتنے بھی کام کئے ان میں سے ایک کام چھوا چھوت کو ختم کردینا بھی تھا۔ کچھ پڑھے لکھے نوجوانوں کو چھوڑ کر اب بھی بہت سے آدمی ایسے ہیں جو چھوا چھوت مانتے ہیں اور یہ چھوت چھات سینکڑوں برسوں سے اس ملک میں چل آرہی ہے۔ جب انگریز آئے تو انہوں نے ہماری تنگ دلی سے فائدہ اُٹھایا اور ان لوگوں کو عیسائی بنانا شروع کردیا۔ جو ہماری سماج میں گرے ہوئے سمجھے جاتے تھے۔ اتری ہندوستان میں اس وقت آریہ سماج کا کام زوروں پر تھا اور وہ بھی چونکہ اُسے بُرا سمجھتے تھے۔ اس لئے وہاں انگریزوں کی نہیں چل سکی مگر دکن میں جہاں چھوا چھوت کا بہت زور تھا وہاں انگریز بہت کام کر گئے اور ہمارے سماج کے ہزاروں آدمیوں کو عیسائی بنا لیا۔ گاندھی جی نے اس سوال کو بہت زور سے اُٹھایا اور مذہب کے ٹھیکیداروں کو سمجھایا کہ چھوا چھوت کو ختم کرنے سے ہندو مذہب مضبوط ہوتا ہے اور خطرے میں نہیں پڑتا، کیونکہ اگر ہمارا یہی رویہ رہا تو سب ہی لوگ ایک دن عیسائی ہوجائیں گے اور پھر ہندو مذہب کا کہیں نام بھی نہ رہے گا۔ یہ بات اتنی سیدھی اور سچی تھی کہ ہر آدمی کی سمجھ میں آجائے۔ مگر کچھ خود غرض لوگوں نے ان کی مخالفت کی اور اپنی لیڈری قائم رکھنے کے لئے لوگوں کو غلط راستہ بتایا۔ انگریز تو چاہتا تھا کہ ہند کے لوگ جتنے بھی زیادہ حصوں میں بٹ جائیں میرا اتنا ہی فائدہ ہے اسلئے اس نے ایسے کچھ لوگوں کو بڑھاوا بھی دیا اور اس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے فرقہ پرستی کے بھوت کے روپ میں آکھڑا ہوا۔ ایک طرف تو نیچ سمجھے جانے والے لوگوں کو عیسائی بنایا گیا اور دوسری طرف ہمارے سماج میں ایسے بھی آدمی چھوڑ دیئے جو نت نئے قانون گڑھ کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو چھوا چھوت کے چکر میں پھنسائے رہیں۔

ہم نے ایک بات اور بھی دیکھی اور وہ یہ کہ ہم آج جس آدمی کو نیچ سمجھ کر اپنے سماج سے نکال دیتے تھے کل وہی آدمی عیسائی ہوکر جب صاف کپڑے پہنکر کسی آفیسر کی جگہ مقرر ہوکر آتا تھا تب ہم اسے جھک جھک سلام کرتے تھے۔ ان باتوں سے ہمارے سماج کا کھوکھلا پن اور بھی ظاہر ہوتا گیا اور لوگ حقیقت کو سمجھنے لگے۔ کانگریس شروع سے ہی اس کے خلاف تھی

(باقی صفحہ پر دیکھئے)

خبریں

دہلی ۳ دسمبر کی خبر ہے کہ دستور ساز اسمبلی میں یہ قانون پاس ہوگیا کہ ۱۴ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو ملازم رکھنا جرم ہوگا عورتوں کو بھی مول لینا اور بیچنا جرم ہوگا جیسا کہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں لڑکیاں عورتیں خریدی بیچی جاتی ہیں۔ کسانوں سے ہندوستان کے بعض صوبوں میں زمیندار لوگ مفت کام لیتے ہیں۔ جسے بیگار کہا جاتا ہے یہ بھی جرم قرار دیا گیا یہ بات بھی پاس ہوگئی کہ ہر ہندوستانی عورت مرد حکومت کی نظر میں ہر حیثیت سے برابر ہیں۔ کوئی بھی انسان مذہب قوم ذات پات کی وجہ سے اپنے شہری حقوق سے محروم نہ کیا جائے گا بلکہ اپنی ذاتی اور خود کی قابلیت سے اونچے سے اونچا درجہ حاصل کرسکتا ہے۔ حکومت ہند مذہبی معاملات میں کسی خاص مذہب کا پاٹ نہ لیگی بلکہ انصاف سے کام لیکر فیصلہ کیا کرے گی۔ ہر مذہب والے کو اپنے مذہبی کاموں میں پوری پوری آزادی ہوگی اس طرح پر کہ دوسرے مذہب والوں کا دل نہ دکھے۔

حال کی خبر ہے کہ دستور ساز اسمبلی میں یہ بات پاس ہوگئی کہ ہندوستان بھر میں شراب پورے طور پر بند کردی جائے، شراب کے بند ہونے سے پچیس ۲۵ کروڑ روپیہ کا نقصان حکومت کو اٹھانا پڑے گا۔ اب شراب صرف دواؤں کیلئے خرید سکتے ہیں عام طور پر شراب خریدنا بیچنا جرم قرار دیا جائے گا۔

بمبئی میں طوفان کی وجہ سے ریزروبنک کی تجوریاں دو روز تک نہ کھل سکیں کیونکہ یہ تجوریاں بجلی کی وجہ سے کھلتی اور بند ہوتی ہیں۔ لوگوں کے روپیہ دینے کے لئے ریزروبنک کو بڑی تعداد میں روپیہ امپریل بنک سے لینا پڑا۔ اس طوفان سے بمبئی اور صوبہ بمبئی کے علاقہ میں قریب دس کروڑ کا مال نقصان ہوا ہے۔ تنو کے قریب آدمی ہلاک ہوئے۔

لاہور سے ۱۹۶ میل دور پارک کمپنی کا ایک ہوائی جہاز تباہ ہوگیا جس میں اکیس ۲۱ سواری تھیں جو سب کے سب ہلاک ہوگئے۔

لندن کی خبر ہے کہ حال کی جنگ کی وجہ سے وہاں کے ہر مرد عورت نے اپنی گھریلو زندگی سادہ بنانا شروع کردیا ہے گھر کی تمام چیزوں میں کفائیت حد سے زیادہ شروع کردی ہے ہر کام اپنے ہاتھوں سے کیا جاتا ہے۔ پرانی امیری کی عادتوں کو چھوڑا جارہا ہے، ہر مرد عورت ان باتوں پر فخر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آئندہ بہت جلد ہم پھر سے کامیاب ہوجائیں گے۔

نئی دہلی۔ حال ہی کی خبر ہے کہ حکومت روس نے پٹ سن کے بدلے ہندوستان کو ایک لاکھ ٹن گیہوں دینا منظور کرلیا ہے۔

حال کی خبر ہے کہ دستور اسمبلی کے قانونی وزیر ڈاکٹر امبیڈکر نے یہ بات طے کرلی ہے کہ وہ بدھ مذہب اختیار کرلیں گے اپنے تمام ماننے والوں سے بھی کہا ہے کہ وہ بھی بدھ مذہب اختیار کرلیں۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ بدھ مذہب سے مجھے بڑی تسلی ہوئی ہے۔ دوسرے بدھ مذہب کے ملکوں کی مجھے حمایت نصیب ہوگی۔

ناگپور کی خبر ہے کہ حکومت سی پی عورتوں کی پولیس بنارہی ہے پہلے ۲۰۰ عورتیں بھرتی کی جائیں گی اگر کامیابی ہوئی تو پھر زیادہ عورتیں ملازم رکھی جائیں گی۔

خبریں

بمبئی کے طوفان میں رانی باغ کے کئی سو درخت گر گئے میونسپل کے بڑے افسر جو رانی باغ کا انتظام کرتے ہیں انہوں نے حکم دیا ہے کہ پھر سے درخت لگائے جائیں۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ قیمتی درخت نہیں گرے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ فنون لطیفہ (ہندوستانی چیزیں) کی نمائش ہوئی اس کو بائیس ہزار آدمیوں نے دیکھا۔ گورنر ہند اور دوسرے تمام اسمبلی کے ممبران شریک ہوئے۔ اس نمائش میں طرح طرح کی تصویریں۔ مورتیاں قسم قسم کے سامان موجود تھے۔ جن کو دیکھکر لوگ دنگ رہ گئے۔ اس نمائش میں جو تقریریں ہوئیں ان کو کتابی شکل میں چھاپ دیا گیا ہے۔

سال کی خبر ہے کہ کئی جگہ ہندوستان میں جانوروں کی نمائش بھی ہورہی ہے ایسے لوگوں کو جو جانوروں کو اچھی طرح پالتے ہیں اور دیکھ بھال کرکے بڑھاتے ہیں ان کو انعام بھی دیا گیا۔ تاکہ ان کا دل بڑھے اور آئندہ کام کے جانور بڑھیں ایسی نمائش ملک بھر میں ہونا ضروری ہیں۔

حیدرآباد کی خبر ہے کہ رضاکاروں کے بڑے لیڈر قاسم رضوی پر مقدمہ حیدرآباد میں ہی چلایا جائیگا ان کے تمام حالات کو معلوم کیا جارہا ہے۔ اس مقدمہ کے لئے ایک خاص عدالت مقرر کی جائیگی۔ اس کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔

فیروز پور کی خبر ہے کہ موگہ میں چالیس بلڈنگوں کا مالک سنگترے بیچ کر اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ شخص لاہور کا رہنے والا ہے اس کی لاہور میں چالیس بلڈنگیں تھیں ہندوستان اور پاکستان کے بٹوارے سے یہ تباہی اس شخص پر آئی۔

نیویارک کے اخبار ٹریبول نے حکومت ہند کی دستور ساز اسمبلی کو چھوت چھات ختم کرنے پر مبارک باد دی ہے اور کہا ہے کہ یہ اونچ نیچ کی لعنت دوسرے ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے زمانہ اب اس چیز کو پسند نہیں کرتا بلکہ ہر ملک قوم اور نسل کا انسان عزت کرنے کے لائق ہے۔

رام اور رحیم

تم رام کہو وہ رحیم کہیں دونوں کی غرض اللہ سے ہے
تم دین کہو وہ دھرم کہیں منشا تو اسی کی راہ سے ہے
تم عشق کہو وہ پریم کہیں مطلب تو اسی کی چاہ سے ہے
وہ یوگی ہوں تم سالک ہو مقصود دل آگاہ سے ہے
کیوں لڑتا ہے مورکھ بندے یہ تیری خام خیالی ہے
ہے پیڑ کی جڑ تو ایک وہی ہر مذہب ایک ایک ڈالی ہے

بنواؤ شیوالہ یا مسجد ہیں اینٹ وہی چونا ہے وہی
معمار وہی مزدور وہی مٹی ہے وہی گارا ہے وہی
تکبیر کا جو کچھ مطلب ہے ناقوس کا بھی منشا ہے وہی
تم جن کو نمازیں کہتے ہو ہندو کیلئے پوجا ہے وہی
پھر لڑنے سے کیا حاصل ہے ذی فہم ہو تم نادان نہیں
جو بھائی پے دوڑے غرا کر وہ ہو سکتے انسان نہیں

کیا قتل و غارت خونریزی تعریف یہی ایمان کی ہے!
کیا آپس میں لڑ کر مرنا تعلیم یہی قرآن کی ہے؟
انصاف کرو تفسیر یہی کیا ویدوں کے فرمان کی ہے:
کیا سچ مچ یہ خونخواری ہی اعلیٰ خصلت انسان کی ہے؟
تم ایسے بُرے اعمال پہ اپنے کچھ تو خدا سے شرم کرو
پتھر جو بنا رکھا ہے سعید اس دل کو ذرا تو نرم کرو

لالچ کی سزا

خلیفہ ہارون رشید بہت نیک دل اور سخی بادشاہ تھا۔ اس کا معمول تھا کہ ہر روز رات کو بھیس بدل کر سارے شہر میں پھرتا۔ اور لوگوں کی مشکلات سنتا اور ان کے دور کرنے کی کوشش کرتا۔ ایک رات کو جب وہ اپنے وزیر کے ساتھ پھر رہا تھا اس نے ایک اندھے فقیر کو دیکھا جو ایک پل پر بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا۔ خلیفہ نے اسکو دو اشرفیاں دیں اور چلنے لگا مگر اندھے نے اس کا دامن پکڑ لیا اور بولا کہ بابا تو نے مجھ پر اتنا احسان کیا ہے۔ میں تیرا بہت شکر گزار ہوں مگر میری ایک بات مان لے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ تو میرے سر پر ایک دھول مار دے۔ یہ سُن کر بادشاہ بہت حیران ہوا اور اس کی وجہ پوچھی۔ اندھے نے کہا کہ میں نے بہت پاپ کیا ہے۔ اور یہ میری سزا ہے۔ بادشاہ نے انکار کیا مگر اس نے کہا کہ اگر تو مجھے نہیں مارے گا تو میں یہ اشرفیاں نہیں لوں گا۔ مجبور ہوکر بادشاہ نے اس کو مارا اور اپنے وزیر سے کہا کہ کل اس کو ہمارے دربار میں حاضر کرنا۔

اگلے دن وزیر اس کو لے کر دربار میں آیا۔ بادشاہ اس سے کہا کہ کل ہم نے تجھ کو خیرات دی تھی مگر تو نے ہم کو اس بات پر مجبور کیا کہ ہم تیرے دھول ماریں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ بچارا فقیر بہت ڈرا مگر وزیر نے اُس کو تسلی دی اور کہا کہ اگر تو سچ سچ بیان کردے گا تو تجھے کوئی سزا نہیں ملے گی آخر فقیر نے ہمت کرکے کہا کہ میرا نام بابا عبداللہ ہے میں بغداد کا رہنے والا ہوں جب میرے ماں باپ مرے تو میرے لئے اتنی دولت چھوڑ گئے جو مجھے عمر بھر کو کافی ہوتی۔ مگر میں نے اس کو برباد کردیا اور جب میں بالکل غریب ہو گیا تو میری آنکھیں کھلیں اور میں نے محنت کرنا شروع کردی۔ آخر کار میں نے کچھ پیسہ کمایا اور اسی سے اونٹ جمع کرلئے میں ان لوگوں کو کرایہ پر دیتا تھا اور اس طرح جو کچھ آمدنی ہوتی اس سے اپنا گزارا کرتا۔ ایک دفعہ میں اونٹ لئے جارہا تھا کہ راستہ میں مجھے ایک آدمی نظر پڑا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں بہت بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دو میرے پاس تھوڑی سی روٹی تھی وہ میں نے اس کو دے دی۔ کھاکر اس نے مجھ سے کہا کہ تو نے میرے ساتھ نیکی کی ہے میں بھی ساتھ احسان کروں گا اور تجھ کو ایک خزانے کا پتہ بتاؤں گا جہاں سونا چاندی ہیرے جواہرات سب بھرے پڑے ہیں۔ میں یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ اگر تم مجھے وہاں لیجاؤگے تو میں تمہیں ایک اونٹ دوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک اونٹ کے واسطے میں نہیں لے جاتا اگر تم مجھے آدھے اونٹ دو تو میں تمہیں وہاں لے چلوں گا۔ میں راضی ہوگیا پھر اس نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور تھوڑی دیر کے بعد کھولی تو میں نے دیکھا کہ میں ہیرے جواہرات کے ڈھیر میں کھڑا ہوں اور وہ آدمی میرے پاس کھڑا ہے میں بہت حیران ہوا اور جلدی جلدی سب دولت اونٹوں پر لادنی شروع کردی۔ اس آدمی نے ایک بکس کھولا اور اس میں سے ایک مرہم کی ڈبیا نکالی۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس کو آنکھ پر لگانے سے تمام دنیا کے خزانے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ میں اس سے وہ مانگ لوں مگر ہمت نہ پڑی اور چپ ہوکر پھر اپنے کام میں لگ گیا جب ہم نے سب اونٹ لادلئے تو پھر اس نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور مجھے خزانے سے باہر لے آیا۔ باہر آکر ہم نے آدھے آدھے اونٹ بانٹ لئے اور اپنی اپنی راہ چل دیئے۔ مجھے اتنے اونٹ دینے کا بہت افسوس تھا میں نے ارادہ کیا کہ چلو اس سے تھوڑے سے اونٹ مانگ کر دیکھوں۔ اگر مل جائیں تو کیا کہنا یہ سوچ کر میں نے اس کو آواز دی اور کہا کہ آپ تو خدا سے لو لگائے ہیں اتنے بہت سے اونٹوں کی رکھوالی نہیں کرسکیں گے اس لئے کچھ مجھے دیدیجئے۔ اس نے کہا کہ ہاں بات تو سچ کہتا ہے۔ اس میں سے دس اونٹ تو لے لے۔ میں نے دس اونٹ لے لئے۔ مگر پھر مجھے لالچ آئی اور میں نے سوچا کہ جب اسنے دس اونٹ اتنی آسانی سے دے دیئے تو اور بھی دے دے گا۔ اس لئے میں نے اس سے پھر یہی کہا اور دس اونٹ اور لے لئے اسی طرح میں نے اس سے سب اونٹ لے لئے۔ پھر سوچا کہ وہ ڈبیہ بھی لے لینی چاہئے چنانچہ میں نے اس کی بہت خوشامد کی آخر کار وہ ڈبیا دینے پر راضی ہوگیا مگر یہ کہا کہ اس کو بائیں آنکھ میں لگانا داہنی پر مت لگانا کیونکہ تم اندھے ہو جاؤگے۔ میں نے جلدی سے بائیں آنکھ پر تھوڑا سا مرہم لگا لیا اور مجھے اپنے چاروں طرف خزانے ہی خزانے نظر آنے لگے میں نے سوچا کہ دائیں آنکھ پر لگانے سے زیادہ اثر ہوگا چنانچہ باوجود اس کے منع کرنے کے دائیں آنکھ پر بھی مرہم لگا لیا۔ اب جو میں نے دیکھنا چاہا تو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ میں بہت گھبرایا۔ رویا۔ چلایا۔ مگر اس آدمی نے ایک نہ سنی اور سب اونٹ اور مرہم کی ڈبیا لے کر چلتا بنا۔ میں کئی دن تک بھوکا پیاسا وہاں پڑا رہا۔ آخر ایک آدمی ملا اس نے ترس کھاکر مجھے یہاں پہونچا دیا۔ اب میں بھیک مانگتا ہوں اور اپنے آپ کو اس لالچ کی سزا اس طرح دیتا ہوں کہ جو کوئی مجھ پر رحم کرتا ہے اس سے مار بھی کھاتا ہوں شاید خدا رحم کھاکر میرا گناہ معاف کرے۔

(باقی صفحہ پر دیکھئے)

بمبئی کا طوفان

ماہ نومبر میں بمبئی کو ایک بڑے طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ بھی ایسا طوفان جو بمبئی کی زندگی میں نہ کبھی آیا اور نہ آنے کی اُمید ہے کروڑوں روپیہ کے نقصان کے باوجود جو بمبئی کے شہریوں کو جس تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ بھی اپنی مثال خود ہی ہے۔ دو دن تک شہر دنیا سے بالکل الگ تھلگ بغیر بجلی اور آمدورفت کے گھرے اندھیرے میں ڈوبا رہا۔ مگر ایسے نازک وقت میں جب کہ نہ بجلی تھی نہ ٹیلیفون تھا اور سڑکیں گرے ہوئے درختوں سے رکی ہوئی تھیں بمبئی کے شہریوں نے جو امن قائم رکھا ہے وہ بھی کم اہمیت نہیں رکھتا۔ ہمارے راستے میں یہ ایک بجلی کی ہلکی سی روشنی ہے جس کے اُجالے میں ہم اپنا آنے والا وقت دیکھ سکتے ہیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم حیدرآباد کے حملے کے دن امن قائم رکھے، اور اس خوفناک طوفان میں امن قائم رکھ سکتے ہیں تو آگے ایسا کوئی وقت نہیں آسکتا جو ہمارے اس دوستی اور بھائی چارہ کے رشتہ کو توڑ سکے۔ بہت خون بہانے کے بعد اب ہم نے ٹھیک راستے کو سمجھ لیا ہے اور اب ہمیں اس راستے سے کوئی طاقت نہیں ہٹا سکتی۔ ہم اس موقع پر بمبئی کے شہریوں کو بغیر مبارک باد دیئے نہیں رہ سکتے۔

بچوں کی تعلیم

ڈاکٹر جارج گریٹن

برطانیہ میں اسکولوں کا نیا سال شروع ہوگیا ہے۔ اور تقریباً ۶۶ لاکھ بچے پرائمری اسکولوں میں داخل ہوئے ہیں آنے والے چند سالوں میں یہ تعداد اور بھی بڑھ جائیگی۔ اسکی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ۱۹۴۴ء کے ایجوکیشن ایکٹ کے تحت اسکول چھوڑنے کی عمر ایک سال بڑھادی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ بہت سی لڑکیاں اور لڑکے ایک سال اور اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں گے۔ دوسری جنگ کے دوران میں پیدائش بہت زیادہ تھی جو بچے ان دنوں پیدا ہوئے اب اسکول جانے کے قابل ہوگئے ہیں۔ پرائمری جماعتوں میں ۶ سال کی عمر کے بچوں کی تعداد کا ریکارڈ قائم ہوگیا ہے۔ اسکولوں میں بچوں کی تعداد کے بڑھنے سے یہ ضروری ہوگیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ٹیچروں کو تربیت دی جائے چھوٹے بچوں کے اسکولوں میں آجانے سے یہ بھی لازمی ہوگیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ استانیوں کو تربیت دی جائے اس سے پہلے عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ مردوں کو تربیت دی جاتی تھی اب ٹریننگ کالجوں میں ہر سال آٹھ ہزار استانیوں کی تربیت کا انتظام کیا گیا ہے۔ دوسری ضروری چیز اسکولوں کی عمارتیں ہیں۔ بہت سے اسکولوں کی عمارتیں پرانی ہیں۔ اور سچی تعلیمی معیار کے مطابق نہیں۔ جنگ کے دوران میں عمارتوں کو بہتر بنانے کے لئے کچھ نہ کیا جاسکا لیکن اب پرانی عمارتوں کو گرایا جارہا ہے اور ان کی جگہ نئی اور مضبوط عمارتیں بنائی جارہی ہیں۔ گذشتہ سال عمارتوں پر تقریباً ۳۶ کروڑ روپیہ خرچ کرنے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس سال اس سے بھی زیادہ خرچ ہوگا۔

تعلیم دینے کے نئے طریقے

برطانیہ میں اب پرائمری تعلیم کا یہ مقصد نہیں کہ بچوں کو صرف پڑھنا اور لکھنا ہی سکھایا جائے۔ پرائمری تعلیم اب اس منزل سے بہت آگے نکل گئی ہے۔ بچوں کو اب اپنے ملک اور دنیا کے حالات سمجھائے جائیں اور ان کو اچھے شہری بننے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ صنعتوں کے مطابق جن کو بڑے ہوکر کام کرنا ہے واقفیت بہم پہنچائی جاتی ہے۔ ٹیچر تعلیم دینے کے نئے نئے طریقے اختیار کررہے ہیں۔ تعلیم دینے میں فلموں کی مدد لی جاتی ہے اور نئی نئی تعلیمی فلمیں تیار کی جارہی ہیں۔

بچوں کی صحت

اس قسم کی تعلیم دینے کے علاوہ بچوں کی جسمانی اور ذہنی حالت کی طرف بھی پوری توجہ دی جاتی ہے۔ ڈاکٹر اور سول سرجن بچوں کا باقاعدہ طبی معائنہ کرتے ہیں۔ بچوں کو دوپہر کا کھانا اسکول میں دیا جاتا ہے۔ یہ سسٹم دوران جنگ کے شروع میں کیا گیا تھا اور آج تک جاری ہے نصف سے زیادہ برطانوی اسکولوں میں پڑھنے والے بچے اسکول میں دوپہر کا کھانا کھاتے ہیں۔

غریب طلبا کا خیال

برطانیہ کے تعلیمی حکام پوری کوشش کررہے ہیں کہ غریب طلبا کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی تمام سہولت بہم پہونچائی جائے۔ برطانیہ کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ بہت سے غریب بچوں نے اپنی غیر معمولی لیاقت اور محنت سے دنیا میں ایک اعلیٰ پوزیشن حاصل کی، حکومت برطانیہ اب چاہتی ہے کہ کوئی ہونہار بچہ اپنی غریبی کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم سے مایوس نہ ہو۔ (آجکل سے لیا)

روس کی خبر ہے کہ استالن گراڈ میں دم دار ستارہ دیکھا گیا۔ بتایا گیا ہے کہ دس سال بعد ایسا روشن ستارہ پھر دیکھا گیا۔

رہبر

ہماری خواہش ہے کہ تعلیم بالغان سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے سامنے اس قابل تعریف خدمت کا ذکر کریں جو پندرہ روزہ اخبار رہبر گذشتہ آٹھ سال سے مسز کلثوم سایانی کی ادارت میں انجام دے رہا ہے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں یہ اخبار ماہوار پرچہ کی صورت میں شروع کیا گیا تھا۔ بمبئی صوبہ میں تعلیم بالغان کی تحریک شروع کرتے ہی یہ بات محسوس کی گئی تھی کہ اس قسم کا تبلیغی پرچہ نکالے بغیر عام لوگوں کو تعلیم کی ضرورت سمجھانا مشکل ہے اس کے علاوہ اس پرچہ کے نکالنے کا مقصد پڑھے لکھے اور نیم پڑھے لکھے بالغوں کو مفید مضامین دینا بھی تھا جس کے بغیر اس تحریک کا زیادہ آگے بڑھنا مشکل تھا۔ چونکہ اس اخبار نے ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا اسی لئے یہ بہت جلد پسند کیا جانے لگا کہ اشاعت کے چند ہفتوں بعد ہی اسے پندرہ روزہ کردیا گیا اور اب یہ تین لکھائی اُردو۔ دیوناگری اور گجراتی میں چھپتا ہے اور اس طرح مختلف علاقوں کے کارکنوں کو ایک ملی جلی برادری میں شامل کرتا ہے۔ یہ اخبار بالغوں کے لئے کافی اچھی قسم کی مفید تعلیمی چیزیں ہندوستانی تاریخ تمدن جغرافیہ عام معلومات، دیہی سوالات اور خبریں وغیرہ شائع کرتا ہے۔ پھر یہ کہ مضامین اس قدر سادہ اور دلچسپ ڈھنگ سے پیش کئے جاتے ہیں کہ اسکول کے بچے اور بچیاں بھی اسے دلچسپی سے پڑھنے والی چیز سمجھتے ہیں۔ یہ بات کافی طور پر اس جواب سے ظاہر ہوتی ہے جو ان پانچسو۵۰۰ پرائمری اسکولوں سے ملے ہیں جنہیں اس پرچے کی کاپیاں مفت بھیجی جاتی ہیں۔ اس پرچے کو بمبئی سیٹی ایڈلٹ ایجوکیشن کمیٹی اور پراونشل بورڈ آف ایڈلٹ ایجوکیشن نیز حکومت بمبئی کی تائید اور سرپرستی بھی حاصل ہے۔

اب تک یہ کام مسز کلثوم سایانی نے خود اپنے شوق سے اور ایک حد تک اپنے خرچ سے بڑی محنت سے چلایا۔ حکومت بمبئی بطور اعتراف خدمات سالانہ پندرہ سو روپیہ کی امداد دیتی رہی لیکن ظاہر ہے کہ اخبار کو تین لکھائیوں میں نکالنے کے خرچ کو پورا کرنے کیلئے یہ رقم ناکافی ہے اور چونکہ اس اخبار نے آٹھ سال کی طویل خدمت سے اپنی ضرورت اور خوبی منوالی ہے اس لئے اب وہ وقت آگیا ہے کہ اسے ٹھوس بنیادوں پر کھڑا کردیا جائے۔ ہماری رائے میں کسی فرد سے خواہ وہ اس کام سے کتنی ہی محبت کیوں نہ کرتا ہو بغیر مدد اس بوجھ کو اٹھوانا مناسب بات نہیں ہے۔ ادارتی کام کے علاوہ ایسے کام کی جو قومی اہمیت رکھتا ہے مالی ذمہ داری بھی اس پر ڈال دینا ٹھیک نہیں۔ اس لئے ہم تمام آدمیوں سے اور ان لوگوں سے بھی جو صوبے اور ملک کی تعلیمی ترقی سے دلچسپی رکھتے ہیں اس اخبار کی مالی حالت کو مضبوط کرنے کے لئے فیاضانہ امداد کی اپیل کرتے ہیں۔ تاکہ یہ اپنا چھوٹا سا ذاتی پریس قائم کرسکے اور اپنے مفید ہونے کی شاخوں کو بڑھا سکے۔ اور اپنے سالانہ مالی کمی کو جو تقریباً ۴۰۰۰ چارہزار روپیہ ہے، پورا کرسکے۔

ہمارا مشورہ ہے کہ یہ مدد دو طریقوں سے کیا جائے یا تو اخبار کے لائف ممبر بنکر جو سو روپیہ کی رقم دیکر بنا جاسکتا ہے یا ایسے چند سالانہ چندے دئے جائیں جن سے یہ اخبار اسکول یا تعلیم بالغان کے مرکزوں کو مفت بھیجا جاسکے یہ چندے اور عطیہ نیچے کے پتہ پر بھیجے جائیں۔

مسز کلثوم سایانی۔ روپا ویلا، کھمبالاہل بمبئی ۲۶

ہمیں یقین ہے کہ اس اپیل کا تمام حضرات جو تعلیم اور سماجی فلاح کے کاموں سے دلچسپی رکھتے ہیں ہمدردانہ جواب دیں گے۔ ہم ہم یہ مشورہ بھی دیں گے کہ صوبوں اور مرکز کی تعلیمی وزارتیں بھی ایک سالانہ رقم بھی اسکولوں کے مدرسین سے اس اخبار کی مفت تقسیم کے لئے دیکر اس کی ہمت افزائی کریں گے۔ کیونکہ یہ اخبار تین لکھائی اصلاح اور مضامین کے لحاظ سے صرف صوبائی نہیں ہے۔

امرت کور۔ بی جی کھیر۔ کاکا کالیلکر۔ کے۔جی۔ مشرو والا۔ ذاکر حسین۔ گلزاری لال نندا۔ کے جی سیدین۔ پیسرین کیپٹن۔ آر چوکب سی۔ صیف الیف۔ جی طیب جی۔

بقیہ اپنی باتیں

اور کاغذوں میں ہی نہیں بلکہ عملاً بھی چھوا چھوت کے خلاف رہی اور یہی سبب ہے کہ لوگوں میں انسانیت کی خدمت کا جوش بڑھتا گیا۔

آج ملک میں ہماری حکومت ہے ملک کا نیا آئین بن رہا ہے اور اس نئے آئین کے وقت اس مسئلہ کو دھیان رکھنا بہت ضروری تھا۔ ہمیں خوشی ہے کہ نیا آئین بنانے والی اسمبلی نے چھوا چھوت کو ایک قانونی جرم قرار دیدیا ہے۔ اس موقع پر ہند سرکار کو مبارک باد دیتے ہیں۔ آج گاندھی جی کی زندگی بھر کی محنت وصول ہوگئی کاش وہ آج ہمارے بیچ میں ہوتے۔

ہم ہند کے سب لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ چھوا چھوت انسانیت کی ترقی کے راستے کا روڑا ہے اور ہم اسے قانون کے ڈر سے نہیں بلکہ اسکی برائیوں اور برے نتیجوں کو سمجھ کر اسے اپنے دلوں سے نکال دیں۔

بقیہ لالچ کی سزا

خلیفہ نے یہ سُن کر کہا کہ اگرچہ تم گناہ گار ہو مگر پھر بھی خدا بہت رحیم ہے اور وہ تمہارے گناہ ضرور معاف کردے گا۔ تم توبہ کرو کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کروگے۔ پھر خلیفہ نے اس کو بہت سے روپئے دئے تاکہ وہ بھیک مانگنا چھوڑ کر خدا کی عبادت کرے۔

خبریں

علی گڈھ کی خبر ہے کہ یونیورسٹی کورٹ کے جلسے میں ڈاکٹر ذاکر حسین پرنسپل جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کو علی گڈھ یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کرلیا۔ جلسے میں ۶۵ ممبر شریک ہوئے تھے سب کی ایک رائے تھی کہ ڈاکٹر صاحب ہی اس عہدہ کے لائق ہیں۔

حال کی خبر ہے کہ راشٹریہ سیوک سنگھ نے ہند ہر صوبہ میں قانون کے خلاف ستیہ گرہ شروع کردی تھی اس پر ہر صوبہ میں ہزاروں سنگھی گرفتار کیے گئے۔ یہ جماعت خلاف قانون قرار دی جاچکی تھی۔ حکومت ہند نے پورا ارادہ کرلیا ہے کہ ہر وہ جماعت جو ملک میں فرقہ پرستی اور نفرت پھیلائے اسے سختی سے مٹادیا جائے گا۔ کیونکہ یہ حکومت ہند کے ہر باشندہ کی ہے۔ یہاں پر دوئی برداشت نہ کی جائے گی۔

نوٹ:۔ رہبر کے پڑھنے والوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ لائف ممبر (زندگی بھر) کے بنیں جس کی فیس سو روپے ہیں اور جن کا چندہ ختم ہوگیا ہے مہربانی کرکے جلد روانہ کردیں خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھدیا کریں۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رو پا دیلا کھبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ رہبر اخبار اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔ اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی نمبر ۳ میں چھپتا ہے۔

REGD. NO. 4532
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۴۱
قیمت فی پرچہ دو آنہ

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

... کا پندرہ روزہ اخبار

چندہ سالانہ تین روپے

رہبر

ایڈیٹر
مسز کلثوم سیانی
مہاپاولیا کمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶

جلد ۹ — ۱۵ فروری سنہ ۱۹۴۹ء — نمبر ۱۵

ایک بات

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نئی باتیں

... جنوری کو مہاتما گاندھی جی کے گذرنے کو ایک سال پورا ہوا تھا اس دن نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں ان کی یاد میں جلسے ہوئے جلوس نکلے اور پرارتھنائیں ہوئیں۔

بمبئی شہر میں چوپاٹی پر ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس کا مقصد گاندھی جی کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے کا پکا ارادہ کرنا تھا۔ ایسا ہی ایک اور جلسہ جوہو کے ریت پر ہوا جہاں بمبئی کے گورنر راجہ مہاراج سنگھ نے صدارت کی اسی جلسہ میں بمبئی کے چیف منسٹر شری بی جی کھیر نے گاندھی جی کی ایک مورتی پیش کرتے ہوئے لوگوں سے عرض کی کہ وہ دارو پینا اور دوسری بری عادتوں کو چھوڑ دیں۔

صبح کو بہت سے بھجن اور پربھات پھیریاں ہوئیں اور شام کو دو جلوس نکلے اس کے علاوہ گاندھی جی کے تعمیری پروگراموں پر عمل کرنے والی جماعتوں نے اپنے خاص حلقوں میں پرارتھنائیں کیں۔ جیسے کہ ہندوستانی پرچار سبھا۔ گاندھی سیوا سینا وغیرہ۔ ان کا کام دیکھنے میں چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں سبھا اور سیوا سینا ہی کا کام بہت ہے کیونکہ گاندھی جی کی زندگی بھر کا اصول یہ تھا کہ وہ جو کچھ کہتے تھے اس پر عمل کر کے دکھا دیتے تھے۔ جیسے کہ چرخہ کاتنا۔ کھدر پہننا۔ صفائی کرنا۔ سچائی اور اہنسا پر عمل کرنا۔ ان سب باتوں پر آپ نے عمل کر کے بتا دیا۔ دوسروں کو عمل کرنے کے لئے کہا۔ ان کے دل میں تمام انسانوں کی محبت اور سب مذہبوں کی عزت تھی جن کا ثبوت ان کی پرارتھناؤں کا جلسہ تھیں۔

گاندھی جی کے مرنے کے بعد اپنی ریڈیائی تقریر میں ... نائیڈو نے کہا تھا کہ ہم ہی گاندھی جی کے وارث ہیں ہم کو دنیا بھر میں گاندھی جی کا پیغام پہنچانا ہوگا۔ ضروری بات ہے کہ اس کام کو پورا کرنے کے لئے ہندوستان کو اپنی حالت بدلنی ہوگی مکر و فریب جھوٹ اور چور بازاری ختم کرنا ہوگا۔

اگر ہر ایک انسان خود کو ٹھیک کر کے سنبھلنے کی کوشش کرے تو بہت جلد قوم سنبھل سکتی ہے۔

دہلی میں راج گھاٹ پر جہاں پر گاندھی جی کی لاش کو جلایا گیا تھا ایک لاکھ سے اوپر لوگ جمع ہوئے اور پرارتھنا کی۔ اس جلسہ میں پنڈت نہرو مولانا آزاد شری گاڈگل شری نیوگی اور شری دیوداس گاندھی بھی موجود تھے۔ احمدآباد۔ رام کوٹ۔ لکھنؤ۔ مدراس اور واردھا میں بھی بڑے بڑے جلسے ہوئے۔ ناگپور میں بچوں کا ایک جلوس بھی نکلا۔ لندن میں بھی ہندوستانیوں کے ایک جلسے میں ہائی کمشنر مسٹر کرشنا مینن نے کہا کہ گاندھی جی کی یاد مناتے وقت ہم کو ان کے اصولوں کو نہ بھلانا چاہیے۔

خبریں

ڈھاکہ کی خبر ہے کہ میگھنہ دریا میں زبردست سیلاب آگیا ہے جس کی وجہ سے شہر نواکھالی کی کئی بڑی جگہ ڈوب گئی ہیں جامع مسجد (پوری) پانی کے اندر ہوگئی ہے۔ کورٹ کی عمارت تو آدھی سے زیادہ ڈوب گئی ہے۔
میگھنہ دریا میں گنگا اور برہم پتر دو دریا ملتے ہیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ حکومت بمبئی اپریل سے پٹرول کی راشننگ ختم کردیگی۔ موٹر والوں کو جتنا پٹرول چاہا کرے گا خریدیں گے۔ راشن اٹھانے کی وجہ یہ ہے۔ چونکہ کشمیر کی جنگ ختم ہوگئی دوسرے پٹرول کی آمد زیادہ ہوگئی اسی طرح مدراس صوبہ میں بھی راشننگ ختم کرنے کے لئے وہاں کی حکومت

صوبہ سرحد کے کوہستانی علاقہ میں کوئلہ کی کئی کانیں معلوم کی گئی ہیں یہ کانیں بہت ہی عمدہ قسم کی بتائی جاتی ہیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ کپڑے کا راشن ۲۰ گز کے بجائے کچھ دن بعد [illegible] کردیا جائے گا۔ حکومت بمبئی کو زیادہ کپڑا ملنے کی امید رہی ہے، اتنے ہی زیادہ کردیا جائے گا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ وزیر سپلائی کا کہنا ہے کہ بمبئی کے اناج کا کوٹہ جتنا ملنا چاہئے تھا اس میں قریب ۵ لاکھ ٹن کم ملے گا۔ اگر پورا غلہ نہ ملا تو بمبئی والوں کو بھوکا رہنا ہوگا۔ ہم مرکزی حکومت سے پورا غلہ ملنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

راجکوٹ کی خبر ہے کہ صوبہ بمبئی میں ریاست بڑودہ اور ریاست کولہاپور ملادی جائے گی۔ کچھ دنوں بعد گجرات اور پورے کاٹھیاواڑ کی کل ریاستوں کو بھی ملا دیا جائے گا۔ جب ان تمام ریاستوں کو ملاکر بمبئی کا پورا صوبہ تیار ہوجائے گا تو انتظام کی آسانی کے لئے صوبہ کے دو حصہ کردئے جائیں گے ایک حصہ کا صدر مقام بڑودہ۔ دوسرے حصہ کا صدر مقام پونہ ہوگا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ میمن بیوپاریوں کی دو جماعتوں نے گاندھی فنڈ میں اکتالیس (۴۱) ہزار روپیہ کا چیک مسٹر بی جی کھیر کے حوالے کردیا اس پر وزیر صاحب نے ان جماعتوں کا شکریہ ادا کیا۔

واشنگٹن کی خبر ہے کہ روس کے صدر اسٹالن اور امریکہ کے صدر ٹرومین دونوں آپس میں ملنے کو تیار ہوگئے ہیں تاکہ پھر دنیا میں امن اور شانتی کی رائے قائم کی جائے۔ جنگ اور فساد ہمیشہ کے لئے بند کیا جائے مگر ابھی ملنے کی جگہ طے نہیں ہوئی کہ کس جگہ ملاقات ہوگی۔

باریسل بنگال کی خبر ہے کہ پاکستان کی مجلس دستور ساز کے صدر مسٹر تمیزالدین خاں نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان مسلم۔ ہندو دونوں کیلئے برابر ہے۔ ہندوؤں کو اپنے دل سے شک اور خوف دور کردینا چاہئے پاکستان میں جو حقوق مسلمانوں کے ہیں وہی ہندوؤں کے ہیں۔ بہت جلد کشمیر کا معاملہ طے ہوجائیگا اور ہند اور پاکستان میں پوری دوستی ہوجائیگی۔ ہندو مسلم دونوں کو ملکر پاکستان کی ترقی میں حصہ لینا چاہئے۔

کلکتہ کی خبر ہے کہ سائنسداں لوگ ہندوستان کی آخری سائنس کی تاریخ لکھ رہے ہیں۔ مسٹر بہاری لال اس تاریخ کیلئے پورا سامان جمع کر رہے ہیں۔ آپ نے امریکہ میں دو مرتبہ اسی خدمت کے بدلے انعام پایا ہے۔

کلکتہ کی خبر ہے کہ سبھاش کے بھائی سرت چندر بوس نے کہا کہ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ نیتاجی زندہ ہیں۔ مناسب وقت پر وہ ظاہر ہونگے اور اپنے کام کو پورا کریں گے اب انکی تلاش کرنا بیکار ہے۔

سونسا گاؤں

شہر میں رہنے والوں کی عادت ہے کہ وہ امن اور ایکا کی بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں۔ سچا امن تو صرف گاؤں اور دیہاتوں ہی میں مل سکتا ہے۔

گوالیار کے قریب سونسا نام کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اس گاؤں میں زیادہ تر ہندو بستے ہیں۔ یہاں ایک مدرسہ اور دو کنوئیں کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو کہ ایک معمولی گاؤں میں نہ ہو۔ اس گاؤں کو دیکھنے کے لئے ایک بار گوالیار کے سندھیا اسکول کے لڑکے گئے تھے۔ مجھے بھی اس گاؤں میں جانے کا موقع ملا تھا۔

ہم لوگوں نے وہاں کے بچوں کے ساتھ کھیل کھیلیں اور جس طرح پرانے دوست آپس میں باتیں کرتے ہیں اسی طرح ہم لوگوں نے ان سے باتیں کیں۔ جب شام ہوئی تو انہوں نے ہم لوگوں کو اپنے مندر میں بھجن گانے کے لئے بلایا۔ اُس چھوٹے سے مندر میں پورے گاؤں کے لوگ نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ہم لوگوں کو اور وہاں کے بچوں کو اندر بٹھایا اور باقی کے لوگ مندر کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ بہت سے بھجن ہوئے اور ہمارے استاد نے جو ہمارے ساتھ آئے تھے۔ تقریر بھی کی۔ ہم نے دیکھا کہ وہاں کے مسلمان بھی اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر بھجن گا رہے تھے۔ ہمیں یہ میل اور ایکا دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ بھجن کے بعد ہم لوگوں نے وہاں کے پنچ کو۔ جس کا نام رگھووت سنگھ تھا۔ مبارک باد دی اور کہا کہ ایسا میل اگر پورے ہندوستان میں ہوجائے تو کتنا اچھا ہوگا۔

پنچ رگھووت سنگھ جی ہنس پڑے اور کہنے لگے۔ ارے تو کیا آپ لوگ ہماری مشہور کہانی نہیں جانتے؟ بھائی محمد خاں ان بچوں کو بھی وہ کہانی آپ سنا دیجئے۔

محمد خاں وہاں کے سب سے بزرگ مسلمان تھے۔ انہوں نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا، مسکرائے اور پھر ایک کہانی سنائی۔ جو میں نیچے پیش کرتا ہوں۔

جن دنوں گوالیار میں راشٹریہ سیوک سنگھ اور ہندو مہاسبھا کے لوگ ہلّا مچا رہے تھے اور لوگوں کو ناحق قتل کر رہے تھے۔ اُس وقت قریب چالیس آدمی ہتھیار لے کر سونسا گاؤں کی طرف بھی آئے۔ جب گاؤں والوں نے ان کو آتے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ اُن کے مسلمان بھائیوں کو جلد سے جلد چھپا نہ دیا گیا تو ان کی جان نہ بچے گی۔ پنچ رگھووت سنگھ جی نے جھٹ پٹ سب مسلمانوں کو بلوا کر گاؤں کے بیچ میں لے گئے اور جھونپڑوں میں چھپا دیا۔

جب بدمعاشوں کی ٹولی وہاں پہنچی تو ان کے سردار نے رگھووت سنگھ سے کہا: "تمہارے یہاں جتنے بھی مسلمان ہیں انہیں میرے حوالے کردو نہیں تو ہم پورے گاؤں کو جلا دیں گے۔"

پنچ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا "ہمارے یہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں رہا ہے سب بھاگ گئے ہیں۔"

بدمعاشوں کو شک ہوا۔ انہوں نے سوچا اگر ہم جھونپڑوں میں ڈھونڈنے کے لئے جائیں تو ہم لوگوں کی جانیں خطرے میں ہوں گی۔ نہ معلوم اس گاؤں میں کتنے لوگ ہیں۔ پھر بدمعاشوں کے سردار کو ایک ترکیب سوجھی۔ اُس کے پاس شیشی تھی جس میں پوتر گنگا ندی کا پانی تھا۔ اُس نے وہ شیشی نکالی اور کہا "اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو یہ گنگا جل کو اپنے ماتھے اور آنکھوں پر چھڑک کر قسم کھاؤ کہ تمہارے گاؤں میں ایک بھی مسلمان نہیں ہے۔"

اب پنچ صاحب گھبرائے۔ اُن کو اپنا دھرم پیارا تھا۔ جیسی پوتر چیز اپنے ماتھے پر چھڑک کر جھوٹی قسم کھانا تو بہت بڑا پاپ تھا۔ لیکن انہیں اپنے مسلمان بھائیوں سے بھی محبت تھی۔ انہوں نے سردار سے کہا "اچھا آپ لوگ تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جائیے۔ میں ایک بار اور تلاش کر کے بتلاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر پنچ جی نے تھوڑی دور جاکر گاؤں کے سات سب سے بزرگ ہندوؤں کو ایک پیڑ کے پیچھے جمع کیا۔ اور ان کو ساری بات بتائی اور پوچھا "کیا ہم لوگ گنگا جل ماتھے پر لگا کر جھوٹی قسم کھالیں کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں ہیں؟"

(باقی صفحہ ۵ پر)

جاپان کی کھیتی باڑی میں ترقی

جاپان سبز منڈی اور نئی نئی چیزوں کے بنانے میں تو ہوشیار تھا ہی مگر ایشیا کے اور ملکوں سے کھیتی باڑی کی ترقی میں بھی بڑھ گیا بلکہ امریکہ جیسے ترقی والے ملک سے بھی بعض باتوں سے آگے نکل گیا۔ جاپان نے کھیتی باڑی کے جو نئے طریقے نکال کر اپنی زمینیں پیداوار میں جو اچھی ترقی کی ہے اس کا تھوڑا سا حال ہم لکھتے ہیں تاکہ ہندوستان کے کسان کچھ سبق سیکھیں جب جاپان نے کھیتی باڑی میں ترقی دینے والی کمیٹی بنائی ہے جو ہر ایسی چیز کی تلاش میں ہے جو کھیتی کو زیادہ فائدہ مند ہو۔ کھیتی کے بڑھنے اصول یہ ہیں (۱) اچھی زمین کی تلاش (۲) اچھے اور عمدہ کھاد کی تیاری (۳) بہتر سے بہتر بونے کے لئے بیجوں کا تیار کرنا (۴) پانی کا ایسا انتظام کرنا جس سے کھیتی باڑی کو پوری طرح پانی (۵) کھیتی باڑی کو نقصان پہنچانے والی بیماریوں اور کیڑوں سے بچانے کے طریقے سوچنا۔ یہ سب کام کھیتی باڑی کی کمیٹی نے بڑی حد تک پورے کرکے جاپان کے کسانوں کو بڑی سے بڑی مدد پہنچائی ہے جس کی وجہ سے پیداوار بہت زیادہ نمایاں ترقی ہوگئی ہے۔ اور ہوتی جارہی ہے۔ کسانوں کو اچھا بیج اور کھاد حکومت کی طرف سے دیا جاتا ہے۔ کھیتی باڑی کے اوزار حکومت ہی دیتی ہے۔ کمیٹی اور حکومت [illegible] طرح طرح کی سہولتیں دیتی ہے۔ کسانوں کا حوصلہ بڑھتا جاتا ہے اور وہ پیداوار میں ترقی کرتے جارہے ہیں۔ ۱۹۳۰ء سے لیکر ۱۹۴۵ء تک کی پیداواری زمین کا حساب ہم دیتے ہیں۔

دوسری جنگ عظیم سے پہلے جاپان اپنی [illegible] کروڑ بیس لاکھ آبادی کے لئے تیس لاکھ ٹن خوراک باہر ملکوں سے منگایا کرتا تھا۔ یہ اناج منچوریا۔ کوریا۔ اور فارموسا سے منگایا جاتا تھا۔ یہ تینوں جگہیں جاپان کے قبضہ سے نکل گئیں۔ اس کے علاوہ چالیس لاکھ جاپانی باہر سے اپنے ملک میں آگئے اس کی وجہ سے اب جاپان والوں کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے [illegible] طرح کی کوششیں کرنی پڑ رہی ہیں۔ کھیتی کے [illegible] جاپان والے دو طرح کا کھاد تیار کرتے ہیں۔ ایک دیہاتی کھاد کہلاتا ہے جو جانوروں کے پیشاب گوبر اور سڑی گلی چیزوں سے بنتا ہے۔ دوسرا کیمیائی کھاد جو دھاتوں کے سڑے گلے بورادہ وغیرہ سے تیار کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ان دونوں قسم کے کھاد سے ملاکر ملا ہوا کھاد تیار کیا جاتا ہے۔ ان کھادوں میں تین چیزیں ہونا ضروری ہیں۔ نائٹروجن۔ فاسفورس پوٹاشیم۔ ان تمام ترکیبوں سے ۴۰ فی صدی غلہ میں زیادتی ہوگئی ہے۔ بنجر زمین کے لئے مشینوں سے کام لے کر پیداوار کی زمین تیار کی جاتی ہے فصلوں میں کیڑا پیدا ہوکر درختوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ان کے مارنے اور پیدا نہ ہونے کے لئے طرح طرح کے مسالے تیار کئے جارہے ہیں جاپان باوجود تمام ترقیوں کے کچے سامان کا محتاج ہے ہندوستان اگر کچا سامان دے اور اس کے بدلے میں کھیتی باڑی کرنے کی مشنری جاپان سے لے تو دونوں ایشیائی ملک ترقی میں شامل ہوسکتے ہیں۔ حکومت اور جاپان میں میل جول کی ابھی صورت پیدا ہونی [illegible] رہی ہے۔ ہند کے سائنسدانوں اور کسانوں کو مل کر پیداوار بڑھانے کے لئے ایک دوسرے کا پورا پورا ساتھ دینا چاہئے [illegible] ہندوستان باہر ملکوں سے ہر [illegible] منگا رہا ہے [illegible] میں ہر چیز اپنی فردوسی زندگی کی [illegible] سکتی ہے [illegible] ہر چیز کا باقاعدہ ہوجائے اگر ہر شخص ہند کا [illegible] پیداوار بڑھانے خاص کر غلہ اگانے کا ارادہ پختہ کرلے تو چند [illegible] میں ہندوستان کھانے اور کپڑے کا محتاج دوسرے ملکوں کا نہ رہے گا۔ آج حکومت ہند کے وزیر خوراک نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ ہمیں سب سے پہلے اناج کا انتظام کرنا چاہئے اس لئے اس پر سب سے زیادہ روپیہ خرچ کرنا چاہئے [illegible] میں انسانوں کی پیداوار میں زیادتی ہورہی ہے اور غلہ کم ہوتا جارہا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کام پر پوری توجہ نہیں کی گئی۔ انسان کی تندرستی اور زندگی کا دارومدار غذا اور [illegible] ہے۔ آج ہند کے بسنے والے اپنے سچے رہبر اور [illegible] کی دو باتوں پر عمل کرنے لگے ایک چرخہ کاتنا دوسرے اناج پیدا کرنا ہر شخص اپنا پہلا فرض سمجھ کر کرتا تو آج یہ پریشانی نہ ہوتی۔ اب بھی اس کام کو جلد کریں تو بہتر ہوگا۔

بقیہ بغداد کا حجام

اور پہلے خود حجامت بنوانے بیٹھ گیا۔ جب علی اس کی حجامت بنا چکا تو کہا لو اپنے ساتھی کو بھی بلاؤ۔ اس کی حجامت بھی بنادوں۔ لکڑہارے نے کہا بہت خوب! یہ کہہ کر وہ باہر گیا گدھے کا کان پکڑ کر لے آیا اور کہا لیجئے یہ میرا ساتھی ہے۔ اس کی حجامت بھی بنائیے۔

علی یہ سن کر بہت طیش میں آیا۔ اور کہا کیا یہ بے عزتی میرے لئے کچھ کم ہے کہ ایک لکڑہارے کی حجامت بنائی۔ اب تو چاہتا ہے کہ گدھے کو بھی مونڈوں۔ چل دور ہو جا میں اجرت بھی اپنی چھوڑتا ہوں سمجھوں گا کہ ایک حجامت مفت ہی بنادی

لکڑہارے نے کہا اس کے کیا معنی؟ جب میرا تمہارا معاہدہ ہوچکا ہے اور اجرت قرار پاچکی ہے تو میرے ساتھی کی حجامت بنانے میں تمہیں کیا تامل ہے!

اس حیص بیص میں بہت سے تماشائی اور راہگیر جمع ہوگئے۔ لکڑہارا بے چارہ اجنبی تھا اور لوگ اصل حقیقت سے واقف بھی نہ تھے۔ سب نے اسی کو قائل کیا۔

لکڑہارا اپنا گدھا لے کر خلیفہ کے دربار میں جا موجود ہوا۔ خلیفہ لکڑہارے کی صورت دیکھتے ہی بات کی تہ کو پہنچ گئے۔ (باقی پھر)

بقیہ سونا گاؤں

سب چپ ہوگئے اور سوچنے لگے۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے کہا "رگھوت سنگھ بھلا اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے سے بڑھ کر کونسا دھرم ہے؟ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ محمد خان اور ان کے دوستوں کو تکلیف پہنچائی جائے"

رگھوبت سنگھ بولے۔ تو کیا آپ سب قسم کھانے کے لئے تیار ہیں؟ سب نے کہا ضرور بیشک تیار ہیں۔ سب کے سب سردار کے پاس گئے اور ایک کے بعد ایک سب نے گنگا جل اپنی آنکھوں اور ماتھے پر لگاکر قسم کھائی۔ بدمعاشوں کا سردار اب کیا کرسکتا تھا۔ اس نے اپنے لوگوں کو [illegible] کیا اور وہاں سے چل دیا۔

جب یہ لوگ دور چلے گئے تو محمد خان جھونپڑے سے باہر آئے اور رگھوبت سنگھ کے گلے ملے۔ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔

(ایپن سایانی)

بڑی عمر کا ریکارڈ

گنگا سنگہ نامی ایک شخص جوکہ اپنی عمر ۱۱۲ سال بتاتا ہے۔ کہتا ہے کہ اس کی والدہ جس کی عمر ۱۶۰ سال کی ہے۔ اب بھی نیپال میں زندہ ہیں۔ وہ اپنے دادا، دادی کے مرنے کو مانتا ہے۔ یہ شخص اس وقت آسٹریلیا میں ۔ جینڈ ٹیکو کے مقام پر رہتا ہے اس کا بیان ہے کہ اس کے دادا کی موت ۱۹۲ سال کی عمر میں اور [illegible] کی موت ۱۸۷ سال کی عمر میں ہوئی۔

ہندوستانی غدر دیکھا ہوا شخص کہتا ہے کہ اس کی شادی آٹھ مرتبہ ہوئی اور وہ اپنی اولاد کی اولاد کی تعداد بھول گیا ہے۔ اسے صرف اپنے ۱۹۳ پوتے پوتیاں یاد ہیں۔ اس کا بڑا [illegible] ۹۷ سال کا تھا اور ہندوستان میں رہتا تھا۔ اس کا سب سے چھوٹا بیٹا اس کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

میاؤں میاؤں کرنے والا کتا

پچھلے سال اگست میں لندن میں نہ بھونکنے والے کتوں کی نمائش [illegible] کی گئی تھی۔ یہ کتے کونگو سے لائے گئے تھے۔ ان میں بلی [illegible] کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ اور وہ بلی ہی کی طرح میاؤں میاؤں بھی کرتے ہیں۔ اور پنجوں کو چاٹتے ہیں۔ یہ کتے "بسنجی" کہلاتے ہیں۔ یہ نہ بھونکنے والے کتے لندن میں ہر دل عزیز ہوتے جا رہے ہیں۔ کونگو میں انھیں شکار کے لئے کام میں لایا جاتا ہے۔

اندھی لڑکی کے لئے روشن آنکھیں

ڈیلی میل کا بیان ہے کہ آپریشنوں سے نکا شائر کی ایک لڑکی کی آنکھیں دوبارہ روشن ہوگئیں۔ یہ لڑکی تقریبا ایک سال سے بالکل اندھی تھی لیکن اب اس کی آنکھیں بالکل درست ہیں۔ دو آدمیوں کی آنکھوں کے کنارے لیکر اس کی اندھی آنکھوں پر لگا دے گئے۔ ان دونوں آدمیوں کی ایک ایک آنکھ نہ تھی۔ یہ آپریشن مانچسٹر کے رائل اسپتال میں کیا گیا اور سو فیصدی کامیاب [illegible]۔ اب وہ لڑکی باریک سے باریک چھپائی کو پڑھ سکتی ہے۔ باقاعدہ سینما دیکھنے جاتی ہے۔ بغیر چشمہ کی مدد کے سی سکتی ہے۔

دنیا کی عمر

[illegible] کتاب میں، دنیا کی عمر۔ اس کے رو سے ایک ارب ۹۷ کروڑ ۲۹ لاکھ سال ہوئی ہے۔ [illegible] دنیا کی عمر ایک ارب سال بتلاتے ہیں۔

گاندھی جی کی یاد میں

تمہارے ہجر میں ہوں سوگوار اے باپو
ترپ رہا ہے دل بیقرار اے باپو

تمہارے حادثۂ مرگ ناگہانی پر
ہے ساری قلب میں شورو پکار اے باپو

ہر ایک قلب حزیں آپکی جدائی پر
ہے دردو غم سے بہت بیقرار اے باپو

خدا کیواسطے آکر تسلی دے جاؤ
کہ رو رہا ہے ہر اک زار زار اے باپو

وطن میں جتنے بلکتوں کے آنسو پونچھے تھے
تم ہی ہو قوم کے وہ غمگسار اے باپو

فلاح قوم کی خاطر گنوائی جاں تم نے
وطن کے دوش پہ ہے اس کا بار اے باپو

وطن کو قید سے آزاد کر دیا تم نے
ہے تم پہ قوم و وطن سب نثار اے باپو

تمہیں نصیب ہو ممتاز کی دعا یہ ہے
جوار رحمت پروردگار اے باپو

(ممتاز جلپوری)

رہتی دنیا تک نہ بھولے گا زمانہ تیری یاد
شانتی کے دیوتا باپو شہید اتحاد

مرتے دم تک تھا یہی تیرا اصول زندگی
ہندو مسلم رہیں مل کر وطن میں شاد شاد

لوٹ آ باپو اہنسا کے پجاری لوٹ آ
کیوں گیا دنیا کو تو کہکر پیام خیر باد

تیری خاطر ہے پریشاں حال جنتا ہند کی
دے انھیں آکر سکون قلب کا آشیرواد

وہ تو آسکتے نہیں لیکن ہمارا فرض ہے
ایک ہو کر کہہ اٹھیں جے ہند گاندھی زندہ باد

(رشید بھساولی)

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سابانی روپا دیلا کمبالا روڈ بمبئی ۲۶ ۔ اردو ہندی گجراتی تینوں لکھائی میں رہبر اخبار شائع ہوتا ہے
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳ میں چھپتا ہے

گاندھی جی کی برسی کے دن راجہ جی کی تقریر

نئی دہلی ۳۰ر جنوری۔ شام کو گاندھی جی کی پہلی برسی کے موقع پر گورنمنٹ ہاؤس میں پرارتھنا ہوئی جس میں تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کے گورنر جنرل شری راجگوپال اچاری نے فرمایا کہ حکومت آج بہت مضبوط ہے اور دنیا میں بڑی عزت رکھتی ہے لیکن اگر ہم نے اپنے گھریلو معاملات کو ٹھیک نہ کیا تو پھر یہ عزت جاتی رہیگی۔

ہزایکسیلنسی نے کہا کہ بارہ مہینے ہوئے جبکہ گاندھی جی ہم سے جدا ہوئے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے ہم کو بتایا ہے کہ ہم کو پہلے مہینے کے بعد رونا دھونا ختم کردینا چاہئے۔ لہٰذا جب ہم ہر سال ان کی یاد کے لئے جمع ہوں تو ہم کو رونا نہ چاہئے بلکہ اُسے ایک ایسی یادگار بنا دینا چاہئے جو ہماری روح پر اثر کرے اور ہم کو طاقت پہنچائے۔

اپنی زندگی میں گاندھی جی روزانہ خدا سے یہ دعا کرتے تھے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کریں۔ ہم تمام مرد عورتیں، اور بچے اس دنیا میں اسلئے پیدا ہوئے ہیں کہ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ صرف احمق لوگ ہی ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں۔ گاندھی جی اپنی زندگی کے آخری وقت تک اسی کی تعلیم دیتے رہے۔

خبریں

بمبئی ۱۰ر فروری کی خبر ہے کہ دلائل روڈ پر روئی کے پانچ گودام جل گئے۔ ان میں آدھا درجن بیوپاریوں کا مال تھا۔ آگ پر بڑی مشکل سے قابو پایا گیا۔

حیدرآباد کی خبر ہے کہ اب تک دولاکھ اسّی ہزار ہتھیار نکالے گئے ہیں اور دس ہزار سے زیادہ رضاکار گرفتار کئے گئے جو بمبئی اور حیدرآباد میں نظر بند ہیں۔ ان میں سے بہتوں کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

ترکی کی خبر ہے کہ کمال پاشا نے قانونی طور پر مذہبی تعلیم مدرسوں سے بند کردی تھی۔ اب عصمت انونو صدر ترکستان نے پھر سے جاری کرنے کا حکم دیدیا ہے۔

چھوٹی بڑی ہر قسم کی مذہبی تعلیم دی جائے گی۔ مذہبی غلط تعلیم کو اب بھی روکا جائے گا۔

امریکہ کی خبر ہے کہ اٹیم بم کمیشن نے ظاہر کیا ہے کہ حکومت امریکہ کے پاس اب ایسے اٹیم بم تیار ہیں جو جاپان میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے گئے تھے ان سے کئی گنی طاقت رکھتے ہیں اور بربادی میں کہیں زیادہ ثابت ہوں گے۔

دہلی کی خبر ہے کہ اگر چین پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہو گیا تو امریکہ اور برطانیہ اس حکومت کو تسلیم نہ کریں گے۔ اور ہندوستان چین کی جگہ ممبر بنا لیا جائے گا اسی وقت ہندوستان پانچ بڑی طاقتوں میں سے ایک ہوگا۔

کلکتہ کی خبر ہے کہ ڈاکٹروں کی ایک انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ حکومت پر زور ڈالا جائے کہ وہ ہندوستان بھر میں پان کھانا خلاف قانون قرار دے۔ پان کی پیک سے جو گندگی شہر اور گھروں میں پھیلتی ہے اس کی وجہ سے دق کی بیماری پھیلتی ہے۔

بغداد کا حجام

خلیفہ ہارون رشید کے زمانے میں شہر بغداد میں ایک حجام رہتا تھا۔ اس کا نام علی تھا۔ اپنے کام میں ایسا استاد تھا کہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر حجامتیں بنا دیتا تھا۔ امیروں میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اسے حجامت کے لئے نہ بلاتا ہو۔ جوں جوں شہرت بڑھتی گئی۔ علی اپنی استادی پر مغرور ہوتا گیا اور غریبوں کی حجامتوں میں بہت بے پروائی کرنے لگا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کوئی لکڑہارا گدھے پر لکڑیاں لادے شہر میں بیچنے کے لئے آیا۔ اتفاق سے پہلے وہ علی ہی کے دروازے پر ٹھہر گیا اور کہا کہ ضرورت ہو تو لکڑیاں لے لیجئے۔ اس زمانے میں بغداد میں لکڑیوں کا قحط تھا۔ علی نے بہت غنیمت سمجھا کہ گھر بیٹھے لکڑیاں بکنے آگئیں۔ لکڑہارے سے پوچھا کہ جس قدر لکڑیاں تمہارے گدھے پر لدی ہیں ان کا کیا لوگے۔ لکڑہارے نے کچھ قیمت بتائی۔ علی نے منظور کرلی۔ اور کہا فلاں جگہ پر لکڑیاں ڈال دو۔ لکڑہارا جب کہ لکڑیاں ڈال چکا اور قیمت مانگنے لگا تو علی نے کہا۔ ہماری تمہاری یہ شرط ٹھہری تھی کہ جس قدر لکڑیاں گدھے پر ہیں ان داموں میں سب دے دیں گے۔ لکڑی کی کاٹھی گدھے پر سے نہیں اتاری۔ یہ بھی تو انھیں میں ہے، اسے اتار کر ڈال دو۔ اور اپنے دام لے لو۔

لکڑہارا بولا۔ کیا خوب! کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جلانے کی لکڑیوں کے ساتھ گدھے کی کاٹھی بھی بک جائے۔ اتنے کی لکڑیاں نہیں جتنے کی کاٹھی ہے۔ بھلا میں کاٹھی کیسے تمہارے حوالے کردوں۔

علی نے کہا یہ بات تو میں نے پہلے ہی کھول دی تھی۔ کیا تمہیں میرے لفظ یاد نہیں۔ شرط یہ قرار پائی تھی کہ جسقدر لکڑیاں گدھے پر لدی ہیں وہ۔ ان داموں میں تم مجھے دو گے۔ یہ شرط تم نے منظور کرلی تھی۔ اور اب تمہیں اس پر قائم رہنا چاہیے۔ یہ کہہ کر علی نے اپنے نوکر کو حکم دیا اور اس نے گدھے پر سے زبردستی کاٹھی اتار کر گھر میں رکھ لی لکڑہارا بیچارا روتا پیٹتا گھر چل دیا۔ شہر کے قاضی کے پاس جاکر شکایت کی اور سارا ماجرا بیان کیا۔

علی قاضی کی حجامت بنایا کرتا تھا۔ اس وجہ قاضی اس کا بڑا خیال رکھتا تھا لکڑہارے سے نہایت بے التفاتی سے پیش آیا۔ اور کہا تمہاری شکایت بیجا ہے اور علی حق پر ہے۔ اس معاملے میں میرا دخل دینا بالکل بیجا ہے۔

لکڑہارا اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ مگر بہت ... ایک شخص سے خلیفہ کے نام عرضی لکھوائی۔ کچہری میں جاکر دے آیا اور جواب کا منتظر رہا۔

اس زمانے میں خلفاء رعایا کی عرضیاں خود غور سے پڑھا کرتے تھے۔ اور نہایت جلد فیصلہ کرتے تھے۔ دوسرے ہی دن خلیفہ کا پیادا لکڑہارے کو بلانے آیا اور اسے ہمراہ لے گیا۔ لکڑہارا خلیفہ کے سامنے پیش ہوا گھٹنا ٹیک کر زمین چومی اور آداب بجالایا۔

خلیفہ نے کہا۔ میاں لکڑہارے! ہم نے تمہاری عرضی غور سے پڑھی اس میں شک نہیں کہ تم حق پر ہو۔ اور علی نے بہت زبردستی کی کہ تم سے کاٹھی چھین لی۔ لیکن عہد کرنے کے وقت جو لفظ کہے گئے ان کے بموجب کاٹھی علی کو ملنی چاہیے قانون میں ہمیشہ لفظوں ہی کی سند لی جاتی ہے۔ اور جو معاہدے اور معاملے دنیا میں ہوتے ہیں ان میں لفظوں ہی کی پابندی کی جاتی ہے پس قاعدے اور قانون سے کاٹھی تمہاری نہ رہی اور علی کی ہوگئی۔

یہ کہہ کر خلیفہ نے۔ لکڑہارے کو پاس بلایا اور چپکے سے اس کے کان میں کچھ کہا۔ لکڑہارے نے جھک کر سلام کیا اور خوشی خوشی اپنا گدھا لے کر گھر کو چل دیا۔

کچھ دن کے بعد لکڑہارا علی کے دروازے پر آیا۔ گدھا باہر چھوڑا۔ آپ مکان کے اندر گیا۔ علی کو سلام کیا اور کہا۔ میں اور میرا ایک ساتھی آپ سے حجامت بنوانی چاہتے ہیں۔ فرمائیے کیا لیجئے گا؟ علی نے کچھ اجرت بتائی۔ لکڑہارے نے منظور کرلی۔

REGD. No. 4532
ٹیلیفون نمبر ۲۲۴۴۴
قیمت فی پرچہ ۲ آنے
جامعہ نگر ذخیرہ
20 MAR 1949

340 Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

چندہ سالانہ تین روپئے

ایڈیٹر۔
مسز کلثوم سیانی

جلد ۹ — پہلی مارچ سنہ ۱۹۴۹ء — نمبر ۱۶

نیک بات

تمام انسانوں کو برابر حق دینا عدل و انصاف کہلاتا ہے۔

اپنی باتیں

آج کل سب سے زیادہ بڑا سوال قومی اور ملکی زبان کا سامنے آرہا ہے۔ حالانکہ کانگریس کے بڑے بڑے لیڈروں نے اس بات کو مان لیا تھا۔ کہ ہندوستان کی قومی اور ملکی زبان ایسی ہونا چاہیئے جسے ہندوستان کے تمام صوبے والے آسانی سے سمجھ سکیں۔ یہ زبان اس طرح کی ہونی چاہیئے جس میں نہ تو پرانی زبان سنسکرت کے مشکل بول ہوں اور نہ فارسی عربی ملی ہوئی بلکہ ہلکی پھلکی ہندوستانی زبان ہو جسے عام طور سے لوگ بولتے اور سمجھتے ہوں۔ اسی ہندوستانی زبان پر ہم اپنے لیڈروں کے اگلے پچھلے خیال اور رائے پیش کرتے ہیں۔ مہاتما گاندھی جی کی بار بار رائے اور اٹل فیصلہ تو یہی تھا کہ ہندوستانی زبان ہی ملک اور قوم کی زبان بننے کی قابلیت رکھتی ہے۔ یہ زبان ہندوستان کے تمام صوبوں والوں کو ملانے میں سب سے زیادہ مدد دیگی۔ ہند اور پاکستان والوں کو بھی آپس میں ملاتی رہے گی۔ لکھائی کے بارے میں گاندھی جی کی رائے یہ تھی کہ ہندو مسلم دونوں قومیں اردو ہندی لپی سیکھیں۔ دونوں لکھائی کی مدد کے لئے گاندھی جی نے پرچار سبھا کو قائم کرایا جو بڑی خوبی اور تیزی سے اس کام کو انجام دے رہی ہے اس کے ممبروں پر لازم اور ضروری ہے کہ وہ دونوں لکھاوٹوں کو اچھی طرح سیکھیں۔ ہند کے وزیر اعظم پنڈت جواہرلال نہرو نے کئی مرتبہ کھلے لفظوں میں کہا ہے کہ ہندوستان کی عام زبان یعنی سارے ملک اور حکومت کی زبان آسان ہندوستانی ہی ہونا چاہیئے۔ حکومت کے نائب وزیر سردار پٹیل یوپی کے وزیر اعظم پنڈت پنتھ اور دوسرے بڑے بڑے ادیب تعلیم کے ماہر لوگ جیسے پنڈت سندر لال جی۔ کاکا کالیلکر وغیرہ سب کا یہی خیال ہے۔ ہندوستانی زبان ہی ملکی اور قومی زبان ہو۔ حال کی خبر ہے کہ وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی تقریر میں علی گڈھ یونیورسٹی میں جو کی تھی اس میں صاف طور سے کہا کہ ہندوستان کی حکومت جمہوری اور لادینی حکومت کہی جاتی ہے اس کی زبان بھی جمہوری۔ اور لادینی ہونا چاہیئے۔ جیسے حکومت کا دروازہ ہندوستان کے ہر بسنے والے فرقوں کے لئے کھلا ہے کہ وہ اپنی قابلیت سے بڑے سے بڑا عہدہ لے سکتے ہیں۔ اسی طرح زبان کے سیکھنے میں سب برابر کے حصہ دار ہوں گے۔ ہر صوبہ میں صوبہ کی زبان میں لوگوں کی تعلیم ہونا چاہیئے کسی صوبہ کی زبان کو مٹایا نہیں جاسکتا۔ بلکہ حکومت کا فرض ہے کہ ہر صوبہ کی زبان کو ترقی دینے میں پوری پوری مدد کرے اور ایسا ہی حکومت کا خیال بھی ہے۔ مگر پورے ہندوستان کی زبان ہندوستانی ہی ہونا چاہیئے۔ گاندھی جی کے فیصلہ کے مطابق ہم ملک والوں ——

بقیہ "اپنی باتیں"

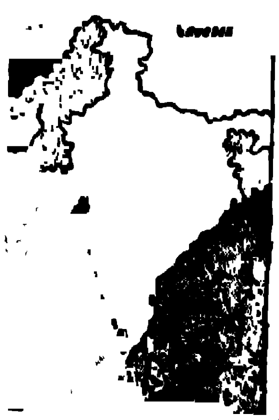
اپیل کرتا ہوں وہ دونوں لپیائیاں سیکھیں۔ خاص کر مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ وہ بہت جلد ہندی لکھائی میں قابلیت پیدا کریں اسلام نے کسی زبان کے سیکھنے سے منع نہیں کیا۔ مسلمانوں نے ہر زبان کو اپنا لیا ہے ہر زبان میں آسانی کتابیں اتری ہیں ہندی اور اردو دونوں زبانیں ہندوستان ہی کی پیداوار ہیں ان کی ترقی میں ہندو مسلم دونوں کا برابر کا حصہ ہے۔ زبان کے بارے میں ہندوستان والوں کا جھگڑنا نادانی ہے ہر کالج اور یونیورسٹی کو چاہیئے کہ اپنا دروازہ ہر قوم اور ہر فرقہ کے لوگوں کے لئے کھولے رکھے۔ یونیورسٹی ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں سے اچھے اور قابل ملک اور قوم کے رہبر نکل سکتے ہیں۔

ہم کو تنگ نظر سے نکل کر بڑی نظر پیدا کرنی ہوگی آزاد ہندوستان کے لوگوں کو اپنی تمام ترقی کی چیزوں کو تمام کرنا ہوگا بلکہ ساری دنیا کے لئے آپ کو ایک نمونہ بننا ہوگا۔

پچھلے دنوں حکومت ہند نے تمام شر پسند کیونسٹو کے خلاف اعلان نکالا اور اس سلسلہ میں بہت سے کیونسٹوں کو گرفتار کر لیا گیا۔



زمین سے دولت
ربڑ

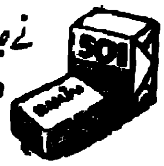


آپ سب نے ربڑ کسی نہ کسی شکل میں ضرور دیکھی ہوگی۔ آج کے مشینی زمانے میں ربڑ کی اہمیت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

ربڑ کا پودا خط استوا میں پیدا ہوتا ہے اسے سخت گرمی اور کثرت بارش کی ضرورت ہوتی ہے

مضمون کا یہ سلسلہ کاٹ کر نامکوا لکر سیپا بک میں رکھ لیجئے۔

زمین سے دولت کا جو سلسلہ ہم نے جاری کیا تھا وہ اس اشتہار کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ ہم ایک دوسرا دلچسپ سلسلہ دوسری اشاعت سے پیش خدمت کرینگے۔



۵۰۱ اور حمام صابن بنانیوالی ٹاٹا آئیل ملز کمپنی لمیٹڈ نے چھپوایا۔

اوپر لکھے ہوئے اشتہار کو غور سے دیکھئے ربر گاڑیوں، موٹر کاروں ہوائی جہازوں اور بائیسکلوں وغیرہ میں استعمال ہوتی ہے۔ اس سے نلیاں غبارے، گدے اور گرم پانی کی تھیلیاں وغیرہ بھی بنتی ہیں۔ یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ ربڑ نئی ایجادوں کی ماں ہے۔

دنیا میں ربڑ کی سپلائی کا خاص مرکز دکھنی ایشیا ہے۔ صرف جزیرہ ملایا میں ہی ۵۰ فی صدی ایکڑ سے زائد زمین میں ربڑ کی کاشت ہوتی ہے۔ ہندوستان ربڑ پیدا کرنے والے مجموعی رقبہ ۱۲۴۳۰۰ ایکڑ میں سے ۸۷ فیصدی ٹراونکور میں ۹ فیصدی مدراس میں، ۷ فیصدی کوچین میں اور تقریباً ۶ فیصدی کورگ اور میسور میں ہے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ - رہبر اخبار اردو ہندی گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔
اجل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۲ میں چھپتا ہے۔

خبریں

دہلی کی خبر ہے کہ محمد بختیار جو مغل بادشاہ کے پوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دادا کی لاش مانڈلے برما سے ہندوستان دہلی لانے کے لئے حکومت ہند سے اپیل کی ہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد بہادر شاہ کو انگریزوں نے قید کر کے مانڈلے بھیجدیا تھا۔ وہیں ان کا انتقال ہوا تھا اور وہیں یہ دفن ہوئے ہیں۔

دہلی کی خبر ہے کہ پختہ ذریعہ سے پتہ چلا ہے کہ مہاراج ہری سنگھ کشمیر کی حکومت اپنے بیٹے کرن سنگھ کے حوالے کر کے الگ ہو جائیں گے اس کام سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہاں کی جنتا ہندوستان میں شامل ہونے کے لئے پوری تیار ہو جائے گی۔ شیخ عبداللہ وزیر اعظم کشمیر اور جموں کا بھی کہنا ہے کہ بڑے زوروں پر عام رائے لینے کا کام شروع ہو رہا ہے۔

دہلی کی خبر ہے کہ شراب بندی کی جو اسکیم تھی اس پر اب عمل شروع کیا جا رہا ہے۔ پڑھنے والوں اور پچیس سال سے کم عمر والوں کو شراب بالکل نہیں دی جائے گی۔ بغیر صاف کی ہوئی اسپرٹ جو لوگ شراب کی جگہ پی لیتے ہیں۔ اس کی سزا ایک سال کی سخت قید اور ایک روپیہ جرمانہ ہوگی۔

شراب کے اشتہار وغیرہ سب کی منائی ہو جائے گی۔ دیسی شراب کی دوکانیں شہر دہلی سے باہر جگہوں پر بدل دی جائیں گی۔ بہر حال طرح طرح سے شراب کی روک تھام کی جائے گی۔

پٹنہ کی خبر ہے کہ صوبہ بہار میں تین اور کارخانے جس میں شکر تیار کی جائے گی۔ حکومت نے بنانے کی اجازت دیدی ہے۔ ۳۲ کارخانے ان سے پہلے کے ہیں۔ اب کل ملا کر ۳۵ شکر بنانے والے کارخانے ہو جائیں گے۔

لندن کی خبر ہے کہ ماؤ ریڈیو کے بیان کے مطابق کمیونسٹ نے کہا ہے کہ چین کی ڈھائی سال کی لڑائی میں چین کی سرکاری فوجوں کے ۴۵ لاکھ آدمیوں کا نقصان ہوا ہے۔ ۶۲ لاکھ افسروں اور سپاہیوں کو قیدی بنایا گیا۔ ۱۰۵ افسروں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور ۷۵ افسر ہلاک ہوئے۔

شیلانگ کی خبر ہے کہ حکومت آسام کے پریبول کا بیان ہے کہ پچھلے پانچ مہینوں میں گیارہ من سے زیادہ افیون خلاف قانون پکڑی گئی۔ اور چار سو پینتیس ۴۳۵ آدمی اس جرم میں گرفتار ہوئے ہیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ حکومت بمبئی نے ۵ لاکھ مکان تیار کرنے کی اسکیم کے لئے ۴ کروڑ روپئے طے کیا ہے یہ روپئے مرکزی حکومت سے قرض لئے جائیں گے۔ حکومت نے اب تک اس کام پر ۲۰½ لاکھ روپئے خرچ کر کے بمبئی، احمد آباد، شولاپور میں ۲۰۲۲ کوارٹر تیار کئے ہیں۔ اور ۴۲۵ فوجی کوارٹروں کی مرمت کی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حکومت بمبئی ۸۴۵ ایکڑ زمین خرید لی ہے جہاں آئندہ سال مکان بنائے جائیں گے۔ یہ مکان ایسے لوگوں اور مزدوروں کو دئے جائیں گے جنکے پاس گھر نہیں ہے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ حکومت ہند نے برطانیہ سے تین جنگی جہاز اور خریدے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ راجپوت۔ رنجیت۔ اور رانا۔

یہ تینوں جہاز سردیوں میں ہندوستان آ جائیں گے۔

دہلی کی خبر ہے کہ ہندوستان اور روس میں لین دین کا عہد ہو گیا ہے۔ اس کی رو سے ہندوستان ۹۸ ہزار ٹن روس لے گا اور پانچ ہزار ٹن سن اور دو ہزار ٹن ارنڈ کا تیل روس کو ہندوستان دے گا۔

گاندھی جی کی زندگی کے خاص واقعات

۱۸۶۹ء ۲ اکتوبر کو آپ پوربندر میں پیدا ہوئے آپ کا پورا نام موہن داس کرم چند گاندھی تھا۔
۱۸۸۷ء میں آپ سامل داس کالج میں شریک ہوئے۔
۱۸۸۸ء تا ۱۸۹۱ء آپ لندن میں رہے اور اس عرصہ میں ایڈون ارنالڈس کی سانگ سلیشیل نامی کتاب اور گیتا پڑھی۔

۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۳ء ۱۰ جون ۱۸۹۱ء کو آپ کو وکالت کے لئے عدالت میں بلایا گیا۔ اس کے دوہی دن بعد آپ ہندوستان کے سفر کے لئے روانہ ہوئے۔ اور ہندوستان آکر بمبئی میں تین سو روپئے ماہانہ پر ہائی کورٹ کے وکیل کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

۱۸۹۳ء تا ۱۸۹۴ء عبداللہ اور کمپنی کے معاملات کے سلسلے میں آپ دکھنی افریقہ گئے اور وہاں پر بائبل، قرآن اور دوسری کتابوں کا مطالعہ کیا اور دکھنی افریقہ میں بسے ہوئے ہندوستانیوں کے حالات بھی معلوم کئے۔

۱۸۹۶ء آپ چھ ماہ کے لئے ہندوستان آئے اور یہاں کے قابل لیڈروں سے ملاقات کی۔

۱۸۹۶ء آپ پھر دکھنی افریقہ گئے جہاں پر لوگوں نے آپ پر پتھر اینٹوں اور گندے انڈوں کی بارش کی۔ اس پر آپ نے ان سے کہا کہ جب تمہیں اپنی غلطیاں معلوم ہوجائیں گی تو تم خود بخود خاموش ہوجاؤ گے۔ بشرطیکہ تم اپنی ایمانداری اور سچائی پر قائم رہو۔

۱۸۹۹ء بوئر لوگوں سے جنگ ہوئی اسوقت آپ کو بوئر لوگوں سے دلی ہمدردی تھی مگر اپنی اس ہمدردی کو عملی جامہ پہنانا مناسب نہ سمجھا اور انگریزوں کا ساتھ دیکر اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

۱۹۰۱ء آپ دوسری مرتبہ ہندوستان آئے اور کلکتہ کے انڈین نیشنل اجلاس میں شرکت کی اس اجلاس میں آپ نے دکھنی افریقہ کے حالات پر روشنی ڈالی۔ آپ نے برما کا بھی سفر کیا۔ اور ریل کے تیسرے درجہ میں سوار ہوکر ہندوستان کے دیہاتوں کا بھی سفر کیا۔

۱۹۰۳ء آپ پھر دکھنی افریقہ گئے۔

۱۹۰۶ء دکھنی افریقہ کے حبشیوں نے بغاوت کی۔ اس وقت بھی آپ نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور اس بغاوت میں آپ نے زخمی حبشیوں کی جن کو انگریز ڈاکٹروں نے لاپروائی سے چھوڑ دیا تھا۔ مرہم پٹی کی اور انسانیت کا ثبوت دیا۔

۱۹۰۷ء بلیک ایکٹ کے خلاف ستیاگرہ ہوئی۔ اس ستیاگرہ میں ایک ہزار ہندوستانی بھی شریک تھے۔ آپ کی کارروائیوں سے متاثر ہوکر ڈوک جے جے نامی شخص نے "ایم کے گاندھی این انڈین پاٹریوٹ ان ساؤتھ افریقہ" نامی کتاب لکھی۔

۱۹۰۸ء آپ کو قانون توڑنے کے بدلے میں دو ماہ کی سزا ہوئی۔
۱۰ اکتوبر کو میر عالم پٹھان نے آپ پر حملہ کیا۔ آپ کو پھر رجسٹریشن سرٹیفکٹ بتلانے سے انکار کرنے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا۔

۱۹۰۹ء آپ انگلینڈ گئے۔ تاکہ ہندوستانیوں کے حالات کو بادشاہ کے سامنے پیش کریں۔ آپ نے ٹولسٹوئی کو ایک خط لکھا جس کے جواب میں اس نے لکھا کہ مجھے آپکا دل خوش کرنے والا خط ملا اور میں بھی خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہندوستان بھی آزاد ہوجائے

۱۹۱۲ء گوکھلے دکھنی افریقہ کے دورہ کو گئے۔

۱۹۱۴ء آپ نے دکھنی افریقہ میں جنرل سمٹس وغیرہ لوگوں سے سمجھوتہ کیا۔ اور گوکھلے کی ملاقات کو انگلینڈ گئے ۴ اگست ۱۹۱۴ء کو پہلی عالمگیر جنگ شروع ہوئی۔ آپ نے مہاتما جی کی رائے لیکر انگلینڈ میں ایک اجلاس بلایا اور لوگوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی نصیحت کی اور پہلے آپ ہی نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ کستوربا بھی اس وقت لندن ہی میں تھیں۔ لڑائی کے زمانہ میں چندہ لیکر انگریزوں کا ہاتھ بٹایا۔

۱۹۱۵ء آپ ہندوستان واپس آئے اور گوکھلے سے ملاقات کی اور ٹیگور سے بھی ملے جنہوں نے ۲۲ مارچ کو مہاتما کا خطاب دیا آپ نے مایاورم میں تقریر کرتے ہوئے طلباء کو نصیحت کی کہ وہ اپنے اخلاق سدھاریں۔ اس تقریر میں آپ نے یہ بھی کہا کہ دوسرے ملکوں میں

بھی کبھی نے ہندو مذہب کے لوگ پیشے ہیں اور اچھوتوں کا بھی کوئی دوسرا مذہب نہیں دیکھا۔ صرف ہندو مذہب ہے اگر مجھے کوئی یہ بتلادے کہ اچھوتوں کا مذہب ہندوؤں کے مذہب سے جدا ہے تو میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو اس ہندو مذہب کے خلاف ہوں گا۔ ۲۵ مئی کو ستیاگرہ آشرم کی ابتدا ہوئی۔

۱۹۱۶ء آپ نے لکھنؤ کے کانگریس کے اجلاس میں شرکت کی اور حکومت کے قانون کو توڑا۔ پہلی ہی مرتبہ آپ پنڈت جواہر لال نہرو سے ملے۔

۱۹۱۷ء پہلی ہی مرتبہ آپ راجندر پرشاد سے ملے۔

۱۹۱۸ء لارڈ چیمس فورڈ نے آپ کو لڑائی کی کانفرنس میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اس کانفرنس میں آپ نے لوگوں کو فوج میں بھرتی ہونے کا مشورہ دیا جس پر ۹۸۵۰۰ ہندوستانی فوج میں بھرتی ہوئے۔ ۱۹۱۹ء ۶ اپریل کو رولٹ ایکٹ کے خلاف ہڑتال ہوئی جس کی وجہ سے ہندوستانیوں پر حکومت نے بہت ظلم کیا۔

۱۳ اپریل کو جلیانوالہ باغ میں قتل عام ہوا۔
۲۴ نومبر کو آپ خلافت کانفرنس کے صدر ہوئے۔
محمد علی و شوکت علی کے ساتھ امرتسر کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں ۳۶۰۰۰ آدمی شریک ہوئے تھے۔

۱۹۲۰ء میں آپ پہلے ہی مرتبہ ابوالکلام آزاد سے اجلاس میں ملے۔ آپ وائسرائے سے ملنے گئے اور کلکتہ میں ایک خاص کانگریس کانفرنس بلائی گئی۔

۱۹۲۱ء میں آپ نے ترنگی جھنڈے کو ملکی جھنڈا قرار دیا۔ اور غیر ملکی کپڑوں کو جلانا منظور کیا۔ اس وقت سے آپ نے قمیص اور کوٹ پتلون پہننا چھوڑ دیا تھا۔ اور کھادی پہننا شروع کیا تھا۔ اس وقت سے عملی کام کی ابتدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے وائسرائے نے آپ کے عادات و اطوار پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کا ساتھ نہ دینا یہ آپ کی سب سے بڑی بیوقوفی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بغداد کا حجام

(بقیہ ۱۵ فروری سے آگے)

چوبدار کو حکم دیا کہ علی کو لے آؤ اور اس سے کہو کہ اپنے اوزار بھی ساتھ لائے۔

ایک آن کی آن میں چوبدار علی کو لے آیا۔ اور خلیفہ کے روبرو پیش کر دیا۔ خلیفہ نے علی کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تم اس آدمی کے ساتھی کی حجامت کیسے نہیں بناتے؟ کیا تم نے اس سے یہ معاہدہ نہیں کیا تھا؟

علی جھک کر آداب بجالایا اور کہا۔ معاہدہ تو بیشک یہی ہوا تھا لیکن آج تک کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ انسان کا ساتھی گدھا ہو؟

خلیفہ نے کہا تم نے سچ کہا۔ لیکن آج تک کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ جلانے کی لکڑی کے ساتھ کاٹھی بھی بک گئی ہو! بس تمہارا وار ہوچکا اور اب لکڑہارے کا وار ہے۔ استرے تیار کرو صابون گھولو اور گدھے کو مونڈنا شروع کرو۔ اگر ذرا بھی دیر کروگے۔ تو جلاد تمہارا سر قلم کر دیگا۔

علی کی یہ مجال کہاں تھی کہ خلیفہ کا حکم بجا نہ لاتا۔ فوراً صابون لگا لگا کر گدھے کو مونڈنا شروع کیا۔ لوگوں کو تماشا ہاتھ آیا۔ کوئی کہتا تھا کیا اچھا نائی ہے۔ کس صفائی سے گدھے کو مونڈ رہا ہے۔ ہم بھی اپنے گدھے اسی سے منڈوائیں گے۔ کوئی کہتا ایسے مغرور نائی کو یہی سزا ہونی چاہئے۔ غریبوں کو تو خاطر میں لاتا ہی نہیں تھا۔ غرض یہ کہ جو جس کی زبان پر آتا کہتا۔ یہ بے چارہ سب کی سنتا۔ اور شرم کے مارے زمین میں گڑا جاتا۔

تین بہنیں

انسان کے پیدا ہونے سے آج تک اس بات کا فیصلہ نہیں ہوا کہ عورت اور مرد دونوں برابر حیثیت کے ہیں یا ان دونوں میں کچھ فرق ہے۔ بہتوں کا کہنا ہے کہ عورت مرد ہر طریقے سے برابر اور قدرتی طور پر یکساں ہیں جو علم و ہنر اور قابلیت مرد اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے وہی اگر عورت کو مرد جیسا موقع ملے تو وہ بھی پیدا کر سکتی ہے۔ دنیا کی پرانی تاریخ میں عورت کے کمال کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ہم انگلستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی رہنے والی تین بہنوں کا ایک قصہ لکھتے ہیں۔ ان بہنوں نے علم میں کتنی ترقی کی اور ادبی دنیا میں عمدہ لکھی ہوئی کتابیں چھوڑی ہیں، جن کو پڑھ کر ان کی قابلیت کی تعریف بڑے بڑے مرد کرتے ہیں۔

چارلٹ۔ ایملی اور این یہ تینوں بہنیں انگلستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک غریب آدمی کے گھر پیدا ہوئیں۔ ان کا باپ بہت بیمار رہتا تھا بیماری کی وجہ سے اس کی نوکری بھی چھوٹ گئی تھی اس کی وجہ سے ان پر اور مصیبت آن پڑی۔ کچھ دنوں بعد ان کا باپ مر گیا۔ ماں تو بچپن ہی میں مر چکی تھی۔

بڑی بہن چارلٹ کے ذمہ اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کا سنبھالنا ہوا۔ چارلٹ کی آنکھیں اتنی خراب تھیں کہ وہ کتاب کو ناک سے لگا کر دیکھ سکتی تھی۔ دوسری دونوں بہنیں بھی بیمار ہی رہتی تھیں۔ تینوں بہنوں کو دق کا مرض تھا کوئی ایسی مصیبت نہ تھی جو ان کے پاس نہ تھی۔ باوجود تمام پریشانیوں کے ان کو علم و ادب سے عشق جیسا لگاؤ تھا۔ ہر وقت گھر کے کاموں میں لگی رہتی تھیں۔ مگر کتابوں کا پڑھنا اور مضمون کا لکھنا برابر جاری رہتا تھا۔ مال کی کمی۔ صحت کی خرابی۔ فرصت کا نہ ملنا۔ تعلیم کا باقاعدہ نہ ملنا ان تمام ناتوانی کے ہوتے ہوئے انہوں نے نظموں کی کئی کتابوں کے علاوہ کئی ناولیں بھی لکھیں جن میں دو ناولیں تو ایسی ہیں جو انگریزی زبان میں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ایک تو چارلٹ کا 'جین آئر'۔ دوسری ایملی' 'وودرنگ ہائیٹس'۔ ان دونوں ناولوں میں مرد عورت کی اندر کی طاقتوں کا حال بتایا گیا ہے — عورت کی وفا۔ محبت ہمدردی اور بہادری کو خوب ظاہر کر کے بتایا ہے۔ مردوں کی خود غرضی مطلب پرستی کو بھی ظاہر کیا ہے۔ ان ناولوں کے مضمون کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مصیبت کی ماری ہوئیں عورتوں کے مضامین ہوں گے۔ ان بہنوں کو اس بات نے دنیا میں اور مشہور کر دیا کہ ان کو علم و ادب سے عشق کا تعلق تھا۔ جس کی وجہ سے ان کمزوروں میں ایک ایسی طاقت پیدا ہو گئی کہ بڑی سے بڑی علم و ادب کی خدمت کر گئیں۔ ادبی عشق کی یہ حالت تھی کہ باورچی خانہ میں کھانا پکاتے وقت کتاب کھلی ہوئی سامنے رکھی رہتی تھی مگر کتاب میں لگے رہنے کے باوجود کھانا پکانے میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ ہر کام اپنے وقت میں قاعدہ سے انجام دیتی تھیں پہلے پہل انہوں نے ایک چھوٹا سا رسالہ نکالا تھا۔ بہت سے کم عقل لوگوں نے انھیں طرح طرح سے بدنام کیا۔ ان کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالیں مگر یہ ہمت کی پوری اپنے کے ارادوں پر جمی کام میں لگی رہیں اور آخر اس دنیا میں کام کر گئیں۔ ان کی کتابوں میں عورت کی ایک بڑی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ عورت اپنی تکلیف کو جھیل کر دوسروں کو پورا پورا فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ کبھی کبھی اپنی پیاری جان تک غیروں پر قربان کر دیتی ہے اور اپنی اولاد، ماں، باپ اور بھائی بہنوں کے لئے تو یہ خاص خدا کی رحمت کا کام دیتی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ ریلوے مزدوروں کی جو ہڑتال ہونیوالی تھی وہ اب نہ ہوگی کیونکہ ان کے لیڈر مسٹر جے پرکاش نرائن نے کہا ہے کہ اب ہڑتال کرنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ اب ہمیں بات چیت سے ہی ہمیں حق منوانے ہوں گے۔

خبریں

کانپور کی خبر ہے کہ گورنر یو، پی مسز نائیڈو نے عورتوں کے ایک بڑے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آزاد ہندوستان کی عورتیں اب ایسی ہونا چاہیے جن کے دلوں میں خاندان والیوں محلے والوں شہر اور ملک والوں کی سچی ہمدردی اور محبت ہو تنگ نظری جو جھگڑے اور فساد پھیلاتی ہے اسے فوراً ہی آپ لوگ دل سے نکال دیں عورتیں اپنی اولاد کی صحیح استاد ہوتی ہیں ان کا پہلا فرض ہے کہ وہ بہتر نمونہ بن کر اپنے بچوں کی دیکھ بھال کریں۔ گاندھی جی کا کہنا تھا کہ ملک کی اصل آزادی یہ ہے کہ ہند کی پوری قوم عورت مردوں میں محبت اور ہمدردی پیدا ہو جائے اور عورتیں ملک اور قوم کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گاندھی جی کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہندوستان کے کسان اور مزدور ہی ہندوستان کی حکومت کے اصل حق دار ہیں جب تک ان کو آرام نہ ملے گا آزادی بے کار ہے میں اپیل کرتی ہوں کہ آپ لوگ کستوربا گاندھی کا اپنے اندر جذبہ پیدا کریں۔

دہلی - لال قلعہ کے مشہور مقدمہ کا کچھ حال اور گاندھی جی کے قتل کرنے والوں کے نام اور ان کی سزائیں نیچے لکھی جاتی ہیں۔ مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جج نے کہا یہ قتل ان سب کی آپس کی رائے سے ہوا تھا - پولیس کی غفلت کا بھی اس میں حصہ ہے اس قتل میں ۱۲ آدمی شریک تھے۔ آٹھ کو پکڑ لیا گیا تھا جن پر مقدمہ چلا - چار ابھی تک چھپے ہوئے ہیں آٹھ کو سزائیں دینے کا حکم ہو گیا ہے۔ (۱) ناتھو رام گوڈسے کو موت کی سزا (۲) نرائن آپٹے موت کی سزا (۳) رام چندر کرکرے کالا پانی (۴) مدن لال پہوا کالا پانی (۵) شنکر کشتیہ کالا پانی - (۶) گوپال گوڈسے کالا پانی (۷) وتاتریہ پرچورے کالا پانی (۸) ونائک دمودر ساورکر رہا قصوروار ثابت نہ ہو سکے۔

دہلی کی خبر ہے کہ ریاست رام پور صوبہ یو، پی میں ملادی جائے گی اور ریاست بھوپال صوبہ سی، پی میں ملادی جائے گی اسی طرح اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں ان کے اپنے اپنے قریب کے صوبوں میں ملادی جائے گی تاکہ انتظام میں آسانی ہو۔

دہلی کی خبر ہے کہ پاکستان کے مشہور پیر گولڑہ حال ہی میں اجمیر آئے تھے۔ دہلی قرول باغ میں پیر صاحب نے ایک بڑے جلسہ میں جس میں ہندو مسلم دونوں قوم کے لوگ بڑی تعداد میں شریک تھے اپنی تقریر میں کہا کہ مذہب کے نام پر کسی کو قتل کرنا یا اس کو گھر سے نکالنا مذہب اور خدا پاک کی توہین ہے میں تو ہمیشہ سے دعا کرتا ہوں کہ ہر ہندوستانی اور پاکستانی جو اپنے گھروں سے الگ ہو گئے ہیں اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو جائیں اسی میں دونوں حکومتوں کی بہتری ہے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ ڈاکٹر ڈافالوا اور ان کی بی بی دونوں تمام دنیا کا سفر موٹر سے کرنے کے لئے ۱۳ اپریل ۱۹۴۸ء کو لندن سے روانہ ہو کر ۱۳ ہزار میل کا سفر طے کر کے بمبئی پہنچے ہیں ان کا بیان ہے کہ ہم دونوں نے کئی طرح کی مشکلوں کا سامنا کیا ہے کہیں ہم کو روک لیا گیا - ہم اپنا سفر ضرور پورا کریں گے پھر کا چکر ضرور لگائیں گے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ وزارت تجارت نے اعلان کیا ہے کہ حکومت ہند نے ہینڈ لوم کے کپڑے بغیر پرمٹ کے باہر بھیجنے کی اجازت ۳۰ جون ۱۹۴۹ء تک دے دی ہے۔

بقیہ گاندھی جی کی زندگی کے خاص واقعات

جس کے جواب میں آپ نے وائسرائے کو لکھا کہ خون کی ندیاں
بھی مجھے اپنے ارادے سے روک نہیں سکتیں۔

۱۹۲۲ء ۲۵۰۰۰ کانگریسی گرفتار ہوئے جس کی وجہ سے آپ نے پانچ روز تک روزہ رکھا۔ حکومت نے آپ پر باغی ہونے کا الزام لگا کر چھ سال کی قید کا حکم سنایا۔ قید خانہ میں آپ نے مائی سٹوری آف مائی ایکسپیریمنٹ وتھ ٹروتھ نامی کتاب لکھی

۱۹۲۴ء آپ یکایک بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے حکومت نے آپ کو قید سے رہا کر دیا۔ کوہاٹ میں مذہبی فساد ہوا۔ جس کو دبانے کے لئے آپ نے ۲۵ دن تک روزہ رکھا۔ بیلگام کے اجلاس کی صدارت کی۔ اس اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو کانگریس کے ورکنگ سکریٹری مقرر ہوئے۔

۱۹۲۸ء سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا گیا۔ ۱۲ر فروری کی باردولی کی کامیاب ستیاگرہ میں ۵۰۰۰ کانگریسی شریک تھے

۱۹۲۹ء ۳۱ دسمبر کو لاہور میں جو رات کے وقت کانگریس کا اجلاس ہوا تھا اور جس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو تھے۔ اس کا مقصد مکمل آزادی حاصل کرنا اور ہندوستان کے بٹوارے سے انکار کرنا تھا۔

۱۹۳۰ء وائسرائے نے لیجسلیٹو اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہندوستانیوں میں خود اعتمادی نہیں ہے۔ جس کے جواب میں گاندھی جی نے اپنی ینگ انڈیا نامی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ہر کانگریسی کو وائسرائے کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے ہی ہمارے اس پیچیدہ مسئلہ کو اپنی تقریر کے ذریعہ حل کر دیا تھا اور ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ ان کی اور ہماری حیثیت میں کیا فرق ہے؟

۲۶ر جنوری کو ہندوستان کو آزاد کرنے کا وعدہ دیا گیا۔

۱۱ر مارچ کو گاندھی جی نے اِروِن کو الٹیمیٹم دیا۔

۱۲ مارچ کو صبح ۶½ بجے آپ ۷۹ ساتھیوں کے ساتھ نمک توڑنے کے لئے ڈانڈی گئے۔

[illegible] ۲۰۰ میل کا سفر پیدل چل کر طے کیا۔

[illegible] سول نافرمانی کی ابتدا ہوئی اور تمام ہندوستان بھر میں ہڑتال رہی۔ اس ستیاگرہ میں ایک لاکھ سے زیادہ کانگریسی پکڑے گئے جس میں ۱۲۰۰۰ مسلمان بھی تھے۔

۱۹۳۱ء ۱۸ر جنوری کو گول میز کانفرنس بھرائی گئی۔

۲۶ر جنوری کو آپ کو چھوڑا گیا۔

گاندھی جی اور مسٹر اروِن کی ملاقات پر مسٹر چرچل نے گاندھی جی پر حملہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ننگا فقیر اب تو وائسرائے کے محل تک آنے کی جرأت کرنے لگا ہے۔

۲۹ر اگست کو دوسری گول میز کانفرنس بھرائی گئی۔

دوسری مرتبہ آپ نے کھادی کے لباس میں بادشاہ سے ملاقات کی۔

۱۹۳۲ء میں کئی مرتبہ سول نافرمانی کی گئی۔ جس پر ۹۰۰۰۰ آدمی گرفتار کئے گئے۔

۴ر جنوری کو جیسے ہی آپ بمبئی آئے گرفتار کر لئے گئے۔

۲۰ر ستمبر کو آپ نے قومی خدمت کے لئے مرن برت رکھنے کی ٹھان لی۔

۲۶ر ستمبر کو آپ کی امبیڈکر سے ملاقات ہوئی۔

۱۹۳۳ء آپ نے ہریجن سیوک سنگھ کی بنیاد ڈالی اور ہریجن نامی ہفتہ وار پرچہ نکالا۔ اور ہریجنوں کی مدد کیلئے آٹھ لاکھ روپئے جمع کیا۔

۱۹۳۴ء آپ نے بہار میں جو لوگ زلزلہ سے تباہ و برباد ہو گئے تھے ان کی مدد کی۔

۱۹۳۷ء آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے ۱۹۳۵ء کے قانون کو ختم کرنے کی ٹھان لی اور گیارہ صوبوں میں سے سات صوبوں میں کانگریس کے دفتر کھولے گئے۔ آپ نے منسٹروں کے طرف مخاطب ہوتے ہوئے لکھا کہ اگر منسٹرس واقعی میں ایماندار ہیں اور انہیں سچ کے ہندوستانیوں کا خیال ہے تو وہ کانگریس کے مکمل آزادی کے مسئلہ کو بآسانی حل کر سکتے ہیں۔

۱۹۴۰ء پونہ کی تجویز کے ذریعے آپ برطرف کر دئے گئے اور راجہ جی کے فارمولے کو منظور کیا گیا۔ آپ نے کہا کہ ہندوستان اس وقت تک آزادی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ حکومت پر صحیح مقصد حملے نہ کئے جائیں جتنے کہ راجہ جی کر گئے ہیں

(باقی آئندہ)

REGD. NO B. 45

ٹیلیفون نمبر ۴۲۲۱۴

قیمت فی پرچہ ۲ر

جامعہ ملیہ (دہلی) 28 MAY 1949

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

جلد ۹ — بمبئی - تاریخ ۱۵ مئی ۱۹۴۹ء — نمبر ۲۴

نیک بات

... آنسو کہہ گیا تو جل آئے کیا ہوتا ہے
... وقت پڑے پر چوک گیا تو پچھتائے کیا ہوتا ہے

اپنی باتیں

دکھنی افریقہ میں ہندوستانیوں کے حقوق کا مسئلہ کئی سالوں سے دُنیا کے سامنے ہے۔ گھیٹو ایکٹ کے ماتحت افریقہ میں کسی ہندوستانی کو زمین خرید کر وہاں بسنے کی اجازت نہیں۔ گورے اور کالے لوگوں کیلئے الگ الگ جگہ مقرر ہے۔ گورے لوگوں کے لئے جو جگہ ہے وہاں جاکر کالے لوگ کوئی بیوپار نہیں کرسکتے زمین نہیں خرید سکتے یہاں تک کہ رہ بھی نہیں سکتے۔

افریقہ کی سرکار کی ان زیادتیوں کی وجہ سے وہاں بسنے والے ہندوستانیوں نے کئی بار ستیہ گرہ کیا اور جیل گئے۔ ہندوستان کی سرکار اور جنتا نے بھی افریقہ کی سرکار کے اس طریقہ کو بُرا جانا۔ اور ساتھی ملکوں کی کانفرنس میں بھی اس معاملے کو پیش کیا گیا۔

افریقہ بھی ساتھی ملکوں کی جماعت کا ایک ممبر ہے اس لئے سوچا گیا تھا کہ وہاں جو کچھ فیصلہ ہوگا اس پر افریقہ کو عمل کرنا پڑیگا۔

جب معاملہ کانفرنس میں پیش کیا گیا اس وقت ہندوستانی ڈیلیگیشن کی لیڈر شریمتی وجے لکشمی پنڈت تھیں۔ انہوں نے اسے پیش کرنے میں ایسی قابلیت اور سوجھ بوجھ کا ثبوت دیا کہ ہندوستان کا کیس دُنیا کے ملکوں کی نظر میں بہت اہم ہوگیا۔ اور ساتھی ملکوں کی کانفرنس کے دو تہائی ممبروں نے ایک تجویز پاس کی اور اس میں افریقہ کی سرکار کے اس رَوّیے کو غلط بتاتے ہوئے کہا گیا کہ ساتھی ملکوں کے چارٹر کے مطابق افریقہ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے اور افریقہ کی سرکار کو چاہئے کہ وہ ہندوستان کی سرکار سے مل کر اس معاملہ طے کرلے مگر افریقہ کی سرکار نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا اور ایک بیان میں یہ اعلان کردیا کہ یہ افریقہ کا گھریلو معاملہ ہے اس میں دخل دینے کا نہ تو ہندوستان کو حق ہے اور نہ ساتھی ملکوں کی جماعت کو۔

اس کے بعد بھی دکھنی افریقہ کے ہندوستانی اپنے حقوق کے لئے لڑتے رہے اور سرکار اپنے کالے قانون پر ڈٹی رہی۔ یہ سب کچھ جنرل سمٹس کے دور میں ہوا۔ اب افریقہ کی سرکار بدل گئی ہے اور وہاں ڈاکٹر ملان کی سرکار قائم ہوئی ہے۔ ڈاکٹر ملان ایک فاسسٹ ہے جو وہاں کے ہندوستانیوں سے معمولی شہری اختیار بھی چھین لینا چاہتا ہے اور اس قسم کا ایک قانون جس کے پاس ہوجانے کے بعد ایک کالے آدمی کو ووٹ دینے کا حق تک بھی نہیں رہے گا۔ ...

وہاں کی اسمبلی میں پیش کیا جارہا ہے۔ دُنیا کا کوئی بھی ملک ڈاکٹر ملانؔ اور افریقہ کی سرکار کے اس رویّہ کی تعریف نہیں کرسکتا۔

مگر یہاں عجیب حالت ہے۔ ڈاکٹر ملانؔ اور ان کا افریقہ جس کامن ویلتھ کا ممبر ہے اسی کامن ویلتھ کا ممبر ہندوستان بھی ہے جہاں

سب بیٹھ کر دُنیا میں امن قائم کرنے کے خواب دیکھتے ہیں ۔ جب ان ملکوں کی بھیتری حالات اتنی گری ہوئی ہے کہ سالوں سے بسنے والے لوگوں سے شہری حقوق تک چھیننے میں شرم نہیں آتی تو دنیا کے امن میں کتنا حصہ لینا چاہتے ہیں یہ سوچنے کی بات ہے ۔ جس ملک میں گورے اور کالے کا فرق ہو ۔ کالے میں افریقی اور غیر افریقی کا فرق ہو ، وہ اپنے ملک میں تو امن قائم رکھ ہی نہیں سکتا دنیا میں کیا رکھے گا ۔

ہماری پُوری پُوری ہمدردی افریقہ میں بسنے والے ہندوستانیوں کے ساتھ ہے اور دُنیا میں ان سب قوموں کے ساتھ ہے جنہیں کالا کہہ کر ان کے حقوق چھینے جا رہے ہیں ۔ ہندوستان کے لوگوں نے ہمیشہ ان سب دبے ہوئے اور غلام لوگوں کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بلند کی ہے اور ان کے ساتھ پوری پوری ہمدردی رکھی ہے ۔

مگر اس بار جب ساتھی ملکوں کی کانفرنس میں پھر دکھنی افریقہ میں بسنے والے ہندوستانیوں کا معاملہ رکھا گیا تو افریقہ کے خلاف دو تہائی ممبر بھی نہ تھے ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے ملک ترقی پسندی کی طرف جا رہے ہیں یا اس کے خلاف ۔ انسانوں سے انسانیت کے حقوق چھیننے والے سے ہمدردی رکھنے والے کبھی بھی ہندوستان کے لوگوں کی ہمدردی نہیں حاصل کر سکتے ہندوستانی اپنی اور دُنیا بھر کے دبے ہوئے غلاموں کی آواز بلند کرتے رہیں گے اور جب تک دُنیا سے کالے گورے کا فرق مٹ نہیں جاتا ۔ تب تک اپنی کوشش جاری رکھیں گے ۔

معلومات

نیو جرمنی کا ایک شخص جارف براؤنگ جو ستر رُوپے پنشن پا رہا تھا ۔ وہ صرف آٹھ آنے روزانہ کا کھانا کھاتا تھا ۔ چاہے اس میں پیٹ بھرے یا بھوکا رہے ۔ وہ جب پچھتر برس کی عمر میں مرا تو بنک میں اس کے پانچ لاکھ ڈالر جمع تھے ۔ ایک ڈالر ساڑھے تین رُوپے کا ہوتا ہے ۔

نوٹ

ہمیں بہت ہی افسوس ہے کہ رہبر کے کاتب کو مجبوری کی وجہ سے یکایک گھر جانا پڑا اس وجہ سے پچھلی اشاعت سے رہبر کا اُردو پرچہ پہلے پرچوں کے اصول کے موافق نہیں چھپ رہا ۔ جیسا کہ اُردو و ہندی گجراتی میں اوّلین چھپتا تھا ۔ خاص کر اس وقت کے پرچہ میں لکھائی گھٹتی ہو جانے کی وجہ سے جگہ رہ گئی تھی جس کے لئے نیا مضمون دینا پڑا جو ہندی گجراتی میں نہیں چھپا گیا ۔ ہم اس کوشش میں ہیں کہ پرچہ جلد ہی اپنی اصل حالت پر آ جائے تاکہ جو بھائی بہن اُردو ہندی گجراتی پرچہ رکھ کر ایک ساتھ پڑھتے ہیں ان کو آسانی ہو جائے ۔

چار سفری

لوگوں سے روایت ہے کہ کاٹھیاواڑ کے کسی شہر میں ایک شخص رہا کرتا تھا۔ اُس نے ایک گدھا پال رکھا تھا۔ وہ گدھے کو خوب چاہتا اور اُسے اچھی اچھی غذا کھانے کو دیتا۔ گدھا بھی جان توڑ کر اپنے مالک کے لئے کام کرتا۔ لیکن جب اُس کی جوانی کے دن بیت گئے اور بڑھاپے کا آغاز ہوا تو وہ پہلے کی طرح کام نہ کر سکا۔ اُس شخص نے جب گدھے کی یہ حالت دیکھی تو بہت بے چین ہوا اور ایک روز اُسے اپنے گھر سے نکال دیا۔ اب بے چارہ گدھا در بدر بھٹکنے لگا جہاں کہیں جاتا ڈنڈوں کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ وہ لوگوں کے ڈنڈوں سے تنگ آ گیا اور اُس نے اپنا شہر چھوڑنے کی ٹھان لی۔

ایک روز جب کہ وہ جنگل سے گزر رہا تھا کہ راستے میں اُسے ایک مریل کتا ملا۔ گدھا کتے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اُس کے نزدیک جا کے پوچھنے لگا "ارے بھائی کتے میاں! آپ کیوں یہاں پڑے مر رہے ہو؟" کتا یہ سُن کر نہایت درد بھرے لہجے میں کہنے لگا "میں سامنے کے شہر کے ایک مالدار کے ہاں رہتا تھا۔ میرا مالک مجھ پر بہت مہربان تھا۔ میں بھی اپنی جوانی کے دنوں میں اپنے آقا کے مشکل سے مشکل کام کر دیتا۔ شکار کھیلنا تو میرے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ مگر میں جونہی بڑھا ہوا تو مجھ سے مشکل کام نہ ہو سکا شکار کھیلنا میرے لئے مشکل ہو گیا۔ چنانچہ ایک روز میرے مالک نے موقعہ پا کر میرے سر پر دو چار ڈنڈے رسید کئے اور مجھے اپنے گھر سے نکال دیا۔ اب میں بھوکا مر رہا ہوں۔"

گدھا کتے کی لن ترانی سُن کر جھٹ سے بول اُٹھا "نہ گھبراؤ کتے میاں! خُدا ہمارے ساتھ ہے۔ میرا بھی یہی حال ہے" پھر گدھے نے کتے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "چلو! اُٹھو! ہم دونوں اس بیابان جنگل سے گزر کر سامنے کے شہر جائیں" کتے نے ہوش سنبھالا اور گدھے کے ساتھ ہو لیا۔ ابھی دونوں ایک میل ہی چلے ہونگے کہ انہیں ایک بلی ملی۔ وہ بھی اپنے مالک سے لڑ جھگڑ کر جنگل میں رہنے لگی تھی۔ بلی گدھے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اور ان کی عزت کی گدھا تو پھولا نہ سمایا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ "چلو خدا نے ہم کو تیسرا ساتھی بھی ملا دیا" گدھے نے اسی خوشی میں اپنا مُنہ آسمان کی طرف اٹھایا اور زور سے خدا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آواز کھینچی۔ آواز سے تمام جنگل بھر گیا۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد تینوں میں باتوں کا بازار گرم ہوا اور بعد میں بلی بھی اُن کے ہمراہ ہو گئی۔ اب تینوں ہنستے بولتے جانے لگے۔ جہاں کہیں کچھ مل جاتا وہ کھا لیتے۔ اسی طرح انہوں نے برابر دو روز سفر کیا۔ تیسرے روز اُنہیں ایک مُرغا ککڑ ملا وہ بھی گدھے کی لال پیلی باتوں میں آ کر ان کے ساتھ ہو گیا۔ اب یہ چاروں اپنا سفر کودتے پھاندتے طے کرنے لگے۔ تقریباً چار روز کی لگاتار رفتار کے بعد انہیں تھکن محسوس ہوئی لہذا وہ ایک درخت کے نیچے جا ٹھیرے مُرغا درخت کی ڈالیوں پر جا بیٹھا۔ گدھا، کتا اور بلی یہ تینوں درخت کے سائے تلے بیٹھے رہتے۔ جب شام ہوئی تو وہ بہت جلد نیند کے شکار ہو گئے۔ رات نہایت کالی تھی۔ آدھی رات گذری ہوگی کہ گدھے کی آنکھ کھُلی۔ اُسے ہر طرف اندھیرا دکھائی دینے لگا۔

گدھا اندھیرے سے گھبرا کر اپنی آنکھیں بند کرنا چاہتا تھا کہ اس کی نظر ایک روشنی پر پڑی جو کچھ فاصلے پر چمک رہی تھی۔ گدھا روشنی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ایک بڑے زوروں کی آواز کسی۔ گدھے کی آواز اور خدا کی پناہ! وہ تینوں بھی نیند سے چونک اُٹھے۔ گدھے نے انہیں روشنی بتائی۔ جب چاروں نیند سے ہوشیار ہو گئے تو انہوں نے روشنی کی طرف کوچ کی۔ گدھا خوشی میں آ کر سب سے آگے جھومتا جھامتا چل رہا تھا۔ آخر تھوڑی دیر میں وہ روشنی کے بالکل نزدیک پہنچ گئے۔ تو انہیں پتہ چلا کہ یہ روشنی ایک گھر کی کھڑکی سے آ رہی ہے جو لٹیروں کا گھر ہے۔ گدھا بغیر کسی رکاوٹ کے اُس گھر کے نزدیک چلا گیا۔ اور دو پیروں سے کھڑا ہو کر کھڑکی سے گھر کے اندر جھانکنے لگا۔ کتا اپنے جذبات قابو میں لا نہ سکا اور گدھے سے پوچھنے لگا "ارے گدھے میاں! ذرا بتائیے گھر میں کون ہیں اور کیا ہو رہا ہے"۔ گدھے نے کتے کی آواز سُن کر فوراً اپنے دونوں پیر زمین پر رکھ دیئے اور کتے سے یُوں مخاطب ہوا۔ "کتا بھائی گھر کے اندر تو بہت سی چیزیں ہیں۔ خصوصاً ایک ٹیبل ہے جس کے اطراف لٹیروں کا ایک گروہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ٹیبل پر گوشت کے ٹکڑے، مٹھائی، فروٹ وغیرہ

سچی کہانی

اوٹی کا نام تو آپ نے سُنا ہی ہوگا ۔ یہ دکھن کا ایک سچا اور دلچسپ واقعہ ہے۔ اوٹی ہندوستان کا چھوٹا سا شہر ہے۔ مگر بہت ہی خوبصورت شہر پہاڑی پر بسا ہے جس کی وجہ سے وہاں کافی سردی ہوتی ہے ۔ اور لوگ گرمیوں میں یہاں آیا کرتے ہیں۔

چند سال پہلے کی بات ہے گرمیوں کا زمانہ تھا۔ باہر سے بہت لوگ آئے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے رنگین کپڑے پہنے اوٹی کی خوبصورت وادیوں میں گھوما کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی میلا لگ رہا ہے۔

اُسی سال ایک انگریز بھی آیا تھا ۔ انگریز کا نام رابرٹ تھا۔ رابرٹ نے مکان کی تلاش میں سارا دن گزار دیا تھا مگر کہیں بھی کوئی مکان نہ ملا ۔ آخر بڑی مشکلوں کے بعد اسے پتہ چلا کہ ایک مکان ہے مگر اس میں بھوت ہیں رابرٹ پر ان باتوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا ۔ کیونکہ جس طرح وہ دیکھنے میں اونچا پورا اور حسین تھا بالکل اُسی طرح دل کا بھی مضبوط تھا ۔ رابرٹ اُسی وقت اس مکان میں اُتر گیا۔

یہاں آنے ... بعد اس نے دو نوکر رکھے مگر دونوں اُلٹے ... پہلے ہی بھاگ گئے ... کیونکہ ہر شخص اس مکان سے گھبراتا تھا ۔ ... دونوں نوکروں نے کہہ دیا تھا کہ وہ آٹھ بجے سے پہلے ہی ... جائیں گے ۔

رابرٹ نے کھانا کھانے کے بعد تمام گھر کے دروازے اور کھڑکیاں بند کیں اور تمام کمروں کی روشنیاں گل کر دیں۔ پھر وہ صوفے پر بیٹھ گیا ۔ اور پرانے رسالوں کا مطالعہ کرنے لگا۔ اس کو پڑھتے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی کہ ایک دھماکے کی سی آواز آئی اور ساتھ ہی سارے مکان کے دروازے کھل گئے اور روشنیاں پھر سے جل اُٹھیں۔

یہ دیکھ کر اُسے کچھ ایسی حیرت ہوئی کہ ہاتھ سے پرچے چھوٹ کر نیچے گر گئے اور وہ گھبرا گیا۔ رابرٹ نے جیوں ہی سامنے کے دروازے پر نگاہ کی تو دیکھا کہ سامنے ایک بہت ہی حسین عورت کھڑی ہے ۔

اس کے قریب دو چھوٹے بچے ہیں اور پیچھے ایک آدمی کھڑا ہے جس کا رنگ کالا اور صورت بھدی سی تھی بیہودہ سے وہ شخص اُس عورت کا نوکر معلوم ہوتا تھا ۔ اس عورت نے رابرٹ کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا ۔ مگر وہ سہما ہوا تھا ۔ اس لئے جانے کی ہمت نہ کر سکا ۔ پھر جب عورت نے کئی بار بلایا تو اس نے سوچا کہ نہ جانا تو بزدلی ہوگی ۔ اس لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

عورت نے رابرٹ کو آتے دیکھا تو اسے پیچھے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور خود آگے چلنے لگی ۔ اس کے ساتھ نوکر اور دونوں بچے بھی تھے۔

مکان سے نکلنے کے بعد سب کے سب ایک پہاڑی راستے پر چلنے لگے۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی ۔ اس لئے چلنے میں انہیں کوئی تکلیف نہ ہوئی ۔ سرد ہوا کے جھونکے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو اُڑا لاتے۔ جس سے دل و دماغ تازہ ہو رہے تھے ۔ یہ لوگ یوں ہی آگے بڑھتے رہے ۔ کچھ دور اور چلنے کے بعد ایک غار آ گیا ۔ اس کے سامنے وہ حسین عورت رُک گئی ۔ کالے سے آدمی نے تلوار نکالی اور اس عورت اور دونوں بچوں کو قتل کر کے غار میں پھینک دیا ۔ اب جو رابرٹ نے دیکھا تو اسے وہ کالا آدمی بھی نظر نہ آیا ۔

اس واقعہ سے اس کا ذرا ذرا کانپ اُٹھا اور اسے چکر سا آنے لگا ۔ مگر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور دھیرے دھیرے قدم رکھتا گھر تک پہنچ گیا گھر میں آنے کے بعد اس کا ڈر بڑھ گیا ۔ اور وہ بے ہوش ہو گیا ۔

صبح کو نوکر آئے اور اُسے بے ہوش دیکھا تو جاگ کر ہو گئے اور ڈاکٹر کو بلا لائے ۔ ڈاکٹر کی دوا سے رابرٹ کو ہوش آ گیا ۔ اتنے میں مکان کا مالک بھی آ گیا اور سب نے دلچسپی سے رات والا قصہ رابرٹ سے سُنا۔

مکان کے مالک نے ایک کتاب تیار کی تھی جس میں ان تمام لوگوں کی تصویریں تھیں جو اب تک اس مکان میں رہ چکے تھے ۔ وہ کتاب اب کام آئی ۔ مالک مکان نے وہ کتاب رابرٹ کو دی اور کہا دیکھو رات والی عورت کی تصویر اس میں ہے ۔ رابرٹ نے چند صفحے الٹے تھے کہ اُسے اُسی رات والی حسین عورت کی تصویر نظر آئی جس کے ساتھ دو بچے نوکر اور ایک اور ... بھی تھا جو اسی حسین عورت کا شوہر معلوم ہوتا تھا ۔ رابرٹ نے ... کی تصویر مالک مکان کو دکھلائی ۔

اس واقعہ کی ... پتہ چلا کہ امریکہ میں ایک بہت ہی مالدار تاجر رہا کرتا تھا ۔ اُس تاجر ... سیر کا بہت شوق تھا ۔ چنانچہ وہ اوٹی آ کر اُسی مکان میں ٹھہرا ۔

اتفاق سے تاجر کو ... ہو گیا اور اس کے دغا باز نوکر نے اس کی بی بی بچوں کو قتل کر کے غار میں پھینک دیا اور خود سیدھا امریکہ پہنچ کر تاجر کی ساری جائداد پر پورا قبضہ جما لیا۔

اوٹی سے اصل واقعہ کی خبر جب امریکہ پہنچی تو وہاں کی حکومت نے اس بدمعاش نوکر کو گرفتار کر کے سزا دی ۔ اور جائداد اصل وارثوں کو دے دی ۔

(تارے سے لیا)

معلومات

ایک شخص ہولینڈ سے بلجیم کو ہوائی سفر کر رہا تھا ۔ ہولینڈ سے نکلتے وقت اُس نے ایک بڑی کپڑوں کی دُکان پر ایک بہترین سوٹ خرید کر دُکان والوں سے لیے کاغذ میں اچھی طرح بندھوا کر اپنے ساتھ لے لیا تھا ۔ اور خود ایک معمولی سوٹ پہنا ہوا تھا ۔ اس کے علاوہ اس نے اور کپڑے اپنے ساتھ نہیں لئے تھے ۔ جب ہوائی جہاز بلجیم کے قریب آ پہنچا تو اس شخص نے اپنا معمولی سوٹ ہوائی جہاز کے باہر پھینک دیا جب اس نے کاغذ میں بندھا ہوا پارسل کھولا تو اس میں سوٹ کے بجائے ایک لال فراک رکھا ہوا تھا ۔ یہ فراک دکانداروں نے سوٹ کے بجائے غلطی سے باندھ دیا تھا ۔ مگر اس شخص کے پاس کوئی بھی اور کپڑے نہ ہونے کی وجہ سے اسے ... پہن کر بلجیم میں اُترنا پڑا ۔

ہندستانی پرچار ودیالیہ (مدرسہ)

ہندستانی پرچار سبھا کی طرف سے ہندستانی کی پڑھائی کے لئے ہندستانی ودیالیہ (مدرسہ) چلایا جاتا ہے ۔ یہ مدرسہ یکم جولائی ۱۹۴۹ء سے شروع ہوگا اور اپریل ۱۹۵۰ء تک چلے گا۔ اس میں شروع سے یعنی ہندستانی لکھاوٹ سے ہندستانی قابل تک کی پڑھائی ہوتی ہے ۔ اس میں شامل ہونے کے لئے عرضی ۱۵ مئی ۱۹۴۹ء تک وردھا کاریالیہ میں پہنچ جانی چاہئے ۔ ودیالیہ (مدرسہ) میں پڑھنے والے اپنے خرچ سے پڑھیں گے بھوجن خرچ ماہانہ پچیس روپے کے قریب آتا ہے ۔ شکشن اور رہنے کا مکان مفت دیا جاتا ہے قابل کے بعد کی پڑھائی کے لئے بھی ... کے ورگ رہیں گے ۔ ... کے ورگ میں انہیں کو داخل کیا جائے گا جو پڑھائی ختم ہونے کے بعد ہندستانی کے پرچار میں اپنا سمیا ... کر تیار ہوں ... ورگ کے لائق غریب ... کو ... اور ماہانہ پچیس روپیہ کی چھاترورتی (وظیفہ) دی جائے گی ۔

یہاں کے رہنے کی ... بھی رہے گی ۔

ودیالیہ ... دفتر سے مل سکے گی

۲۸ اپریل ۱۹۴۹ء

... ہندستانی

منتری

ہندستانی پرچار سبھا وردھا

(بقیہ چار مسافر از صفحہ ۳)

چیزیں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ سُن کر کتے اور بلی کے منہ میں تو پانی بھر آیا۔

"بھائیو ادھر آؤ! میں تمہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں" گدھے نے کھڑکی طرف نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔ یہ سُن کر تینوں گدھے کے نزدیک جا پہنچے۔ پھر گدھے نے کتے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "دیکھو! آج ہمیں اس گھر میں داخل ہو کر اور لٹیروں کو بھگا کر اُن کی تمام چیزیں کھانا ہیں چنانچہ میں تمہیں ایک ترکیب بتاتا ہوں" اس کے علاوہ گدھے نے یہ بھی کہا "میں تمہارے اندر سب سے اونچا اور بڑا ہوں اور آسانی سے کھڑکی تک پہنچ سکتا ہوں۔"

پھر ایک بار گدھا انہیں نصیحت دیتے ہوئے چلّایا "جب میں کھڑکی میں پیر رکھ کر کھڑا ہو جاؤں تو سب سے پہلے کتا میری پیٹھ پر سوار ہو جائے۔ اس کے علاوہ گدھے نے یہ بھی کہا "جب میں ایک آواز کروں تو سب کے سب بول اٹھیں یعنی کتا بھونکنا شروع کردے۔ بلی میوں میوں اور مرغا اپنی بول بولے۔

آخرکار جب یہ سب کچھ طے ہو چکا تو گدھا کھڑکی پر اپنے دونوں پیر جما کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد کتا گدھے کی پیٹھ پر، بلی کتے کی اور مرغا بلی کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد گدھے نے ایک آواز دی۔ یہ سُن کر کتے نے بھونکا، بلی نے میاؤں میاؤں اور مرغے نے کُکڑ کُوں کرنا شروع کر دیا۔ چاروں کی آواز ایک ہی ساتھ نکل رہی تھی۔ اُن کی آواز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان ٹوٹ رہا ہے۔

لٹیروں نے جب یہ آواز سُنی تو بہت گھبرائے اور کہنے لگے "بھاگو! ہمارے دشمن آ گئے ہیں" اور یہ کہہ کر سب کے سب اپنا گھر چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اب جو گدھے نے لٹیروں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو وہ پھولا نہ سمایا اور اپنے ساتھی سمیت گھر میں داخل ہو گیا۔ بلی تو خوشی کے مارے ناچنے لگی اندر داخل ہو کر چاروں نے خوب کھایا۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے تمام ٹیبل صاف کر دی۔ جب وہ کھا چکے تو گدھے مکان کے باڑے میں گھاس کے ایک ڈھیر پر لیٹ گیا۔ کتا بھی دروازے کے پیچھے، بلی باورچی خانے میں جا کر چولھے کے اندر اور رہا سہا مرغا بھی ٹیبل پر سو گیا۔ آدھی رات گذری نہ ہوگی کہ لٹیروں کا سردار اپنے مکان کی حالت دیکھنے آیا۔ جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اُسے اندھیرے کے سوا کچھ نہیں ملا۔ وہ چراغ کو روشن کرنے کے لئے دیا سلائی ڈھونڈتا ہوا باورچی خانے میں داخل ہوا۔ لیکن اُسے دیا سلائی باورچی خانے میں نہ ملی۔ وہ مایوس ہو کر باورچی خانے سے واپس لوٹ ہی رہا تھا کہ یکایک اُس کی نظر چولھے پر پڑی جہاں بلی کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اُس نے آگ سمجھ کر چولھے میں ہاتھ ڈالا یہ دیکھ کر بلی غضب سے اُچھل پڑی۔ بےچارہ سردار خوب گھبرایا اور باورچی خانہ چھوڑ کر بھاگنے لگا۔ لیکن جونہی اُس نے دروازے سے نکلنے کی کوشش کی کہ کتے نے اُسے خوب زور سے کاٹا وہ بےچارہ بالکل گھبرا گیا۔ اور جان بچانے کے لئے مکان کے باڑے میں کودا تو گدھا نیند سے بیدار ہو گیا اور اُسے لاتیں لگانے لگا۔ ادھر مرغے نے بھی زور زور سے بولنا شروع کر دیا۔ جب اُس نے گدھے کی لاتوں سے نجات پائی تو ایسا بھاگا کہ کبھی گدھے کی طرف پھر کے نہ دیکھا۔ آخرکار بڑی مشکل کر وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ خود پر بیتی ہوئی تمام کہانی ان کو کہہ سنائی۔ لٹیرے اپنے سردار کی کہانی سُن کر بہت حیران ہوئے اور اُسی روز سے ہمیشہ کے لئے انہوں نے اپنے گھر کا منہ نہ دیکھا۔

(انگریزی سے ترجمہ)

از

اے۔ ایم ٹیلر۔ ہانسوٹ

خبریں

بمبئی کی خبر ہے کہ اسٹیل راشننگ آفیسر بمبئی نے صوبہ کے کسانوں کو کھیتی باڑی کے لئے جو اوزار اور سامان بانٹا ہے وہ نیچے لکھا جاتا ہے۔

لوہا	۶۷۸	ٹن
پھاوڑے	۴۴۶۴	"
کدالیں	۲۱۸۰	"
سلاخیں	۱۸۲	"

۴۴۵۱۰۰ روپے کی قیمت کے ۳۸۳۰۵ فٹ لمبے پائپ اور کانٹے دار تاروں کے ۲۳۳ بنڈل۔

لندن کی خبر ہے کہ برطانیہ اور امریکہ سے دو جماعتیں حضرت نوح کی کشتی کا پتہ چلانے کے لئے ارارات پہاڑ پر روانہ ہو رہی ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ اس پہاڑ پر سترہ ہزار فٹ کی اونچائی پر حضرت نوح کی کشتی آج تک موجود ہے۔ مگر وہاں کے قریب کی آبادی اس پہاڑ پر نہیں جاتی۔ کیونکہ اڑھائی ہزار سال سے یہ مشہور ہے کہ اس پہاڑ پر جانا بہت ہی منحوس ہوتا ہے۔

برطانیہ سے سات آدمیوں کی جماعت جا رہی ہے اور امریکہ سے ۱۲ آدمی جا رہے ہیں۔ دونوں جماعتیں جون میں استنبول پہنچ جائیں گی اور وہاں سے خچروں پر اس پہاڑ پر روانہ ہوں گی۔ کہا جاتا ہے کہ کشتی نوح برف میں دبی ہوئی ہے۔

دمشق کی خبر ہے کہ حکومت شام نے اعلان کیا ہے کہ اب شامی عورتوں کو ووٹ دینے کا حق ہوگا۔ کرنل حسن زعیم نے ریڈیو پر کہا ہے کہ آیندہ عام چناؤ میں تمام پڑھی لکھی عورتوں کو ووٹ ڈالنے کا موقعہ دیا جائے گا۔

واشنگٹن کی خبر ہے کہ مارشل پلان کے مطابق ترکی کو ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ ڈالر دیئے جائیں گے۔ تاکہ ترکی کی مالی حالت بہتر ہو جائے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ حاجی بندر پر پولیس نے بیس لاکھ روپے کا سونا جو مچھیری کی کھالوں میں چھپا کر باہر جا رہا تھا پکڑ لیا ہے۔ پولیس کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں ایک جماعت گرفتار کی گئی ہے۔

کلکتہ کی خبر ہے کہ یہاں جنرل پوسٹ آفس سے روزانہ پانچ لاکھ خط بانٹے جاتے ہیں۔ خطوں کے جلدی پہنچنے کے لئے شہر کلکتہ کو ۳۷ حصّوں میں بانٹ دیا گیا ہے

نئی دہلی کی خبر ہے کہ پہلی جون سے ریاست بھوپال کا انتظام حکومت ہند سنبھال لے گی۔ سردار پٹیل نے اپنے ایک بیان میں بھوپال کی پبلک کو مبارکباد دی ہے کہ انہوں نے بات چیت کی مدت میں بہت ہی صبر سے کام لیا۔ اور نواب بھوپال کو بھی مبارکباد دی ہے کہ انہوں نے بڑی ہمت اور اخلاق سے کام لیا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ جینیوں کے بڑے گرو شری کرشن مہاراج

جو گرنار پہاڑ کے مندر میں بڑی پوجا کر رہے تھے وہیں قریب میں ایک بھنگی بستی تھی۔ بھنگیوں نے گرو جی کے چیلے بننا چاہا آپ نے خوشی سے چیلے بنائے ہر چیلے کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور ایک ایک تلسی کی مالا دی۔ اس کام سے جینیوں میں بڑی کھلبلی مچ گئی ہے۔

مولانا حسرت موہانی نے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان کو پٹھانوں کا کہنا مان لینا چاہئے اور پٹھانستان قائم کر دینا چاہئے ان کو غلام بنانا بہت ہی بری بات ہے۔ ہند کی بڑی جماعت جمعیۃ العلماء بھی ان کی تائید کر رہی ہے کہ ہند کے مسلمان پاکستان پر زور ڈالیں کہ وہ پٹھانوں کا حق تسلیم کرکے جن لوگوں کو گرفتار کیا ہے رہا کر دے۔

کراچی کی خبر ہے کہ پاکستان حکومت نے طے کر لیا ہے اپنے پڑوسی ملک ایران کو ایک سو ٹن غلہ مفت دیا جائے کیونکہ ایران میں غلہ کی بہت کمی ہے۔

معلومات

لندن میں ۱۰ مئی کو جو نمائش ہوئی تھی اس میں بجلی کا ایک نئی قسم کا کلاک دکھایا گیا تھا۔ یہ کلاک بہت کم بجلی خرچ کرتا ہے۔ دوسرے کام بھی کرتا ہے جیسے بجلی کا بٹن دبا کر ہیٹر کو گرم کر دینا۔ باغ اور کمرے میں روشنی خود بخود کرنا اور اسے خود بجھا دینا۔ اگر کوئی ریڈیو پروگرام کسی وقت چاہے تو یہ کلاک وقت پر بٹن دبا کر ریڈیو چالو کر دے گا۔ یہ سب کام یہ کلاک خود بخود کرے گا۔

لندن میں ایک اندھا ایسا ہے جو اپنے کانوں سے سن کر شہر کے گلی کوچوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ جیسے آنکھوں والا شہر کے ہر مکان کو جانتا ہے۔ اسی طرح یہ اندھا مکانوں کی گونج کی آواز سن کر بتا دیتا ہے کہ فلاں عمارت ہے۔

انگلستان میں ایک شخص نے اپنی پیاری بلی کے مرنے پر جان دے دی۔ یہ بلی بارہ سال سے اس کے پاس تھی۔

ایک جاپانی جو بچوں کا خون کیا کرتا تھا گرفتار کر لیا گیا ابتک اس کے پاس سے ۱۶۰ لاشیں دودھ پیتے بچوں کی نکالی ہیں آئندہ اور ملنے کی امید کی جاتی ہے۔

راک فیلر امریکہ کا سب سے بڑا مالدار آدمی ہوا ہے۔ پہلے یہ شخص بہت ہی غریب تھا۔ مگر اس میں ایک صفت بڑی بھاری تھی۔ کہ وہ خیرات اور قومی کاموں میں اپنا مال خرچ کرنے میں بڑا شوق رکھتا تھا۔ آخر عمر تک اس نے جو روپے خرچ کئے اس کی مقدار ڈیڑھ ارب روپیہ ہے جو اس نے مذہبی اور قومی کاموں میں کیا۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی۔ روپا والا کیالا روڈ بمبئی ۲۶ اردو ہندی گجراتی اخبار رہبر پریس میں چھپتا ہے۔

REGD. No ۴۵۳۲

ٹیلیفون نمبر ۴۴۴۲۱

قیمت فی پرچہ دو آنے

ایڈیٹر - مسز کلثوم سایانی

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ تین روپے

پہلی جون ۱۹۴۹ء | نمبر ۲۲

نیک بات

کوشش کرنا انسان کا کام ہے - نتیجہ اللہ کے ہاتھ ہے -

اپنی باتیں

مردوں کے اردو اور گجراتی تعلیم بالغان کے کلاسس کا آٹھواں سالانہ جلسہ میونسپل مراٹھی سکول ڈونگری پر ۱۳ مئی ۱۹۴۹ء کو ہوا - شری بی۔جی کھیر نے صدارت قبول فرمائی تھی - اور شریمتی کھیر نے سندیں تقسیم کی تھیں - یہ پہلی مرتبہ ہماری بہنوں کو بمبئی کے وزیر اعظم اور اُن کی بیگم صاحبہ سے ملنے کا موقعہ ملا - شری بی۔جی کھیر بھی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ کسی بڑی سے بڑی یونیورسٹی کی صدارت کرنے سے انہیں اتنی خوشی حاصل نہ ہوتی جتنی ہماری دعوت سے اور ہمارے بیچ آنے سے ہوئی۔

اس جلسے میں شریمتی کھیر نے ان ۱۳۰۸ بہنوں کو مبارک باد دی جنہوں نے لکھنے پڑھنے کے امتحان ... کامیابی حاصل کی تھی - یہ سندیں

الگ الگ تقسیم کرنا مشکل تھا - اس لئے ایک ایک سنٹر کی سندیں اُستانیوں کو دی گئیں ہماری بہنیں کھیر صاحب کی تقریر سے بہت خوش ہوئیں - اور دلچسپی اور غور سے سُنتی رہیں - شریمتی کھیر کا مبارک باد کا چھوٹا سا پیغام بہنوں کو بہت ہی پسند آیا -

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے شری بی۔جی کھیر نے کہا کہ مسز سایانی کی پوری مدد اس کام میں نہیں ہو سکی - حالانکہ رہبر کیلئے حکومت بمبئی ۱۵۰۰ روپیہ سالانہ دیتی ہے - حکومت کی اس مدد کی وجہ سے ۵۰۰ کاپیاں مفت صوبے میں تقسیم کی جاتی ہیں -

بمبئی حکومت کے تعلیمی صلاح کار خواجہ غلام السیدین نے بہت دلچسپ تقریر کی اور تصویروں اور سنیما کے ذریعہ تعلیم دینے کے بارے میں بہنوں کو سمجھایا - انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہم کوئی سینٹر مقرر کریں تو وہ مہینہ میں ایک وقت تعلیمی سینما دکھانے کا انتظام کریں -

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی روپا ولا کمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ - رہبر اخبار ہندی، اُردو، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے -
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی نمبر ۳ میں چھپتا ہے -

ہمیں افسوس ہے کہ شریمتی رامیشوری نہرو اس
جلسہ میں شرکت نہ کر سکیں۔ اسی روز انہیں دلی سے
بلاوا آیا اور وہ سہ پہر کی گاڑی سے روانہ ہوگئیں
۱۹۴۴ء میں شریمتی نہرو ہمارے جلسہ میں شریک
ہوئی تھیں۔ تب سے ہماری بہنیں اُن سے ملنے
کے لئے بیتاب رہتی ہیں۔

اس جلسہ کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد
راج کماری امرت کور، شری شنکرداس پکوزسا۔ بیگم
حمید علی۔ شری چمپک لال مودی، دیوان بہادر تربھون
شریمتی لیلاوتی منشی اور شریمتی سرلا دیوی سارابھائی
نے مبارک باد اور کامیابی کی دعائیں بھیجی تھیں۔
ان میں سے چند ہم صفحہ ۵ پر شائع کرتے ہیں۔

سند تقسیم اور تقریروں کے بعد بچوں کا کھیل
ایک ڈرامہ، اور نظموں کا پروگرام ہوا، جس سے
بہنیں بہت خوش ہوئیں۔ بہن زرینہ کریم بھائی اور
مریم بائی اجمیری کی کوشش سے ہماری بہنوں کو یہ
دلچسپی نصیب ہوئی۔

ہمارا جلسہ بہت ہی کامیاب رہا۔ پھر بھی ہمیں
ایک نظر اپنی کمزوریوں پر ڈالنی ضروری ہے۔ کافی
عرصہ سے کوئی جلسہ نہ ہونے کی وجہ سے ہماری
بہنیں (اور اُن کے بچے) جلسہ کا طریقہ کچھ کچھ بھول
چکے تھے، ورنہ یہی تعلیم بالغان کے جلسے ایک زمانہ
میں ایسے خاموشی کے ساتھ ہوتے تھے کہ تقریر کرنیوالے
کہتے تھے کہ ہم نے کالج کے نوجوانوں کی میٹنگ یا
عام جلسہ اس خوبی کے ساتھ ہوتے ہوئے نہیں
دیکھے۔ ہم نے بچوں کو کبھی ان جلسوں سے نہیں
روکا۔ کیونکہ وہ بھی غور سے سننے کے عادی
ہوچکے تھے۔ البتہ مئی مہینہ کی گرمی نے اور پیاس
نے ہماری بہنوں کو اُکتا دیا تھا، پھر بھی وہ بڑے
صبر سے بیٹھیں۔ سب کی یہی خواہش تھی کہ جلسوں کا
سلسلہ پھر شروع کیا جائے۔

خبر ملی ہے کہ چند لوگوں نے برما میں ایک کروڑ
روپیہ سے زیادہ کی قیمت کے ایک روپیہ کے چاندی کے
سکے جن پر کوئین وکٹوریہ اور کنگ ایڈورڈ ساتویں
کی چھاپ تھی، خریدے تھے۔ اُن لوگوں نے ان
۱۰۰ روپوں کے ۱۵۰ روپے دے کر خریدے تھے اور
آسام میں لاکر ۱۰۰ روپے کی قیمت انہوں نے ۱۴۶
روپے رکھی۔ اس پر بھی بہت سے روپے بک گئے
برما کی پولیس نے اب کچھ حد تک ان روپوں کو
بکنے سے روکا ہے۔

بمبئی کے نئے میئر مسٹر ایس کے پاٹل جو دُنیا
کے میونسپل حالات دیکھنے اور سیکھنے گئے ہیں۔ وہ
اب لندن میں ہیں۔

افریقہ کی کچھ جنگلی قوموں کا یہ خیال ہے کہ ہر انسان کی
دو روحیں ہوتی ہیں، ایک اسی کے بدن میں اور ایک کسی وحشی جانور
میں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک اگر بیمار ہوجائے یا مرجائے تو دوسرے

سچائی کی پہچان

ایک بار گیارہ آدمی جنگل میں گھومنے کے لئے نکلے۔ گھومتے گھومتے وہ بہت دور تک نکل گئے۔ اتنے میں بارش زور سے گرنے لگی۔ سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ تو وہ جلدی سے چلنے لگے۔ تھوڑی دور گئے اتنے میں ایک مندر آیا اور سب اس کے اندر جاکر ٹھہرے۔

بارش اپنا کام کرتا ہی رہا۔ اور بجلی زور زور سے گرنے لگی مندر کے چاروں طرف بھی بجلی چمکنے لگی۔

مندر کے اندر جو لوگ تھے وہ سب گھبرانے لگے۔ اب کیا کیا جائے؟ ایک آدمی بولا کہ ہم میں سے ضرور کوئی پاپی ہے اور بجلی اس کو مار ڈالنا چاہتی ہے۔ اس لئے اس کو فوراً یہاں سے باہر چلا جانا چاہئے۔ کیونکہ ایک پاپی اندر ہے۔ تو اس کی سزا سب کو سہنا کرنی پڑے گی۔

باہر جانے کی شروعات کون کرے؟ کون پاپی ہے؟ اور کون اچھا ہے یہ کس طرح سے معلوم پڑے؟

آخر میں یہ طے کیا کہ پانسا اچھال کے جس کا نام آئیگا اس کو باہر جاکر مندر کی چاروں طرف چکر لگانا چاہئے۔ اور اگر وہ پاپی ہوگا تو بجلی اسے مار ڈالے گی۔ اور اگر نیک ہوگا تو وہ مندر میں واپس آسکے گا۔ یہ بات سب کو منظور تھی۔

پانسا اچھالا اور ایک آدمی کا نام آیا۔ وہ بچارا گھبراتا گھبراتا باہر گیا اور مندر کی چاروں طرف چکر لگاکر واپس آیا اور بولا "میں بچ گیا۔ میں ضرور نیک ہوں اس لئے بجلی نے مجھ کو کچھ نہ کیا"

اس طریقہ سے ایک ایک کرکے دس لوگ تو باہر جاکر آئے اور بچ گئے۔ اب وہ دسوں آدمی گیارہویں آدمی سے کہنے لگے "تو ضرور پاپی ہوگا اب صرف تو ہی باقی رہ گیا ہے۔

وہ بچارا ایشور کا نام لے کر باہر نکلا۔ اور مندر کا چکر لگانے لگا۔ جب وہ مندر کے باہر چلا گیا تو زور سے بجلی اس مندر پر پڑی اور ان دس آدمیوں کو مار ڈالا۔ جو باہر تھا، اس کو ذرا بھی نقصان نہ ہوا۔

ممکن ہے کہ اس آدمی کی نیکی کی وجہ سے جب وہ مندر کے اندر تھا، تب بجلی نہیں گری اور اس کی وجہ سے دوسرے بچ گئے۔ اور جب وہ باہر گیا تو باقی دس آدمیوں پر بجلی گری۔

(یہ کہانی چندو بہن جے دلال نے شری کاکا صاحب کالیکر سے سنی تھی۔

کھیر صاحب کی صدارتی تقریر

عورتوں کے اردو اور گجراتی کلاسوں کے آٹھویں سالانہ سند تقسیم جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے کھیر صاحب نے کہا کہ کسی بڑی سے بڑی یونیورسٹی کے جلسہ میں صدارت کرنے سے انہیں اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی کہ آج کے بہنوں کے جلسہ میں ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا کہ دنیا میں مرد اور عورتیں کبھی ایک ساتھ آگے نہیں بڑھے۔ کسی بھی ملک کے آگے بڑھنے کے لئے دونوں کو ساتھ ترقی اور تعلیم حاصل کرنا چاہیئے۔ آج یورپ اور امریکہ میں عورت اور مرد دونوں مل کر کام کرتے ہیں اور خوب ترقی کر رہے ہیں۔

ہندوستان میں تیس کروڑ کی آبادی میں سے آدھی عورتیں ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ مردوں کے برابر ترقی کریں۔ انسان اور حیوان میں صرف تعلیم اور عقل کا فرق ہے۔ باقی سب چیزیں برابر ہیں رسول اللہ نے کہا تھا کہ ہر انسان پر علم حاصل کرنا فرض ہے، اگرچہ اس کے لئے چین جانا پڑے

عورتوں کو گھر کا کام بھی کرنا چاہیئے۔ بچوں کی دیکھ بھال بھی کرنی چاہئے۔ عورتوں کو تعلیم پانے کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ بیماری میں پرہیز وغیرہ کے بارے میں ہر ماں کو جاننے کی ضرورت ہے اور یہ علم صرف تعلیم سے ہی مل سکتا ہے۔

کچھ سال پہلے جائیے یہاں عورتوں کی یہ حالت تھی کہ ان کی شادی دس سال کی عمر میں ہو جاتی تھی۔ جب کہ ان کو شادی کا مطلب بھی معلوم نہیں ہوتا تھا اور وہ اپنے کھیلنے کودنے کے دن بھی ختم نہ کر چکی تھیں۔ یورپ اور امریکہ میں عورتیں موٹر، ہوائی جہاز اور گھوڑے کی سواریاں کرتی ہیں۔ جب کہ ہماری عورتیں گھر کی چار دیواروں سے بھی باہر نہیں نکل پاتیں۔

بمبئی صوبے میں جب لڑکیوں کے لئے اسکول کھولے گئے تو مردوں کو بہت تعجب ہوا۔ یورپ کا بھی یہی حال تھا۔ ولایت کے آکسفورڈ یونیورسٹی میں عورتیں شامل نہیں کی جاتی تھیں، لیکن جب انہوں نے یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ وہ مردوں سے کسی بات میں کم نہیں ہیں تو وہ ڈاکٹری کالجوں میں بھی داخل کی گئیں۔ انگلینڈ میں عورتوں کو اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے لڑنا پڑا۔ جیل، مار اور بہت سی تکلیف اٹھانے کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ اب انہیں پارلیمنٹ کے چناؤ میں ووٹ دینے کا حق ہے۔ پہلے انگلینڈ میں بھی عورتوں کو جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ملتا تھا۔ کیونکہ وہ خود مرد کی جائیداد سمجھی جاتی تھیں ہمارے یہاں بھی جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بہت خوشیاں ہوتی ہیں اور لڑکی ہونے پر دکھ ہوتا ہے۔ آج تو ایسا نہیں ہونا چاہیئے

آج تو عورتوں کو طرح طرح کے حق حاصل ہیں۔ پہلے ہندوؤں میں ایسا تھا کہ مرد جتنی چاہے شادیاں کر سکتا تھا جیسا کہ عورت کوئی لکڑی یا بھینس کے برابر ہو جسے مرد جب چاہے بدل سکتا ہے۔ آج قانون کے

ذریعہ ان ... آزادی ... کی ... ہر ایک ... حق ہے ... اٹھانا چا... ہے۔ سمجھنا ... آپ کو ... ہوں گے ... موجود ہی ... لئے جلد ہی ... ہے اور ... سبق حاصل کریں گے



باتوں کو مٹا دیا گیا ہے
حاصل ہو گئی ۔ اب ہمیں ملک
دھیان دینا چاہیئے آج
اور عورت کو ووٹ دینے کا
اس حق کا پورا فائدہ
کے لئے بھی علم کی ضرورت
تو آپ جان گئی ہیں اب
سکتی ہیں اور اخبار پڑھنے
ایک اخبار "رہبر" آپ کے پاس
ایک لائبریری کا انتظام آپکے
۔ دنیا اور ملک کی حالت جاننے
کی چڑھتی پڑتی دیکھ کر ہی ہم
۔

بچوں کی کہانی



نے کے لئے
ہمیشہ بھاگ
سے
گیا ہے
مزہ معلوم

کی بڑی
بھاگ سے
بلبلے بنتے
خوشبو بھی
سکا ئے اب میں
بغیر نہاتا ہوں
سندرہ صابن
ٹز طرز کمپنی
تیار کیا ہوا ۔



جلسہ تقسیم اسناد

سندیش

جناب مولانا ابوالکلام آزاد ۔

(وزیر تعلیم حکومت ہند)

میں یہ بات جان کر بہت خوش ہوتا ہوں کہ آپ کی کمیٹی کا تعلیم بالغان کا کام بہت کامیاب ہو رہا ہے ۔ اور ہر سال بہت بڑی تعداد میں عورتیں لکھنا پڑھنا سیکھ رہی ہیں مجھے افسوس ہے کہ میں آپکے سند تقسیم جلسہ میں بہت ضروری کاموں کی وجہ سے شرکت نہیں کر سکوں گا ۔ لیکن جو کام آپ اور آپ کے ساتھی کر رہے ہیں ۔ اس میں مجھے بہت دلچسپی ہے اور میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں ۔ اور میں اس کی قدر کرتا ہوں ۔

راجکماری امرت کور ،

(وزیر صحت ۔ حکومت ہند)

ہماری آجکل کی ضرورتوں میں تعلیم بالغان کا کام ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ ہر پڑھے لکھے مرد اور عورت کو چاہیئے کہ وہ ہفتہ میں کم سے کم ایک گھنٹہ اس کام میں خرچ کرے ہمارے لوگوں کو پڑھانا سکھانا ، اچھے شہری بنانا ، صحت کے قانون سکھانا مل جل کر کام کرنا سکھانا ، سچائی اور تن من کی صفائی سکھانا ۔ یہ سب باتیں اس ہندستان کی بنیادی ذاتی ہیں جس کا کہ ہم خواب دیکھ رہے ہیں ۔ میں جانتی ہوں کہ بمبئی کے سماجی کام کرنے والوں نے کتنی محنت سے اس کام کو چلایا ہے ۔ آج ہمیں سب سے زیادہ اور مل جل کر کام کرنے کی ضرورت ہے ۔ یہ سبق انہی لوگوں سے سیکھا جا سکتا ہے جو تعلیم بالغان کے کام کے لئے اپنی زندگی صرف کر رہے ہیں میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں

مسٹر سری پرکاسا

(گورنر مدھیہ پردیش)

آج مردوں سے زیادہ عورتوں کو پڑھانے کی ضرورت

(بقیہ کالم

پہلے ہندوستان میں انگریزوں کی سرکار تھی ۔ ۱۹۴۷ء سے بھارت سوتنتر ہو گیا ۔ اس آزادی میں آپ ان پڑھ نہیں رہ سکتیں آپ کو لکھ پڑھ کر گھر اور ملک کی سیوا کرنی ہے ۔ میں مسز سایانی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے آٹھ سال کی سخت محنت سے ہزاروں مسلمان عورتوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا ہے ۔ لیکن اب چاہیئے کہ یہ کوشش ہو کہ اس ملک میں ایک بھی ان پڑھ عورت نہ رہے ۔

کھیر صاحب نے یہ بھی کہا کہ مسز کلثوم سایانی کی ہم وہ مدد نہیں کر سکے جتنی کرنا چاہیئے تھی ۔ ایسے مشکل کام کے سلئے آٹھ سال کے بعد ان کو ایک اسسٹنٹ لٹریسی آفس دی گئی ہے ۔ بمبئی حکومت کی طرف سے "رہبر" کے لئے بھی ڈیڑھ ہزار روپیہ سالانہ کر دیا ہے ۔ یہ اخبار ایک بہت اچھی تعمیری سیوا ملک اور قوم کی کر رہا ہے ۔

مسز کلثوم سایانی اس کام کو اتنی اچھی طرح کر رہی ہیں ۔ اس لئے میں ان کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور آشا کرتا ہوں کہ بمبئی میں کچھ وقت کے بعد ایک بھی عورت ان پڑھ نہ رہے گی ۔

(بقیہ کالم ۵)

تعلیم کا کام کرنے والوں کو خدا کو یاد رکھتے ہوئے اپنے کام پر ڈٹا رہنا چاہیئے جس کام کو آپ بڑی محنت سے نبھا رہی ہیں وہ تعریف کے قابل ہے ۔ عورتوں میں کام کرتے وقت کتنی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے جس سے میں واقف ہوں مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ عورتیں تعلیم حاصل کرنے میں مردوں سے زیادہ شوقین ہیں ۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا آپکی کوششوں کو کامیاب بنائے مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ کے کلاس سے جو کام سے سیکھ کر بنائے جائیں گے

شریمتی وجے لکشمی پنڈت

ابھی حال ہی میں شریمتی وجے لکشمی پنڈت امریکہ میں ہندوستان کی سفیر مقرر کی گئی ہیں۔ اس سے پہلے آپ روس میں ہندوستان کے سفیر کی حیثیت سے کام کر چکی ہیں۔ مسز پنڈت کی قابلیت سے دُنیا واقف ہے۔ اس سے پہلے انہیں جہاں بھی بھیجا گیا، اُنہوں نے بڑی سوجھ بوجھ اور قابلیت کا ثبوت دیا۔ متحدہ ملکوں کی کانفرنس میں دکھنی افریقہ کے ہندوستانیوں کا مسئلہ آپ نے اس خوبی سے پیش کیا کہ دنیا میں ہندوستان کا سر اُونچا ہو گیا۔ اور دُنیا بھر نے آپکی قابلیت کی داد دی۔ مگر چونکہ روس اور ہندوستان کا راستہ ایک نہیں تھا۔ اس لئے روس میں مسز وجے لکشمی کامیاب نہ ہو سکیں۔

امریکہ میں مسز وجے لکشمی برسوں رہ چکی ہیں اور وہاں کے لوگ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ امریکہ اُن کی اہمیت اور قابلیت کو خوب سمجھتا ہے۔ اور اُن کی شاندار ہستی کی بھی قدر کرتا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ امریکہ میں ہندوستان کے راج دوت کی حیثیت سے مسز پنڈت کامیاب ہونگی۔

آج ہمیں دیکھنا ہے کہ دُنیا کا کونسا ملک امن اور ترقی پسند ہے۔ حال ہی میں امریکہ کے پریذیڈنٹ ٹرومین نے ایک تقریر میں کہا تھا کہ دُنیا میں امن قائم رکھنے کے لئے ہمیں اگر ایٹم بم کا استعمال کرنا پڑا تو ہم کریں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو امن ایٹم بم کے استعمال سے قائم ہو سکتا ہے وہ کیسا ہوگا؟ گاندھی جی نے ہندوستان اور دُنیا کو ایک بالکل نیا راستہ دکھایا ہے۔ جس کے ذریعہ امن قائم کرنے کے لئے نہ تو ایٹم بم کی ضرورت ہے اور نہ توپ اور ٹینکوں کی۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم خود بھی باپو کی زندگی میں اُن کے بتائے ہوئے اس نرالے راستہ پر نہیں چل سکے اس راستہ پر پہنچنے کے لئے ہندوستان کو خود بہت کوشش کرنی پڑے گی۔

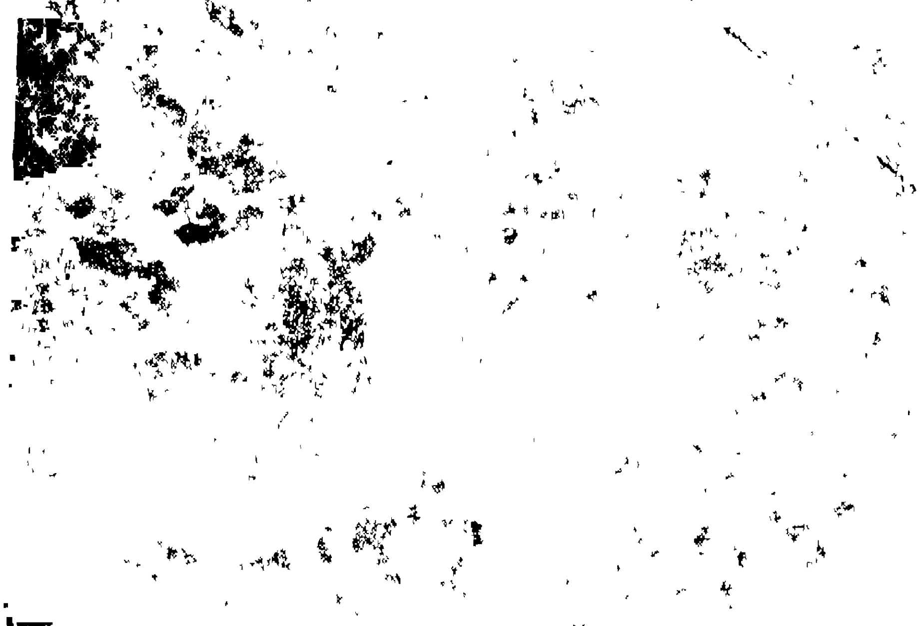
ہمیں اُمید ہے کہ نہ صرف مسز پنڈت، بلکہ ہندوستان سے جتنے بھی سفیر باہر ملکوں میں بھیجے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب باپو کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی کوشش کریں گے۔ اور اُن کا سندیش پھیلائیں گے۔ چاہے وہ ملک کسی بھی راستہ پر چلتا ہو۔

استقبالیہ نظم

(جو سالانہ جلسے میں پڑھی گئی تھی)

خدا کا شکر ہے بہنو، کہ جلسہ آٹھواں آیا
اُمیدوں کی شمع لے کر، پیام جاوداں آیا
ہزاروں مشکلات اس راستہ میں پیش آئی ہیں
خدا نے جب کہیں یہ دن مسرت کے دکھائے ہیں
ہماری خوش نصیبی ہے کہ بی جی کھیر آئے ہیں
صدارت کرنے جلسے کی یہاں تشریف لائے ہیں
بڑھائی شان جلسے کی، کیا ممنون ہم سب کو
شریمتی جی بھی آئی ہیں، سند تقسیم کرنے کو
سند وہ دست مبارک سے جو بہنیں لیکے جائیں گی
مسز ساتیانی کے حق میں دعائیں دیئے جائیں گی
کلثوم سایانی کو یارب سدا پھولا پھلا رکھنا
امیدیں ان کی پوری ہوں شگفتہ دل کھلا رکھنا
دُعا مریم یہ کرتی ہے ادارہ یہ رہے قائم
ملے بہنوں کو آئندہ یہی تعلیم اب دائم

(مریم بائی اجمیری)



عورتوں کی اردو اور گجراتی کلاسوں کا آٹھواں سالانہ تقسیم جلسہ
اوپر کی تصویر میں مسٹری بی جی کھیر صاحب جلسے میں تقریر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں

خبریں

وزیر اعظم ہند پنڈت نہرو کو امریکہ آنے کی دعوت دی ہے جسے آپ نے قبول کر لیا ہے۔ آپ پہلی مرتبہ امریکہ جائیں گے۔

دمشق کی خبر ہے کہ عرب لیگ غور کر رہی ہے کہ شام سے مدینہ تک ریل جاری کر دی جائے تاکہ عربی ملکوں میں تعلق پھر سے پیدا ہو جائے یہ ریلوے لائن ترکی حکومت کے زمانہ سے جاری تھی۔

بمبئی کی خبر ہے کہ پرائمری اسکولوں میں چوتھی کلاس تک لڑکے لڑکیوں کو ملا کر تعلیم دی جائے جو مدرسے ایک ہی بلڈنگ میں الگ الگ ہیں انہیں ایک کر دیا جائے اور قریب کے مدرسوں کو ملا دیا جائے یہ اسکیم اس سال شروع کر دی جائے گی۔

صوبہ بمبئی کے علاقہ میں گھریلو فوج تیار ہو رہی ہے جس کی تعداد چھ لاکھ ہے یہ فوج گاؤں اور شہروں کے فساد کے وقت میں سرکاری فوجوں کی مدد کیا کرے گی۔ صوبہ بمبئی کے ۲۵ ہزار گاؤں میں یہ کام شروع ہو گیا ہے

بمبئی کی خبر ہے کہ کرافورڈ مارکیٹ کی گھڑی جو پچھلے طوفان میں خراب ہو گئی تھی اس کی مرمت پر ۳۲۵۴ روپیہ خرچ ہوا ہے اب یہ گھڑی تیار ہو گئی ہے۔

شملہ کی خبر ہے کہ ناتھو رام گوڈسے نے جو اپیل کی تھی اس پر مقدمہ چلا اس میں موت کی سزا کا حکم ہوا۔ گوڈسے نے ایک درخواست دی ہے کہ مجھے بمبئی میں پھانسی دی جائے۔ یہ بات شملہ عدالت نے حکومت ہند کے پاس روانہ کر دی ہے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ پرنسس گودی میں آگ لگ گئی اس کی وجہ سے ۲۰۰ بنڈل تمباکو، ۲۰ تھیلے مرچ اور ۱۰۰ گٹھے گھاس کے جل کر بھسم ہو گئے

نئی دہلی کی خبر ہے کہ صدر امریکہ مسٹر ٹرومین نے

بھارت نیا لے گا

(یہ ڈرامہ تعلیم بالغان کے جلسے میں مریم بائی اجمیری نے کروایا تھا)

(ڈرامہ میں حصہ لینے والے : صلح کا پیغام دینے والی ایک لڑکی ، زندگی ۔ آزادی ، آشا ، اور چند بچے)

(چند چھوٹے بچے ہاتھ میں تلوار لئے کھڑے ہیں ۔ ایک لڑکی صلح کا سفید جھنڈا لئے آتی ہے اور لڑنے والوں کو روکتی ہے)

لڑکی :- لڑنے والو ! کٹنے والو ! آپس میں جھگڑنے والو ! تلواریں روکو بسنو ، سنو ، ایک نئی بات !

بچے ۔ نئی بات ؟

لڑکی :- ہاں نئی بات ۔ دیکھو یہ فرنگی آیا ۔ فرنگی

بچے :- اچھا فرنگی کیا لایا ؟

لڑکی :- نئی نئی چیزیں یہ لایا ۔ ریل ، ٹرام ، موٹر یہ لایا ۔ (فرنگی [illegible] ہے)

[illegible] :- اتنا ہوا پھر بھی ہم بھوکے ۔ بھارت میں لاکھوں بھوکے

ریل :- دوڑو ، دوڑو ، گاندھی آئے ۔

بچے :- گاندھی آئے ، گاندھی آئے ۔ اچھا بولو ، کیا یہ لائے !

لڑکی :- چرخہ لائے ، بیکاروں کو کام دلایا ۔ اہنساؤں کا جیون لایا ۔ سچائی کا سبق سنایا ۔ اہنسا پر عمل کرایا ۔

بچے :- اتنا ہوا پھر بھی ہم بھوکے ۔ بھارت میں لاکھوں بھوکے

لڑکی :- اچھا ، دیکھو ، آزادی آئی (آزادی آتی ہے) پوچھو اس سے ، کیا یہ لائی ؟

بچے :- آزادی آئی ، آزادی آئی ۔ خوشیاں مناؤ ۔ آزادی آئی ۔ دھوم مچاؤ ۔ آزادی آئی ۔ بولو بولو ، کیا یہ لائی

آزادی :- میرے آنے سے شان بڑھی ہے ۔ ہر ملک میں آن بڑھی ہے

[illegible] :- ہاں ، ہاں ، پھر یہ رشوت ، اور قحط کیسا

[illegible]

لڑکی :- چور بازاری ، سب کو بیزاری ۔ جتنا دیکھو رام دہائی ملک میں پیارے کال پڑا ہے ۔ جینا سب کو دو بھر ہوا ہے ۔

بچے :- بتاؤ ، ان سے کیسے چھوٹیں ؟

آزادی :- سچائی ، محنت ، ہمدردی کو جینا ۔ جھوٹ ، نفرت لالچ سے بچنا ۔ انسانیت ، میل جول کو ہاتھ میں لینا ۔ دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنا ، پھر آشا کا دم بھرنا ۔

لڑکی :- دیکھو ، دیکھو ۔ آشا آئی ۔
(آشا آتی ہے)

بچے :- آشا آئی ، آشا آئی ۔ اچھا ، بولو ، کیا یہ لائی ؟

آشا :- ایک نیا سندیسہ لائی ۔ دھنوانوں ، روپوں کی تھیلی کھولو ، نئے نئے کارخانے کھولو ۔ ساری چیزیں یہیں بنیں گی ، دولت ساری یہیں رہے گی ۔ مزدوروں کو کام ملے گا ، دھنوانوں کو مال ملے گا ۔ بھارت نیا لے گا

بچے :- [illegible] لے گا
[illegible] کھیتوں میں [illegible] پھیلیں گے ۔ بیل ، بھینس اور گائیں ہیں گی دودھ شہد کی نہریں بہیں گی ۔

بچے :- بھارت نیا لے گا ! بھارت نیا لے گا ۔

REGD. NO 4532

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

جامعہ نگر (دہلی)

22 JUN 1949

ٹیلیفون نمبر ۱۴۲۲۴

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے

رہبر

سالانہ چندہ تین روپے

ایڈیٹر مسز کلثوم سایانی

جلد ۲ ۱۵ جون ۱۹۴۹ء نمبر ۲۳

نیک بات

اُتم کھیتی ، مدھم بان[۱]
نکھد[۲] چاکری ، بھیک ندان[۳]

اپنی بات

اس وقت کے اردو رہبر میں ہم نے اُردو کی ایک نئی قسم کی لکھائی صفحہ ۲ پر دُوسرے کالم میں درج کی ہے ۔ اس لکھائی کا طریقہ سب سے پہلے مولانا عبیداللہ صاحب سندھی نے کسی بھائی کو بتلایا تھا ۔ اُن کا کہنا تھا کہ ٹائپ میں اِس طرح کی لکھائی کردینے سے اُردو لکھائی کا ایک بہت بڑا مسئلہ حل ہوجاتا ہے ۔ یہ لکھائی انگریزی ، ہندی یا گجراتی لکھائیوں کی طرح الگ الگ اکشروں میں لکھی جاتی ہے ۔ ممکن ہے کہ ٹائپ کے ماہر لوگ گجراتی اور ہندی کی طرح کہیں کہیں جڑے ہوئے حرف بنا دیں جیسے ہمیں نہیں معلوم کہ یہ نیا طریقہ ہمارے پڑھنے والوں کو پسند آئے گا یا نہیں ۔ ہمیں یہ بھی نہیں پتہ کہ یہ چیز چلنے جیسی ہے یا نہیں ۔ اس کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد ، ڈاکٹر ذاکر حسین ، ڈاکٹر تاراچند ، ڈاکٹر سیدین مولانا عبدالحق ، شری کاکا کالیکر ، پنڈت سندرلال جی بنزی مشرو والا وغیرہ سے رائے لی جائے گی ۔ اور تھوڑی مدت تک ایک ایک کالم اس لکھائی میں لکھانے کی کوشش کریں گے۔

یہ لکھائی کا ضرور ایک نیا طریقہ ہے لیکن ادلی بدل سے انسان کو گھبرانا نہیں چاہئے ۔ ہمیں یاد ہے کہ جب رہبر پہلے پہل نکلا تو اُردو جاننے والوں نے کہا کہ رہبر نے اُردو کے ناک کان کاٹ لئے ، اور ہندی جاننے والوں نے کہا کہ رہبر نے ہندی کو برباد کردیا ۔ کیونکہ یہ بہت ہی آسان زبان میں نکلتا تھا اور آج رہبر ہندستانی کا ایک اچھا نمونہ مانا جاتا ہے ۔

اُردو لکھائی کو ایسی الگ الگ ٹائپ میں بدل دینے سے اس کے پڑھنے میں بہت ہی آسانی ہوجائے گی اور یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اور ٹائپوں کی طرح یہ بھی ترقی کرتا جائے گا ۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہر کاتب کی لکھائی الگ الگ ہوتی ہے ، اس لئے اگر کاتب بدلنا پڑے تو لکھائی بھی بار بار بدلنی پڑتی ہے اور آپ سب کو معلوم ہی ہوگا کہ آج کل کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اخبار کتنے خراب معلوم ہوتے ہیں ۔ (باقی صفحہ ۲ پر)

---

[۱] بیوپار [۲] خراب [۳] بالکل گری ہوئی

خبریں

مدراس کی خبر ہے کہ یہاں کی آبادی ۱۹۴۹ء سے لے کر اب تک دُگنی ہو گئی ہے۔ آج یہاں پندرہ لاکھ سے زیادہ آبادی ہے۔ یہ گنتی راشن کارڈوں سے معلوم ہوئی ہے۔ اِنمیں بارہ لاکھ تک کے تین لاکھ بچے ہیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ بمبئی صوبہ میں تین مقام پر پناہ گزینوں (شرنارتھیوں) کے لئے شہر بنائے جائیں گے۔ ایک شہر دیولالی دوسرا کلیان اور تیسرا احمد آباد کے قریب ہوگا۔ ہر شہر میں پچاس ہزار آدمی بسائے جائیں گے۔ ان کے بنانے میں دو کروڑ روپے خرچ ہوں گے۔

سری نگر کی خبر ہے کہ حال ہی میں وزیر اعظم ہند پنڈت نہرو نے اپنی تقریر میں کہا کہ کشمیر ہندوستان کا ایک ٹکڑا ہے اور وہ ہندوستان سے الگ نہیں ہو سکتا۔ کوئی طاقت اس کو الگ نہیں کر سکتی۔ کشمیر میں رہنے والوں کو یقین رکھنا چاہئے کہ جو وعدے حکومتِ ہند نے کئے ہیں۔ انہیں پورا کیا جائے گا۔ لوگوں کے غلط پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہونا چاہئے شیخ عبداللہ نے نہرو جی کو یقین دلایا کہ ہم کشمیر کو ہندوستان ہی میں شامل رکھیں گے چاہے کتنی بھی قیمت اس کام میں ہمیں ادا کرنی پڑے۔

(بقیہ اپنی باتیں)

آج کل کاتبوں کی بڑی کمی ہے۔ اُن کو سینما کے پوسٹروں کا اتنا کام ملتا ہے کہ کتابوں اور اخباروں کے لیے فرصت ہی نہیں ہوتی۔ ہر طرح کے مزدور مہنگائی کی وجہ سے زیادہ دام مانگتے ہیں لیکن انہیں اپنی ذمہ داریوں کا خیال نہیں آتا۔ انہیں اپنے کام کو بہتر بنانے کی ان کو فکر نہیں ہے جتنی ہونی چاہیے۔ قوم کے سدھارنے کے لیے ایمان دار اور ذمہ دار کام کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ کمزور بنیاد پر پکی عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی۔

ن ئی د ہ لِ ی کِ ی خَ بَ ر ہَ ے کِ ہ بَ ڑی رَ ک وم ت ن ے ہ َ ر ش و ب ے کِ ی خُ ک وم َ ت ک و خَ بَ ر دار ک ِ دی ا ہَ ے کِ ہ وُ ہ خُ ور اک کِ ی پُ وری پُ وری دیکھ ب ھ ال کَ رے اور خ ل اف چ ل ن ے وال وں پ ر س خ ت ی کَ رے۔ مُ ل ک کے واس طے خُ ور اک کِ ی ب رب ادی خ ط ر ن اک چ ی ز ہَ ے۔ بَ م بَ ای م ے ں ۳۰ ر مَ ای س ے راش ن ت ول کر دِ ی ا ج ائے گ ا۔

چِ ی ن کِ ی خَ بَ ر ہَ ے ک ہ ۱۹۴۷ء س ے ۱۹۴۹ء تَ ک کِ ی ج ن گ م ے ں ۵۲ ل اک ھ آدمِ ی زَ خ م ِ ی اور ہَ ل اک ہُ وے ہَ ے ں۔

خَ ال کِ ی خَ بَ ر ہَ ے کِ ہ جُ ول ائِ ی م ے ں دو بَ ڑی رِ ی ا س تِ ے ں ت راون ک ور اور کُ وچ ی ن ب ِ ھ ی ہِ ن دوس ت ان م ے ں ش ام ِ ل ہ و ج ائِ ں گِ ی۔ ت م ام بَ ات چ ِ ی ت طَ ے ہَ و چُ کِ ی ہ ے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رویا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ رہبر اخبار ہندی، اُردو، گجراتی، تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔
اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی نمبر ۳ میں چھپتا ہے۔

خبریں

حکومت ہند نے پناہ گزینوں کو اس طرح ہندوستان کے صوبوں اور ریاستوں میں بسانے کا انتظام کیا ہے جسکی تعداد نیچے لکھی جاتی ہے۔

صوبہ کا نام	تعداد
پنجاب اور وہاں کی ریاستیں	۱۴ لاکھ
بمبئی	۵ لاکھ
یو، پی	۴ لاکھ
سی، پی	۳ لاکھ
دھلی	۱ ½ لاکھ
مدھیہ بھارت یونین	۲ لاکھ
یونین	۱ لاکھ
راجپور	۱ لاکھ
رائے پور	۱ لاکھ
سوراشٹرا	۱ لاکھ
اجمیر	پچاس ہزار
بیکانیر	پچاس ہزار
جودھپور	پچاس ہزار
مدھیا پردیش	پچاس ہزار

کانپور کی خبر ہے کہ حکومت یوپی کی حساب کی کمیٹی نے معلوم کیا ہے کہ صرف کانپور شہر میں روزانہ ۲۶ لاکھ سگریٹ ایک کروڑ چار لاکھ بیڑیاں پی جاتی ہیں ان کی قیمت اسی ہزار ۲۱۵ روپیہ ہوتی ہے۔ سگریٹ اور بیڑیوں کے دھوئیں سے روزانہ ۵۲ لاکھ چوکور فٹ کے زمین کی ہوا خراب ہوتی ہے اس سے پھیپھڑوں اور جوڑوں کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ہندوستان کے تمام صوبوں اور علاقوں میں روزانہ ساٹھ لاکھ روپیہ کے پان کھائے جاتے ہیں صرف کانپور میں چھ لاکھ پان روزانہ کا حساب لگایا ہے جسکی قیمت چالیس ہزار ۶۲۵ روپیہ ہوتی ہے۔

کراچی ۲۷ اکتوبر کی خبر ہے کہ حکومت پاکستان نے لاہور میں عورتوں کا ایک میڈیکل کالج قائم کرنے کی منظوری دیدی اسں کالج کا نام فاطمہ جناح کالج ہوگا۔

حکومت بمبئی نے فیصلہ کرلیا ہے کہ فساد کے زمانہ میں جن عبادت گاہوں کو نقصان پہنچا ہے ان کی مرمت حکومت کرائے۔ مسجدوں، مندروں، درگاہوں اور ہر مذہبی جگہوں کے بنانے کا حکم صوبہ بمبئی کے حاکموں کو دیدیا گیا ہے کہ وہ جلد ان کی مرمت کرادیں۔

حیدرآباد کی خبر ہے کہ نظام نے حال میں کہا ہے کہ حکومت ہند نے میری تنظیم اور آزادی میں کوئی فرق و دباؤ نہیں ڈالا میں ویسا ہی آج ہوں جیسے پہلے تھا حکومت سے میرا دوستانہ تعلق ہے۔ اخبار غلط کہہ رہے ہیں کہ نظام قید اور بے بس ہے۔

دہلی کی خبر ہے کہ وزیر خوراک مسٹر جے رام داس نے کہا کہ حکومت ہند شکر پر راشن جاری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی کپڑا اور اناج پر ضرور راشن کیا جائے گا۔

پراگ ۱۳ اکتوبر کی خبر ہے کہ وہاں کی حکومت نے تین آدمیوں کو اس جرم میں کہ وہ خوراک کے کوپن کی چوربازاری کرتے تھے پھانسی دیدی۔

کشمیر کی خبر ہے کہ وہاں کے پہلے وزیر اعظم پنڈت رام چندر کاک کو موجودہ حکومت کشمیر نے دوسال قید با مشقت اور دس ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی ہے۔

ایران کی ایک دلچسپ شخصیت

جو مرنے کے بعد بھی زندہ ہے

(بقیہ ۱۵ اکتوبر سے آگے)

مُلّا نا صرالدین ایرانی تھے ایران کے رسم کے مطابق کوئی شخص اپنی بیوی کو شادی سے پہلے نہیں دیکھ سکتا اور وہاں کا ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ دولہا پہلے دولہن کی صورت آئینہ میں دیکھتا ہے اور اس کے بعد اپنے عزیزوں اور دوستوں کے پاس چلا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کچھ مٹھائی اور کھانا کھاتا ہے۔ جب مُلّا ناصرالدین کی شادی ہوئی تو وہ بھی قاعدے کے بموجب دولہن کی شکل آئینے میں دیکھ کر دوستوں میں چلے گئے۔ لیکن وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ کھانے کی کوئی چیز باقی نہیں مُلّا کو بےحد غصہ آیا۔ غصہ کی حالت میں مکان کے دوسرے دروازے سے نکل کر چلے جانا چاہتے تھے۔ کہ لوگوں نے دیکھ لیا اور روکا۔ جب خفگی کا سبب پوچھا تو مُلّا نے جواب دیا۔

مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔ جن لوگوں نے مٹھائیاں کھائی ہیں وہی دلہن کو بھی لے جائیں لیکن لوگوں نے مُلّا کو منا کر روک لیا۔

شادی مُلّا صاحب کے لئے مبارک ثابت نہ ہوئی۔ میاں بیوی میں ہمیشہ جنگ رہتی تھی۔ ایک مرتبہ مُلّا صاحب نے ضرورت کی تمام چیزیں لاکر دیں اور پلاؤ پکانے کی فرمائش کی۔ خود سو رہے۔ بیوی نے پکایا اور کھاگئیں اور اپنے بچاؤ کی ترکیب یہ نکالی کہ سوتے ہوئے ملاصاحب کے منہ میں دوچار چاول چپکا دیا۔ جب مُلّاصاحب بیدار ہوئے تو بیوی سے پلاؤ طلب کیا۔ بیوی نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا۔ آپ کھا کر سوئے تھے اتنی جلدی بھول گئے۔ مُلّا صاحب نے انکار کیا تو مُلّانی صاحبہ نے منہ سے چاول چھڑا کر دکھایا کہ اب تک نشانی موجود ہے۔ مُلّا صاحب نے کچھ دیر سوچا پھر عاجزی سے بولے۔

ہاں تم ٹھیک کہتی ہو غلطی ہوئی خیر معاف کرو میں پلاؤ پہلے ہی کھا چکا ہوں بھول گیا۔

دن بدن مُلّا کی حالت بہت خراب ہوتی گئی ہاں مجبوریوں کی وجہ سے ہمیشہ بیوی کے ہدفِ ملامت بنے رہے۔ ایک دن ملانی صاحبہ نے مُلّا صاحب کو یہ کہکر گھر سے نکال دیا کہ جب تک دس دینار نہ لاؤ گھر میں قدم نہ رکھنا میں گھر میں گھسنے نہ دونگی۔ مُلّا بےچارے پریشانی کی حالت میں گھر سے نکلے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ دس دینار کہاں سے لائے جائیں دن بھر شہر میں گھومتے پھرے لیکن دس دینار نہ ملے۔ مُلّا صاحب کا شہر میں کوئی دوست بھی نہ تھا۔ جس سے قرض لے لیتے۔ آخرکار شکستہ دل ہوکر ایک ویران مکان میں بیٹھ رہے کہ یہیں وقت گزارا جائے۔ مکان بھی مُلّا صاحب کے دل کی طرح کھنڈر بنا ہوا تھا۔ جیسے ہی دیوار سے ٹیک لگاکر بیٹھے دوسری طرف سے کسی کے بھنبھنانے کی آواز سنائی دی مُلّا نے گھبرا کر دیکھا تو ایک درویش نظر آیا جو بھیک پر زندگی گزار رہا تھا۔ درویش ایک جگہ بیٹھا موم کا ایک پتلا بنا رہا تھا۔ پھر اس کو زمین پر کھڑا کر کے مخاطب کرتا تھا اور ڈنڈا مار کر زمین پر بٹھا دیتا تھا۔ اس نے ایک پتلا بناکر مخاطب کیا۔ "شیطان۔ ملعون تونے اتنی شرارتیں کیوں کیں۔ تونے آدم و حوا کو باغِ جنت میں فریب دیکر گنہ گار کیوں بنادیا۔ قسمت [illegible] ہی نوعِ انسان کے لئے اتنی مصیبتیں کیوں پیدا کردیں۔ بلا جواب [illegible]۔ کچھ دیر تک شیطان کے پتلے کو قہر آلود نگاہوں سے دیکھتا [illegible]۔ پھر اس نے ڈنڈا اٹھایا اور اس زور سے عورت پر مارا کہ وہ [illegible] ہوگئی۔ پھر اس نے سب سے آخر میں ایک پتلا بنایا تو اتنی [illegible] کے نام سے پکارا اور شکایتیں کیں اور الزامات لگائے۔ اور [illegible] اٹھایا ہی تھا کہ مُلّا تڑپ کر نزدیک پہونچے اور بولے۔ ٹھہرو [illegible] سے دس دینار لینے آیا ہوں۔ اگر تم نے اسے پہلے مارڈالا [illegible] تو پھر مجھے نہ مل سکیں گے۔ اور نہ میں گھر واپس جاسکوں [illegible] درویش گھبرا گیا۔ سمجھا کہ یہ شخص بغیر مارے نہ چھوڑے [illegible] بھاگ گیا۔ اس کا جھولا مُلّا کے قبضے میں آیا دیکھنے پر معلوم [illegible] اکثر مُلّا دینار ہیں۔ مُلّا دیناروں کو لیکر گھر پہونچے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ مُلّانی سمجھ گئیں کہ آ گئے۔ اندر ہی سے بولیں۔ جب تک تم [illegible] دینار نہ لاؤگے گھر میں گھسنے نہ پاؤگے

مُلّا نے خوش ہوکر کہا وہ [illegible] جلدی سے دروازہ کھول آج میں نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ [illegible] پھانسی لی ہے۔ میں نے اللہ میاں کی جان بچائی۔ تم دینار لے۔ جلدی سے دروازہ کھول۔ کہیں وہ شیطان آنہ جائے۔ جو اللہ میاں کی جان لینا چاہتا تھا۔ مُلّا صاحب کٹر مذہبی آدمی تھے دعاؤں پر بہت زیادہ بھروسہ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ ملا صاحب نے دعائیں مانگنی شروع کیں کہ خدایا مجھے کسی طرح ایک ہزار تومان دلوادے لیکن یہ خوب سمجھ لے کہ اگر ایک بھی کم یا زیادہ ہوا تو میں ہرگز نہ لونگا۔

ان کا ہمسایہ دولت مند اور مسخرہ آدمی تھا۔ اس نے شرارتاً مُلّا کو پریشان کرنے کے لئے ان کے دروازہ پر نوسو ننانوے تومان لاکر رکھدئے اور خود اپنے مکان کی چھت سے تماشا دیکھنے کے لئے منتظر رہا۔ جب مُلّاصاحب دعائیں ختم کرکے نکلے تو دروازے ہی پر تومان رکھے ملے فوراً بولے واہ میرے خدا آخر تونے تومان بھیجدیئے۔ اور لگے انہیں گننے۔ تو نو سو ننانوے ٹھہرے، مُلّا نے ایک لمبی سانس لی اور بولے۔ خدایا میں نے ایک ہزار تومان مانگے تھے، تونے نو سو ننانوے دئے۔ معلوم ہوتا ہے تیرے خزانے میں اتنے ہی بچ رہے تھے۔ یا گننے میں تجھ سے غلطی ہوگئی ہو۔ خیر میں انکار نہیں کرونگا لیکن جب ایک ہوجائیں تو دے دینا۔

ہمسایہ نے جب یہ الفاظ سنے اور مُلّا کو تھیلی اندر لے جاتے دیکھا تو گھبرایا ہوا آیا۔ اور بولا کہ یہ میں نے مذاق سے رکھ دیے تھے لیکن مُلّاصاحب نے ایک نہ سُنی میں نے خدا سے مانگا تھا۔ اب تجھے کیوں دوں۔ بات بڑھی اور قاضی تک جانے کی نوبت آئی۔ مُلّا نے ہمسایہ سے کہا۔ مجھے قاضی کے پاس چلنے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن میرے پاس نہ ٹوپی ہے نہ جوتہ نہ کپڑے کہ پہنوں اور نہ سواری کے لئے خچر ہے اگر تم مجھے یہ تمام چیزیں لادو تو میں چلنے کو تیار ہوں

(باقی پھر)

دُور بینی

جب سے آزادی ملی ہے اس وقت سے بہت سی شکایتیں آئی ہیں کہ جنتا اپنی بدتہذیبی اور بےہودگی میں بڑھ رہی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آزادی کی لڑائی میں جو کچھ تھوڑی بھی باقاعدگی تھی وہ بھی اب مٹ گئی ہے اور ہم اپنی غلطیاں چھپانے کے لئے بہانے بنا رہے ہیں۔

پہلے لوگ اپنی غلطیوں کو سرسری نظر سے دیکھتے تھے اب زمانہ ویسا نہیں رہا بلکہ آج کل ہر غلطی بڑے غور سے دیکھی جاتی ہے اور سخت نکتہ چینی کیجاتی ہے اس لئے ہم اپنے آپ کو پوچھ سکتے ہیں کہ جب زور آور شہری اپنے کمزور بھائی بہنوں کو ڈھکیل کر بس اور ٹرام میں چڑھ جاتا ہے کیا یہ آزادی کی علامت ہے! یا ہماری خود کی بد اخلاقی ہے۔

جب گھر والے اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ اور گندگی راستوں میں پھینکتے ہیں، اور جب مائیں اپنے بچوں کو راستہ پر بٹھاکر گندہ کراتی ہیں تو کیا یہ بھی آزادی کی علامت ہے؟ یا صفائی اور تندرستی کے اصولوں سے ناواقفیت؟ جب کسی بزرگ کے آنے پر لوگ استقبال کیلئے جمع ہوتے ہیں اور تھوڑی دیر بعد ان پر غنڈوں کی طرح گر پڑتے ہیں تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے جیسی پولیس کے انتظام کی مخالفت اب بھی کی جائے یا یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ جب بیوپاری راشن کا، کپڑے پٹرول اور دواؤں میں کالا بازار کرتے ہیں کیا ان کو معاف کرنا چاہئے کیونکہ برطانیہ کنٹرول کی ضد میں کالا بازار شروع کیا گیا تھا جس کی عادت اب تک نہیں چھوٹی یا ہمیں مان لینا چاہئے کہ ہماری تجارتی دیانت داری بالکل بری سے بری حالت میں آگئی ہے۔

(آئی۔ پی۔ ایف)

واہ رے سماج

"ارے منّی! تم آگئیں! اب تو بہت انتظار کروانے لگی ہو۔ اگر تمہارا یہی حال رہا تو بھلا بتاؤ کیسے کام چلے گا۔ تم کو تو ہر روز بیماری کا بہانہ رہتا ہے۔ خدا جانے تین چار مہینہ سے کیا ہوگیا ہے تم کو۔ پہلے تو ہر اتوارے آیا کرتی تھیں۔ اگر تم کو دھونا منظور نہیں ہے تو صاف کہدو۔ میں دوسرا انتظام کرلوں پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ دیکھو تم پہلی کو لے گئیں تھیں۔ کپڑے۔ آج پندرہ تاریخ ہے۔ واہ خوب! بھلا یہ بھی کوئی کام ہے۔! حساب کی کتاب دیکھتے ہوئے ایک سانس میں دھوبن کو سینکڑوں باتیں سنادیں میں نے۔ وہ بیچاری معصومیت سے کھڑی میرا منہ تک رہی تھی اور اپنی بے گناہی کا ثبوت دینے والی ہی تھی۔

"لے بی کیا کھڑی دیکھ رہی ہو۔ کھولو گٹھری، نکالو کپڑے"! پھر ڈانٹ میں نے دھوبن کو دی۔ وہ گٹھری کھول کر جلدی جلدی کپڑے ادھر ادھر چھانٹ کر رکھنے لگی۔ ضعیفی کی وجہ سے اس کے ہاتھوں میں رعشہ تھا وہ کانپتی ہوئی آواز سے بولی "جتنے میرے گاہک ہیں ان سب کو مجھ سے یہی سکایت (شکایت) ہے کہ میں کپڑے اب دیر میں دھوکر لاتی ہوں۔ لیکن اپنا دکھڑا کس سے کہوں۔ ہم گریبوں (غریبوں) کی سنتا کون ہے بھلا!" مجھے اس کے بڑھاپے پر کچھ ترس آگیا۔ "اے منّی ایک نوکر رکھ لو نا، کاہیکو بوڑھی جان کو تھکائے ڈالتی ہو۔ آخر بدھوا کے باپ کی کمائی کدھر گئی؟ ایک لڑکی تھی تمہاری روانی وہ بھی اپنے گھر کی ہوگئی۔ بدھوا بھی کماتا ہے۔ تمہاری اکیلی جان ہے کیا کروگی اتنا روپیہ جمع کرکے؟ کیوں سسک سسک کر جان دے رہی ہو؟ میں نے ہمدردی جتاتے ہوئے پوچھا۔

"بیوی بدھوا کا باپ اگر روپیہ چھوڑ کر مرا ہوتا تو کاہیکو در بدر ٹھوکریں کھاتی۔ اپنی جندگی (زندگی) میں جتنا کمایا سب اڑا دیا۔ سٹے اور سراب (شراب) کے پیچھے۔ نوکر رکھوں کپڑے دھونے کو تو جو تین چار گھروں سے پندرہ بیس روپئے ملجاتے ہیں وہ بھی نوکر کی تنخواہ میں چلے جائیں۔ اور پھر جالم (ظالم) پیٹ کو کیا کروں۔ جس کے کارن آپ لوگوں کی پھبتیاں (ضعیفیاں) سننا پڑتی ہیں۔ خدا آپ لوگوں کی ڈیوڑھی آباد رکھے کسی نہ کسی طرح مجھ گریب (غریب) کی پرواس (پرورش) ہورہی ہے۔ منی نے اپنے آنسو دوپٹے کے آنچل سے پونچھتے ہوئے کہا۔ منّی کے رونے سے میری بھی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔

"کیا بدھوا کچھ نہیں دیتا تم کو؟ میں نے اس کی دکھ بھری باتوں کا اثر اپنے دل پر لیتے ہوئے پوچھا۔" "ارے بیگم اگر بدھوا اس کابل (قابل) ہوتا تو پھر رونا کاہے کا تھا" منی نے ٹھنڈی سانس بھر کر جواب دیا۔ "کیا وہ بھی اپنے باپ کی طرح نکلا؟ کردے نا شادی اس کی جلدی۔ شادی کے بعد سب لڑکے ٹھیک ہوجاتے ہیں۔ اور پھر بہو آکر ہاتھ بھی بٹلائے گی تیرا": منی میلے کپڑے گن کر گٹھری باندھ چکی تھی اور جانے کے لئے کھڑی ہونے لگی لیکن بڑھاپے کے سبب ٹانگیں کانپنے لگیں۔ اور ہائے کہہ کر پھر بیٹھ گئی۔

"ارے ابھی کیوں جاتی ہو تھوڑا سستالو تو جانا۔ اے نعیمن منی کو ذرا ایک پان دیدو!" میں نے اپنی ماما سے اُسے پان دلوایا۔ اور پھر منی کی طرف مخاطب ہوگئی۔ ہاں تو بدھوا کی سشادی کب کروگی؟ مُنی دعائیں دیتے ہوئے پان منہ میں رکھ کر بولی۔ "بیوی سب یہی کہتے ہیں کہ بدھوا کی سادی کردو میں سنس کر چپ ہو جاتی ہوں اور کسی کو جباب (جواب) نہیں دیتی۔ اپنی کسمت (قسمت) کا رونا کس سے روؤں۔ کل لالہ جی بھی یہی کہہ رہے تھے۔ کہ بدھوا کی سادی کردو۔ میری بیگم، بدھوا وہ بدھوا نہیں رہا جو پہلے تھا۔ جب سے لام پر سے واپس آیا ہے بالکل بدل گیا ہے نین۔ چار درجے انگلس (انگلش) کے تو وہ پہلے ہی پاس تھا۔ لڑائی سے آکر ایک وکیل صاحب کے پاس منسی (منشی) کے کام پر نوکر ہوگیا ہے۔ انگلس میں کھوب (خوب) گٹ پٹ کرتا ہے۔ اور مجھ سے کہتا ہے کہ مجھے صاحب کہو۔

(باقی پھر)

(بقیہ مسز سایانی کی تقریر اور رپورٹ)

شری نندا جی ہماری کمیٹی کے پچھلے صدر تھے اور بمبئی کے لیبر منسٹر ہیں۔ اُنہوں نے ایک اسکیم بنائی ہے۔ جو آپ کو بہت ہی پسند آئیگی۔ اس سے چوربازاری۔ رشوت اور جھوٹ فریب، سب کچھ مِٹ سکتا ہے۔ اگر بہنیں اس پر عمل کریں تو بہت جلد ان سب بلاؤں کو ہم دُور کر سکتے ہیں۔ صرف ہر ایک عورت اپنے گھر کے مردوں سے قسم اٹھانے لگے کہ وہ ایک تو گھر میں حرام روزی نہ لائے دُوسرے کسی پر بیجا ظلم نہ کرے

اب میں اپنی طرف سے، کمیٹی کی طرف سے اور ہماری بہنوں کی طرف سے شری بی۔ جی کھیر اور مسز بہتی کھیر کا دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اُنہوں نے ہماری بہنوں کو اُن سے ملنے کا موقعہ اور اُن کے قیمتی خیالات سُننے کا موقعہ دیا۔

(بقیہ صفحہ ۸ کا "ایک کسان")

نارد جی کو اس بات پر بہت غصّہ لگا۔ تین بار یاد کرنے والا چینڈو، بھگوان کا بھگت کیسے ہوسکتا ہے؟ میں تو آپ کا سارا دن گن گان گاتا رہتا ہوں۔ اس کسان کو آپ نے بھگت کیسے کہا؟ بھگوان بولے تمہارا امتحان بھی ابھی ہوجاتا ہے "نارد یہ گھڑا اٹھاؤ اور پانی سے بھر کر لے آؤ۔ یاد رہے پانی کی ایک بوند بھی زمین پر نہ گرے" نارد جی نے ایسا ہی کیا۔ گھڑا بھرا ہونے سے نارد جی قدم قدم پر وہی سوچتے رہے کہ پانی گر نہ جائے۔ آہستہ آہستہ وشنو جی تک پہنچے کیوں نارد گھڑا بھر آئے؟ ... ایک بوند بھی ... گرا۔

... نارد! ... کتنی بار یاد کیا؟ ... ہیں۔ اُن کا مطلب ... چینڈو ہی آپ کا بھگت ہے۔ ... لگے ہوئے بھی آپ کو یاد کرلیتا ہے۔ ... میں بھی آپ کو یاد نہ کرسکا۔ ... کا پانی نہ گرجائے۔

یہ لوگ ابھی تک سَو روپیہ یا اس سے کچھ زیادہ دے کر عمر بھر کے لئے خریدار بنے ہیں۔

(۱) شری پرشوتم کانجی، کرسن داس	۱۰۰	روپیہ
(۲) لائبریری تھیوسوفیکل سوسائٹی	۱۰۰	روپیہ
(۳) مس گوہر ماماجی والا	۱۰۰	"
(۴) مس مانک ویلنکر	۱۲۵	"
(۵) سودیسی چیریٹیبل اسٹورس	۱۰۰	"
(۶) مسز جیال وکیل	۱۰۰	"

رہبر کی طرف سے ہم ان لوگوں کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ اور بہت سے پڑھنے والے عمر بھر کے لئے خریدار بنیں گے۔

ایک کسان

آسمان پر بادل چھائے تھے۔ کبھی کبھی بجلی بھی چمک رہی ہے۔ ہوائیں اتنی زور سے چل رہی ہیں کہ بادلوں کو ایک جگہ ٹھہرنے ہی نہیں دیتی۔ درختوں کی جھومتی ہوئی ڈالیاں قلابازیاں کھا رہی ہیں۔ اس انار کے پیڑ پر بیٹھے ہوئے پرندے جھولے کا مزہ لے رہے ہیں۔ اچانک گھڑگھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ ان گرجتے ہوئے بادلوں نے ہزاروں کو چونکا دیا۔ رات کو اندھیرے میں جو بجلی چمکتی ہے۔ اور بادل گرج اٹھتے ہیں تو رامو کا دل دہل اٹھتا ہے۔

رامو ایک کسان ہے۔ بہار کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں کھیتی کرکے اپنا اور اپنے بال بچوں کا گزر کرتا ہے۔ ہل جوت کر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کتنا پیار ہے اسے بیلوں سے۔ جب وہ تھک جاتے ہیں تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر ان کے منہ سے منہ کو لگا کر کہتا ہے "چھنو۔ منو۔ بھلا بتاؤ مجھے تم سے اتنا پیار کیوں ہے؟ اور جب کوئی جواب نہیں ملتا تو خود ہی کہہ اٹھتا ہے" تم میری زمین کو ہرا بھرا کرتے ہو نا۔ اس لئے۔

رامو کے چار لڑکے ہیں سب اس کے کام میں مدد کرتے ہیں۔ بڑا لڑکا چندو تین کتابیں بھی پڑھ چکا ہے جس کی عمر بیس سال کی ہے۔ رامو کی خواہش ہے کہ چندو کچھ ہوشیار ہو جائے تو زندگی کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا آیا چندو کو اپنے پاس بلا بھیجا۔ بیٹا چندو اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور کچھ ہی دنوں کا مہمان ہوں آج نہیں تو کل مجھے جانا ہے تم دوڑ کر جاؤ۔ اور اپنے اچھا چچا کلو کو بلا لاؤ۔ میں تم سب کو اس کے حوالے کر دوں وہ میرا ایک دوست ہے اور وقت آنے پر تمہاری مدد کر سکتا ہے۔

کلو گاؤں کا چودھری ہے لیکن رامو کا ایک دوست ہے رامو نے ہی تو اسے چودھری بنانے کے لئے اپنے رات دن ایک کر دیئے تھے۔ گاؤں کے بچوں بچوں کے دل میں اس کے لئے عزت بھری تھی کلو دوڑا دوڑا رامو کے پاس آیا اور اسے چارپائی پر بیہوش پایا "کیوں بھیا طبیعت کیسی ہے؟" اور رامو کہنے لگا "چودھری یہ بچے اب تمہارے حوالے ہیں ان کا خیال رکھنا۔ اب وقت نہیں ہے۔ ذرا چندو کو میرے پاس بلاؤ آنکھوں کو آنسوؤں میں ڈبائے چندو باپ کے پاس آیا۔ بیٹا چندو سنو! اپنے بھائیوں کے ساتھ پیار سے رہنا۔ صبح جلدی ہی کھیت پر جانا اور شام ہوتے ہی گھر لوٹ آنا۔ سب سے میٹھا بولنا۔ اس مٹی میں سونا ہے اس کی حفاظت کرنا۔ رامو نے اتنا کہہ کر دم توڑ دیا۔

چندو کے دل میں باپ کے آخری لفظ کھب گئے اس کے دماغ میں یہی لفظ بار بار چکر کھانے لگے۔ اس مٹی میں سونا ہے۔ اس کی حفاظت کرنا۔ اس کے دل میں اور محبت پیدا ہو گئی۔ مٹی کے لئے گاؤں کی مٹی کے لئے، ہندوستان کی مٹی کے لئے چندو اچھل پڑا۔ آج سے وہ دل لگا کر محنت کرے گا۔ باپ کے کہے ہوئے لفظوں کو سچ کرکے دنیا کو دکھلائے گا۔

ہر روز کی طرح آج بھی چندو اپنے کندھوں پر ہل رکھ کر کھیت کی طرف جا رہا تھا۔ اتنے میں آکاش سے جاتے ہوئے بھگوان وشنو اور نارد جی میں جھگڑا ہو گیا۔ نارد کا کہنا تھا کہ میں آپ کا سب سے بڑا بھگت ہوں۔ اس بات کو آزمانے کے لئے دونوں چندو کے مکان کے پاس اتر پڑے۔ وشنو جی نے نارد سے کہا "تم اس کسان کے ساتھ صبح پانچ بجے سے لے کر رات کے دس بجے تک رہو۔ دیکھو یہ میرا بہت بڑا بھگت ہے" نارد جی نے ویسا ہی کیا۔

چندو صبح اٹھا اور نہا دھو کر کھیت پر چلا گیا۔ بیلوں کو جوت کر ہل چلانا شروع کر دیا۔ جب بارہ بجے بیلوں کو پنجالی سے کھول کر چرنے کے لئے چھوڑ دیا پھر خود کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر کام پر لگ گیا۔ شام ہونے پر چندو گھر واپس آ گیا۔ ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔ دس بجے بستر پر بیٹھ کر آنکھیں بند کیں اور تین بار "وشنو۔ وشنو۔ وشنو" کہا اور سو گیا۔

نارد جی نے یہ حال کرشن جی سے کہا۔ وشنو جی بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "ہمارا بھگت امتحان میں پاس

(باقی صفحہ ۔۔ پر)

ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۴۱

قیمت فی پرچہ دو آنے
۲/ر

ایڈیٹر:-
مسز کلثوم سایانی

بالغوں کا پندرہ روزہ اخبار

16 JUL 1949

رہبر

340

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

سالانہ چندہ
تین روپے

جلد ۹ | پہلی جولائی ۱۹۴۹ء | نمبر ۲۴

نیک بات

اچھے لوگوں کے بنا اچھی قوم نہیں بن سکتی

اپنی باتیں

ہندوستان کے دُوسرے شہروں سے بمبئی میں زیادہ آسانی سے اِنسان زندگی بسر کرسکتا ہے۔ بمبئی دُنیا کا چوتھا شہر مانا جاتا ہے۔ اس کی خوبصورت، اُونچی عمارتیں، اس کی چوڑی سڑکیں، بڑی بڑی دکانیں اور سینما گھر، اس کی شاندار بندرگاہیں، اس کی چہل پہل، اور بیوپار، ان سب باتوں نے بمبئی کو ہندوستان کا پہلا شہر ٹھہرایا ہے۔ اگر اس میں نقص پایا جاتا ہے تو صرف اس کے شہریوں کی بے پرواہی میں اور ان کی سماجی زندگی میں۔ ممکن ہے کہ اتنی بڑی بستی کے لحاظ سے لوگ ایک دوسرے کو اور اوروں کے دُکھ درد کو نہیں جانتے۔ اس میں شک نہیں کہ الگ الگ درجہ کے لوگ اس میں بستے ہیں۔ کہیں تو وہ ہیں جو دولت کی گود میں پلتے ہیں اور کہیں وہ بدنصیب ہیں جن کا بچھونا فٹ پاتھ کی سڑک ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ دولت مند اپنی دولت کے حقدار ہوں اور اس کو سخت محنت سے حاصل کیا ہو، اور فٹ پاتھوں کے بدنصیبوں نے عیش آرام اُڑا کر باپ دادا کی دولت کھو بیٹھے ہوں۔ اور سستی کے عادی بن چکے ہوں۔ ادل بدل قدرت کا قانون ہے۔ جو چیز اُونچی چڑھتی ہے اُسے اُترنا ہی پڑتا ہے اور پھر نئے سرے سے محنت اور کوشش ترقی کا مُنہ دکھاتی ہے۔ مگر اُوپر بتائے ہُوئے دونوں طبقوں میں فاصلہ اتنا لمبا ہوتا ہے کہ ان کا ایک جگہ پر ملنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اِنسانیت میل جول اور محبت سے مُنہ موڑے۔ کیا بمبئی کی تیس لاکھ کی بستی میں پانچ ہزار بھائی بہنیں ایسے نہیں مل سکتے جو ہفتے میں چار گھنٹے یا دو گھنٹے یا ایک گھنٹہ بھی اس کے شہریوں کو اچھے شہری بنانے میں مدد دے۔ کم سے کم ایک دُوسرے سے ہمدردی تو کریں۔

بستی بڑھ جانے کی وجہ سے بمبئی میں سواری کا انتظام ضرورت سے کم ہے۔ بس اور ٹرام کے لئے اتنی لمبی لائن لگتی ہے کہ گھنٹوں اس کے انتظار میں لوگ کھڑے رہتے ہیں، بمبئی شہر میں ہزاروں موٹریں ہیں جن میں سے اکثر موٹروں میں ایک، دو سے زیادہ لوگ آسانی سے بٹھائے جاسکتے ہیں۔ مگر یہ خیال اُن لوگوں کے دلوں میں نہیں آتا۔ جو موٹر کی سواری میں بمبئی کی سڑکوں پر آیا جایا کرتے ہیں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

(بقیہ اپنی باتیں)

دُوسری طرف ٹرام اور بس کے کنڈکٹروں کا حال سُنئے۔ لوگوں کو سیدھا طریقہ بتانے کے لئے انہیں سختی سے کام لینا پڑتا تھا لیکن دھیرے دھیرے یہ سختی ایک طاقت یا ستا کا رُوپ اختیار کرکے اُن کے دماغ پر چڑھ گئی۔ بہت وقت یہ دیکھا گیا ہے کہ دو آدمیوں کی جگہ رہتے ہوئے پبلک کو چڑھنے سے روک دیا جاتا ہے۔ جوان لڑکیوں کو اُنکے پیسے واپس کرنے وقت ہاتھوں میں دبا کر دیئے جاتے ہیں۔ ایک وقت یہ دیکھا گیا کہ ایک عورت بچّہ کو لے کر چڑھ رہی تھی کہ بس چلی اور وہ عورت بچّہ سمیت کھڑی پیٹھ پر گر پڑی۔ ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ ایک بڈھے صاحب بس میں چڑھ ہی رہے تھے کہ وہ چل پڑی۔ کنڈکٹر نے انہیں گرنے سے تو بچا لیا مگر اُن کے ہاتھوں سے ایک پارسل گر پڑا کنڈکٹر نے بس روکنے سے انکار کیا اور وہ صاحب اپنا مال بچانے کے لئے بس سے کود پڑے اور اُن کو سخت چوٹ آئی۔ اصل میں سرکاری یا میونسپل ملازم یہ بھُول جاتے ہیں کہ وہ پبلک کے خدمت گار ہیں نہ کہ پبلک کے مالک، اُن کی تنخواہ کے پیسے لوگ ٹیکس دیتے ہیں۔ اُس میں سے جمع کئے جاتے ہیں۔ اگر ہماری پبلک پڑھی لکھی بن جائے اور اپنے فرض کا خود خیال رکھے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں آج پریشانیاں اُٹھانی پڑیں۔ سچ پوچھو تو بڑے سے بڑے حکومت کے وزیر سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا جھاڑو والا بھی پبلک کا خدمت گار ہے اور کہا گیا ہے کہ اصل خدمتگار ہی قوم کا سردار بن سکتا ہے۔

غلطیاں:- ۱۵ جون کے گجراتی "رہبر" میں ساتویں صفحے پر جو عمر بھر کے خریداروں کے نام چھپے ہیں۔ ان میں مسٹر جال وکیل کا نام نہیں چھپا۔ وہ بھی روپیہ ۱۰۰ دے کر عمر بھر کیلئے خریدار بنے ہیں۔

۱۵ جون کے اُردو "رہبر" میں چوتھے صفحے پر دُوسری کالم میں نیچے سے ساتویں لائن میں جہاں '۱۹۹' لکھا ہے اُسے '۲۰۹۹' پڑھا جائے۔

صفحہ ۶ پر دوسرے کالم میں نیچے سے آٹھویں لائن میں '۱۵۰' کے بجائے '۵۰' پڑھا جائے۔

اسی کالم میں نیچے سے چودھویں لائن میں '۱۵' کے بجائے '۵' اور '۱۰۰' کے بجائے '۲۰۰' پڑھا جائے۔

پانڈو رنگ گووند نام کے ایک ۲۵ سال کے مل کے مزدور نے ۸۰ رُوپے جُوئے میں کھو کر اپنی بیوی سے لڑکر گھاسلیٹ سے اپنے کپڑے بھگو کر آگ لگا دی اور جل کر مر گیا۔

نیویارک کے سِنگ سِنگ کے ایک قیدی نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر اپنا خون ایک آٹھ سال کی لڑکی کے خون سے بدلنے کو راضی ہو گیا۔ اس لڑکی کو خون کی ایک بہت بُری بیماری تھی۔ اور اُس کی موت نزدیک تھی اس بہادر اور خطرناک کام کے لئے اُس قیدی کو کوئی انعام نہیں دیا گیا۔

ہندوستان کے ایک بیوپاری مسٹر ایچ۔ کے نیوگی جو جاپان گئے ہوئے تھے وہاں سے لوٹتے وقت ۱۵۰۰ جاپانی بچّوں کی طرف سے ایک اپیل لے آئے ہیں۔ اس اپیل میں ان بچّوں نے پنڈت نہرو سے درخواست کی ہے کہ وہ انہیں ایک ہاتھی بھیجیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ لڑائی کے زمانہ میں ٹوکیو جاپان کی راجدھانی کے سب ہاتھی مر گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ پنڈت نہرو نے دو ہاتھی جاپانی بچّوں کے لئے بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔

خبریں

بڑودہ کی خبر ہے کہ ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوگیا ہے کہ. بڑودہ کے قریب ہی کسی جگہ پر ایک شہر بسایا جائے۔ جس میں قریب دو ہزار مکان بنائے جائیں ان مکانوں میں چالیس ہزار پناہ گزینوں (شرنارتھیوں) کو رکھا جائے گا۔ حکومت مکانوں کے لئے بیس ہزار روپے خراج دے گی اور پانی اور سڑکوں کے لئے ۲۶ لاکھ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔

بھوپال کی خبر ہے کہ پہلی جون سے ریاست کا انتظام چیف کمشنر کے ہاتھ آگیا۔ چیف کمشنر این۔ بی بوز مقرر ہوتے ہیں۔ ریاست بھوپال ۱۸۰۰ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے بانی نواب دوست محمد خان تھے۔ اس کی چوڑائی، لمبائی سات ہزار میل، چوکور ہے۔ آبادی ۸۰ لاکھ، آمدنی ایک کروڑ چھتیس لاکھ ہے۔ موجودہ نواب اپنی ماں سلطان جہاں بیگم کے بعد ۱۹۲۸ء میں تخت پر بیٹھے تھے۔ آجکل پیرس میں نواب بھوپال علاج کروانے گئے ہوئے ہیں۔

رامپور کی خبر ہے کہ ایک اعلان میں کہا گیا ہے کہ ریاست پہلی جولائی سے مرکز میں شامل ہوجائیگی۔ شامل ہونے کے بعد نئی ادل بدل ہوگی۔ تب سے پرانے عملداروں کو پینشن دے کر الگ کردیا جائے گا۔ یا پھر مدد کے طور پر نقد روپے دے کر رخصت کردیا جائے گا۔ ہرطرح سے ریاست کا نئے طریقہ پر انتظام کیا جائیگا

دہلی کی خبر ہے کہ بڑی اسمبلی میں یہ بات طے ہوگئی ہے کہ ریاستی اور صوبائی گورنروں کا چناؤ عام طور پر نہ ہوگا۔ بلکہ صدر اسمبلی اپنی رائے سے گورنر بنایا کریں گے۔ کیونکہ گورنر صوبہ کا بڑا حاکم ہوتا ہے۔ اس کو قابل اور ایمان دار ہونا چاہئے یہ چیزیں اسمبلی کے بڑے ممبر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عام لوگوں کا یہ کام نہیں ہے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ صوبہ بمبئی میں جو ریاستیں شامل ہوگئی ہیں۔ اُن کے ۳۵ نمائندے جو اسمبلی میں جائیں گے، ان کے نام حکومت بمبئی نے ہند کے گورنر جنرل کی منظوری پاس کے لئے روانہ کردیئے ہیں۔ اُن ممبروں کے بارے میں کانگریس کمیٹی اور دوسرے بڑے لوگوں سے مشورہ کر لیا گیا ہے۔

کراچی کی خبر ہے کہ وہاں کے اخباروں کا بیان ہے کہ وزیر مال غلام محمد، دنیا کی بینک کے ممبر بننے کے بعد سو کروڑ پچاس لاکھ ڈالر قرض پاکستان کے لئے لیں گے۔ پاکستان نے دو مہینے ہوئے۔ اس بینک کے ممبر بننے کے لئے درخواست دی ہے۔

لندن کی خبر ہے کہ چیکوسلواکیہ یہ بات سوچ رہا ہے کہ پاکستان میں ہتھیار بنانے والا ایک کارخانہ کھول دیا جائے۔ پاکستان یورپین ملکوں سے ایک لاکھ رائفلیں اور دوسرا جنگی سامان خریدنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت سا سامان چیکوسلواکیہ سے پاکستان نے حاصل کیا ہے۔

بمبئی کے لئے صحت کے سپاہی

(اسپنسر دیمپو)

بمبئی شہر کو کس طرح صاف ستھرا رکھا جائے، اور اس کی بڑھی ہوئی آبادی کو اس کی شہری ذمہ داریاں کس طرح سمجھائی جائیں، یہ مسئلہ میونسپلٹی اور اپنا فرض سمجھنے والے شہریوں کو ایک مدت سے پریشان کرتا آرہا ہے اس کام کے لئے نئے نئے طریقے اخباروں اور جلسوں میں بتائے گئے۔ قومی کام کرنے والوں نے غریب بستیوں کے لوگوں کو صفائی کی عادتیں سکھانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ اسکولوں میں بھی بچوں کو اچھے شہری بنانے کی کوشش ہورہی ہے۔ لیکن جو ہم روزانہ دیکھتے ہیں۔ اُس سے پتہ چلتا ہے کہ ان ساری محنتوں کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا اور بمبئی ایک خوب صورت شہر ہوتے ہوئے بھی صفائی سے بہت دور رہا باہر ملکوں کے لوگ جب بمبئی آتے ہیں تو کبھی یہی کہتے ہیں کہ "ہم سمجھتے ہیں کہ اَن پڑھ اور غریب اپنے آس پاس صفائی نہیں رکھ سکتے، مگر جن خوبصورت مکانوں میں پڑھے لکھے لوگ رہتے ہیں وہاں بھی کوڑا کرکٹ ڈال کر گندگی کیوں کی جاتی ہے؟" جب پڑھے لکھے لوگوں کے لئے یہ کہا جائے تو ہم اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟ صرف شرم سے سر جھکا دیتے ہیں۔

بمبئی کی حالت صفائی کے بارے میں اتنی بری نہیں تھی جتنی کہ اب ہے۔ مجھے یاد ہے کہ بیس سال پہلے، جب کہ بمبئی کی آبادی شاید دس لاکھ تھی، یہ شہر بہت ہی صاف تھا۔

ہندوستان کے دوسرے شہروں کے لوگ بمبئی کی سڑکوں اور راستوں کی صفائی سے سبق لیتے تھے

مگر اب اس کا الٹا ہورہا ہے ہم جانتے ہیں، کہ بمبئی کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے، خاص کر کہ جنگ کے زمانہ میں اور پچھلے سال میں، جب کہ اس شہر کو اتنے باہر والوں کو پناہ دینی پڑی تھی جتنی کہ اس میں جگہ بھی نہ تھی۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اس سے گندگی اور بڑھ گئی۔ مگر اس کا صرف یہی سبب نہیں ہے۔ ایک گنجان آباد شہر جہاں بے گھر لوگ راستوں پر رہتے سوتے، کھاتے پیتے اور مرجاتے ہیں، کیسے صاف رہ سکتا ہے؟ لیکن بمبئی ایسی جگہ ہے۔ جہاں پڑھے لکھے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اگر ان میں سے کوئی کچھ کرنا چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔ تھوڑی سی کوشش کرنے سے بمبئی بہت صاف ستھری اور رہنے کے قابل ہوسکتی ہے۔

بمبئی کی حالت جیسی ہونی چاہئے، ویسی نہ ہونے کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ بہت سے شہری اس سے بے خبر ہیں کہ وہ اس جگہ کو، جو انہیں روزی، پناہ اور آرام دیتی ہے اپنی بے پرواہی سے گندہ کرکے کتنا گناہ کرتے ہیں۔ بمبئی کے لوگ سوائے چند لوگوں کے سب اپنے شہری فرض بھولتے چلے جارہے ہیں مکان کے مالک ویسے نہیں ہیں جیسے بیس سال پہلے تھے، اور نہ مکان میں رہنے والے۔ مکان کے مالک ایسے ہیں جو کبھی آکر اپنے مکانوں کی حالت نہیں دیکھتے۔ انہیں صرف کرایہ وصول کرنے سے کام ہے اور کرایہ دار بھی بے پرواہ ہیں۔ کہیں کہیں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ مکان کے مالک کو پریشان کرنے کے لئے گندگی پھیلاتے ہیں۔ اس موجودہ زمانے میں ہمیں چاروں طرف برائیاں ہی نظر آتی ہیں۔ کیونکہ کسی کو اپنے فرض کا خیال نہیں ہے۔ ہر انسان آرام اور آسانی چاہتا ہے۔

آپ کو شاید یہ جاننے سے دلچسپی ہوگی کہ مغربی ملکوں میں شہر کی صفائی کا مسئلہ کس طرح حل کیا گیا۔ ہندوستان آنے سے پہلے میں دس سال سے زیادہ عرصے تک برلن میں رہا، اور اُن دنوں میں نے جرمنی کے بڑے بڑے شہروں کو دیکھا۔ آپ لوگوں نے سنا ہوگا کہ برلن اپنی صفائی کے لئے یورپ کی سب راجدھانیوں سے زیادہ مشہور تھا اور یہ سچ ہے۔ دو جنگوں کے سبب سے اس کے شہر برباد ہوئے۔ ایک مدت تک مکانوں کی تکلیف رہی اور آبادی بھی بڑھتی گئی، پھر بھی برلن کی صفائی اور صحت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی، جس پر کہ اس کے شہریوں کو فخر ہے اور جس کی باہر والے تعریف کرتے ہیں۔ آج اتنی بربادی کے بعد بھی میں وہاں کی تصویروں میں وہی صفائی دیکھتی ہوں جس کا خیال بھی اس سخت زمانے میں کوئی کر نہیں سکتا۔



شاید آپ نہیں جانتے ہوں گے کہ جرمنی راجدھانی کے صرف بیس فی صدی مکان بربادی سے بچے ہیں۔ ان میں اور، باقی سب ٹوٹے ہوئے مکانوں میں وہاں کے لوگ اور پناہ گزین، (شرنارتھی) رہتے ہیں جن گھروں میں پہلے ایک خاندان رہتا تھا اُن میں اب پانچ اور چھ خاندان ساتھ رہتے ہیں اور ان سب کو ایک باورچی خانہ، ایک غسل خانہ، اور ایک ہی پاخانہ کام میں لانا پڑتا ہے۔ سارے برلن کی مالی حالت بھی بمبئی کے مزدوروں کی حالت سے کچھ اچھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ خوراک کی کمی، کارخانوں کی بربادی کے سبب سے بیکاری، بیماریاں، مثلاً دق وغیرہ، جن سے اُن کی مشہور تندرستی، چستی، اور خوش مزاجی ختم ہوگئی ہے۔

بجلی صرف رات کو ملنے سے عورتوں کو گھر کا بہت سا کام رات کو کرنا پڑتا ہے صابن اور کپڑوں کی کمی وغیرہ ہوتے ہوئے بھی برلن صفائی پر ایسے ہی قائم رہا، جیسے مدتوں سے تھا۔

کوئی یہ پوچھے گا کہ یہ کیوں کر ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ برلن اور مغربی ملکوں کے لوگوں کو اچھے شہری بننا ہی پڑتا ہے۔ چاہے وہ اسے پسند کرتے ہوں یا نہیں جو لوگ مغربی ملکوں کا سفر کر چکے ہیں وہ یہ جانتے ہی ہوں گے کہ وہاں کے بڑے شہر کے لوگوں کو روزانہ بہت سے قانون اور حکم ماننے پڑتے ہیں۔ بمبئی میں مثلاً گرگام اور کالبادیوی پر لوگ جس طرح چاہتے ہیں چل سکتے ہیں۔ مغربی شہروں میں کوئی اس طرح راستے پر نہیں چل سکتا۔ وہاں کے لوگ فٹ پاتھ چھوڑ کر اسی وقت چل سکتے ہیں، جبکہ راستہ پار کرنا ہو، اور ایک رُخ جانے والے اس طرف نہیں چل سکتے جس طرف دوسرے رُخ جانے والے چلتے ہوں پولیس راستے کے قانون توڑنے والوں اور مجرموں پر کڑی نظر رکھتی

مغربی شہروں میں ایک انجمن ہوتی ہے جس کا نام سٹی ہیلتھ پولیس ہوتا ہے۔ قریب قریب سب شہروں میں یہ انجمن پائی جاتی ہے یہ کہیں زیادہ سختی سے کام لیتی ہے اور کہیں کم۔ جرمنی میں دونوں جنگوں سے پہلے صحت کی پولیس ایک چھپی طاقت تھی، جس سے شریر، بدمعاش بچے اور بڈھے، سب ڈرتے تھے۔ جن دنوں میں جرمنی میں رہتی تھی، ہر شخص صحت کی پولیس کے اختیار کو اچھی طرح جانتا تھا۔ کیونکہ لوگوں کو راستہ چلتے وقت ہی نہیں، بلکہ گھریلو کاموں میں بھی غلطی سے روکنے کا پولیس کو پورا حق تھا۔ مجھے اب بھی اس کا ایک تجربہ یاد ہے۔

ایک دن میں اپنی ماں کو گھر کے کام میں مدد دے رہی تھی۔ ایک ٹیبل کا کپڑا، جس پر روٹی کا کچھ چورا تھا، جیسے ہی اٹھا کر کھڑکی کی طرف جھٹکنے لے گئی، میری ماں نے مجھے روکا اور کہا "یہاں نہ جھٹکو، اگر صحت کی پولیس دیکھ لے گی تو تم قانون کی پکڑ میں آجاؤ گی"۔ پھر انہوں نے مجھے سمجھایا کہ کھڑکی سے باہر کوڑا یا کوئی چیز پھینکنا اور تھوکنا سخت منع ہے، اور اس کے خلاف کرنے والے کو جرمانہ اور سزا ہوتی ہے۔ اس بات کا مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میں اسکول، گھر، ہر جگہ اور ہر وقت اس کا خیال رکھتی تھی۔

بڑے شہروں کی پولیس کا کام صرف روک تھام ہی نہیں ہوتا، بلکہ یہ انجمن وہ کام بھی کرتی ہے، جو یہاں میونسپل انسپکٹر کرتے ہیں۔ اس پولیس کے افسر سادہ لباس میں بازاروں، گلیوں، تیرنے کے تالابوں، اور عام پاخانوں میں چکر لگاتے ہیں اور صفائی میں کوئی بھی لاپرواہی ہوتی ہو تو لکھ لیتے ہیں۔ راستوں، باغوں اور کھیل کے میدانوں کی صفائی کے وقت بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ شاید ہی کچھ کوڑا یا کاغذ گرا ہوا مل جاتا ہے۔

(باقی صفحہ ۷ پر)

ہندوستان کا اُڑنے والا ہاتھی!

لندن کے چڑیا گھر میں!

لندن کے چڑیا گھر میں ابھی ابھی ایک نیا مہمان پہنچا ہے۔ لندن کے بچّے اُس کو دیکھ کر خوشی سے پھُولے نہیں سماتے۔ یہ مہمان ایک ننھی سی ہتھنی ہے۔ اس کی عمر صرف ۲ مہینہ اور قد ۳ فٹ ہے۔ مگر اس بچّے کا وزن بہت زیادہ ہے۔ تقریباً ۴۰۰ پونڈ۔ لندن میں یہ اُڑنے والا ہاتھی کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اسے ہوائی جہاز سے کلکتہ سے لندن پہنچایا گیا ہے۔ کلکتہ اور لندن کا فاصلہ ۶ ہزار میل ہے۔

لندن پہنچنے سے کچھ ہفتے پہلے یہ بچّہ آسام کے گھنے جنگلوں میں چائے کے کاشتکاروں کو ملا تھا۔ وہ جنگل میں شکار کھیل رہے تھے کہ انہوں نے بچّے کو روتا ہوا سُنا۔ وہ اس آواز کے پیچھے گئے اور بچّے کو ڈھونڈ لیا۔ یہ ننھی سی ہتھنی اس وقت بالکل اکیلی تھی اور بہت دُکھی تھی۔

معلُوم ہوتا تھا کہ وہ راستہ بھُول گئی ہے۔ کیونکہ اُس کی ماں کہیں بھی نظر نہ آتی تھی۔ بچّے کے لئے اپنی دیکھ بھال کرنا بہت مشکل تھا۔ اس لئے شکاری اُسے چائے کے کھیتوں پر اُٹھا کر لے گئے اور اُسے خوراک دی۔ شروع میں اُسے گائے کا دودھ دیا گیا مگر شکاریوں کو معلُوم ہوا کہ گائے کے دُودھ سے بچّے کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ اس کے بعد اُسے ڈبوں کا جما ہُوا دودھ اناج کے ساتھ ملا کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد بھوکا بچّہ اپنے دُکھ بھُول گیا۔

آسام کے لوگ اس بچّے کو 'سابری' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ 'سابری' کا مطلب ہے 'پیارا بچّہ'۔ وہ سب اس بچّے کے ساتھ بہت ہِل مِل ہو گئے۔ جب ان کو یہ معلُوم ہوا کہ اس کو لندن کے چڑیا گھر میں بھیجا جارہا ہے تو وہ اُداس سے ہوگئے۔

'سابری' کو سب سے پہلے کلکتہ پہنچایا گیا۔ اور لندن جانے کے لئے وہ ہوائی جہاز میں سوار ہوگئی۔ یہ دو دنوں کا سفر تھا۔ راستہ بھر اس ننھا مسافر نے کوئی تکلیف نہیں دی۔ جہاز میں اُسے ڈبوں کا دُودھ اور اناج ملتا تھا۔ سفر کے دوران میں یہ ننھا سا مسافر ایک دو بار چنگھاڑا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہوائی جہاز میں موجود ہے۔

جب جہاز ہوائی اڈا پر اُترا تو ہوا باز نے کہا "اس چھوٹی سی نیک خاتون نے راستہ میں بالکل تکلیف نہیں دی"۔

'سابری' کا لندن میں خوب آؤ بھگت کی گئی۔ لیکن وہ تھکی ہوئی تھی۔ بی بی سی کے افسروں نے بہت کوشش کی کہ وہ چنگھاڑ کر لندن کے ہزاروں بچّوں کو سلام کرے جو اپنے اپنے ریڈیو پر اس کی آواز کو سُننے کے لئے بے تاب تھے مگر اس نے افسروں کی دعوت قبول نہ کی۔ شاید بھی اس کے آنے کی خوشی میں جو تقریب ہوئی اس موقع پر وہ ایک بار زور سے چنگھاڑی۔ شاید یہ اس بات کی نشانی تھی کہ وہ سونا چاہتی ہے۔

جب وہ چڑیا گھر پہنچی تو معلُوم ہوا کہ وہ کچھ کمزور سی نظر آتی ہے۔ فوراً اُسے جانوروں کے اسپتال میں نرم نرم گھاس پر سلا دیا گیا، اور قریب قریب دس دن تک اُسے خوب خوراک دی گئی۔ اب اُسے گوشت۔ دُودھ۔ اناج اور دُوسری چیزیں کھانے کے لئے دی جاتی ہیں۔ ہر روز اُسے قریب قریب تین گیلن خوراک دی جاتی ہے۔ اُسے کبھی کبھی سخت بسکٹ بھی دیئے جاتے ہیں تاکہ اس کے دانتوں کی ورزش ہوتی رہے۔

لندن کے چڑیا گھر کی ایک شاخ ایسی بھی ہے۔ جہاں لڑکے لڑکیاں چھوٹے چھوٹے جانوروں کے بیچ آزادی سے کھیلتے ہیں۔ حال ہی میں جب موسم بہت سہانا تھا اس نئے بچّے کو اس شاخ میں پہلی بار لے جایا گیا۔ نئے مہمان کو دیکھ کر لڑکے لڑکیوں نے خوشی سے چلّانا شروع کردیا اور اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اب اس کا نام 'ڈمبو' رکھ دیا گیا ہے

ہاتھیوں کی عمر انسان کے برابر ہوتی ہے اور یہ ممکن ہے کہ ایک لڑکی جس کی عمر اس وقت آٹھ سال کی ہے اور جو 'ڈمبو' کو کیک کھانے کے لئے دیتی ہے ۷۰ سال کی عمر میں اپنے پوتوں اور نواسوں کے ساتھ ڈمبو کو ملنے کے لئے آئے۔ (برٹش انفرمیشن سروس)

دُنیا کے اخباروں کی لائبریری

جو لوگ لندن آتے ہیں وہ برٹش میوزم کو جہاں دُنیا بھر کی عجیب چیزیں موجود ہیں دیکھے بغیر واپس نہیں جاتے لیکن بہت کم غیر ملکی لوگوں کو "برٹش میوزیم نیوز پیپر لائبریری" کا پتہ ہے جو لندن کے اُتر میں کولن ڈیل کے مقام پر واقع ہے۔ اس لائبریری میں دُنیا بھر کے اخباروں اور رسالے موجود ہیں۔

جب برطانیہ میں اخباروں شائع ہونے شروع ہوئے اُس وقت سے اُن کو اکٹھا کیا جا رہا ہے۔ برطانیہ کے ایک قانون کے مطابق ہر ایک اخبار کو ہر ایک ایڈیشن کی ایک کاپی برٹش میوزیم میں بھیجنی پڑتی ہے اور کولن ڈیل کی لائبریری میں ان اخباروں کو جمع کیا جاتا ہے۔ اس لائبریری میں ۴۸،۰۰۰ جلدیں ہیں۔

لائبریری میں داخلہ بالکل مفت ہے۔ اس لائبریری میں الگ الگ اخباروں اور رسالوں کی ۳ لاکھ ۸۰ ہزار جلدیں موجود ہیں اور ہر سال یہ جلدیں بڑھتی جاتی ہیں۔ ۱۹۴۱ء میں جرمن بمباری نے لائبریری کی عمارت کو تباہ کر دیا تھا اور اس کے ساتھ تیس ہزار جلدیں خراب ہو گئی تھیں۔ اب نئی عمارتیں بنائی جا رہی ہیں تاکہ نئے رسالوں اور اخباروں کو رکھا جا سکے۔

برٹش میوزیم کی یہ شاخ تاریخ جاننے والے کے لئے بڑی بھاری نعمت ہے۔ کیونکہ اُسے اس کتاب خانہ میں گذرے تین سو سال کے بڑے واقعات چھپے ہوئے مل سکتے ہیں۔

اس لائبریری میں دنیا بھر کے مشہور اخباروں مل سکتے ہیں آئرلینڈ کے ۱۸ ویں صدی کے اخبارون اس کتاب گھر میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ کامن ویلتھ ملکوں کے اخباروں تو کافی تعداد میں موجود ہیں اسی طرح فرانس۔ جرمنی۔ رُوس۔ چیکوسلواکیہ۔ ہنگری۔ دکھنی امریکہ ارجنٹ۔ ہالینڈ۔ اٹلی اور بلقان کے اخباروں اس لائبریری میں خاص جگہ گھیرے ہوئے ہیں۔

جو لوگ اس لائبریری میں پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ ان میں باہر ملکوں کے سفیر بھی شامل ہیں۔ ہر ملک کے طلبا اور پروفیسر ولیسرچ کی خاطر پرانے اخبارات کے ورق اُلٹاتے عام طور پر نظر آتے ہیں۔

(بقیہ "صحت کے سپاہی" صفحہ ۵ کا)

مکانوں کی صفائی کا کام بھی بہت سنبھال کر کیا جاتا ہے۔ ہر مکان کے صحن یا پچھلے حصہ میں کوڑا جمع کرنے کے ایک یا بہت سے ڈبے ہوتے ہیں مکان کا مالک ان کی صفائی کا خرچ رہنے والوں سے وصول کر کے ٹیکس کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ ایک مقررہ وقت پر بند لاری آتی ہے اور وہ ڈبے باہر لاکر اس میں انڈھیل دیتے ہیں۔ ڈبہ خالی ہونے پر دروازہ اپنے آپ بند ہو جاتا ہے۔ اور بدبو باہر نہیں پھیلنے پاتی۔ (باقی آئندہ)

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی، روپا وِلا۔ کھمبالا روڈ، بمبئی ۲۶
رہبر اخبار اُردو، ہندی گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے اور اجمل پریس بمبئی میں چھپتا ہے۔

سکندر

جو لوگ کم عمر میں بادشاہ ہوئے ۔ اُنہوں نے اکثر شہرت پائی ہے۔ ان میں سکندر (یا الگزینڈر) کا نام سب سے زیادہ مشہور ہے۔ جب کہ وہ گدّی پر بیٹھا تو اس کی عمر سولہ سال کی تھی اس نے ارسطو جیسے بڑے عالم سے پڑھا تھا۔

سکندر کے باپ کا نام فلپس تھا ۔ وہ یونان کے ایک حصّہ کا بادشاہ تھا۔ اُس کے مرنے پر سکندر بادشاہ ہوا۔ یہ اب سے ڈھائی ہزار برس پہلے کی بات ہے بادشاہ ہونے کے بعد سکندر نے سارے یونان پر قبضہ کر لیا اور بہت اچھی طرح راج پاٹ سنبھالا جب اس کی طاقت بہت بڑھ گئی تو اس نے مصر پر حملہ کیا ۔ مصر کی بندرگاہ "الیگزینڈریہ" اُسی کے نام پر اب تک مشہور ہے۔

جب کوئی بادشاہ کسی دُوسرے بادشاہ کو اپنا حاکم مانتا ہے تو اُسے کچھ نذرانہ دیا کرتا ہے ۔ اُسے خراج کہتے ہیں۔ سکندر کا باپ بھی ایران کے بادشاہ دارا کو خراج دیا کرتا تھا ۔ سکندر نے اُسے خراج دینے سے انکار کردیا ۔ دارا نے سختی شروع کی ، اُس پر سکندر نے ایران پر چڑھائی کردی ۔ راستہ میں بہت سے ملک پڑتے تھے ۔ سکندر سب کو فتح کرتا ہوا ایران پہنچ گیا ۔ دارا کی فوج بہت زیادہ تھی ۔ لیکن سکندر نے چالاکی سے اس کے غلاموں کو ملا لیا اور اُسے قتل کرادیا ۔ اس کے بعد سکندر جیت گیا ، اور اُس نے دارا کی لڑکی سے شادی کرلی۔

ایران فتح کرنے کے بعد سکندر نے افغانستان کے راستے سے ہندوستان پر حملہ کیا اور ٹیکسلا فتح کرتا ہوا جہلم تک آگیا ۔ وہاں راجہ پورس سے اس کا سامنا ہوا ۔ پورس کی فوج میں بہت سے ہاتھی تھے جب اُن ہاتھیوں پر تیر برسے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور پورس کی فوج میں گڑبڑ ہوگئی۔ اس طرح پورس ہار گیا اس کے بعد سکندر آگے بڑھا لیکن اس کی فوج بہت تھک گئی تھی اور اپنے دیس جانے کے لئے بے چین ہورہی تھی ، اس لئے نہ وہ واپس ہوگیا۔ راستہ میں شہر بابل میں اُسے بخار آیا اور مرگیا۔ مرنے کے وقت اس کی عمر تیس برس کی تھی۔

سکندر کی فوج کے حاکم اس کی لاش یونان لے گئے وہاں سکندر کے حکم کے مطابق اس کا جنازہ اس طرح نکالا گیا کہ آگے یونان کے بڑے بڑے حکیم ، اور عالم تھے ، ان کے پیچھے وہ خزانہ تھا جو سکندر نے بہت سے ملک جیت کر جمع کیا تھا ۔ خزانہ کے پیچھے ساری فوج تھی اور آخر میں سکندر کی لاش تھی جس کے خالی ہاتھ باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس حکم سے سکندر کا مطلب یہ تھا کہ اتنے بڑے بڑے حکیم ، اتنا بڑا خزانہ اور اتنی بڑی فوج ہوتے ہوئے بھی وہ موت کے پنجہ سے نہ بچ سکا اور اس دُنیا سے خالی ہاتھ جارہا ہے۔

(نئی کتاب سے لیا)

REGD. NO 4532

ٹیلیفون نمبر
۲۳۱۴۱

قیمت فی پرچہ
۲ر

ایڈیٹر: مسز کلثوم سایانی

پندرہ روزہ اخبار

رہبر

سالانہ چندہ
تین روپے

جلد ۱۰ | ۱۵ر جولائی ۱۹۴۹ء | نمبر ۱

"نیک بات"

غصہ عقل کو جلا دیتا ہے

اپنی باتیں

آج کے دن رہبر اخبار نے نو سال پورے کرکے دسویں سال میں قدم رکھا ہے۔ سروجنی دیوی کا کہنا کہ باقاعدہ چلنے والی چھوٹی چیز بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے رہبر کی چھوٹی سی خدمت کو نبھانا منظور کیا اور دعا ہے کہ ہمیشہ کرے۔

پچھلے نو سالوں پر نظر ڈالتے ہوئے خوشی اور رنج دونوں کی تصویریں سامنے آتی ہیں۔ لیکن کام کے میدان میں کھڑے ہونے والے پر خوشی اور رنج کا اثر بہت کم ہوتا ہے۔ اسے سوچنے کی فرصت ہی کہاں۔ کوشش اور محنت اپنا رنگ ضرور لاتی ہیں۔

رہبر کا خاص پانچ سالہ نمبر ۱۹۴۵ء میں نکلا تھا۔ اس موقع پر مہاتما گاندھی جی اور دوسرے لیڈروں نے مضمون، پیغام ... بھیجے تھے

رہبر کا دس سالہ نمبر ۱۹۵۰ء جولائی میں نکلے گا۔ ہمارے پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ وہ ابھی سے اس نمبر کے لئے مضمون، نظمیں وغیرہ بھیجنا شروع کریں۔

رہبر اب زیادہ پھیلنے لگا ہے گجراتی اور ہندی رہبر کی اچھی قدر ہونے لگی ہے اور ہر مذہب کے لوگ اسے اپنانے لگے ہیں لیکن ہندی اور اردو پڑھنے والوں کی یہی فریاد ہے، ایک کہتا ہے کہ ہم نے اردو کے شبد بڑھا دیئے اور دوسرا کہتا ہے کہ ہندی کے بڑھا دیئے، حالانکہ ہماری کوشش یہی ہے کہ ہم اسے بالکل آسان ہندوستانی بنائیں۔

ہمیں آج یہ بھی خوشی ہے کہ اردو رہبر کے بیچ کے صفحے ٹائپ میں چھپے ہیں، جس کے لئے ایک مدت سے کوشش ہو رہی تھی۔ رہبر اس بارے میں اپنے پڑھنے والوں سے رائے چاہتا ہے۔ ہمیں اس بات کا آنند ہے کہ شہاب الدین دسنوی صاحب نے، جو صابو صدیق ٹیکنیکل اسکول کے پرنسپل ہیں اور جنہوں نے پہلے ایک سال تک رہبر کی ایڈیٹری کی تھی وعدہ کیا ہے کہ ٹائپ میں ہو جانے کے بعد ہر دوسرے مہینے آپ ایک مضمون رہبر کے لئے بھیجا کریں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں ایسے بھائی بہنیں ... ہے ہیں جن کے مضمون پسند کئے جاتے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ... سبھی لکھنے والے ہمیں مدد ... یں گے

ہمیں یہ بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے

(بقیہ اپنی باتیں)

میں ہمیں ہریجن سیوک سے بڑی مدد ملی۔ پچھلے سال دہلی کے بڑے لیڈروں اور تعلیم کے ماہروں نے جو خط رہبر کے بارے میں شائع کیا تھا اُسے مسٹر مشرو والا نے ہریجن سیوک میں چھاپ کر اس کا کافی چرچا کیا۔

ہمیں افسوس ہے کہ ابھی تک ہمارے دفتر کا کام ٹھیک نہیں ہو سکا۔ کوئی ایسا کلرک نہیں ملا جو پوری ذمہ داری اور قابلیت سے اپنا کام سنبھالے۔ یہ سچ ہے کہ ہندوستان کی اتنی بڑی بستی کے باوجود آدمیوں کا قحط ہے یعنی قابلیت اور ذمہ داری کا نام نہیں ملتا۔

(بقیہ صفحہ ۶ کا صحت کے سپاہی)

آپ میں سے کچھ لوگوں کو تعجب ہوگا کہ آس پاس کی صفائی اور ہندوستان کی حالت میں اتنا فرق ہوتے ہوئے یہ سب کیسے ہو سکے گا۔ مگر میں کہہ سکتی ہوں کہ بمبئی کی ۶ بیب بستیوں کی جانچ کر کے کسی اچھی ترکیب سے ضرور کچھ کیا جا سکتا ہے۔ بمبئی کے اَن پڑھ لوگ بھی ایسے جاہل نہیں ہیں جیسے کہ ہندوستان کے گاؤں کے لوگ کیونکہ شہری زندگی ان کو ہوشیار اور تجربہ کار بنا دیتی ہے۔ اُن کو اگر کچھ سمجھایا جاتا ہے تو وہ بہت اچھی طرح اور جلد سمجھ جاتے ہیں۔ اس لئے اس کام کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو انہیں خوبی سے سمجھا سکیں۔

بچوں کو بڑھانے اور طاقت پہنچانے کے لئے جیسے خوراک دی جاتی ہے اسی طرح اُن کے دماغ اور آتما کو شکتی دینے کے لئے پڑھائی اور تربیت کے ایسے طریقے اختیار کرنا بھی ضروری ہیں جن سے ان کی ترقی اور کچھ کر کے دکھانے کا جوش ان میں پیدا ہو۔ بچوں میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے سے کسی کو بڑھا ہوا دیکھنا نہیں چاہتے اسکول میں لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ رہنے سے دونوں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کریں گے۔ اور شروع کی یہ عادت ان کی اگلی زندگی میں ان کو بڑھانے کے لئے بڑی مدد دیگی۔ کیونکہ بچپن میں جو عادت پڑ جاتی ہے وہ زندگی میں شاید ہی چھوٹتی ہے۔ اگر میونسپل کارپوریشن نے چوتھے درجہ تک لڑکوں اور لڑکیوں کا ساتھ رکھا ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں پہلے زمانہ میں بھی لڑکے اور لڑکیاں مکتب میں ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے اور ہمیں کسی حالت میں کوئی برائی نظر نہیں آتی بلکہ اس میل جول سے ان کا دماغ اور علم بڑھتا ہے۔

(حنیفہ کھتری)

۲۶ر جون کی رات کو ۹½ بجے ناگپاڑہ سنٹرل اسکول ہال میں بڑی عمر کے پڑھنے والوں کو سندیں تقسیم کرنے کے لئے ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت میونسپل کونسلر جناب خواجہ غلام جیلانی صاحب نے فرمائی۔ مسٹر لطفی رضوانی اور کلیم بہزادی کی تقریروں کے بعد مسٹر ایم سی جہاں نے اپنی تقریر میں کامیاب ہونے والوں کو آگے پڑھنے کی کوشش کرنے کو کہا۔ جلسہ کے صدر جیلانی صاحب نے تعلیم بالغان کمیٹی کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ اب ہمارے ملک میں وہی لوگ اپنے ووٹ وغیرہ کے ذریعہ حکومت کے کاموں میں حصہ لے سکیں گے جو پڑھے لکھے ہوں گے۔ آپ نے مسٹر لطفی رضوانی صاحب کی محنت اور کامیابی پر انہیں مبارک باد دی۔ اخیر میں مسٹر لطفی رضوانی نے سب کا شکریہ ادا کر کے بتلایا کہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں ان پڑھ لوگوں کے لئے جرمانہ وغیرہ تجویز کئے گئے ہیں۔ ہمارے صوبہ میں اب تک کوئی ایسی تجویز ہوئی نہیں ہے مگر ہوگی ضرور۔

چلا جا رہا ہے

وہ جتھوں سے [illegible] جھپائے
امیروں کی [illegible] بچائے
امیدوں [illegible] خاک میں [illegible] دبائے
لیے [illegible] چلا جا رہا ہے

نہیں اس [illegible] مطلب [illegible]
[illegible]
نہیں کوئی الفت بھی [illegible] سے
امیری کی خوابیں [illegible] رہا ہے (۲)

[illegible] وطن کی آزادی سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (۲)

[illegible]
[illegible]
[illegible] چلا جا رہا ہے [illegible] (۲)

[illegible]
[illegible] پھر [illegible] خوش حال ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

* * * *

[illegible] ایک دن
[illegible] پاس [illegible]
[illegible] بیٹو [illegible]
[illegible]
[illegible] تھا
[illegible]
[illegible] روز [illegible] تو جواز [illegible]
[illegible] ہرگز کبھی [illegible] کپڑے
میں پودوں کو پانی بھی ہرگز نہ دوں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

آج [illegible] کام [illegible] دو [illegible]

کسی شہر میں [illegible] سوداگر تھا - اسی شہر میں ایک [illegible] آیا اور وہ بہت جلد مشہور ہو گیا کہ [illegible] اور پانچ سو روپیہ لیتا ہے - سوداگر نے [illegible] سوداگر کے نوکروں نے [illegible] نوکروں [illegible]

[illegible] سوداگر بہت خوش ہوا کہ پانچ سو روپئے دیکر لاکھوں کا فائدہ ہوگیا - ہم سب کو [illegible] کبھی آج [illegible]

[illegible]

" نجومی ثریا "

مسز اکرم لڑکیوں کے کالج کی مقبول (پرنسپل) پسند استانی تھیں ۔ مغربی لباس اور مغربی زبان پسند کرتی تھیں ۔ خود ہندوستانی ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ انگریزی لباس پہنتیں اور ہمیشہ انگلش میں ہی بات کرتیں ۔ کالج میں حد سے زیادہ مقبول تھیں ۔ ہندوستانی لباس سے انہیں ہر وقت نفرت سی رہتی ۔

ایک روز وہ اپنے مکان میں کوئی انگریزی ناول پڑھ رہی تھیں کہ ایک بوڑھی عورت اچانک کمرے میں داخل ہوئی ۔ مسز اکرم کو اس قسم کی عورتوں سے سخت نفرت تھی اس لئے دیکھتے ہی آگ بگولا ہوگئیں ۔ اور جب اس عورت نے یہ کہا کہ وہ نجومی ہے تو ان کا غصہ حد سے باہر ہوگیا اور غریب بڑھیا کو وہ جھاڑ دیا کہ ایک ہی سانس میں مکار، فریبی، جاہل، چور اور خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالا ۔ مگر بڑھیا نے مسز اکرم کی تمام جھڑکیاں اور گھڑکیاں ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیں ۔ اس کے سفید اور الجھے ہوئے بال ، میلا کچیلا لباس ، جھولی ہوئی کمر ، چہرے کی جھریاں اور ہاتھوں کا کانپنا اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اس کی عمر ۱۰۰ سال سے کسی بھی طرح کم نہ ہوگی ۔ چند پھٹی پرانی کتابیں ایک پوٹلی میں لپٹے ہوئے تھی ۔ جب مسز اکرم اچھی طرح برس چکیں، تو بڑھیا نے بہت نرمی سے کہا "محترمہ میں کوئی ایسی ویسی نجومی عورت نہیں ہوں ۔ مشہور ڈاکٹر پرشادی ، روزی کے راجہ صاحب ، مشہور مل والے سر چاندابھ پرساد ، دلّاد کے مشہور اخبار والے مسٹر ملہوترہ ۔" مسز اکرم نے بات کاٹ کر کہا ۔ " ملیں یا نہیں سے مجھ کو کیا مطلب ؟" بڑھیا نے کہا ۔ " ان سب لوگوں کے سرٹیفکیٹ موجود ہیں !" پھر اس نے انکسار سے

کہنا شروع کیا ۔ " آپ کا چہرہ دیکھ کر میں کہہ سکتی ہوں کہ آپ شکل صورت سے شیریں معلوم ہوتی ہیں مگر آپ کا دل گلاب کے پھول کی پتی کی طرح نرم ہے ۔ آپ نے ۱۷ جون ۱۹۳۹ کے روز کالج میں استانی کی جگہ حاصل کی اور اسی روز آپ نے اپنی قابلیت کا سکہ جما دیا " مسز اکرم کے چہرے پر نرمی اور خوشی ظاہر ہوئی ۔ بڑھیا نے باتیں جاری رکھتے ہوئے کہا ۔ " ٹھیک ایک سال کے بعد ۱۷ جون ۱۹۴۰ کے روز آپ کی تنخواہ میں پچاس روپئے مہینہ ترقی کی آپ کو خبر ملی ۔"

مسز اکرم : " اچھا ، اس روز کوئی اور واقعہ پیش آیا تھا ؟"

بڑھیا : " جی ہاں اور وہ یہ کہ آپ ایک ناٹک میں دیکھنے کو گئیں تو آپ کو ایک تار ملا کہ آپ کی صاحبزادی کو خدا نے لڑکا دیا ۔ محترمہ آپ کا ہاتھ دیکھ کر اور بہت سے گزرے ہوئے واقعات بتا سکتی ہوں ۔ میں آپ کے پیسے کی بھوکی نہیں ۔ خدا کا دیا سب کچھ ہے ۔ البتہ آجکل نجوم کے علم کے بارے میں جو غلط خیال پھیلے ہوئے ہیں میں ان کو دور کرنا چاہتی ہوں ۔"

اب مسز اکرم کی ساری اکڑفوں ختم ہو چکی تھی ۔ وہ شرم کے مارے بچھی جا رہی تھیں ۔ انہوں نے اپنا ہاتھ رومال سے صاف کرتے ہوئے وسواس کے ساتھ بڑھیا کی طرف بڑھا دیا ۔ بڑھیا نے آئی گلاس سے ہاتھ کی ریکھاؤں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا ، " اولی ریکھی اب پر نروان ہو چکی ہے ۔ اسکول کی تعلیم کے زمانے میں آپ کو کبھی اسکولرشپ ملی تھی ۔ بی اے میں صرف ایک مارک کے سبب آپ دوسرے نمبر پر آئیں ۔"

مسز اکرم : " بڑی بی ، آپ تو کمال کر رہی ہیں ، میں حیران ہوں ۔ اب تک جو کچھ کہا ، واقعی وہ سب سچ ہے ، مگر اب آئندہ کے لئے بھی تو کچھ بتائیے ۔"

بڑھیا : " آج سے ٹھیک ۲۸ دن کے بعد آپ کالج کی پرنسپل بنینگی ۔"

مسز اکرم : " کیا کہا پرنسپل - یعنی میں ؟" وہ مارے خوشی کے چلانے لگیں

بڑھیا : " ہاں ! ہاں !! آپ پرنسپل بنینگی محترمہ چاند اور سورج کے گھومنے میں فرق آجائیگا ؛ مگر نجومی ثریا کی بتائی ہوئی باتوں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا ۔ جانئے اسے بھی جانے دیجئے ۔ میں بالکل قریب یعنی کل کے لئے بھی ایک خوش خبری سنائے دیتی ہوں ۔" مسز اکرم : " کل یعنی منگل کے دن ؟"

بڑھیا : " ہاں ، کل منگل کے دن ٹھیک شام کو چھ بجکر پچیس منٹ پر ایک ایسا واقعہ پیش آئیگا کہ آپ پھولی نہیں سمائینگی ۔ آپکی شہرت کا ڈنکا بجنے لگے گا ۔ آپ کو عزت ملیگی ۔ آپ کے علم کی قدر ہوگی ۔

دنیا آپ کی قابلیتوں کو مان لیگی ۔"

مسز اکرم : " میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا خدا کے واسطے صاف صاف بیان کیجئے ۔"

بڑھیا : " (ہاتھ کی لکیر پر انگلی رکھتے ہوئے) صاف بات تو خود ہی معلوم ہو جائیگی ۔ مگر فکر کی بات ہے ۔ یہ دیکھئے ؛ قسمت کی لکیر سے اس لکیر کی ٹکر دیکھا آپ نے ؟ میرے خیال میں آپ کو کسی قدر سنبھالنے کی ضرورت ہے ۔"

مسز اکرم : " آپ گھبرائیے نہیں ۔ کچھ زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہو ؛ تب بھی پرواہ نہیں میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں ۔ آپ بتائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے ؟"

بڑھیا ۔ میرے خیال میں آپ کو اپنا لباس بدلنا چاہئے ۔ انگریزی لباس کے بدلے ہندوستانی لباس پہنا کیجئے ؛ تو آپکی ریکھا یکایک بدل جائیگی "

مسز اکرم کے چہرے پر کچھ فکر سی معلوم ہوئی ۔

بڑھیا : " سر جگدیش پرساد کی بھی ریکھائیں بالکل ایسی ہی تھیں ۔ وہ خود بھی انگریزی لباس پہنا کرتے تھے ۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو خود ان سے پوچھ لیں کہ انہوں نے اپنا لباس کیوں بدلا اور یہ بھی پوچھ لیجئے کہ ان کی ترقی کب سے ہوئی

مسز اکرم : " ٹھیک ہے ! ٹھیک ہے !! ہندوستانی لباس سے مجھے کوئی نفرت نہیں ۔ کل ہی سے شروع کرونگی ۔

بڑھیا : " اگر کل شام کو چھ بجکر پچیس منٹ پر ایک عجیب واقعہ آپ کی قسمت کو نہ چمکا دے تو یہ بڑھیا وعدہ کرتی ہے کہ وہ نجوم دیکھنا چھوڑ دیگی اور عمر بھر آپ کی غلام رہیگی ۔ بیگم صاحبہ اس زبردستی کی ملاقات سے میرا مطلب صرف یہ کہ میں آپ جیسی قابل عورتوں کے سامنے اپنے علم کی سچائی ثابت کروں ۔ اب میں آپ کا زیادہ وقت لینا*

جھاڑو والے کا لڑکا

اوکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک ایسا طالب علم (ودیارتھی) بھی ہے ، جس نے بچپن میں اسکول چھوڑ کر گوشت بیچنا شروع کر دیا تھا اور پھر بھنگی بن کر سڑکوں کی صفائی بھی کرتا رہا تھا ۔

یہ دلچسپ کہانی ۲۶ سال کے نوجوان جون بانلس کی ہے ۔ ۱۴ سال کی عمر میں اسکول چھوڑ کر اس نے ایک قصائی کے پاس نوکری کر لی ۔ اس کے بعد اپنے باپ کی طرح کارپوریشن میں جھاڑو والا بن گیا لیکن اس کو پڑھنے کی دھون تھی اس لئے فالتو وقت میں کتابیں پڑھا کرتا اور شام کو اسکول بھی جاتا ۔ پھر وہ فوج میں بھرتی ہو گیا ، لیکن ۱۹۴۴ میں اسے فوجی خدمت سے جدا کر دیا گیا ۔ اس کے بعد اس نے پھر پڑھنا شروع کیا ۔ دن بھر اوکسفورڈ کی سڑکوں کی صفائی کرنا اور اس کے بعد شیکسپیر اور کیٹس (مشہور شاعر) کا کلام پڑھا کرتا

آخر محنت رنگ لائی ۔ دو سال ہوئے اس نے ۲۰۰ امیدواروں کے مقابلے میں رسکن کالج کا وظیفہ حاصل کیا ۔ چھٹیوں میں وہ کوئی نہ کوئی کام کر کے روپیہ جوڑتا رہا ، تاکہ پڑھائی نہ رکے ۔ ان دنوں اس نے مالی کا کام بھی کیا اور اچھے دنوں کے لئے ڈاکیہ بن کر خط بھی بانٹے ۔ پچھلے سال وہ ملک کے سب حصوں سے آئے ہوئے ۴۰۰ دوسرے امیدواروں کے ساتھ ویدم کالج کے وظیفہ کے امتحان میں شریک ہوا اور کامیاب نکلا

کالج کی تعلیم پوری ہونے کے بعد اس کا خیال تعلیم بالغاں کا پروفیسر بننے کا ہے اور فالتو وقت میں وہ ناول لکھا کریگا

---

* نہیں چاہتی اگر خدا نے چاہا تو پرسوں ملونگی

(باقی آئندہ)

بمبئی کے لئے صحت کے سپاہی

([illegible])

یہ سب درکار ہوتی تھی صحت کی پولیس کا کام باقی رکھتا ہے ۔ رات کو وہ ان بازاری عورتوں پر نظر رکھتا ہے جن کے پاس لائسنس نہیں ہوتا ۔ یہاں فاکلینڈ روڈ یا فارس روڈ پر عورتیں کھڑکیوں میں ہی بیٹھی رہتی تھیں ، مگر یورپ میں یہ بد نصیب عورتیں رات کو باہر رستے پر چلتی پھرتی تھیں ۔ اسی لئے وہاں ایسی لڑکیوں کو لائسنس دینے کا قانون ایک مدت سے جاری ہے ۔ پولیس اپنے وارڈ کی ان سب عورتوں کو جانتا ہے ، جو لائسنس رکھتی ہیں ۔ اور اسی لئے اس کو ان لڑکیوں کے گرفتار کرنے میں آسانی ہوتی ہے جن کے پاس لائسنس نہیں ہوتا ۔ گرفتار کرنے کے بعد پولیس اس سے وہ باتیں معلوم کرتا ہے ، جو اس کی اس زندگی کے لئے ضروری ہوتی ہیں ۔ اور پھر اس کی ڈاکٹری جانچ اور مدد کے لئے کہتا ہے اس طریقے سے بہت سی لڑکیاں جو غریبی یا دوسری وجہ سے مجبور ہو کر پیشہ کرنا اپنی روزی کمانے کے لئے جاتی تھیں اور یہ طریقہ بہت سی بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بہت ہی ضروری ہے ۔ مگر یہاں لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ طریقہ اگلا ہمیں صحیح ہے ۔ میری رائے میں بہتر ہوتا اگر انہیں راستے اور طریقے نکالے جائیں جس سے ان بدنصیب عورتوں کو جو ہمارے سماج کی ناانصافیوں کا شکار ہیں ، دوبارہ شریفانہ زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملتا ۔ لیکن آج اس بڑی بمبئی دنیا کی جو حالت ہے ، اس سے مغرب کا یہ طریقہ بہتر نظر آتا ہے ۔ یورپ کے شہروں کی صحت کی پولس اس کی بھی ذمہ دار ہے کہ وہ لوگوں کو عورتوں کی بیماریوں کے پھیلنے کی ہر جگہ اور ہر وقت خبر کرتی رہے ۔

آج بمبئی کی جو حالت ہے ، اس کے لئے جلد سے جلد صحت کی پولس قائم کرنا بہت ضروری ہے ،

مگر صحت کی پولس یہ سب نہ کر سکے ، جو میں نے بتایا ہے ۔ دوسرے کچھ کام میونسپل کے ذریعہ کئے جانے چاہئیں ۔ مغربی طریقوں سے بمبئی میں سب سے ضروری یہ ہوگا جائے کہ یہاں صحت کی پولیس کا کام عورتوں کو دیا جائے ۔ کیونکہ بگڑے ہوئے اور لاپروا شہریوں کو وہ برائیاں جو شہری زندگی کے خلاف چلنے سے پیدا ہوتی ہیں ، سمجھانے کے لئے جس سمجھ اور ہمدردی کی ضرورت ہے ، وہ مرد سے زیادہ عورت میں ہوتی ہے اور اسی وجہ سے یہ کام عورتیں بہتر طریقہ سے کر سکیں گی ۔

لوگ یہ کہیں گے کہ ہمیں اس وقت کے لئے کچھ سال اور ٹھہرنا چاہئے ، جب بمبئی کے لوگ اس قابل ہوں کہ ان پر جرمانہ کا قانون لگایا جا سکے ۔ مگر اسی وقت ضروری ہے کہ رہنے والوں اور مکانوں کے مالکوں کو صحیح شہری زندگی سکھانے کے لئے ہم شروع سے ہی سخت قدم اٹھائیں ، کیونکہ بہت سے لوگ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے اور ہم اس وقت کے لئے ٹھہریں ، جب پوری بمبئی کے لوگ قانون اور خبریں پڑھ کر معلوم کر لیں تو ہمیں اور ایک مدت تک ٹھہرنا ہوگا ۔ ۲۲ سال پہلے جب میں بمبئی آئی تھی ، اس وقت یہاں تعلیم شروع کی گئی تھی مگر اس کے لئے جبر نہیں کیا جاتا تھا ۔ اور ابھی سمجھ یہ ہے کہ آج ہم جہاں تھے ، وہیں ہیں مگر اور بڑا بہت پہلا سلسلہ کی مشہور اور بہتریں عادت ہوتے ہوئے بھی کئی گھروں پر قوم کے نقصان کا سبب بنی ہے ۔

میں جانتی ہوں کہ سب انتظاموں کے لئے یہ مشکل ہوگا کہ بمبئی میں پھر اور قوموں کی پابند صحت کی پولس قائم کر سکیں ۔ اس لئے پہلے معمولی طور پر یہ کام شروع کیا جائے ، جس میں وہ لوگ جو اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں ، حصہ لیں ۔ جس طرح ہمارے یہاں تعلیمی ہفتہ منایا جاتا ہے اور اس تدبیر کو والنٹیرز کے ذریعہ پھیلایا جاتا ہے ، اسی طرح "صاف بمبئی" کا بھی ایک ہفتہ ہو اور اس ہفتہ میں والنٹیرز ہر گھر ، بلڈنگ ، دوکان اور صحن میں جا کر لوگوں کو کوڑا کرکٹ باہر پھینکنے سے روکیں اور انہیں اس کا صحیح طریقہ بتائیں دوسرا طریقہ جرمانہ کے ذریعہ سکھانے کا ہوگا ، جو صحت کی پولس یا میونسپل ان دونوں محکموں کے ذمہ ہوگا ۔ (باقی صفحہ ۷ پر)

خبریں

امرتسر ۱۲ جون۔ بہت سی عورتوں نے پیر کو ایک گھڑیالی کی دکان کے سامنے اس کے لڑکے کی دوسری شادی کے خلاف یہ آواز اٹھائی۔ یہ دکان سیراں بازار کے بیچ ہے۔ سب سے آگے پہلی بیوی تھی جس کے تین بچے ہیں۔ ان عورتوں نے تقریریں کرتے ہوئے کہا کہ پہلی بیوی کو دیوانہ کہا جا رہا ہے۔ لیکن لوگ دیکھ لیں کہ یہ کہاں تک سچ ہے۔

جب یہ عورتیں دکان کی طرف بڑھ رہی تھیں تو دکاندار لالہ بھاگ نکلا۔ کچھ دنوں پہلے بھی اس گھڑیوں کے سوداگر کے مکان پر دو تین بار یہ عورتیں پہنچی تھیں۔ سوداگر نے مسٹر پنواری لال مجسٹریٹ کی عدالت میں چھوڑی ہوئی عورت اور دوسری عورتوں کے خلاف شکایت کی ہے۔

پیرس ۲۵ جون۔ افغانستان کے پرانی نشانیوں کے فرانسیسی ڈائرکٹر دانیال شلمبرگر نے بتایا ہے کہ لشکری بازار (افغانستان) میں غزنوی خاندان کے بادشاہوں کے محلوں کے بڑے کھنڈر اب تک موجود ہیں۔ یہ افغانستان کا دسویں اور گیارھویں صدی کا مشہور فتح پانے والا خاندان ہے۔

یہ محل ۱۶۴ گز چوڑا اور ۹۲ گز لمبا ہے۔ اس میں سجاوٹ اور خوبصورتی کے لئے جو نقش اور تصویریں بنی ہوئی تھیں ان کا کچھ حصہ خرابی سے بچ گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محل محمود غزنوی کا تھا جو ہندستان پر حملہ کرنے والا مشہور مسلمان بادشاہ تھا۔ اور اس ترک خاندان کا جس نے ہندوستان میں سب سے پہلے حکومت قائم کی۔ محمود غزنوی کی بابت مشہور ہے کہ اس نے فردوسی سے وعدہ کیا تھا کہ اس کو پرانے شاہ نامہ کے ہر شعر کے بدلے ایک سونے کی اشرفی انعام دے گا لیکن جب اس نے دیکھا کہ شاہنامہ میں اسی ہزار شعر ہیں تو اس نے دینے سے انکار کر دیا

راج کوٹ ۳۰ جون یہاں سے ۴۰ میل پر ایک گاؤں میں ایک راجپوت عورت کو ایک بچہ پیدا ہوا جس کے دو سر اور چار ہاتھ ہیں۔ ٹانگیں دو ہی ہیں۔

نیو یارک۔ ۲۹ جون آج ہنگری کے مال وزیر نے اعلان کیا کہ روس ۱۹۵۱ء میں مغربی طاقتوں سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

نینی تال ۲۹ جون۔ ۱ جولائی ۱۹۴۹ء کو ریاست رام پور یوپی میں شامل ہونے والی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ ہند کی حکومت نے اس ریاست کے انتظام کے لئے مسٹر بجے کیرت سنگھ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو مقرر کیا ہے۔

۳۰ جون کو پنڈت نہرو سے نواب صاحب رام پور ملاقات کریں گے اور ریاستی معاملہ میں بات کریں گے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی، روپا ولا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶
رہبر اخبار اردو، ہندی، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے اور اجمل پریس بمبئی میں چھپتا ہے۔

خبریں

نینی تال۔ ۶ر جون، ۔ حکومت یو پی نے مرزا پور سے ۵۲ میل دور رابرٹس گنج میں سیمنٹ بنانے کا پہلا سرکاری کارخانہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کارخانہ میں روزانہ ۷۰۰ ٹن سیمنٹ تیار ہوگی اور سال بھر میں صوبہ کی بیس فی صدی ضرورت اس کارخانہ سے پوری ہوگی۔ حکومت اور دوسری جگہوں پر بھی سیمنٹ بنانے کا کارخانہ کھولنے کیلئے جانچ کر رہی ہے۔

نینی تال ۲۰ر جون۔ آنریبل یوپی کے تعلیم کے وزیر مسٹر سمپورنانند نے ایک اخبار کانفرنس میں اعلان کیا کہ یوپی کے انچاس ضلعوں میں سے صرف اٹھارہ ضلعوں میں شروع تعلیم کے مدرسے اتنے زیادہ ہیں جتنے کہ جبری شروع تعلیم کی اسکیم کے مطابق اگلے جولائی میں ہونے چاہئیں۔ اُمید ہے کہ ان ضلعوں میں اس وقت تک اس غرض کے لئے ۴۲ ہزار مدرسے ہو جائیں گے۔ اٹھارہ ضلعوں کے نام یہ ہیں:۔

دہرہ دون۔ مظفر نگر۔ بلند شہر۔ متھرا۔ پیلی بھیت۔ نینی تال فتح پور، جھانسی۔ جالون۔ خیر گڑھ۔ غازی پور۔ بلیا۔ لکھنؤ، فیض آباد، بہرائچ۔ باندا، بنارس اور جونپور۔

تعلیم کے وزیر نے بتایا کہ صوبوں کی حکومت اپنی پہلی بنیادی تعلیم کی اسکیم کے ذریعہ بائیس ہزار شروع تعلیم کے مدرسے اور اسکول کھولنے والی ہے اور تعلیم کے وزیر نے یہ بھی کہا، کہ اگلے سال حکومت اپنے انتظام سے بہت سی کتابیں خود چھپوائی ہے اور دو تین سال کے اندر ساری کتابیں خود چھپوایا کرے گی اور یہ بھی کہا کہ قریب قریب تعلیم کے چھ مرکز (سینٹر) جو مرکزی حکومت نے فوجیوں اور پناہ گزینوں کے لئے قائم کئے تھے اب یوپی کے مصیبت زدوں کے لئے بھی کھول دیئے جائیں گے۔

نئی دہلی۔ ۷ر جون، ایشیا میں بڑی عمر کے لوگوں کو پڑھائی کے مسئلہ پر سوچنے کے لئے نومبر میں نئی دہلی میں ۲۸ ملکوں کے لینے والے جمع ہوں گے۔ ساتھی قوموں کی انجمن اس کانفرنس کا انتظام کر رہی ہے۔ شاید یہ کانفرنس جے پور، یا گوالیار میں ہوگی۔ بہت سے ایشیائی ملک اس میں حصہ لیں گے

سری نگر ۴ر جون۔ کشمیر سرکار ریاست میں زمینوں کو برابر بانٹنے کی تدبیریں کر رہی ہے۔ کچھ دنوں پہلے اس نے ایک کمیٹی بنائی تھی جس کا کام سرکار کی اس پالیسی پر کرنا تھا کہ زمین اس شخص کے پاس ہو جو اس میں کھیتی کرتا ہے۔ اس کمیٹی نے اب ایک سوال نامہ جاری کیا جس کے جواب ۱۳ر جون تک مانگے ہیں۔ اس سوال نامہ میں یہ پوچھا گیا ہے کہ ایک کسان کے پاس زیادہ سے زیادہ کتنی زمین ہونی چاہئے۔ کمیٹی کی جس میٹنگ میں وزیر مال صدر ہوئے تھے۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ قرض داروں کو مدد دی جائے۔

کراچی، ۲۹ر جون، معلوم ہوا ہے کہ پاکستان سرکار نے امریکہ کو ایک لاکھ کمبلوں کا آرڈر دیا ہے۔ ان کی لاگت پندرہ لاکھ روپے ہوگی۔ یہ رقم قائد اعظم ریلیف فنڈ سے لی جائے گی۔

ٹیلیفون نمبر
قیمت فی پرچہ

جامعہ نگر دہلی
پندرہ روزہ اخبار

ایڈیٹر
[illegible] سایانی

رہبر

چندہ [illegible]

Dr. Zakir Husain,
Jamia Millia,
Jamianagar, Delhi.

جلد

یکم اگست ۱۹۴۹ء

نیک بات

اگر مذہب، سیاست اور مال سے "میں" اور "میرا" کو نکال دیا جائے تو سچ مچ دنیا جنت بن سکتی ہے۔

(گاندھی جی)

اپنی باتیں

رہبر کے پڑھنے والوں کو رہبر کی طرف سے عید مبارک۔ یہ پرچہ آپ کے ہاتھ میں پہنچنے سے دو دن پہلے ہی رمضان عید گذری۔ اسے عیدالفطر بھی کہتے ہیں مسلمانوں کے سال میں دو بڑے تہواروں میں سے یہ ایک ہے۔ قریب قریب دنیا کے سب مذہبوں نے کسی نہ کسی طرح کے روزہ یا اپواس ضروری رکھا ہے۔ اس پرہیز کا مطلب روح (آتما) کی صفائی ہے۔ ڈاکٹری جانچ نے بھی بدن اور معدہ کی صفائی اور معدہ کے آرام کے لئے روزہ اور اپواس کی خوبی قبول کی ہے۔ تیس دن کے سخت پرہیز کے بعد عید کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ یہ پرہیز صرف کھانے اور پینے کی حد بندی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ آنکھوں کو برائی دیکھنے سے کانوں کو برائی سننے سے زبان کو جھوٹ اور بری بات [illegible] سے اور [illegible] کو نقصان اور تکلیف پہنچانے [illegible]

اگر اس طرح سال بھر میں ایک مہینہ روح، دماغ، اور بدن کی صفائی اور سدھار کے لئے خرچ کیا جائے، تو سچ مچ انسان کے جوہر چمک اٹھیں۔ ان تیس دنوں کی سخت کوشش کے بعد دل صاف ہوجاتا ہے اور اس لئے کہا جاتا ہے کہ عید کے روز انسان برسوں کی دشمنی اور لڑائی جھگڑا بھول کر ایک دوسرے سے گلے ملتا ہے اور بہتر انسان بننے کے ارادے کرتا ہے۔ اپنے چھوٹوں کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے، بڑوں کی دعائیں لیتا ہے، غریبوں اور لاچاروں کی مدد کرتا ہے اور عید کی سچی خوشی حاصل کرتا ہے

عید کی نماز مسلمانوں کے لئے خاص اہمیت (وشیشتا) رکھتی ہے۔

اس دن امیر غریب، بڑے چھوٹے، راجہ فقیر سب ایک ساتھ مل کر اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور انسانی برابری کا ثبوت دیتے ہیں۔

آیئے آج کے مبارک دن ہم بھی اپنے مالک سے دعا کریں کہ ہمیں سچی آزادی، ایکتا اور بھائی چارے کی طرف بڑھنے میں مدد کرے۔

لولیا بخار

(مسز اسماعیل)

لولیا بخار اُس بیماری کا نام ہے جو بچوں کو لنگڑا لولا کر دیتی ہے۔ اس بیماری کا آج کل اخباروں میں بہت چرچا ہے۔ کیونکہ یہ وبا کی طرح ہندوستان اور خاص کر بمبئی میں پھیلی ہوئی ہے اور ہر سال بڑی تعداد میں بچے اس کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔ مگر آج تک اس کی طرف نہ تو ڈاکٹروں کا خیال تھا اور نہ پبلک کی طرف سے اس کے لئے کوشش کی گئی۔ جب کسی بچہ کو ایک دو دن کے بخار کے بعد ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑجاتے تھے اور اس کے بعد اچھے ہی نہ ہوتے تھے تو یہی کہا جاتا تھا کہ ہوا لگ گئی ہے، کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ دیوی یا جن بھوت کا سایہ پڑگیا وغیرہ۔ دکھیارے ماں باپ انتظار میں رہتے تھے کہ یہ شاید ہٹ جائے۔ نظر کا ٹوٹکا ہوجائے تو اُن کا بچہ چلنے پھرنے لگے۔ ڈاکٹروں کی طرف سے اُن کو یہی جواب ملتا تھا کہ کچھ نہیں ہوسکتا، یا یہ کہ پھر کود قدرتی طریقہ سے خون دوڑنے لگے گا تو بچہ اچھا ہوجائے گا۔ انتظار کرکر ماں باپ نراس ہوجاتے تھے۔ اور بچہ اپاہج اور اپاہج رہ جاتا تھا۔ جیسے ٹوٹے ہوئے برتن کو پھینک دیتے ہیں اس طرح یہ بچے بھی زندگی کے کونوں میں پھینک دیئے جاتے تھے۔ اُن کے حصہ میں تعلیم، خوشی، کھیل کچھ بھی نہ تھا اور ماں باپ بھی شرماکر اپنے لولے لنگڑے بچے کو چھپانے لگتے تھے اور اس طرح بچہ کے لئے زندگی کے سب دروازے بند ہوجاتے تھے۔ حیثیت والے ماں باپ تو اپنے بچوں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے، مگر غریبوں کے لئے بھیک مانگنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہتا۔

یورپ اور امریکہ میں اس بیماری کی جانچ کی گئی تو پتہ چلا کہ جس طرح چیچک، کولیرا، ٹائیفائڈ کیڑوں سے ہوتی ہیں اسی طرح یہ بیماری بھی کیڑوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ہمارے بدن میں تین قسم کی رگیں ہیں۔ خون کی، حس کی اور حرکت کی۔ حرکت کی رگوں کا اڈا ریڑھ کی ہڈی میں ہوتا ہے۔ اس بیماری کے کیڑے حرکت کی رگوں کو کترتے ہیں جس سے پٹھے کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس بیماری کی پہچان بہت مشکل ہے کیونکہ اس کی کوئی خاص نشانی نہیں ہے۔ اس وجہ سے ڈاکٹر بھی اُس وقت تک دھوکہ میں رہتے ہیں جب تک کہ لقوا نہ ہوجائے۔ سردی، کھانسی، بخار، پیچش، سر کا معمولی سا درد ان میں سے کوئی بھی نشانی ہوسکتی ہے۔ جب کیڑے رگوں کو کترتے ہیں اور ہاتھ، پاؤں یا گردن بے جان ہوجاتے ہیں۔ تب پتہ چلتا ہے جو رگیں برباد ہوگئیں اُن کا تو علاج کچھ نہیں مگر جن کو تھوڑا نقصان پہنچا ہے اُن کا علاج ہوسکتا ہے۔ باقاعدہ اور ترتیب وار مالش اور کسرت (ویایام) وغیرہ کرنے سے پٹھوں میں پھر جان آسکتی ہے۔ جس طرح اور بیماریوں کے علاج کے لئے ہسپتالیں ہوتی ہیں اور نرسوں کو سدھایا جاتا ہے اسی طرح اس بیماری کے علاج کیلئے بھی لوگوں کو سدھایا جاتا ہے اور ہسپتالوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب تک تو ہندوستان کے کسی حصہ میں بھی ایسا ہسپتال نہ تھا۔ اس طرح سے ڈاکٹر بھی مجبور ہوکر جواب دے بیٹھتے اور بچوں کو زندگی بھر لنگڑا لولا رہنا پڑتا۔ مگر اب ان بچوں کیلئے آشا کی کرن پھوٹی ہے دو سال ہوئے بمبئی میں ایک انجمن قائم ہوئی ہے جو سوسائٹی فور دی ری ہیبلیٹیشن آف دی کرپلڈ چیلڈرن (ٹوٹے لنگڑے کے سدھار کی کمیٹی) کے نام سے مشہور ہے۔ اس سوسائٹی نے ایک کلنک (ہسپتال) کھولا ہے جہاں بچوں کا علاج اور تعلیم شروع کی گئی ہے۔ جولائی ۱۹۴۲ء میں یہ کام چھ بچوں سے شروع کیا گیا اور اب تک ۲۰۰ بچوں کا علاج ہوچکا ہے۔ اور ۸۰۰ بچوں کے نام رجسٹرڈ میں درج ہیں۔ اس گنتی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ ہندوستان میں یہ بیماری کتنی پھیلی ہوئی ہے۔ بمبئی میں تو یہ ہر سال اور خاص کر بارش کے دنوں میں پھیلتی ہے مگر آج تک کسی کو فکر نہیں ہوئی اور نہ لوگوں کو یہ بتایا گیا کہ وہ اس بیماری کا علاج اور روک تھام کس طرح کرسکتے ہیں، یا بیمار بچوں کی دیکھ بھال کس طرح کرنی چاہئے۔ ان دنوں اس سوسائٹی کی طرف سے بہت سے اخباروں میں خبریں اور اس بیماری میں دیکھ بھال کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ جو ہم اگلے پرچہ میں دیں گے۔

چلا جا رہا ھے

وہ چیتھڑوں سے اپنے بدن کو چھپائے
امیروں کی دنیا سے دامن بچائے
اُمیدوں کو ھے خاک میں وہ دبائے
لگے مانگنے ہی چلا جا رہا ھے ا

نہیں اُس کو مطلب ساھوکار سے
نہ عزت کا بھوکا ھے سرکار سے
نہیں کوئی اُلفت بھی بازار سے
امیری کی چوٹیں سہے جا رہا ھے (۲)

اُسے کیا وطن کی آزادی سے مطلب
فقیری میں کیا بربادی سے مطلب
نہ کھادی سے مطلب نہ شادی سے مطلب
وہ راہ سفر پر چلا جا رہا ھے (۳)

محلوں کی اُس کو چھاک تک نہیں ھے
کہاں سب ھے محفل خبر تک نہیں ھے
چلا جا رہا ھے، چلا جا رہا ھے (۴)

کسی نہ کسی ماں کا وہ لال ھے
وہ ھے تھک چکا پھر بھی خوشحال ھے
یہ دنیا نہیں فقط ایک جال ھے
سنو لال کیا وہ کہے جا رہا ھے
ملک کے سوا اُس کو گھر تک نہیں ھے

(اُمرت لال وزیرآبادی)

اُنوکھا نوکر

* * * *

میرے پاس آیا تھا ایک شخص ایک دن،
نہ نوکر رھے کچھ دنوں پاس میرے
جو پوچھا کہ "کیا کام آتا ھے بولو ؟"
کہا اُس نے، جو کام فرمائیں مجھ سے
مگر میں نہ ہرگز پکاؤں گا کھانا،
میرے ہاتھ چولھے میں جل جائینگے
نہ میں روز کمروں کو جھاڑا کروں گا
نہ ہرگز کبھی دھوؤں گا میلے کپڑے
میں پودوں کو پانی بھی ہرگز نہ دوں گا،
مجھے کام مالی کا آتا نہیں ھے"
میں ہنسنے لگا اُسکی باتوں کو سن کر،
میرا پیٹ دکھنے لگا ہنستے ہنستے"
کہا میں نے اِس، "ذرا ھوش میں آ،
نہیں میں نے دیکھے تیرے جیسے پگلے۔
کوئی کام گر تجھ سے ھوتا نہیں ھے
تو پھر تو اِسی دم چلا جا یہاں سے۔

آج کا کام کل پر نہ چھوڑو

کسی شہر میں ایک سوداگر تھا۔ اُسی شہر میں ایک عقلمند آیا اور وہ بہت جلد مشہور ھو گیا کہ ایک بات کہتا ھے اور پانچ سو روپیہ لیتا ھے۔ سوداگر نے خیال کیا کہ میں بھی سنوں، وہ کیا بات کہتا ھے یہ سننے کے لئے پانچ سو روپیہ لے کر گیا۔ عقلمند نے پانچ سو روپیہ لئے اور کہا "آج کا کام کل پر کبھی نہ چھوڑنا"۔ سوداگر یہ سن کر چلا گیا۔ جی میں کہنے لگا، "فضول پانچ سو روپیہ گنوائے"۔ دوسرے دن تجارت کے جہاز آئے۔ اُس سوداگر کا بھی جہاز آیا۔ سوداگر کے نوکروں نے سب سامان اُتار کر، جس میں چاول روئی وغیرہ بہت تھا، باہر رکھ دیا، کیونکہ وہ سب کے سب تھکے ھوئے تھے۔ کہنے لگے، صبح اندر مکان میں رکھینگے۔ جب سوداگر آیا تو دیکھکر بہت خفا ھوا، کہنے لگا، "سب سامان اِس وقت اندر لے لو، کل پر نہ چھوڑو" نوکروں نے کہا "ھم تھک گئے ھیں، کل رکھ دینگے" مگر سوداگر نے ایک نہ مانی، مانتا کیوں؟ اُسنے پانچ سو روپئے دیکر یہ سیکھا تھا کہ "آج کا کام کل پر نہ چھوڑو" غرض سوداگر نے سب مجبور کرکے سامان اندر رکھوا لیا۔ اِتفاق سے رات کو اِس زور کی بارش ھوئی کہ جن سوداگروں کا مال باھر تھا، سب خراب ھوگیا مگر اُس سامان گیا۔ سوداگر بہت خوش ھوا کہ پانچ سو روپئے دیکر لاکھوں کا فائدہ ھوگیا۔ ھم سب کو اِس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کبھی آج کا کام کل پر نہ چھوڑیں۔

(ناصرالدین صدیقی)

" نجومی ثریا "

مسز اکرم لڑکیوں کی کالج کی منتظم (پرنسپل) پسند انسانی تھیں ۰ مغربی لباس اور مغربی زبان پسند کرتی تھیں ۰ خود ہندوستانی ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ انگریزی لباس پہنتیں اور ہمیشہ انگلش میں ہی بات کرتیں ۰ کالج میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو ان کی اس عادت سے ... کی انہیں ہر وقت فکر لگی رہتی۔

ایک روز وہ اپنے مکان میں کوئی انگریزی ناول پڑھ رہی تھیں کہ ایک بوڑھی عورت اچانک کمرے میں داخل ہوئی۔ مسز اکرم کو اس قسم کی عورتوں سے سخت نفرت تھی اس لئے دیکھتے ہی ایک بگولا ہوگئیں ۰ اور جب اس عورت نے کہا کہ وہ نجومی ہے تو ان کا غصہ حد سے باہر ہوگیا اور غریب بڑھیا پر وہ جھاڑ پلائی کہ ایک ہی سانس میں مکار، فریبی، جاہل، چور اور خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالا مگر بڑھیا نے مسز اکرم کی تمام جھڑکیاں اور گھڑکیاں ٹھنڈے دل سے برداشت کرلیں۔ اس کے سفید اور الجھے ہوئے بال، میلا کچیلا لباس، جھکی ہوئی کمر، چہرے کی جھریاں، اور ہاتھوں کا کانپنا اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اس کی عمر ۱۰۰ سال سے کسی طرح کم نہ ہوگی ۰ چند پھٹی پرانی کتابیں ایک پوٹلی میں بندھی ہوئی اس کی بغل میں دبا رکھی تھیں۔ جب مسز اکرم اسی طرح خوب جھلیں تو بڑھیا نے نہایت نرمی سے کہا "محترمہ میں کوئی ایسی ویسی نجومی عورت نہیں ہوں ۰ مشہور ... راجہ ... مسٹر ... سر جگدانیند پرساد ... کے مشہور اخبار والے مسٹر ..." مسز اکرم نے بات کاٹ کر کہا، "مگر ان سب سے مجھے کیا مطلب ؟" بڑھیا نے کہا، "ان سب لوگوں کے سرٹیفکیٹ موجود ہیں !" پھر اس نے تبسم سے کہنا شروع کیا، "آپ کا چہرہ دیکھ کر میں کہہ سکتی ہوں کہ آپ شکل صورت سے شیرنی معلوم ہوتی ہیں، مگر آپ کا دل گلاب کے پھول کی پتی کی طرح نرم ہے۔ آپ نے ۱۷ جون ۱۹۳۹ کے روز کالج میں اسنانی کی جگہ حاصل کی اور پہلے ہی روز آپ نے اپنی قابلیت کا سکہ جما دیا" مسز اکرم کے چہرے پر نرمی اور خوشی ظاہر ہوئی ۰ بڑھیا نے باتیں جاری رکھتے ہوئے کہا: "ٹھیک ایک سال کے بعد ۱۷ جون ۱۹۴۰ کے روز آپ کی تنخواہ میں پچاس روپئے کی ترقی کی آپ کو خبر ملی ۰"

مسز اکرم: "اچھا! اس روز کوئی اور واقعہ پیش آیا تھا ؟"

بڑھیا - جی ہاں اور وہ یہ کہ آپ ایک تانگے میں بیٹھکر مکان پہونچیں تو آپ کو ایک تار ملا کہ آپ کی صاحبزادی کو خدا نے لڑکا دیا ۰ محترمہ آپ کا ہاتھ دیکھکر اور بہت سے گزرے ہوئے واقعات بتا سکتی ہوں۔ میں آپ کے پیسے کی بھوکی نہیں۔ خدا کا دیا سب کچھ ہے ۰ البتہ آجکل نجوم کے علم کے بارے میں جو غلط خیال پھیلے ہوئے ہیں میں ان کو دور کرنا چاہتی ہوں"

اب مسز اکرم کی ساری اکڑفوں ختم ہو چکی تھی۔ وہ شوق کے مارے بچھی جارہی تھیں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ رومال سے صاف کرتے ہوئے شوق کے ساتھ بڑھیا کی طرف بڑھا دیا۔ بڑھیا نے آئی گلاس سے ہاتھ کی ریکھاؤں کو غور سے دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا، "عام کی دیوی آپ پر مہربان ہو چکی تھی۔ اسکول کی تعلیم کے زمانے میں آپ کو تین اسکولرشپ ملی تھیں۔ بی ۔ اے میں صرف ایک مارک کے سبب آپ دوسرے نمبر پر آئیں۔"

مسز اکرم:- "بڑی بی، آپ تو کمال کر رہی ہیں، میں حیران ہوں۔ اب تک جو کچھ کہا، واقعی وہ سب سچ ہے، مگر اب آئندہ کے لئے بھی تو کچھ بتائیے۔"

بڑھیا: آج سے ٹھیک ۲۸ دن کے بعد آپ کالج کی پرنسپل بنینگی ۰"

مسز اکرم: " کیا کہا پرنسپل - یعنی میں ؟"

وہ مارے خوشی کے چلا اٹھیں

بڑھیا: ہاں ! ہاں !! آپ پرنسپل بنینگی محترمہ چاند اور سورج کے گھومنے میں فرق آجایگا ؛ مگر نجومی ثریا کی بتائی ہوئی باتوں میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا ۰ چلئے اسے بھی جانے دیجئے ۰ میں بالکل قریب یعنی کل کے لئے بھی ایک خوش خبری سنائے دیتی ہوں ۰" مسز اکرم :- "کل یعنی منگل کے دن ؟"

بڑھیا :- "ہاں، کل منگل کے دن ٹھیک شام کو چھ بجکر پچیس منٹ پر ایک ایسا واقعہ پیش آیگا کہ آپ پھولی نہیں سمائینگی ۰ آپ کی شہرت کا ڈنکہ بجنے لگے گا ۰ آپ کو عزت ملیگی ۰ لوگ کے علم کی قدر ہوگی ۰

دنیا آپ کی قابلیتوں کو مان لیگی ۰ "

مسز اکرم :- "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا خدا کے واسطے صاف صاف بیان کیجئے ۰ "

بڑھیا :- "(ہاتھ کی لکیر پر انگلی رکھتے ہوئے) صاف بات تو خود ہی معلوم ہو جائیگی ۰ مگر کر کی بات ہے ۰ یہ دیکھئے ؛ قسمت کی لکیر سے اس لکیر کی ٹکر دیکھا آپ نے ؟ میرے خیال میں آپ کو کسی قدر سنبھالنے کی ضرورت ہے۔"

مسز اکرم :- اب گھبرائیے نہیں ۰ کچھ زیادہ تکلیف اٹھانے کی ضرورت ہو ؛ تب بھی پرواہ نہیں میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں - آپ بتائیے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے ؟ "

بڑھیا: میرے خیال میں آپ کو اپنا لباس بدلنا چاہئے۔ انگریزی لباس کے بدلے ہندوستانی لباس پہنا کیجئے ؛ تو آپکی ریکھا یکایک بدل جائیگی "

مسز اکرم کے چہرے پر کچھ فکر سی معلوم ہوئی ۰

بڑھیا :- "سر جگدناتھ پرساد کی بھی ریکھائیں بالکل ایسی ہی تھیں ۰ وہ خود بھی انگریزی لباس پہنا کرتے تھے ۰ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو خود ان سے پوچھ لیں کہ انہوں نے اپنا لباس کیوں بدلا اور یہ بھی پوچھ لینا کہ ان کی ترقی کب سے ہوئی

مسز اکرم :- ٹھیک ہے! ٹھیک ہے !! ہندوستانی لباس سے مجھے کوئی نفرت نہیں ۰ کل ہی سے شروع کرونگی ۰

بڑھیا: اگر کل شام کو چھ بجکر پچیس منٹ پر ایک عجیب واقعہ آپ کی قسمت کو نہ چمکا دے تو یہ بڑھیا وعدہ کرتی ہے کہ وہ نجوم دیکھنا چھوڑ دیگی اور عمر بھر آپ کی غلام رہیگی ۰ بیگم صاحبہ اس زبردستی کی ملاقات سے میرا مطلب صرف یہ کہ میں آپ جیسی قابل عورتوں کے سامنے اپنے علم کی سچائی ثابت کروں ۰ اب میں آپ کا زیادہ وقت لینا*

جھاڑو والے کا لڑکا

اوکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک ایسا طالب علم (ودیارتھی) بھی ہے، جس نے بچپن میں اسکول چھوڑ کر گوشت بیچنا شروع کر دیا تھا اور پھر بھنگی بن کر سڑکوں کی صفائی بھی کرتا رہتا تھا۔

یہ دلچسپ کہانی ۲۶ سال کے نوجوان جو نائلس کی ہے ۰ ۱۴ سال کی عمر میں اسکول چھوڑ کر اس نے ایک قصائی کے پاس نوکری کر لی ۰ اس کے بعد اپنے باپ کی طرح کارپوریشن میں جھاڑو والا بن گیا لیکن اس کو پڑھنے کی دھون تھی اس لئے فالتو وقت میں کتابیں پڑھا کرتا اور شام کو اسکول بھی جاتا۔ پھر وہ فوج میں بھرتی ہو گیا، لیکن ۱۹۴۴ میں اسے فوجی خدمت سے جدا کر دیا گیا ۰ اس کے بعد اس نے پھر پڑھنا شروع کیا۔ دن بھر اوکسفورڈ کی سڑکوں کی صفائی کرتا اور اس کے بعد شیکسپیر اور کیٹس (مشہور شاعر) کا کلام پڑھا کرتا

آخر محنت رنگ لائی ۔ دو سال ہوئے اس نے ۲۰۰ امیدواروں کے مقابلے میں رسکن کالج کا وظیفہ حاصل کیا ۔ چھٹیوں میں وہ کوئی نہ کوئی کام کر کے روپیہ جوڑتا رہا، تاکہ پڑھائی نہ رکے ۔ ان دنوں اس نے مالی کا کام بھی کیا اور کچھ دنوں کے لئے ڈاکیہ بن کر خط بھی بانٹے ۔ نئے سال وہ ملک کے سب حصوں سے آئے ہوئے ۴۰۰ دوسرے امیدواروں کے ساتھ ویڈم کالج کے وظیفہ کے امتحان میں شریک ہوا اور کامیاب رہا

کالج کی تعلیم پوری ہونے کے بعد اس کا خیال تعلیم دالعلوم کا پروفیسر بننے کا ہے اور فالتو وقت میں وہ ناول لکھا کریگا

---

* نہیں چاہتی اگر خدا نے چاہا تو پرسوں ملونگی

(باقی آئندہ)

بمبئی کے لئے نگہت کے سپاہی

(پہلی جولائی کا باقی)

یہ سب اوپر ہوتے ہوئے بھی ہیلتھ کی پولیس کا کام باقی رہتا ہے۔ رات کو وہ اُن بازاری عورتوں پر نظر رکھتا ہے، جن کے پاس لائسنس نہیں ہوتا۔ یہاں فاکلینڈ روڈ یا فارس روڈ پر عورتیں گھروں میں ہی بیٹھی ہوتی ہیں، مگر یوروپ میں یہ بد نصیب عورتیں رات کو باہر رستے پر چکر لگاتے ہیں۔ اسی لئے وہاں ایسی لڑکیوں کو لائسنس دینے کا قانون ایک مدت سے جاری ہے۔ پولس اپنے وارڈ کی اُن سب عورتوں کو جانتا ہے، جو لائسنس رکھتی ہیں۔ اور اسی لئے اُس کو اُس لڑکی کے گرفتار کرنے میں آسانی ہوتی ہے جس کے پاس لائسنس نہیں ہوتا۔ گرفتار کر کے پولیس اُس سے وہ باتیں معلوم کرتا ہے، جو اُس کو اس زندگی کے لئے مجبور کرتی ہیں۔ اور پھر اُس کو ڈاکٹری جانچ اور سند کے لئے کہتا ہے اس طریقے سے بہت سی لڑکیاں جو غریبی یا دوسری وجہ سے مجبور ہو کر پیشہ کرنا چاہتی ہیں، بچالی جاتی ہیں اور یہ طریقے بہت سی بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ میں نہیں کہتی کہ مغرب کا یہ طریقہ بالکل ہی صحیح ہے۔ میری رائے میں بہتر ہوتا، اگر ایسے راستے اور طریقے نکالے جاتے، جس سے ان بدنصیب عورتوں کو، جو زیادہ تر سماج کی ناانصافیوں کا شکار تھیں، دوبارہ شریفانہ زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملتا۔ لیکن آج اس بگڑی ہوئی دنیا کی جو حالت ہے، اس سے مغرب کا یہ طریقہ بہتر نظر آتا ہے۔ یوروپ کے شہروں کی ہیلتھ کی پولس اس کی بھی ذمہ دار ہے کہ وہ لوگوں کو عورتوں کی بیماریوں کے پھیلنے کی ہر جگہ اور ہر وقت خبر کرتی رہے۔

آج بمبئی کی جو حالت ہے، اس کے لئے جلد سے جلد ہیلتھ کی پولس قائم کرنا بہت ضروری ہے۔

مگر ہیلتھ کی پولس یہ سب نہ کر سکے، جو میں نے بتایا ہے۔ دوسرے کچھ کام تو میونسپل کے ذریعہ ہو ہی جاتے ہیں، مغربی طریقوں سے بمبئی میں سب سے بڑا فرق یہ ہونا چاہئے کہ یہاں ہیلتھ کی پولیس کا کام عورتوں کو دیا جائے۔ کیونکہ بگڑے ہوئے اور لاپرواہ شہریوں کو وہ برائیاں جو شہری زندگی کے خلاف چلنے سے پیدا ہوتی ہیں، سمجھانے کے لئے جس سمجھ اور صبر کی ضرورت ہے، وہ مرد سے زیادہ عورت میں ہوتی ہے اور اس وجہ سے یہ کام عورتیں بہتر طریقہ سے کر سکینگی۔

لوگ یہ کہینگے کہ ہمیں اُس وقت کے لئے کچھ سال اور ٹھہرنا چاہئے، جب بمبئی کے لوگ اِس قابل ہوں کہ اُن پر جرمانہ کا قانون لگایا جا سکے۔ مگر اُسی وقت ضروری ہے کہ رہنے والوں اور مکانوں کے مالکوں کو صحیح شہری زندگی سکھانے کے لئے ہم شروع سے ہی سخت قدم اٹھائیں، کیونکہ بہت سے لوگ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے اگر ہم اُس وقت کے لئے ٹھہریں، جب پوری بمبئی کے لوگ قانون اور خبریں پڑھکر معلوم کر لیں تو ہمیں اور ایک مدت تک ٹھہرنا ہوگا۔ ۲۲ سال پہلے جب میں بمبئی آئی تھی، اُس وقت یہاں تعلیم شروع کی گئی تھی مگر اِس کے لئے جبر نہیں کیا جاتا تھا۔ اور یہی سبب ہے کہ آج ہم جہاں تھے، وہیں ہیں۔ صبر اور برداشت ہندستان کی مشہور اور بہترین عادت ہوتے ہوئے بھی کئی موقعوں پر قوم کے نقصان کا سبب بنی ہے۔

میں جانتی ہوں کہ سب انجمنوں کے لئے یہ مشکل ہوگا کہ بمبئی میں بہتر اور عرص کی پابند ہیلتھ کی پولس قائم کر سکیں۔ اس لئے پہلے معمولی طور پر یہ کام شروع کیا جائے، جس میں وہ لوگ جو اِس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں، حصہ لیں۔ جس طرح ہمارے یہاں تعلیمی ہفتہ منایا جاتا ہے اور اس تدبیر کو والنٹیرز کے ذریعہ پھیلایا جاتا ہے، اُسی طرح 'صاف بمبئی' کا بھی ایک ہفتہ ہو اور اِس ہفتہ میں والنٹیرز ہر گھر، بلڈنگ، دوکان اور صحن میں جا کر لوگوں کو کوڑا کرکٹ باہر پھینکنے سے روکیں اور انہیں اِس کا صحیح طریقہ بتائیں دوسرا طریقہ جرمانہ کے ذریعہ سکھانے کا ہوگا، جو صحت کی پولس یا میونسپل اِن دونوں محکموں کے ذمہ ہوگا۔ (باقی صفحہ ۷ پر)

خبریں

بمبئی کی خبر ہے کہ رانی مہاراج سنگھ نے عورتوں کے ایک جلسہ میں کہا کہ عورتوں کو صفائی کا پورا خیال رکھنا چاہیئے۔ بمبئی شہر میں ہڑتال ہے اگر اگست کی پہلی تاریخ تک ختم نہ ہوئی تو میں خود جھاڑو بالٹی لے کر صفائی کے واسطے نکلونگی صفائی کرنا انسان کا بڑا فرض ہے۔ گاندھی جی نے اپنے ہاتھوں لوگوں کا پاخانہ صاف کیا ہے۔ میں ایک مثال قائم کرکے رہونگی

استنبول کی خبر ہے کہ کمال اتا ترک نے اپنے زمانہ میں مذہبی تعلیم اور مذہبی پرچار بالکل بند کردیا تھا اُن کا کہنا تھا کہ مذہب ملکی ترقی کو روکتا ہے۔ اب موجودہ ترکی صدر عصمت انونو نے پھر سے مذہب جاری کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ مذہب اسلام ہی کمیونسٹ پروپیگنڈہ کو روک سکتا ہے اور کوئی قوم اور جماعت اسے روکنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ اس لئے پھر سے مذہبی تعلیم اور مذہبی رسم و رواج کو جاری کرنا چاہیئے۔

کراچی کی خبر ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کی فوجی کانفرنس جو ہوئی تھی اس میں بہت سے کام طے پاگئے ہیں۔ آیندہ اُمید کی جاتی ہے کہ اور مشکل کام بھی دونوں حکومتوں میں شانتی کے ساتھ طے ہوجائیں گے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ ہندوستان سے جو حاجی جانے والے ہیں انہیں سعودی حکومت کا ٹیکس بمبئی ہی میں دینا پڑے گا۔ سعودی حکومت نے یہ معاملہ روپیہ وصول کرنے کے لئے ایک بینک کے ذمہ کردیا ہے۔ وہ اس روپیہ کی رسیدیں حاجی لوگوں کو دے دی جائیں گی جو جدہ جاکر کام آئے گی۔

قاہرہ کی خبر ہے کہ ایک مصری لیڈر نے وزیر اعظم جواہر لال کو مبارک باد دی ہے کہ گاندھی جی کے بعد آپ ہی ایک ایسے لیڈر ہیں جن کے دل میں ہر انسان کی پوری عزت ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں سے میں نے سُنا ہے کہ آپ نے جمہوری سرکار میں ہر قوم مذہب والوں کو پورا پورا حق دیا ہے۔ اس لئے میں آپ کی تعریف ہر مصری کے سامنے کرتا پھرتا ہوں۔

لندن کی خبر ہے دریا کنارے کے کنارے لندن شہر کے باہر ایک حبشی مزدوروں کے ہوٹل پر ایک ہزار گورے انگریزوں نے حملہ بول دیا جس میں پانچ آدمی زخمی ہوئے۔ بات یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک کالا حبشی ایک انگریز لڑکی سے باتیں کر رہا تھا۔

بمبئی شہر کی سماجی تعلیم کمیٹی

اب سے بمبئی سیٹی ایڈلٹ ایجوکیشن کمیٹی (انجمن تعلیم بالغان، یا پرودھ شکشن سمیتی) سماجی تعلیم کمیٹی کے نام سے پکاری جائیگی کمیٹی کے نام میں یہ ادل بدل حکومت کی طرف سے ہوا ہے۔

اس کمیٹی کی طرف سے پچھے چار مہینوں کا سیشن مارچ ۱۹۴۹ء سے بمبئی شہر میں شروع ہوا جو ۳۰ جون ۱۹۴۹ء کو ختم ہوا ہے۔ جون کے آخری ہفتہ میں قریب قریب ۵۰۰ کلاسوں کے امتحان ہوئے، حساب لگانے پر معلوم ہوا، کہ ۸۰۰۰ مرد اور عورتیں امتحان میں شریک ہوئے۔ جن میں سے ۷۰۰۰ کامیاب ہوئے۔ کچھ جھاڑو والوں کی کلاسیں ان کی ہڑتال کے سبب بند رہیں جس کی وجہ سے اُن کا امتحان نہیں لیا جاسکا۔ بعد میں لیا جائے گا۔

پہلی جولائی سے نئے سیشن کی تیاری کا کام چل رہا تھا شری بی۔ ایم کاپڑیا اسپیشل لٹریسی آفیسر کی نگرانی میں، دو ڈیپوٹی، دس آفیسر، ۳۰ سپروائزر اور ۷۵۰ ماسٹروں کی مدد سے بھنڈی بازار سے ماٹونگا اور مجگاؤں سے ورلی تک کلاسیں جاری کرنے کی تیاری میں لگے ہوئے تھے۔

ہرروز ہزاروں مزدور مرد اور عورتوں کو اُن کے مکانوں پر جاکر نئے سیشن میں اپنا نام لکھوانے کے لئے سمجھایا جاتا ہے۔ ہر روز کمیٹی کی گاڑیوں اور جلسوں کے ذریعہ پرچار کیا جاتا ہے۔ ۱۲۰۰۰ ہزار سے زیادہ اَن پڑھ لوگ کلاسوں میں داخل ہوگئے اور جولائی کی پندرہ تاریخ سے کام شروع کردیا گیا ہے ہریجنوں کے کلاس آرتھر روڈ کی طرف ہیں۔ ۳۰۰ مراٹھی ۲۰۰ ہندی، ۲۰۰ اردو، ۵۰ گجراتی اور ۵۰ تلگو یعنی سب مل کر ۸۰۰ کلاسیں شروع کردی گئی ہیں۔ ان کلاسوں میں شہریت، تندرستی، صفائی اور موجودہ زمانے کی حالت پر تعلیم دی جائے گی تاکہ یہ لوگ اچھے شہری بن سکیں۔

نوٹ

ہمیں بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ تین اور بھائی بہنوں نے سٹو روپے دے کر رہبر کے عمر بھر کے خریدار بنے ہیں۔ ان تینوں بھائی بہنوں کا ہم دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُن کے نام نیچے پیش کرتے ہیں۔

(۱) بیگم شریفہ حامد علی

(۲) شریمتی بابی بہن دیال جی

(۳) شری کے گاہونکے

چونکہ ہمارے عمر بھر کے خریداروں میں چند کمپنیاں ٹرسٹ وغیرہ ہیں۔ اور چند دوسرے ٹرسٹ بھی ایسی خریداری کے بابت میں تلاش کررہے ہیں۔ اس لئے ہمیں عمر بھر کی خریداری کی حد باندھنے کی ضرورت پڑی ہے۔ بہت بات چیت کے بعد یہ طے ہوا ہے کہ یہ حد بیس سال کی رکھی جائے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اور بھی زیادہ لوگ رہبر کے اس طرح کے خریدار بنیں گے۔

مہاراشٹر ہندوستانی پرچار کی شیبر یا منور کی ہندوستانی پرکشا میں:- ہندوستانی لکھاوٹ میں ۷۰ فیصدی کامیاب ہوئے

،، پہلی ،، ،، ۸۶ ،، ،، ،،

،، دوسری ،، ،، ۷۳ ،، ،، ،،

،، تیسری ،، ،، ۹۳ ،، ،، ،،

سب مل کر ۸۰ میں سے ۴۷ ودیارتھی کامیاب ہوئے۔ شیبر میں "قابل" پرکشا نہیں لی گئی تھی۔

REGD. NO. 4532

رجسٹرڈ نمبر ۴۵۳۲

ٹیلیفون نمبر ۴۴۴۱۱

ایڈیٹر

مسز کلثوم سایانی

روپا ویلا کیمبلا روڈ بمبئی نمبر ۲۶

پندرہ روزہ

فی پرچہ دو آنے

سالانہ چندہ تین روپئے

جلد ۱ بمبئی تاریخ ۱۵ اگست ۱۹۴۹ء نمبر ۳

نیـ بات

سچائی کی ہر وقت جیت ہوتی ہے۔

اپنی باتیں

آج پندرہ اگست ہے۔ آج کے دن دو سال پہلے ہمارا دیش آزاد ہوا۔ آج باپو کی سالوں کی محنت ٹھکانے لگی۔ آج کا دن ہمارے لئے خوشی کا دن ہے۔ مبارک دن ہے۔ آج کے دن سالوں کی غلامی کی بیڑیوں کو توڑ کر ہم دنیا کی آزاد قوموں کے ساتھ اپنا سر اونچا کر پائے۔

اس میں شک نہیں کہ کسی دام پر بھی آزادی بہتر ہے۔ اگر ہم ابھی تک سیاسی آزادی کے ساتھ مالی اور سماجی آزادی نہیں پا سکے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آزادی بری ہے۔ کئی بار یہ سنا گیا ہے کہ ایسی آزادی سے انگریزوں کی غلامی اچھی تھی کم سے کم زندگی کی ضرورتیں تو آسانی سے پوری ہو جاتی تھیں۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ آج نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں زندگی کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے جان کی بازی لگانی پڑتی ہے۔ لڑائی کے اثر نے اپنا پنجہ دنیا پر سے ابھی نہیں اٹھایا بلکہ اور بھی مضبوط ہو رہا ہے اور اس کے قصوروار ہم خود ہیں۔

سیاسی آزادی وہ آزادی کا صرف پہلا قدم ہے جس کے خواب ہم دیکھا کرتے تھے۔ ہماری منزل ابھی دور ہے۔ وہاں تک پہنچنے کے لئے کوشش کے ساتھ قیمت بھی ادا کرنی ضروری ہے۔ ہم ابھی تک غفلت کی نیند سے نہیں جاگے اور یہ بھول گئے کہ بنانا اور بگاڑنا ہمارے ہی ہاتھوں کا کھیل ہے۔

آج حکومت ہماری ہے بلکہ ہمارا ہی ایک حصہ ہے حکومت کے صلاح کار بھی ہم ہی ہیں۔ اگر ہم اونچا معیار یا اسٹنڈرڈ چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ کو سدھارنا چاہئے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک لوگوں کا پورا ساتھ نہ ملے تب تک دنیا کی کوئی حکومت قائم نہیں رہ سکتی آج کا دور ہماری کسوٹی ہے۔ ہر حکومت کے بدلنے پر لوگوں پر وہی گذرتا ہے جو آج ہم بھگت رہے ہیں اگر ہمارا سونا سچا ہے تو ضرور چمکے گا۔ آزادی نے ہمارے لئے بہت بڑی ذمہ داری اور پابندیاں پیدا کر دی ہیں۔ خوراک کی پیداوار بڑھانا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ ساتھ ساتھ چور بازاری اور رشوت کو مٹانا ہے، ملک کے ہاتھ سے ان پڑھوں کے

۱۵ اگست

آزادی کا جشن

ہند کی حکومت کے کہنے سے بمبئی کی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج کا دن سیدھے سادھے طریقے پر منایا جائے اور روشنی وغیرہ نہ کی جائے۔

ضلعوں اور تعلقوں کی راجدھانیوں میں آزادی کے دن جھنڈا لہرایا جائے۔ آج کے دن سب سرکاری عمارتوں اور تاریخی قلعوں پر قومی جھنڈا لہرایا جائے گا۔ بڑے فوجی اڈوں میں فوجی پریڈ اور دوسری جگہوں پر پولیس پریڈ ہوگی۔

ڈاک کے نئے ٹکٹ

موجودہ حکومت نے ہند کی آزادی کی دوسری سالگرہ کے موقع پر ڈاک کے نئے ٹکٹ جاری کئے ہیں۔ جن کا نام "پرانی یادگاروں کا سلسلہ" رکھا ہے اور ۱۵ اگست ۱۹۴۹ء سے پبلک کو مل سکیں گے۔

ان ٹکٹوں میں تاریخی یادگاریں دکھلائی گئی ہیں۔ یہ تصویریں پرانے زمانے کی تہذیب اور ہنر کی شان کو ظاہر کرتی ہیں۔ ٹکٹوں پر ان کی قیمتیں انگریزی اور ہندی میں لکھی ہوئی ہیں۔ "انڈیا" اور "پوسٹیج" کے لفظ الگ الگ جگہ پر چھاپے ہوئے ہیں۔

ایجنٹا، تری مورتی، کرناک کا گھوڑا، سانچی کا دروازہ، کندریا مہادیو مندر اور کھوا نیشور کی تصویریں جو کہ کم قیمت کے اسٹامپس پر چھپی ہوئی ہیں، بہت پرانے زمانے کی تہذیب کو ظاہر کرتی ہیں اور اس کے بعد کے تاریخی زمانہ کو ہم ان ٹکٹوں پر دیکھ سکتے ہیں جو کہ بڑی قیمت کے ہیں اور جن پر بیجاپور کے گول گنبد، امرتسر کے سنہری گردوارہ، دہلی کے لال قلعہ اور تاج محل کی تصویریں ہیں۔ دس روپئے والے اسٹامپ پر قطب مینار دہلی کی تصویر ہے۔ پندرہ روپئے والا اسٹامپ پر پالی تانا کے شترنجیہ کے مندر کی تصویر ہے۔

یہ مندر جینیوں کے بہت سے پاک شہروں میں سے ایک شہر میں بنا ہوا ہے۔ یہ شہر پچھمی ہندوستان

میں ہے اور ۱۶۱۸ء کے ہنر کا بہت خوبصورت نمونہ ہے۔

لندن کے علاقہ ویسٹ اینڈ پر ایک جرمنی بم پایا گیا اس بم کا وزن ڈھائی ہزار رتل ہے۔ معلوم کیا گیا ہے کہ یہ بم کبھی بھی پھٹ سکتا ہے۔

کراچی کی خبر ہے کہ ڈاک کے وزیر سردار عبدالرب نشتر کو سر فرانسس مودی کی جگہ پنجاب کا گورنر بنادیا گیا۔ آپ نے ۱۴ اگست سے اپنی جگہ سنبھال لی۔ ان کے گورنر ہونے پر پنجاب میں بڑی خوشیاں منائی جارہی ہیں۔

(مسز سایانی کی تقریر اور رپورٹ)

کلاس دار کے لئے منظور کی ہے جو فی الحال رضا پر ہے۔
اس کے آتے ہی یہ سب باتیں پھر شروع کر دی جائیں گی۔

رہبر اخبار جو تعلیم بالغان کی تحریک کی اخیر کڑی ہے۔ اسے میں شائع کرتی ہوں اور آپ اس کا فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ رہبر شروع سے ہی گھاٹے میں رہا جسے میں برداشت کرتی تھی۔ لیتھو لکھائی سے ٹائپ میں بدل دینے کے بعد مجھے اتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ رہبر کا گھاٹا میرے دم سے ہی پورا ہوگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے مجھے بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ رہبر کی اصلیت کو لوگ پہچاننے لگے ہیں۔ میں گجراتی لکھائی کا رہبر بند کرنا چاہتی تھی، مگر کاکا کالیلکر صاحب نے مجھے روکا۔ پھر ہندوستان کے تعلیمی ماہروں نے اس کا اصلی روپ لوگوں کے سامنے ایک خط کے ذریعہ رکھا، جس میں شری بالا صاحب کھیر اور راجکماری جی کے سب سے پہلے دستخط تھے۔ اس خط سے رہبر کا کافی چرچا ہوا۔ حالانکہ صرف پانچ آدمی ایک سو روپے دے کر لائف ممبر بنے ہیں۔ میں اس خط سے کافی فائدہ اٹھا سکتی۔ اگر دوسرا سماجی کام چھوڑ کر صرف اسی کے پیچھے لگی رہتی۔ مگر یہ تو ناممکن ہے۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ آٹھ سال میں ۱۰۰ روپے دے کر میں ایک مکمل کلارک نہیں رکھ سکی جو کہ رہبر کے قدردانوں سے اس کا ادنیٰ چندہ وصول کر سکے۔ جب کئی پردیسی عورتوں نے میرے گھر میں ان کاغذوں کا ڈھیر دیکھا جن کا میں وقت پر جواب نہ دے سکی تب انہوں نے کہا کہ کیا ایسے قومی کام کے لئے حکومت تمہاری مدد ایک سیکریٹری یا ایک کلارک سے نہیں کر سکتی؟

شاید ہماری بہنوں کو وہ دن یاد ہوں گے کہ جب لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ مسز سایانی کانگریس سے پیسہ لیتی ہیں۔ فٹ پاتھ پر مجھے اور رہبر کو ہاتھ کاٹ کرنا لکھا جاتا تھا۔ اردو اخبار کہتے تھے کہ یہ عورت ہمارے گھروں میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ اس سے بچے رہنا۔ ٹیلیفون پر ہزاروں صلواتیں سننی پڑتی تھیں دو چار ایسے خط بھی میں نے نمونہ کے طور پر سنبھال رکھے ہیں۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود ہماری بہنیں دل سے اور بڑی محنت سے تعلیم کا فائدہ اٹھاتی تھیں اسی وجہ سے میری ہمت اور برداشت قائم رہی۔ دوسری طرف کمیٹی پر بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حالانکہ چند ممبر اور خاص کر بالا صاحب اور منگل بھائی کی وجہ سے میرے کام میں سہولتیں ملیں۔ جو دوسری کلاسوں میں نہیں ملتی تھیں۔ پھر بھی مجھے یاد ہے کہ رہبر جو خاص تعلیم بالغان کے کام کے لئے شروع کیا گیا تھا اور جو کمیٹی پر اس قسم کا پہلا ہی پرچہ تھا اور بہت ہی پسند کیا گیا تھا۔ شائع ہونے کے بعد ڈھائی سال تک مجھے کمیٹی سے کوئی مدد نہیں ملی۔ اب شری بی۔جی کھیر جیل سے چھوٹے تب یہ بات کمیٹی پر لائی گئی اور تب سے ۱۵۰ روپے ماہانہ یعنی سال کے ۱۵۰۰ ۴۰۰ کاپیوں کے لئے دیئے جانے لگے۔ جو اس وقت کا رہبر کا سالانہ چندہ ۱½ روپیہ کے مطابق تھا۔ اس زمانہ میں کاغذ کی قیمت ۵ پیسہ پونڈ تھی، پھر ۱۰ آنے پونڈ تک پہنچی تھی اور رہبر کا چندہ دو روپے سالانہ کیا گیا جولائی ۱۹۴۷ء سے اس کی قیمت تین روپے رکھی گئی۔ پھر بھی کمیٹی سے مجھے آج بھی ۱۵۰ روپے ماہانہ ملتے ہیں مگر اب یہ بات کمیٹی پر اٹھائی جائے گی۔ میں کوشش میں ہوں کہ کم سے کم کمیٹی کے ہر ایک کلاس میں ایک ایک پرچہ اس کے ٹیچر کے پاس کمیٹی کی طرف سے پہنچنا چاہئے۔ اور پڑھنے والوں کو اس کے لینے پر راضی کرنا چاہئے تاکہ ۲۵۰۰۰ سے ۳۰۰۰۰ لوگوں کے حلقوں میں ایک ہی خیال ایک زبان میں پہنچنے سے ایک برادری کا سنگٹھن بن جائے پرسوں ہی نندا جی نے مجھ سے کہا کہ رہبر ایک تعمیری خدمت انجام دے رہا ہے

(باقی صفحہ ۷ پر)

تعلیم بالغان

کے جلسے میں مسز سایانی کی تقریر اور رپورٹ

سب سے پہلے میں اپنی بہنوں کو آج کے جلسے کی کامیابی پر مبارکباد دیتی ہوں۔ ہمیں ایک ساتھ ملنے کا موقعہ ٹھیک چودہ مہینے کے بعد ملا ہے۔ آج مجھے ہمارا پانچواں سالانہ جلسہ یاد آتا ہے جو اسی جگہ پر ۲ فروری ۱۹۴۵ء کو ہوا تھا اور جس کی صدارت مسز نائیڈو نے کی تھی۔ ہمیں افسوس کہ آج وہ ہم سے جدا ہو گئی ہیں۔ سروجنی نائیڈو نے محنت اور اپنی قابلیت سے وہ مرتبہ حاصل کیا جو دنیا کی تاریخ میں بہت کم عورتوں کو نصیب ہوا ہے۔ اور انہوں نے عورتوں کے درجے کو واقعی بلند کیا۔ شاید صدیوں میں ہند ماتا ایسی ہستی پیدا کرے مگر فی الحال اُن کی جگہ خالی ہے۔

ہمارا آج کا جلسہ ایک یادگار جلسہ رہے گا۔ ان آٹھ سال میں یہ پہلی مرتبہ اس کی صدارت ایک مرد ہستی کے ہاتھوں ہوئی جو نہ صرف بمبئی کے تعلیمی وزیر ہیں بلکہ وزیر اعظم بھی ہیں اور بمبئی سٹی اڈلٹ ایجوکیشن کمیٹی کے آپ ہی بانی ہیں۔ بہنو، یہ آپ کو معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ مسلمان عورتوں کی تعلیم بالغان کے کام میں میری مدد کرنے والے سب سے پہلے ہمارے وزیر اعظم ہی تھے اور ان کے ایک ساتھی جن کو میں نہیں بھول سکتی بھائی منگل داس پکواسا جو آج صوبہ سی۔ پی کے گورنر ہیں۔

تعلیم بالغان کا کام واقعی کٹھن ہے مگر ہماری شروعات کی ... کا اندازہ کرنا آپ کو مشکل ہوگا۔ مخالفت باہر اور بھیتر دونوں طرف اور محنت اس طرح کرنی پڑتی تھی کہ کیا بتاؤں۔ اس کام کو جمانے کے لئے قریب قریب دو سال تک روزانہ دس بجے پورے کام کے ساتھ گھر سے نکل جاتی۔ بچوں کو اسکول میں اتار دیتی، میاں کو دواخانے میں اتارتی اور اُن کی موٹر لے کر چل دیتی۔ میں گھر گھر گلی گلی محلے محلے تحریک کرتی اور بہنوں کو سمجھاتی۔ پوری بلڈنگ کی عورتیں میری باتیں سننے کیلئے جمع ہو جاتی تھیں اور مرد باہر میں کھڑے رہ کر سنتے تھے۔ کھانا کھانے کے لئے گھر واپس لوٹتے مجھے چار یا پانچ بج جاتے۔ میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ یہ دونوں بھائیوں کی مدد نہ ہوتی تو میں ساری مخالفت اور محنت کو نہیں نبھا سکتی۔

ابھی میں نے آپ سے ہماری اڈلٹ ایجوکیشن کمیٹی کا ذکر کیا تھا۔ اس کے ذریعہ بمبئی میں آٹھ سو کلاسیں الگ الگ زبانوں میں ہیں۔ ہمارا کام اس کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور ہمارے ذمے عورتوں کی ۱۵ اردو اور گجراتی کلاسیں ہیں۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ آٹھ سال میں ۸۰۰۰ سے اوپر بہنوں نے لکھنا اور پڑھنا سیکھا ہے۔ پچھلے سال مارچ ۱۹۵۰ء سے اپریل ۱۹۵۱ء تک ہماری ۴۹ سینٹر چلیں یعنی ۱۲۳ کلاسیں جن میں ۲۰۱۹ عورتیں شریک ہوئیں اور ان میں سے ۱۳۰۰ بہنیں لکھنے پڑھنے کے امتحان میں پاس ہو گئی ہیں ان کو آج سند ملنے والی ہیں۔ تعلیم بالغان کی تحریک کا شہری زندگی پر اثر کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ یہ ۱۲۳ کلاسوں کی عورتیں قریب ۲۵۰ سے ۳۰۰ بلڈنگوں میں سے جمع کی گئی تھیں۔

یہ گروپ کلاسیں دوسری کلاسوں سے کچھ الگ ڈھنگ پر چلتی ہے۔ ہم میں نے خود تیار کر کے نیشنل پلاننگ کمیٹی کو دی تھی پھر میں نے اسے آزمانے کے لئے اپنی ذاتی طور پر چلائی اور آج تک ہماری کلاسیں اسی پر چلتی ہیں۔ قابلیت کے مطابق ایک استانی کو پانچ کلاسیں دی جاتی ہیں جن کے لئے دو گھنٹے یعنی چار گھنٹے دو کلاس کے لئے اور تین کلاس کے لئے پانچ سے چھ گھنٹے صرف کرتی ہے۔ یہ کام بہت ہی ٹائم ورک ہو جاتا ہے اور استانیاں اسے زحمت سہار رہی ہیں۔ تین کلاس ۵۵ عورتیں ہوتی ہیں جن کو تین سے پانچ بلڈنگوں میں پڑھانا پڑتا ہے۔ روزانہ پانچ بلڈنگ کی سیڑھیاں چڑھنا اور اترنا اور عورتوں کو سمجھا کر پڑھنے پر راضی کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ کلاسیں پڑھانے کیلئے کمیٹی ۵۰ روپے دیتی ہے کوئی ... کیلئے کچھ اوپر بھی مل جاتا ہے۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ کمیٹی کی سب عورتوں کی کلاسیں اسی ڈھنگ پر چلائی جائیں، تاکہ ایک درمیانی حالت کی بہن کے لئے ۵۰ روپے چار گھنٹے کے کام میں کمانا آج کی مہنگائی کے وقت میں ایک سہارا ہو جائے مگر ہمیں ویسی بہنوں کی ضرورت ہے جو سماج سدھار سمجھ کر اس کام کو اپنا لیں۔ آج ہماری کمیٹی کا کام ٹھوس پائے پر چل رہا ہے اور خوب زوروں پر ہے۔ پھر بھی میں کہتی ہوں کہ ۵۰ ایسی کمیٹیاں ان پڑھی کے کلنک کے ٹیکے کو اس شہر سے نہیں مٹا سکتیں۔ جب تک لوگ اس کی اہمیت نہ سمجھیں۔ اور اسے اپنا نہ لیں۔ ہماری یہ بھی اسکیم ہے کہ سب مذہب کی بہنوں کو ایسے جلسوں میں شریک کیا جائے۔ جیسا آج ہو رہا ہے۔ اور بعد میں ان کو دوسروں کے گھروں پر لے جایا جائے جس سے آپس میں دوستانہ تعلق، محبت اور ہمدردی بڑھے۔

ہمارے سنیما اور لیکچرس کا سلسلہ خاص کر محرم کے لیکچرس، جن سے ایک عجیب قسم کی بیداری ہماری بہنوں میں پھیلی تھی، دسمبر ۱۹۴۶ء کے بعد فساد اور جھگڑوں کی وجہ سے نہیں ہو سکے۔ اس سال ہم ان کو شروع کر سکتے تھے لیکن میرے پاس نہ اتنا وقت ہے اور نہ اتنی طاقت۔ ۱۹۴۵ء سے کمیٹی نے ان کا خرچ منظور کر لیا تھا۔ اس کے آگے میں نے لوگوں کی مدد سے یا اپنی ذاتی طور سے چلایا۔ کمیٹی نے ایک عورت اسسٹنٹ لٹریسی آفیسر ان

(باقی صفحہ ۶ پر)



آپ کے مضمون

تاریخ ۱ مئی کے ”رہبر“ میں ہمارے پڑھنے والے بھائی اے ایم منڈاس کا لکھا ہوا ”آم کے فائدے“ کا مضمون چھپا تھا۔ جن لوگوں نے اسے پڑھا، انہیں ضرور تعجب ہوا ہوگا۔ اس سے پہلے ہمیں بھی نہیں پتہ تھا کہ آم کے اتنے بہت فائدے ہوتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں نے یہ مضمون نہیں پڑھا ہو تو ضرور پڑھئے۔ ہم اس کے لئے بھائی منڈاس کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ اور بہت سے پڑھنے والے اس طرح کے مضمون بھیجیں گے۔ صرف اتنا یاد رکھیں کہ مضمون چھوٹا اور آسان زبان میں ہونا چاہئے۔

تاریخ ۱۵ مئی کے ”رہبر“ میں بھائی ... ٹیلر کی ”چار سفری“ کی کہانی چھپی تھی۔ کہانی تو کافی پرانی اور مشہور تھی۔ لیکن بھائی ... نے اسے بہت ہی اچھی طرح آسان اور ... کے قابل بنائی تھی۔ میں نے یہ کہانی ... پانچ سال کی عمر میں سنی تھی اور اسے پھر پڑھتے ہوئے مجھے بہت ہی خوشی ہوئی۔

ایک اور بات یہ کہ اب سے جن پڑھنے والوں کے مضمون ”رہبر“ میں چھپیں گے۔ ان کو رہبر کی ایک ایک کاپی مفت بھیجی جائے گی۔ اور جو لوگ باقاعدہ لکھا کریں گے، انہیں اس سال کے لئے ”رہبر“ مفت بھیجا جائے گا۔ اگر کسی کا مضمون چھپا اور اُسے ”رہبر“ نہیں ملا تو ہمیں ضرور پھر یاد دلائیں۔

بھائی منڈاس کا ایڈریس نہیں مل رہا ہے اس لئے مہربانی کر کے بھیج دیں۔

(امین سایانی)

(مسز سایانی کی تقریر اور رپورٹ)

کلاسوں کے کے لئے منظور کی ہے جو فی الحال رضا پر ہے۔ اس کے آتے ہی یہ سب باتیں پھر شروع کردی جائیں گی۔

رہبر اخبار جو تعلیم بالغان کی تحریک کی اخیر کڑی ہے۔ اسے میں شائع کرتی ہوں اور آپ اس کا فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ رہبر شروع سے ہی گھاٹے میں رہا جسے میں برداشت کرلیتی تھی۔ لیتھو لکھائی سے ٹائپ میں بدل دینے کے بعد مجھے اتنی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ رہبر کا گھاٹا میرے دم سے ہی پورا ہوگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے مجھے بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ رہبر کی اصلیت کو لوگ پہچاننے لگے ہیں۔ میں گجراتی لکھائی کا رہبر بند کرنا چاہتی تھی، مگر کاکا کالیکر صاحب نے مجھے روکا۔ پھر ہندوستان کے تعلیمی ماہروں نے اس کا اصلی روپ لوگوں کے سامنے ایک خط کے ذریعہ رکھا، جس میں شری بالا صاحب کھیر اور راجکماری جی کے سب سے پہلے دستخط تھے۔ اس خط سے رہبر کا کافی چرچا ہوا۔ حالانکہ صرف پانچ آدمی ایک سو روپے دیکر لائف ممبر بنے ہیں۔ میں اس خط سے کافی فائدہ اُٹھا سکتی۔ اگر دوسرا سماجی کام چھوڑ کر صرف اس کے پیچھے لگی رہتی۔ مگر یہ تو ناممکن ہے۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ آٹھ سال میں ۱۰۰ روپے دے کر میں ایک مکمل کلارک نہیں رکھ سکی جو کہ رہبر کے قدردانوں سے اس کا ادنیٰ چندہ وصول کر سکے۔ جب کئی پردیسی عورتوں نے میرے گھر میں اُن کاغذوں کا ڈھیر دیکھا جن کا میں وقت پر جواب نہ دے سکی تب انہوں نے کہا کہ کیا ایسے قومی کام کے لئے حکومت تمہاری مدد ایک سیکریٹری یا ایک کلارک سے نہیں کرسکتی؟

شاید ہماری بہنوں کو وہ دن یاد ہوں گے کہ جب لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ مسز سایانی کانگریس سے پیسہ لیتی ہیں۔ نشٹ پارٹی پر مجھے اور رہبر کو ہاٹیکاٹ کرنا لکھا جاتا تھا۔ اُردو اخبار کہتے تھے کہ یہ عورت ہمارے گھروں میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ اس سے بچے رہنا۔ ٹیلیفون پر ہزاروں صلواتیں سننی پڑتی تھیں دو چار ایسے خط بھی میں نے نمونہ کے طور پر سنبھال رکھے ہیں۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود ہماری بہنیں دل سے اور بڑی محنت سے تعلیم کا فائدہ اٹھاتی تھیں اسی وجہ سے میری ہمت اور برداشت قائم رہی۔ دوسری طرف کمیٹی پر بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔ حالانکہ چند ممبر اور خاص کر بالا صاحب اور منگل بھائی کی وجہ سے میرے کام میں سہولتیں ملیں۔ جو دوسری کلاسوں میں نہیں ملتی تھیں۔ پھر بھی مجھے یاد ہے کہ رہبر جو خاص تعلیم بالغان کے کام کے لئے شروع کیا گیا تھا اور جو کمیٹی پر اس قسم کا پہلا ہی پرچہ تھا اور بہت ہی پسند کیا گیا تھا۔ شائع ہونے کے بعد ڈھائی سال تک مجھے کمیٹی سے کوئی مدد نہیں ملی۔ اب شری بی۔جی کھیر جیل سے چھوٹے تب یہ بات کمیٹی پر لائی گئی اور تب سے ۱۵۰ روپے ماہانہ یعنی سال کے ۱۸۰۰ ۴۰۰ کاپیوں کے لئے دیئے جانے لگے۔ جو اُس وقت کا رہبر کا سالانہ چندہ ۴½ روپیہ کے مطابق تھا۔ اُس زمانہ میں کاغذ کی قیمت ۵ پیسہ پونڈ تھی، پھر ۱۰ آنے پونڈ تک پہنچی تھی اور رہبر کا چندہ دو روپے سالانہ کیا گیا جولائی ۱۹۴۷ء سے اس کی قیمت تین روپے رکھی گئی۔ پھر بھی کمیٹی سے مجھے آج بھی ۱۵۰ روپے ماہانہ ملتے ہیں مگر اب یہ بات کمیٹی پر اُٹھائی جائے گی۔ میں کوشش میں ہوں کہ کم سے کم کمیٹی کے ہر ایک کلاس میں ایک ایک پرچہ اس کے ٹیچر کے پاس کمیٹی کی طرف سے پہنچنا چاہئے۔ اور پڑھنے والوں کو اس کے لینے پر راضی کرنا چاہئے تاکہ ۲۵۰۰۰ سے ۳۰۰۰۰ لوگوں کے حلقوں میں ایک ہی خیال ایک زبان میں پہنچنے سے ایک برادری کا سنگٹھن بن جائے پرسوں ہی نندا جی نے مجھ سے کہا کہ رہبر ایک تعمیری خدمت کا کام

(باقی صفحہ ۷ پر)

افیمچی اور شرابی

(پہلی اگست کا باقی)

اتنے میں شریف نے افیمچی صاحب کو سڑک کے بیچ سے اُٹھا کر کنارے پر لیا۔ دو تھپڑ اُس کے گالوں پر رسید کئے اور کہا، "کمبخت، زرا تھوڑی کھایا کرو۔" شریف کا خواب بھی ٹوٹ گیا۔ دل میں کہنے لگا، "اے پروردگار، مجھے ایسی برائی سے پاک رکھنا۔" پھر دوست کو گھسیٹنا شروع کیا۔

کریم کو ابھی بھی ہوش نہیں آیا۔ بیہوشی میں کہنے لگا، "دنیا کی دم بھی لنگور کی دم سے مقابلہ کرتی ھے۔ شریف، تم نے دیکھا ھے لنگور؟ بندر کا پکا دوست ھے۔ تم بھی میرے دوست ھو نا۔ اچھا، تو چلاؤ چھری۔ کیا بتاؤں دوست، اِس وقت کیسا مزہ ھے۔ سمندر کے کنارے جب ناریل-والا ناریل پر چھری پھیرتا ھے ویسا مزہ۔ چھریاں چل رہی ہیں،معلوم ھے کہاں؟ جگر پر۔ ابھی وہ یہاں سے گذری تھی۔ برقع کو منہ سے ھٹا کر کہنے لگی، 'کیوں میاں، سونے کے لئے اور جگہ نہیں ملی جو سڑک کے بیچ میں پڑے ھو۔ اور شاید اُس کا مطلب موٹر میں بیٹھے ہوئے اُس ڈرائیور سے تھا۔" افیمچی ٹھہرا، جو منہ میں آیا بکتا گیا۔

(۲)

دوسرے روز افیمچی صاحب کی نیند کھلی۔ کھانے کے لئے پیسہ نہیں تھا۔ پاٹی اُٹھائی اور گھر سے چل دیئے۔ راستے میں ایک آدمی نے بلایا۔ "جی حضور" کہتے ہوئے کریم نے صاحب کا سامان پاٹی میں ڈالا اور اُس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ سامان تو کچھ بھاری نہ تھا لیکن راستے کی لمبائی زیادہ تھی۔ بولا "صاحب، کہاں تک جاؤگے؟" صاحب کچھ پیا ہوا تھا۔ اپنے خیالوں کی دنیا میں چلا جا رہا تھا۔ کہنے لگا "ہاں ہاں، مجھے بوری بندر جانا ھے۔" "بوری بندر اِسٹیشن!" پاٹیوالا چلا اُٹھا"۔ صاحب میں تو اِنسان ہوں۔ اگر گدھا ہوتا تو وہ بھی تھک جاتا۔ کہاں بھنڈی بازار اور کہاں بوری بندر؟ لائیے صاحب میری مزدوری۔ میں وہاں تک نہیں جا سکتا۔"

پاٹیوالے کی بڑبڑ نے صاحب کو ہوش میں آنے کے لیے مجبور کردیا۔ کہنے لگا، "کیسی مزدوری؟" کریم بولا، "صاحب آپکا بھنڈی بازار سے سامان لایا ہوں۔" سامان؟ کسکا سامان؟ میں تو ابھی ھوٹل سے آ رہا ہوں۔ یہ دیکھو ھوٹل کا بل۔ تم سے غلطی ھوئی ھے۔ کسی اور صاحب کا سامان ھوگا۔" "آپ نے تو کہا تھا اِسے اُٹھاؤ۔" "نہیں، میں نے تمھیں نہیں کہا تھا۔" اِس طرح ڈانٹ کر صاحب نے اپنا پیچھا چھڑایا۔

افیمچی کریم نے بھی غنیمت سمجھی اور سامان کے ساتھ گھر آ گئے۔ ایک گلاس پانی پیا اور پاٹی کا سامان دیکھنے لگا۔ سامان دیکھ کر اِتنا خوش ھوا کہ گانے پر اُتر آیا۔ گنگنانا شروع کر دیا: "راجا کی سگائی، سنو میرے راجا کی اج سگائی ھے۔ بولو بدھائی ھے! بدھائی ھے!! بدھائی ھے!!!"

اِتنے میں شریف بھی آ گیا۔ افیمچی کو گاتے ھوئے دیکھ کر کہنے لگا: "کیوں میاں، آج کچھ زیادہ تو نہیں کھا لی؟ کل تمھیں گھسیٹ کر گھر لانا پڑا۔ پھر کبھی ایسی حالت ھوئی تو سچ کہتا ھوں، موٹر کے نیچے تمہارا سر ھوگا۔ آخر بمبئی ٹھہری - بندرا بن تو نہیں ھے؟ اگر آپ بندرابن بھی ھوگا، تو میں تمھیں بچانے نہیں آؤنگا۔ غنیمت سمجھو کل بچ گئے۔ اچھا یہی ھے کہ اِس عادت کو چھوڑ دو۔ ورنہ مزدوری بھی کروگے اور بھوکے بھی سروگے۔ (اَمرت لال وزیرآبادی)

" قدرت کے کھیل "

خوش ہوئے رہ انسان، تیری دنیا بنائی ہے۔
قدرت ہے میرا نام، یہ میری کھرائی ہے۔
سن، ایک روز مجھکو یوں آیا بچار تھا،
ناٹک ہی دیکھ لوں، یہ میرا فرار تھا۔
آکاش اور دھرتی بنائی، اونچے پہاڑوں کو،
میں نے بنایا سورج، پھر چاند ستاروں کو۔
اتنا بنا چکی تو مجھے درد آ گیا۔
مٹی اُٹھائی اور اِک جوڑا بنا دیا۔
میں بہت خوش ہوئی کہ میں تجھکو بنا سکی۔
تجھکو بنانے کے لئے آنکھیں بھی لا سکی۔
میرا خیال تھا تو مجھے دیکھے بار بار۔
میرے بنائے باغ کو کرتا رہیگا پیار۔
عورت بنائی کہ تجھے وہ پریم سکھائے۔
ہمت دلائے جب تو مصیبت میں پڑ جائے۔
کچھ اور سن، یوں سوچ میں اِک یاد آ گئی۔
اور یاد، یاد میں تیری عزت بڑھا گئی۔
میں نے بنائے ڈھور، پنچھی، پھول اور تتلیاں۔
کوئی سنائیں گیت، کچھ بن جائیں رنگریلیاں۔
ساگر بنا دئے، وہاں ہیرے چھپا دئے۔
پھر تجھکو عقل دے کر خزانے بتا دئے۔

* * *

یوں سمجھ لے میں نے تجھے مالامال کر دیا،
تیری عورت کی گود میں جب لال بھر دیا۔
وہ لال تیرا جنم کر، ماں، ماں پکار کر،
رونے لگا، "ماں، ماں، مجھے گودی میں پیار کر"
عورت کو دیا پیار، تجھے دے دیا غرور۔
دل کو بنایا تو کہا، ہونا نہیں مغرور۔
اِک چاہ بھی دے دی کہ تیرا دل لگا رہے۔
دن رات بنائے کہ یوں ہی تانتا بندھا رہے۔
پیڑ، پودے، پتیاں، جامن، انار، آم،
چاول، چنا، گیہوں، مٹر، پیدا کئے تمام۔
تھا کہا کہ جنہیں خون بن رگ رگ میں آ جائے۔
مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جائے۔

لے، اور سن! پانی ہوا، بادل بنا دیا۔
بجلی میں چمک ڈال کر تجھ کو ڈرا دیا۔
مٹی میں میں نے چمکتے سونے کو ڈال کر،
تجھ سے کہا، "لے دیکھ اسے باہر نکال کر۔"
مچھلی، سرپ، کوئل، پتنگے، مور، تیتر جب رچے،
بچار تھا کہ ان سے تو ان کے ہنر کو سیکھ لے۔
گائے، بکری، بھینس، مرغا، مرغی، کبوتر، بٹیر،
اور انھوں ہی بنائے ہاتھی، چیتے، گیدڑ، شیر۔
تو بہت خوش تھا، دیکھ کر ہر چیز بنائی میری،
کچھ روز تو ہنستا رہا، پھر یاد بھلائی میری۔
تو تجھ کا کچھ بکنے لگا، جیوں جیوں عمر بڑھتی گئی
میرے بنائے باغ پر تیری قدر گھٹتی گئی۔
بکری کو کاٹ کر بنایا کھانے کا سامان۔
پھولوں کو توڑ کر اُنھیں یوں کر دیا بیجان۔
ہرنوں کا تو نے کر دیا ہر روز ہی شکار۔
شیروں کو پکڑ باندھ کر کرنے لگا بیوپار۔
مرغی کو کاٹ کاٹ کر، تیتر کو بھون کر،
کھانے لگا ہر ایک کو، میرا ہی خون کر۔

* * *

تو بتا کب تک میں سہہ سکتی تھی تیرا وار۔
یوں دھیرے دھیرے ٹوٹ گئے دل کے میرے تار۔
غصے کی آگ بڑھ کر، پھر اپنی بڑھ گئی۔
ایک روز پتنگے کی وہ صورت بدل گئی۔
جلنے لگے پتنگ میرے غصے کی آگ میں۔
کچھ تڑپتے چلے، 'پی، پی' کے راگ میں۔
اِک دن جو تو نے دیکھ لیں شہد کی مکھیاں،
کہلانے لگیں یوں ہوش میں تیری یہ انکھیاں۔
اُن کا مکان دیکھ کر، آیا تجھے خیال۔
قدرت کا کھیل ہے کہ اِنھیں کر دیا پامال۔
کیا خوب بن گیا ہے اِن کے واسطے مکان۔
میں بھی بناؤنگا یونہیں اپنے لئے جہان۔
محنت کرونگا اور تیرے اِس کھیل کو،
سندر کرونگا آگ اور پانی کی ریل کو۔
تو نے بنائی موٹریں، پانی میں چلائیں کشتیاں
اُڑنے لگا ہوا میں بھی، کرنے لگا ترقیاں۔

ہر روز تیرے دل میں نئے شوق آگئے،
آگ اور پانی کے ماپ کھیل بنا گئے۔
تو نے میری زمین سے ہر چیز لی نکال،
پتھر کو تو نے کاٹ کے اور رنگ کے اسے لال،
لاکھوں بنائیں صورتیں جیسی مجھیں تو نے۔
میری کلا کو دیکھ کر گھڑیاں رچیں تو نے۔
یوں دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ بدل گیا
"دنیا مشین ہے" ترے منہ سے نکل گیا۔
ایک وقت آیا کردی شروع کہنی مشین نے
"میں آگے بڑھ گیا" کہا اپنی حسین سے۔
"اب گرمی اور سردی نہ تجھکو تنگ کریگی،
میرے مکان میں نہ مجھکو دنگ کریگی۔
جب میں کھونگا تب مجھے کوئی راگ سنائیگی
اس واسطے ہی میں نے ریڈیو بھی لگائے۔



جو جا چکے ہوں اُن کی پھر آواز سننے کے لئے،
ہیں کر لئے تیار گراموفون آپ تیرے لئے۔
بیٹھے ہزاروں میل پر ہم بات کر سکتے ہیں اب
اپنے سجن کی مورتی کو دیکھ بھی سکتے ہیں اب"
تیری حسین دیکھ یہ تماشہ سمجھ بیٹھی۔
اِس کھیل کو ٹوٹا ہوا شیشہ سمجھ بیٹھی۔
کہنے لگی آپ اور نہ آگے قدم رکھئے۔
یہ گرم گرم دودھ ہے، ٹھنڈے میں ہی چکھئے۔
پر یہ گاڑی چل رہی تھی بڑی رفتار سے۔
ہر روز ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں اب موٹرکار سے۔
یہ کھیل اِتنا بڑھ گیا، بڑھتا ہی چلا جا رہا۔
اِتنے کھلونے بن چکے، کوئی ہے کہ گھٹتا جا رہا۔
کل بھی ٹوٹتے تھے کئی، کچھ آج ٹوٹ کے گر گئے،
کچھ کھیل کھیل چلے گئے، کچھ بنتے بنتے بگڑ لئے۔
یہ دیکھ سب قدرت نے پھر شیطان پیدا کر دیا،
"دنیا کو تم چلاؤ" پھر یہ حکم اسکو دے دیا۔
شیطان یوں کہنے لگا "مجھکو نہ لاج ہے،
آدمی! لے سن یہاں اب میرا راج ہے۔"
اتنا سنا تو آدمی حیران ہو اٹھا،
کہنے لگا "اب تو یونہی بدنام ہو اٹھا۔"
بدنامی کی یہ آگ پھر جھگڑوں میں لگ گئی
دیکھا جدھر ایک شور تھا، ایسی سلگ گئی۔
ہر روز ہی ہونے لگیں اے "اجنبی" لڑائیاں
بھائی، بھائی کی غیر سے کرتا ہے برائیاں۔

لولیا بخار

بمبئی شہر میں لولیا بخار بہت پھیل رہا ہے، اس لئے شہر کے بڑے نیوز پیپر "ٹائمس آف انڈیا،" "بمبئی سماچار" اور "جام جمشید" میں اس بیماری کی روک تھام اور بیمار کی دیکھ بھال کے لیئے جو ضروری باتیں دی گئی ہیں، وہ ہم آپ لوگوں کے لیئے لکھتے ہیں۔

چونکہ یہ ایک سے دوسرے کو لگنے والی بیماری ہے، اس لیئے بیمار کو دوسروں سے الگ رکھنا چاہئے، کھلی رکھی ہوئی کھانے کی چیزوں، چھینک اور مکھیوں سے یہ بیماری پھیلتی ہے۔ اس لئے بچوں کا اتنا خیال رکھا جائے کہ وہ جھوٹی یا کسی کے منہ کی، یا ایسی چیز جس پر گندی ہوا کے لگنے کا شک بھی ہو، منہ میں نہ لیں۔ گھر صاف ستھرا رکھا جائے تاکہ مکھیاں نہ ہوں۔ سنڈاس اور موریوں کو صاف کرکے کیڑوں کو مارنے والی دوائیں چھڑکی جائیں۔ بیمار کے کپڑے اور کھانے پینے کے برتن گھر کے لوگوں کے برتنوں سے الگ رکھے جائیں۔ دوسرے بچوں کو بیمار سے دور رکھیں۔

بخار کے مٹنے کے بعد ۲ ہفتے تک بیمار کو بے ضرورت چلنے پھرنے نہ دیں۔ ہاتھوں پیروں کو آرام پہنچانے اور اُنکو قدرتی حالت میں رکھنے کے لئے ریت کی تھیلیاں رکھی جائیں۔ جیسے کے اگر پیر پر لقوے کا اثر ہوا ہے تو پیر کے دونوں طرف ریت کی تھیلیاں رکھی جائیں۔ پیر لٹکنے سے روکنے کے لئے ایک تھیلی اور رکھی جائے۔ گھٹنا اونچا نیچا ہونے کے لئے ایک گدی گھٹنے کے نیچے رکھی جائے۔

اس بیماری کے مٹانے کے لیئے کوئی خاص انجیکشن نہیں ہیں۔ ویٹامن 'بی' کے انجیکشن بھی بیکار ہیں، بلکہ انسے تو اس بیماری کے کیڑوں کا زور بڑھتا ہے، اس لئے ان سے بچنا ضروری ہے۔

ہاتھ پاؤں میں درد ہو تو گرم پانی کے کپڑوں سے سیک کرنے سے آرام ہوتا ہے، اور جب درد نہ ہو تو ہلکے ہاتھ سے چمپی (مالش) کرنا چاہئے۔ بلکہ سارے بدن کی ٹھیک طریقے سے مالش کی جائے تو بیمار کو بہت آرام ملتا ہے، اور یہی اس کا علاج ہے۔

خوراک کا خاص خیال رکھا جائے۔ اس کے لئے اپنے ڈاکٹر سے صلاح لینا ضروری ہے۔ اس کا خاص خیال رکھا جائے کہ بیمار کو سردی یا قبض نہ ہو۔ ڈاکٹر کی بتائی ہوئی خوراک ہی دی جائے۔

کسی طرح کا بجلی کا علاج ہرگز

(باقی صفحہ ۸ پر)

کیلے کے فائدے

(مسز وبمبو)

کیلا ہندوستان کے ہر حصہ میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ سال بھر ملتا رہتا ہے، اس لئے یہ اُن پھلوں سے سستا ہے، جو صرف موسم میں ملتے ہیں، اور جن کی پیداوار کم ہوتی ہے۔

ہر روز کیلا کھانے کی عادت بہت ہی اچھی ہوتی ہے۔ کیلے میں بھی وہی وٹامنز ہوتی ہیں جو اور پھلوں میں موجود ہیں۔ بلکہ نشاستہ اور شکر اس میں زیادہ ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہ دیر سے پچتا ہے اِسے اچھی طرح چبانا ضروری ہے۔

پیلی چھال کے (ایلچی) کیلے دیر سے ہضم ہوتے ہیں، اِس لئے یہ اتنا فائدہ نہیں پہنچاتے جتنا کہ ہری چھال کے میٹھے کیلے پہنچا سکتے ہیں۔ بچوں کو ہمیشہ ہری چھال کے پکے ہوئے کیلے دئے جائیں، مگر بہت پکے ہوئے اور نرم کیلے، جن کے چھلکے کالے ہوگئے ہوں، نقصان پہنچاتے ہیں۔ بارش کے دنوں میں خاص کر کیلے بہت جلد خراب ہو جاتے ہیں، اس لئے خریدتے ہی اپنے ہاتھ سے چن کر بچوں کو دئے جائیں۔

بہت چھوٹے بچوں کو روز کیلا کھلانے میں فائدہ ہے۔ مگر اِنہیں پھینٹ کر پتلا کر کے تھوڑا تھوڑا کھلایا جائے۔ اس طرح کھلانے سے کیلا دودھ کے برابر فائدہ پہنچاتا ہے، بلکہ کسی وقت دودھ سے بھی زیادہ، کیونکہ جب بچہ کو دودھ ہضم نہیں ہوتا تو دودھ اور کیلا ملا کر کھانے سے جلد ہضم ہوتا ہے۔ اس طرح سے چھ مہینے کے بچہ کو آدھا کیلا اور دس مہینہ کے بچہ کو ایک کیلا ہر روز دیا جا سکتا ہے۔ اس سے اُن کی تندرستی قائم رہیگی اور آنتیں اپنا کام برابر کر سکینگی۔ ایک سال کے بچہ کے لئے ایک کیلا ایک وقت کی پوری خوراک کے برابر ہے، یعنی جو بچہ دن بھر میں چار بار دودھ پیتا ہے اُسے اگر ایک کیلا کھلایا جائے تو دودھ تین بار دیا جائے اگر دودھ کی ایک خوراک کم نہ کی گئی یا فوراً ہی دودھ بھی دیا گیا، جیسا کہ بہت سی مائیں کرتی ہیں، تو بچہ اُسے ہضم نہ کر سکیگا اور اُس کا معدہ کمزور ہو کر بدہضمی ہو جائیگی، ایک خوراک کے ہضم ہونے کے لئے تین سے چار گھنٹے تک ٹھہرنا بھی ضروری ہے۔

بچہ کو ایک سال کی عمر سے پہلے ہی گاڑھی خوراک پینے کی عادت ڈالنی چاہئے، نہیں تو وہ اُسے نگلنا پسند نہ کریگا، کیونکہ اس عمر میں بچہ پتلی اور گاڑھی چیز کو پہچاننے لگتا ہے اور جو چیز دودھ کی طرح آسانی سے گلے سے نہیں اُترتی، اُسے وہ باہر نکال دیتا ہے۔ اس لئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ اچھی طرح خوراک کھانے لگے تو اُسے پھینٹا ہوا کیلا کھلانا شروع کیجئے۔

یہ خیال بہت پھیلا ہوا ہے کہ پھلوں سے سردی ہوتی ہے۔ مگر اب تک اِس کا ثبوت نہیں مل سکا۔ پھل آنتوں سے خوراک کے بیکار حصہ کو نکال کر معدہ اور آنتوں کی گرمی کو کم کرتے ہیں۔ ان سے سردی اور کھانسی نہیں ہوتی۔ پھر بھی اگر آپ کو بہت ہی سنبھالنا ہے تو پھینٹا ہوا کیلا چولہے کے پاس رکھکر کچھ گرم کر کے بچہ کو کھلائیے۔

پرنٹر پبلشر مسز کلسوم سایانی۔ رہبر اخبار "رہبر" پریس روپاویلا، کمبالا روڈ، بمبئی نمبر ۲۶ میں چھپتا ہے اور ہندی، اُردو، گجراتی تینوں لکھائیوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔

خبریں

بمبئی کی حکومت نے باریک اور عمدہ کپڑے پر سے پورے صوبہ میں کنٹرول اٹھا لیا ہے۔ اب لوگ موٹے کپڑے کی طرح باریک کپڑا بھی جتنا چاہیں خرید سکتے ہیں۔ یہ کپڑا شہر بمبئی میں خاندان کے بڑے راشننگ کارڈ پر اور کپڑے کے کارڈ پر مل سکتا ہے اور ۔ بمبئی کے دوسرے حصوں میں صرف کپڑے کے کارڈ پر مل سکتا ہے دوکاندار ان کارڈوں پر جو کچھ لکھنا ضروری ہے لکھے گا۔ یہ آزادی صرف دو مہینوں کے لئے ہے لیکن اگر ضرورت پڑی تو اس سے پہلے بھی اٹھالی جائے گی۔

احمد آباد کی خبر ہے کہ یہاں کی ملوں میں ایک لاکھ دس ہزار پیک کی ہوئی اور ۵۵ ہزار بغیر پیک کی ہوئی گانٹھیں ۱۲ دنوں میں جمع ہوگئی ہیں۔ جن کی قیمت پندرہ کروڑ روپئے بتائی جاتی ہے، اگر یہ کپڑا جلد باہر نہ گیا تو ۳۰ ملیں بند ہوجائیں گی۔

بمبئی کی ملوں میں حساب کرنے والی ملیں لگادی گئی ہیں ان کی وجہ سے بہت سے کلارک بیکار ہوگئے اور ہو جائیں گے۔

امریکہ کی خبر ہے کہ ہندوستانی سفیر شہر بمبئی وجے لکشمی نے تین سو بیوپاریوں اور کارخانہ داروں کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میرا ایک فرض یہ بھی ہے کہ ہندوستان کو امریکہ سے قرض دلاؤں۔
آپ نے یہ بھی کہا کہ ہندوستان نے امریکہ والوں کو روپیہ لگا کر ہندوستان میں کاروبار کرنے کی دعوت دی ہے مگر اس کاروبار پر ہندوستانی حکومت کا کنٹرول ہوگا۔

گوہاٹی کی خبر ہے کہ ایک ناگا خاتون جس کو کالے پانی کی سزا اس لئے دی گئی تھی کہ اس نے انگریزوں سے بغاوت کی تھی۔ اب سولہ سال کے بعد آسام کی حکومت نے اس کو چھوڑ دیا اور ۵۰ روپئے ہر مہینہ اس کے مقرر کردئے ہیں۔ بڑے وزیر جواہرلال نہرو نے اس خاتون کو پانچ سو روپئے انعام بھی بھیجے ہیں۔

واردھا کی خبر ہے کہ کاکا کالیلکر اور اچاریہ ونوبھا بھاوے نے ایک ملا جلا بیان زبان کے بارے میں دیا ہے اس میں صاف طور پر ہندوستانی کو قومی اور حکومت کی زبان ہونے پر پورا زور دیا ہے۔ دونوں کی رائے ہے کہ جب اسمبلی میں زبان کے بارے میں سوال اٹھے تو ہمارا فرض ہے کہ اس وقت ہم طرفداری سے دور ہوکر انصاف کی بات کہیں۔ کیونکہ ہند حکومت جمہوری (ڈیموکریٹک) حکومت ہے۔ اس حکومت میں ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو برابر کا حق ہے۔ کسی کی بیجا طرفداری نہیں ہوسکتی۔ ہندوستانی زبان ہی ایک ایسی زبان ہے جو قومی، ملکی اور حکومت کی زبان ہوسکتی ہے۔ جیسی کہ ہر فرقہ اور ہر صوبہ کے لوگ آسانی سے بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ عربی، فارسی اور سنسکرت کے جو بول ہندوستانی مل جل گئے ہیں ان کو نہ نکالا جائے کیونکہ ان کے سمجھنے میں اب کوئی دقت نہیں تیسری بات یہ ہے کہ اردو اور ہندی دونوں لکھاوٹیں قائم رہیں۔ گاندھی جی کی یہی تمنا تھی۔ ہم اپیل کرتے ہیں دستور بنانے والی اسمبلی اس پر دل سے سوچ کر انصاف سے فیصلہ کرے۔

نیویارک کی خبر ہے کہ امریکہ میں ایک مذہبی جماعت ہے جو دنیا میں امن قائم کرانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کا پہلا کام یہ ہے کہ روس اور امریکہ میں سچی دوستی پیدا کردے۔ اس کے لئے یہ جماعت پوری محنت اور کوشش کر رہی ہے۔ اس جماعت کے لوگ امریکہ اور روس کے بڑے افسروں اور لیڈروں سے مل کر بات چیت کرتے ہیں، اور خدا کا ڈر بھی بتاتے ہیں کہ خدا کو انسانی بربادی پسند نہیں ہے۔ سب انسان ایک خاندان اور ایک ہی نسل سے ہیں، اور آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔

(لولیا بخار کا باقی)

نہ کرنا چاہیئے۔ اس سے فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔

آپ کو یہ جاننا چاہیئے کہ ١٠٠ میں سے ٥٠ بیمار اوپر بتائی ہوئی ترکیبوں سے بالکل اچھے ہوتے ہیں۔ مگر باقی ٥٠ میں لکھوئے کا کچھ نہ کچھ اثر رہ جاتا ہے۔ اس لئے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ بچہ بالکل تندرست ہوجائے اور اس میں کوئی کسر رہنے نہ پائے۔ اس کے لئے جیسے ہی درد اچھا ہو پٹھوں اور رگوں کی اس طرح مالش اور کسرت کی جائے کہ ان میں جان آنے لگے۔ اس کے لئے سیکھا ہوا آدمی ہونا چاہیئے اور ایسا جو رگوں کو پہچانتا ہو اور بچہ کو بھی پٹھوں کو حرکت میں لانے کا طریقہ سکھا سکے۔

اس کے لئے "سوسائٹی فور دی ری ہیبلیٹیشن آف ڈس ایبلڈ اینڈ کرپلڈ چلڈرن" نے اپنے کلنک میں ایسا بندوبست کیا ہے جہاں بچوں کو سینک اور مالش مفت بھی ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ بمبئی میں یہ بیماری بہت پھیل گئی ہے جن کو ضرورت ہو وہ جلد آکر بچہ کا نام رجسٹر میں لکھوالیں کیونکہ پہلے سے لکھے ہوئے نام بھی بہت زیادہ ہیں لیکن لکھوے کو چھ ہفتے گذرنے سے پہلے کسی حالت میں بھی بچہ کو کلنک پر لانا نہ چاہیئے۔

(یہ کلنک کیسے شروع کی گئی یہ ایک دلچسپ کہانی ہے جو ہم پھر کبھی رہبر میں چھاپیں گے)

کلکتہ کی خبر ہے کہ ہندوستان کے گورنر جنرل شری راج گوپال اچاری نے پولیس کمشنر کلکتہ کو ایک خط بھیجا ہے۔ جس میں ایک ہزار روپے کا چیک بھی ہے۔ یہ ایک ہزار روپے اس کانسٹبل کے خاندان کے لئے ہیں جو وزیر اعظم جواہرلال کے کلکتہ جانے کے وقت فساد میں مارا گیا تھا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ دادر سٹیشن پر بی۔بی اینڈ سی آئی ریلوے پولیس نے ایک آدمی کو جو دودھ کے برتن لے جارہا تھا پکڑا۔ جب ان برتنوں کو دیکھا تو اس میں چالیس بوتلیں شراب کی ملیں۔

ایک جگہ قلابہ میں ایک جھتی پکڑی گئی جس میں ٢٠٣ گیلن کچی شراب کی بوتلیں نکلیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ حکومت نے سوت کی قیمت میں کمی کردی ہے یعنی اب مل کی قیمت سے سو پر سوا چھ روپئے تو زیادہ دینی ہوگی۔ پہلے سو پر دس روپئے زیادہ دینی پڑتی تھی۔

(اپنی باتیں کا باقی)

کلنک کے ٹیکہ کو دھونا ہے، اور سماجی تعلیم ایسی دلاتی ہے کہ ہر ہندی اچھا شہری یا اچھا گاؤں والا بن جائے محبت، محنت، ہمدردی اور انسانیت کے جوہر چمکانے ہیں۔ اور ہندوستان کی خاص کہاوت (موٹو) جو ہندوستان کے نقش اور مہر پر موجود ہے اس کا سکہ ہر ہندوستانی کے دل میں بٹھانا ہے، کہ "ستیہ میو جیئتے" یا سچائی کی ہر وقت جیت ہوتی ہے۔

منائیں کیوں نہ خوشیاں

منائیں کیوں نہ خوشیاں آج ہندی
خوشی کے گیت کیوں گائیں نہ ہندی
غلامی کی کٹی زنجیر تھی آج
کہ بھارت کو ملی تھی زندگی آج
اٹھا غیروں کا اڈا دیش سے آج
ہوئی اپنی زمیں اپنے لئے آج
منائیں کیوں نہ خوشیاں آج ہندی
خوشی کے گیت کیوں گائیں نہ ہندی
ہے [illegible] زہر غلامی کا
نہ [illegible] اب سے ہندی کا
چھٹے دامن نہ آزادی کی دیوی کا
رہے گا یہ خیال اب ہر ہندی کا
منائیں کیوں نہ خوشیاں آج ہندی
خوشی کے گیت کیوں گائیں نہ ہندی

([illegible])

REGD. NO. 4532

ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۲۱
قیمت فی پرچہ ۲ر

6 SEP 1949

پندرہ روزہ اخبار

رہبر

ایڈیٹر — مسز کلثوم سایانی
روپا ویلا کمبالا روڈ بمبئی ۲۶

پہلی ستمبر ۱۹۴۹ء

نیک بات

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم خدائے پاک کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ (قرآن مجید)

اپنی باتیں

ہم بڑے رنج اور شوک کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ جناب ڈاکٹر جان محمد سایانی کا انتقال تاریخ ۱۹ر اگست کو جمعہ کے روز دِن کے گیارہ بجکر دس منٹ پر اُن کے مکان "روپا وِلا" پر ہوا۔

ڈاکٹر سایانی کا نام "رہبر" میں تو شاید ہی چھپا ہوگا لیکن اس پرچہ کو جاری رکھنے میں ان کا بہت ہی بڑا حِصّہ تھا۔ ان کا مرتے دم تک کام مدد اور ہمدردی کا نتیجہ تھا کہ آج آپ کا "رہبر" دیش کی اتنی بڑی سیوا کر سکا۔ آج اُن کے بے غرض کام، دلیری، سیدھے پن اور محبت کا سایہ ہم پر سے ہٹ چکا ہے۔ اُن کی زندگی خاموشی اور سچائی کا ایک نمونہ تھی۔ آج اُن کی یاد میں ہم اُن کی زندگی کا کچھ حال آپ کے لئے دہراتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا جنم ۱۳ر جنوری ۱۸۸۴ء میں بھروچ میں ہوا تھا ان کے والد ابراہیم سایانی صاحب تعلیم کے بڑے بانی تھے اور ان کے چچا رحمت اللہ سایانی صاحب کانگریس کے پریزیڈنٹ رہ چکے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۱۷ء میں بمبئی کے گرانٹ میڈیکل کالج سے ایم، بی بی۔ ایس کی ڈگری حاصل کی، اس سے پہلے ہی آپ مشہور ڈاکٹر میجر پورٹر کے ساتھ کام کرنے لگے تھے اور سات سال تک ان کے ہی ساتھ تجربہ حاصل کیا۔ ۱۹۱۸ء میں جو انفلوئنزا کی بیماری بمبئی میں پھیلی تھی اس میں آپ نے کانگریسی ہسپتال میں خوب مدد دی۔

۱۹۱۹ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ ۱۹۲۰ء میں جب کانگریس اور لیگ ساتھ ملیں تب آپ خلافت کے ڈاکٹر تھے اور بہت بھاری ڈاکٹری خدمت ادا کی۔ اس زمانے میں کئی لوگوں کا ان پر اتنا بھروسہ ہوگیا کہ ان کے آخری دنوں تک وہ لوگ ان سے ہی دوا لیا کرتے تھے۔

۱۹۳۷ء میں آپ اپنے کٹنب کے ساتھ لندن گئے اور سال بھر وہاں کے ہسپتالوں میں تجربہ حاصل کیا آپ کئی سال تک جے۔ پی یا آنریری مجسٹریٹ بھی رہے، اور ڈاکٹری کے ساتھ ساتھ قانون کی (باقی صفحہ ۶ پر)

آزادی کا دن

وطن کی آج آزادی کا دن ہم کو منانا ہے ،
ہمیں اپنے وطن کی شان دُنیا میں بڑھانا ہے ،
یہی عزت ہماری ہے یہی جھنڈا ہمارا ہے
اسی جھنڈے کی خاطر جان کی بازی لگانا ہے
وطن کے نوجوانوں ! آؤ ، اس جھنڈے کے تل آؤ
وطن کے رہنے والوں کو ہر آفت سے چھڑانا ہے
جہالت کو بھی اپنے ملک سے اب دور کرنا ہے
غریبوں کی بھی حالت کو ہمیں بہتر بنانا ہے
وطن کی سرزمیں پر اب ہمیں مل جل کے رہنا ہے
کہ گھر بھی ایک سب کا ، ایک ہی سب کا گھرانا ہے
کوئی کام اب کیوں ہو جس سے گردن اپنی جھک جائے ۔
ہمیں دنیا کے آگے اپنا سر اونچا اٹھانا ہے
مسرت کی ، خوشی کی ، شانتی کی ، امن کی دولت
اسی دولت کو خاص و عام میں ہم کو لٹانا ہے
وطن کی آن پر مٹنا ، وطن کے نام پر کٹنا
یہی اپنی کہانی ہے یہی اپنا فسانہ ہے
وہ ہندو ہو ، مسلماں ہو ، کہ سکھ ہو کوئی ہو لطفی
ہمیں ہر شخص کا ہر شخص کو بھائی بنانا ہے
وطن کی آج آزادی کا دن ہم کو منانا ہے
ہمیں اپنے وطن کی شان دنیا میں بڑھانا ہے

(لطفی رضوانی ۔ ایڈیٹر "فردوس")

(ہمیں افسوس ہے کہ جگہ کی کمی کی وجہ سے یہ نظم ۱۵ ر اگست کے "رہبر" میں نہ چھپ سکی)

آج ہے یوم آزادی ہر گھر میں پھیلی ہے شادی
بڑھ گئی اب ہند کی آبادی آؤ خوشیاں منائیں ہم
ہم دیکھتے ہیں جس انساں کو انسان ہی کیا ہر حیوان کو
یوں کہتا ہے وہ دنیا کو آؤ خوشیاں منائیں ہم
ہم پر تھا طوق (۲) غلامی کا ، بدبختی کا بدنامی کا
اب ہے زمانہ خوش کامی کا آؤ خوشیاں منائیں ہم
گاندھی جی نے رنج اُٹھا کر اپنی ہستی ہی کو مٹا کر
آزاد کیا انگریز ہٹا کر آؤ خوشیاں منائیں ہم
ہندو مسلم سب ہیں برابر ، ہم تو رہیں گے مثل برادر
یکتائی کا راج جما کر ، آؤ خوشیاں منائیں ہم
جو آپس میں بھید دکھائے ، دشمن اس کو مانا جائے
اپنے ہاتھوں پیر کٹائے آؤ خوشیاں منائیں ہم
حیدر کی دعا ہے یہ دایم آزادیٔ ہند رہے قائم
دور ہمیشہ اس سے غانم (۳) آؤ خوشیاں منائیں ہم

(۱) خوشی (۲) پھندا (۳) دشمن)

کلکتہ کی خبر ہے کہ یہاں کی یونیورسٹی کے چند لوگوں نے ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ کے دکھنی سرے پر چڑھنے کا ارادہ کیا ہے ۔ یہ چڑھائی نیپال کے راستہ سے ہوگی ۔ اس یونیورسٹی کے جغرافیہ (بھوگول) کے پروفیسر ڈاکٹر چیٹرجی نے بتلایا ہے کہ اس چڑھائی کے لئے نیپال کی حکومت کے ساتھ بات چیت ہو رہی ہے ۔

مدراس ۔ یہاں کی حکومت نے کھیتی باڑی کا دو سال کے لئے پروگرام بنایا ہے جس میں ۲۹ کروڑ روپے خرچ ہونگے ایسا مانا جاتا ہے کہ اس پروگرام سے پیداوار میں سالانہ سات لاکھ ٹن غلہ زیادہ ہوگا ۔

ہندوستانی آرٹ

ڈاکٹر رجنالڈ لی مے نے، جو پورپی آرٹ کے بڑے بھاری ماہر (جاننے والے) ہیں، لندن کی ایک مجلس میں ہندوستانی آرٹ کی خوبصورتی بیان کی اور ۷۰ کے قریب تصویریں بھی دکھائیں، جنمیں پورب کے مندروں اور پتلوں کی تصویریں بھی تھیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سارے دکن پورپی ایشیا کے آرٹ میں ہندوستانی تہذیب (کلچر) کی جھلک ملتی ہے۔ وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ مسیح مسیح (کرائیسٹ) کے جنم کے تین سدی پہلے بدھ مذہب ماننے والے ہندوستانی سادھو سیلون، سیام، اور برما گئے تھے۔ ایک اس چکر کی تصویر تھی جو مہاتما بدھ کا نشان مانا جاتا ہے اور ۲ فیٹ اونچا ہے۔ یہ پتھر کا بنا ہوا ہے اور سیام میں ملا تھا۔ دوسری تصویر ایک لیٹے ہوئے خوبصورت جانور کی تھی، یہ ۲۵ فیٹ اونچا ہے اور ۵ پتھروں کو جوڑ کر بنایا گیا ہے۔ مہاتما بدھ کے پتلوں کی بھی کئی تصویریں تھیں۔ ایک تصویر بہت ہی خوبصورت پالش کئے ہوئے ہندی پتلے کی تھی جو حال ہی میں سیام کے ایک کھیلوں کے باغ میں ملا۔

ڈاکٹر لی مے نے برما کے پتلوں کے بارے میں بھی کہا اور بدھ کی ایسی تصویریں دکھائیں جن میں انکا سر جھکا ہوا ہے

(برٹش انفارمیشن)

لندن کی خبر ہے کہ جنگ کے بعد سے دنیا میں سب سے زیادہ چائے کا استعمال برطانیہ کے لوگ کرتے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ چین کی اتنی بڑی آبادی ہوتے ہوئے وہاں ایک آدمی ایک سال میں ایک پاؤنڈ چائے استعمال کرتا ہے، جب کہ برطانیہ میں ایک آدمی ۵ پاؤنڈ چائے استعمال کرتا ہے۔ جنگ سے پہلے دنیا کی باہر بھیجی جانے والی چائے کا آدھا حصہ برطانیہ میں استعمال ہوتا تھا۔ برطانیہ کے بعد آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کا درجہ آتا ہے، دوسری طرف چین کے بعد

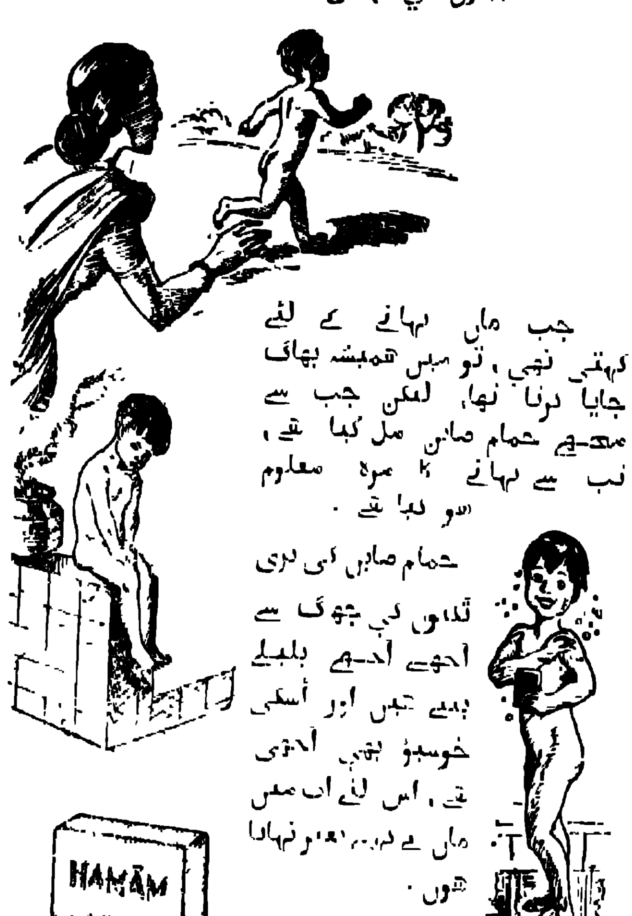
سب سے زیادہ چائے پینے کا رواج ہند اور پاکستان میں ہے۔ چین کی طرح ایک آدمی پر چائے کی کھپت یہاں بہت کم ہے۔ اگرچہ سنہ ۲۵ کے مقابلے میں اب تک چار گنا بڑھ گئی ہے۔

یورپ میں برطانیہ کے بعد آئرلینڈ چائے کا سب سے زیادہ دیوانہ ہے اور پھر ہالینڈ اور روس کا درجہ آتا ہے، تب بھی روس کی پوری کھپت کا اندازہ کرنا مشکل ہے، کیونکہ اس نے پہلی بڑی جنگ کے بعد چائے کی کاشت خود شروع کر دی تھی۔

(برٹش انفارمیشن)

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی • رہبر اخبار "رہبر" پریس روبار ۲۰، نمبر ۱۱ روڈ، بمبئی نمبر ۲۶ میں چھپتا ہے اور ہندی، اردو، گجراتی تینوں لکھائیوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔

بچوں کی کہانی: دوڑ پکڑ



امریکہ کا سفر

(پہلا حصہ)

[ساتھی قوموں کی انجمن (یو. این. او.) میں انسانی حق کے کمیشن پر بیگم شریفہ حامد علی ہند حکومت کی طرف سے بھیجی گئیں تھیں. اپنے وعدہ کیا تھا کہ امریکہ کے سفر کے اور دوسرے حالات رہبر کے لئے سلسلہ وار دیتی رہینگی، ہمیں خوشی ہے کہ آج اس سلسلے کا یہ پہلا لیکھ دیا جا رہا ہے. یہ لیکھ جناب حامد علی اور بیگم حامد علی کے سفر کی ڈائری اور گھریلو خطوں سے لیا گیا ہے.]

ہم بمبئی سے ۳ فروری ۱۹۴۷ کو امریکن ہوائی جہاز پر روانہ ہوئے اور ۵ تاریخ کو نیو یارک پہنچے. ہوائی جہاز کا سفر ایک عجیب و غریب تجربہ ہے. اگر ایک ہی دن یا چند گھنٹوں کا سفر ہو تو بڑا لطف آتا ہے. مگر دو راتیں اور پورے دو دن گزارنا بڑا مشکل کام ہے. کرسیوں میں بیٹھے بیٹھے کر جسم بالکل تھک کر چور ہو جاتا ہے. اکثر راتوں کو بد خوابی ہوتی ہے. کونسلی. ڈبلیو. اے والے ہر وقت کوشش کرتے ہیں کہ رات کو کسی جگہ پر اتر کر مسافر آرام کریں، مگر اترنے چڑھنے میں بھی کافی دقتیں ہیں. پاسپورٹ دکھانا، اسباب اتارنا اور ہوٹل میں جانا اور پھر لوٹ آنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے. اکثر بڑے شہروں میں ہی اترتے ہیں، مثلاً قاہرہ یا ایتھنز یا روم. ایسی جگہوں پر ہوائی جہاز کے اڈے سے ہوٹل دور ہوا کرتے ہیں، رات کے بیچ میں بس پر چڑھ کر جانا اور جلد صبح کو واپس آنا بس آفت ہی آفت ہے.

مسوں سے مغرب کی طرف سفر کرنے میں وقت کے متعلق بھی پریشانی رہتی ہے. ہر دیکھنے ایک جگہ سے سارے آلو بیچے دالنے کرکے نکلے اور دوسرے اسٹیشن پر پہنچے اس خیال سے کہ اب بارہ بجے ہونگے. دوپہر کا کھانا ہوگا. مگر بالکل نہیں! وہاں تو معاملہ ہی اور ہے. ابھی نو بجے ہیں اور پھر ناشتہ پیش کیا جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہر جگہ پر ناشتے کے ہی وقت پر پہنچا کرینگے، کھانے کی نوبت ہی نہ آئیگی! اور سنئیے، اپنی گھڑی کو ٹھیک کرتے کرتے ناک میں دم ہو جاتا ہے، بالکل خیال نہ آتا تھا کہ اب صبح ہے یا دوپہر ہے یا شام ہے اور تاریخ کونسی ہے. بس ایک بند ڈبے میں بیٹھ کر ہوا میں پرواز کر رہے تھے، اگر عالم دیکھتے تو ہمیں نہ جانے کونسی بطخ سے ملا دیتے، اچھا ہی ہوا ہمالیوں نہ تھے ورنہ ضرور بندوق چلا دیتے، اور سنا ہے کہ وہ کبھی چوکتے نہیں! برف باری اسقدر ہو رہی تھی کہ کیا بیان کریں، نیو فاؤنڈلینڈ میں ساری دنیا سفید برف سے ڈھک گئی تھی اور کینڈر دنیا سے پرے معلوم ہوتا تھا، سمندر پر بھی بڑے بڑے برف کے ٹکڑے سیکڑوں میل تک نظر آتے تھے، جیسے بھیڑ کے گلے! باہر غضب کی سردی تھی مگر اندر کھانے کی جگہ اسقدر گرم کہ تکلیف ہو. وہاں سے پانچ گھنٹوں میں بوسٹن پہنچے جہاں ہمارا اور ہمارے کاغذوں کا سخت امتحان ہوا. شام تک نیویارک پہنچے جسکا حال بعد میں لکھینگے.

اِتنے دنوں میں ہم کیا سیکھے اور کیا بھولے؟ پان کھانا افسوس کہ بھول ہی جانا پڑا! مگر ایر ہوسٹیس کے کہنے سے چوئینگ گم منہ میں ڈال لیا. دو دن چوسنے اور چبا کر کھانے کے بعد آخر سمجھ پڑنے لگی کہ اِسکے ساتھ کیا داؤ پیچ کرنا چاہئیے! مگر ہوائی جہاز کے ساتھ ہی وہ قصہ بھی ختم ہوا. کہ ہمیں اب سوں پاتی ہے کہ اُس خاص مٹھائی کو ڈھونڈھ کر خرید لائیں اور کھائیں، پان کے بجائے مسالے

سے کام نکال لیتے ہیں، بیھمیں ایک تب تب تک ہمارا ساتھ دیتا ہے. پالی ہل کی مفت کی چائے خوریاں بھولے تو کیا بلکہ اب اُنکی سخت یاد لگتی ہے، مگر صبر کرکے بیٹھنا ہوتا ہے، کیونکہ اِتنی محبت سے یہاں چائے کون پلائیے؟ ہمارے نوکر بھی ہردم یاد آتے ہیں، یہاں سب کام اپنے ہاتھوں سے کرنے پڑتے ہیں. حامد علی صاحب نے ارادہ کیا ہے کہ بیگم سے کپڑے دھونے بھی سیکھ لیں اگر ہر چھوٹا موٹا کپڑا دھوبی کو دینے کی کوشش کی تو بہت جلد نادار ہو جائینگے.

امریکن لہجہ تو ابھی سے کہاں سیکھے ہیں، مگر ہم

(باقی صفحہ ۹ پر)

آپ کے لیکھ

آپ میں سے بہت سے لوگوں نے تاریخ پہلی اور پندرہ اگست کے "رہبر" میں آمرت لال وزیرآبادی کی لکھی ہوئی کہانی "اَنمچی اور شرابی" پڑھی ہوگی. یہ بہت ہی دلچسپ ہے اور لکھائی کا طریقہ بہت ہی آسان اور سیدھا ہے.

نئی ہندوستانی لکھنے والے یہ سوچا کرتے ہیں کہ اچھے لیکھ صرف بڑے بڑے شبدوں سے بنتے ہیں. نہ اُن کو اپنے لیکھ یا کہانیوں کے پلاٹ سے زیادہ مطلب ہوتا ہے اور نہ اُن کے خیالات سے. یا تو وہ اپنی زبان کی مہارت (کیان) کی دھونس جمانے کے لئے لمبے چوڑے شبد اپنے مضمونوں میں لگاتے جاتے ہیں اور یا اپنی جہالت چھپانے کے لئے مضمون لکھتے وقت اپنے ساتھ بڑی بڑی ڈکشنریاں رکھتے ہیں. اور پڑھنے والے بھی ایسے مشکل شبدوں کو پڑھ کر حیران ہو جاتے ہیں اور بہت تعریف کرتے ہیں. ایسے کتنے ہی لوگ ہونگے، جو کہ اور لوگوں کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے اور اپنے دوستوں سے الگ نظر نہ آنے کے لئے بنا کچھ سمجھے بوجھے "واہ! واہ!!" "کیا کہنے!" قلم توڑ دیا، "مکرر ارشاد!" یا بہت خوب کے کلمے (شبد) منہ سے نکال دیتے ہیں.

مگر یہ سب ڈھونگ کی اب ہمیں ضرورت نہیں ہے. ہمیں اب یہ نہیں سوچنا چاہئیے کہ مضمونوں یا لیکھوں کی قیمت مشکل شبدوں سے ایک کوڑی کے دام سے بھی بڑھ جاتی ہے. ہندوستان میں ایسے کروڑوں لوگ ہیں جو کہ پڑھنا لکھنا کچھ کچھ سیکھ لیتے ہیں اور پھر کوئی دلچسپ اور آسان چیز پڑھنے کو نہ ملنے کی وجہ سے سب کچھ پڑھا ہوا بھول جاتے ہیں. اِس لئے ہمارا کام صرف لوگوں کو پڑھانا ہی نہیں، بلکہ تعلیم میں اُن کی دلچسپی بھی قائم رکھنا ہے. اور یہ کام اُس وقت تک نہیں ہو سکتا، جب تک کہ ہمارے لکھنے والے آسان اور سیدھے طریقہ سے لکھنے نہ لگیں.

آپ لوگوں کو یہ پڑھ کر تعجب ہوگا کہ آسان طریقہ سے لکھنے کے لئے بہت زیادہ دماغ لگانا پڑتا ہے. سنسکرت، عربی فارسی، وغیرہ کے شبدوں کی جگہ آسان ہندوستانی کے شبد لکھنے پڑتے ہیں اور ایسے وچاروں سے بچنا پڑتا ہے، جوکہ ایک معمولی آدمی کی سمجھ میں نہ آئیں. اِس لئے سچ مچ اچھا اور قابل لیکھک وہ ہے جو کہ اپنے خیالوں کو معمولی اور آسان شبدوں کا پوشاک پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرے.

"رہبر" کی تمنا ہے کہ ہمارے چھوٹے موٹے سب لیکھک اُوپر لکھے ہوئے اصولوں (نیموں) پر چلنے کی کوشش کریں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ سب سے اچھی بات وہ ہوتی ہے جو دل سے نکلتی ہے اور قدرتی طریقے پر ہوتی ہے نہ کہ وہ جو صرف دکھاوا ہو.

تاریخ ۱۵ اگست کے رہبر میں "اجنبی" صاحب نے "قدرت کے کونپل" نام کی ایک کویتا لکھی تھی. آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ اِس نظم کا وزن (میٹر) کئی جگہ ٹھیک سے نہیں جمتا. دوسری بات یہ ہے کہ یہ نظم بہت لمبی ہونے کی وجہ سے پڑھنے والوں کی دلچسپی اچھی طرح قائم نہیں رہ سکتی. اِن دو باتوں کو چھوڑ کر یہ نظم اچھی ہے اور 'ماڈرن' مزاق کے طریقے کی طرف جھکتی ہے.

تاریخ ۱ اور ۱۵ اگست کے رہبر میں لوبیا بخار کے بارے میں دو بہت ہی اچھے لیکھ ہیں، جو آپ ضرور پڑھیں.

امین.

("اپنی باتیں" کا باقی)

غریب مریضوں کو آپ کا خاص سہارا تھا۔ دل کی بیماری ہوتے ہوئے بھی آپ کئی بار بیماروں کو دیکھنے سیڑھیاں چڑھ کر جاتے، اور بہت وقت آپ فیس بھی نہ لیتے۔ آپ کا سوبھاؤ اتنا حسین اور مزاحیہ تھا کہ بیمار کا آدھا دکھ اپنی باتوں سے ہی ہٹا دیتے تھے۔

سماجی کام کا آپ کو بہت ہی شوق تھا، شہرت اور دکھاوے سے خاص نفرت تھی۔ لڑائی کے زمانے میں آپ اے۔ آر۔ پی۔ کے ممبر تھے اور حملوں کے وقت بھی آپ نے بہت سیوا کی۔

ڈاکٹر صاحب کو کبھی زندگی میں پورا آرام نصیب نہیں ہوا۔ وہ جہاں بھی جاتے تھے، اکثر لوگ اُن سے علاج کروانے آیا کرتے تھے۔ اُن کے انتقال سے کچھ دن پہلے وہ اپنی موٹر خود چلا کر کسی کام کے لئے گئے تھے۔ جب وہ گذر گئے تو اُنکے چہرے پر ایسی شانتی اور سکون چھایا ہوا تھا جیسے کہ وہ ایک میٹھی نیند سو رہے ہوں۔

ڈاکٹر صاحب تو چل بسے مگر سچائی اور سیدھے پن کا بہت بھاری سبق ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ اُنکی موت کے غم میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اُنکی آتما کو شانتی ملے۔

آخر میں میں اپنی اماں مسز کلثوم سایانی، ایڈیٹر "رہبر" کی طرف سے اُن سب لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو کہ ہمارے غم میں شریک رہے۔

(امین)

("امریکہ کا سفر" کا باقی)

دونوں کو ذرا ذرا زکام ہوا ہے، اور ناک میں سے بول رہے ہیں! ویسے دیکھو تو اس قوم کی بات چیت کے طور میں بھی کچھ ناک [illegible] مگر اس قدر ناک سے بولتے ہیں!

اور ایک بات سمجھ میں نہیں آتی [illegible]۔ یعنی سامان جو ہے وہاں تک [illegible] صندوقوں میں لینا چاہئے تاکہ انسان خود انہیں آسانی کے ساتھ اُٹھا کر لے جائے۔ ہوائی جہاز میں جو چمڑے کے ساتھ رکھ لیتے ہیں، وہ [illegible] ہوا کرتی ہیں۔ کتنا اچھا ہوا کہ آخری دنوں میں ہم نے دو چھوٹے سوٹ کیس خرید لئے تھے تب بھی

اُنہیں اُٹھا اُٹھا کر ہمارے ہاتھ اور بانہیں دکھ گئیں۔ ہر گھڑی جو چیزیں ہم بھولتے یا گراتے اُسکا قصہ بھی ایک غم کا ترانہ سمجھو۔ (باقی پھر)

لندن کی خبر ہے کہ وہاں کی ایک فرم نے برطانیہ کی سب سے پہلی دھلائی کی مشینوں کی دوکان کھولی ہے۔ ہر روز عورتیں ہفتے بھر کے میلے کپڑے لے کر آتی ہیں۔ دھلائی کا وقت پہلے سے مقرر کر لیا جاتا ہے۔ دھلائی کی بیس مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ ہر عورت اپنی مقرر کی ہوئی مشین پر جا کر میلے کپڑے اُس میں ڈال دیتی ہے۔ پھر یا تو انتظار کرتی رہتی ہے، یا آدھے گھنٹے میں کپڑے لینے واپس آ جاتی ہے۔ اس آدھے گھنٹے میں مشین کپڑوں کو اچھی طرح دھو کر تین بار نچوڑ کر سکھا بھی دیتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر عورت نے اپنی ہفتے بھر کی دھلائی کا کام بھی کر لیا اور پانی کو چھوا تک بھی نہیں۔

اس مشین میں سوتی اور معمولی کپڑے ہی دھل سکتے ہیں اور ریشمی اور نازک کپڑے بھی۔ اس سال کے آخیر تک ایسی مشینیں سمندر پار بھی بھیجی جائینگی۔ ابھی تک کسی اور ملک نے ایسی مشینیں نہیں بنائیں۔

(برٹش انفارمیشن)

اناج زیادہ پیدا کرو

"آداب عرض ہے، بابو صاحب"

"سلام مولوی صاحب، آج آپ کہاں سے براجمان ہوگئے"۔

ایک صاحب۔ اجی بابو صاحب ہم لوگ بیل کی تلاش میں نکلے ہیں۔ گئے سال جو بیل آپ نے دلوایا تھا، اسے کل سانپ نے کاٹ لیا۔ اب ایک بیل رہ گیا ہے۔ مجبور ہوکر آپ کے گاؤں کی طرف آئے کہ شاید یہاں کوئی اچھا بیل مل جائے گا۔

بابو صاحب۔ اجی مولوی صاحب بیل ملنا بہت مشکل ہے۔ پہلے تو بیل رہے نہیں۔ پچھلی لڑائی میں امن سبھا والوں اور کمیونسٹوں نے "قومی جنگ" کا نعرہ لگاکر اچھے اچھے بیل بھینسے امریکہ والی فوج کے ہاتھ تول کر بکوادئے۔

مولوی صاحب۔ تول کر کیسے؟

بابو صاحب۔ آپ کو معلوم نہیں امریکی فوج کے لئے زندہ جانور تولے جاتے تھے اور من کے حساب سے اُن کی قیمت لگائی جاتی تھی۔ روپئے کے لالچ میں بڑے بڑوں نے پچاس کے بیل کو تین سو روپئے میں بیچ دیا۔ اس وقت سے جو دام چڑھا ہے تو اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ مولوی صاحب بیل خریدنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ اچھا ہے کہ بھینسے اور پاڑے خرید کر کام نکالیں۔

مولوی صاحب۔ بھائی، بھینسے پہلے تو کام نہیں دیتے ذراسی دھوپ میں ہانپ جاتے ہیں۔ دوسرے اگر کہیں خریدا جائے تو دام دینے کے بعد جب لے کر چلو تو مہاسبھائی یہ پروپیگنڈا شروع کردیتے ہیں کہ یہ ذبح کرنے (کاٹنے) کیلئے لے جارہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روپیہ بھی جاتا ہے اور بھینسے سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ کئی واقعے ایسے ہوچکے ہیں۔ خود میرے گاؤں میں کئی بار ایسا ہوا کہ بھینسا لے جانے والوں کو بدمعاشوں نے گھیرا اور بہت مشکل سے ان غریبوں کا چھٹکارا ہوا اسی لئے تو آپ کے یہاں آیا ہوں کہ ٹھیک داموں پر بیل دلوا دیجئے۔

بابو صاحب۔ چلئے دو ایک جگہ کوشش کروں، لیکن اب تو بیل ملنا آسان نہیں۔

یہ بات چیت کچھ مسلمانوں اور ایک کشتری زمیندار میں ہوئی۔ اور اس کے بعد یہ سب ایک بیل والے کے یہاں پہنچے اور بیل خریدنے کی ضرورت اُسے بتائی۔

بیل والا۔ ہاں صاحب بیل تو مل جائے گا، مگر اس وقت دام چڑھا ہوا ہے۔ ایک برس ٹھہر جائیے۔ بیل کوڑیوں کے مول ملیں گے۔

ایک مسلمان۔ وہ کیسے؟

بیل والا۔ یہ یوں کہ جب لوگ تنگ آکر سال بھر میں کھیتی چھوڑ دیں گے اور دوسرا کام کریں گے تو ان کے بیل سستے بکیں گے۔ خود میرے دو لڑکے بمبئی ملوں میں کام کرنے گئے۔ اگلے سال ہم سب بھی بمبئی یا کلکتہ کا راستہ لیں گے۔ کھیتی میں اب کیا ہے۔

ایک مسلمان۔ واہ ابھی تو کھیتی میں فائدہ ہے۔ سب اناج ایک سیر اور ڈیڑھ سیر ایک روپئے کے حساب سے بک رہا ہے۔ ایسا موقع کسانوں کو کب ملا تھا؟ پھر دیکھو حکومت چاہتی ہے کہ زیادہ اناج پیدا کیا جائے۔ اور تم کھیتی چھوڑکر بھاگنا چاہتے ہو۔

وہی بیل والا۔ (بڑی آواز سے) ہاں صاحب، اناج مہنگا ہے اور حکومت زیادہ اناج بونے کی تاکید کر رہی ہے، مگر ہرن اور نیل گائے جب اناج بچنے دیں گے تب تو کچھ ہوگا۔ اب تک تو کبھی کبھی آپ لوگ آکر شکار کرتے تھے۔ اور یہ جنگلی جانور بندوق کی آواز سن کر بھاگ جاتے تھے اور یہ کبھی بڑھتے نہ تھے اور اب تو دن رات ہانکتے ہانکتے جان پر آبنی ہے۔ اور یہ بھاگنے کا نام نہیں لیتے۔ لڑکوں اور ایک دو آدمیوں سے تو بالکل نہیں ڈرتے آخر آپ لوگ شکار کھیلنے کیوں نہیں آتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنے گاؤں میں شکار مل جاتا ہے۔

ایک مسلمان۔ نہیں بھائی، میرا گاؤں ان سے بچا

خبریں

مصر کی خبر ہے کہ مصر کے بڑے وزیر نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ وہاں کی حکومت کی آرزو ہے کہ وہ امریکہ سے مالی مدد لے۔ ہم ہر ایسے ملک سے میل جول کر سکتے ہیں جو ہمارے ملک کی بھلائی میں مدد دے

دہلی کی خبر ہے کہ حال ہی میں ایک کانفرنس لندن میں قرض اور مال کے بارے میں ہوئی تھی جس میں ہند کے مال کے وزیر مسٹر جون متھائی شریک ہوئے تھے۔ مال کے وزیر کا بیان ہے کہ ہندوستان کو اب برطانیہ زیادہ قرض ادا کیا کرے گی۔ پہلی بات چیت میں ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۰ء تک چالیس لاکھ پونڈ ہندوستان کو ملنا تھا۔ اب اس کانفرنس میں طے ہوا ہے کہ پچاس لاکھ پونڈ برطانیہ ہندوستان کو دے گی۔ یہ روپیہ اس روپئے کے علاوہ ہے جو ہندوستان امریکہ سے لے رہا ہے۔ یہ سب روپیہ ہندوستان کی ترقی میں خرچ کیا جائے گا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ ہندو مہاسبھا نے پونہ اور بمبئی میں لوگوں کے دستخط اس لئے لینے شروع کر دئے ہیں کہ گورنر جنرل سے رحم کی اپیل کی جائے کہ گاندھی جی کے مارنے والے گوڈسے اور آپٹے کو پھانسی نہ دی جائے۔

لندن کی خبر ہے کہ برطانیہ کے سمندری بیڑوں میں پانچ جہاز اور زیادہ تیار کئے جا رہے ہیں۔ ان جہازوں میں ریڈیو ٹیلی ویژن، سینما اور ہر طرح کے لڑائی کے سامان ہوں گے۔ ان میں کا ایک ایک جہاز ہر سمندری بیڑے کے ساتھ رہا کریگا۔ تاکہ سمندر کی نئی خبر اور حالت کو معلوم کر کے بیڑے والوں کو خبر دیتا رہے۔

لندن کی خبر ہے کہ انت راشٹری (انٹرنیشنل) لیبر آفس کی ایک رپورٹ سے پتہ چلا ہے کہ برطانیہ اس سال سمندر پار سے اور ۱۳۰۰ مزدور عورتوں کو نوکری دینے کو تیار ہے۔ ان کو کپڑا بننے اٹھی کا سامان بنانے اور موزے بننے کے کارخانوں اور اسپتالوں میں نوکری دی جائے گی۔ ۲۲ ملکوں کو رپورٹ بھیجے سے معلوم ہوا کہ ان میں سے سات نے اس سال ۲ لاکھ پردیسی مزدور مانگے ہیں۔ کنیڈا کو سب سے زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورت صرف جرمنی سے ہی پوری ہو سکتی ہیا کیونکہ وہاں پچھمی علاقہ میں پانچ لاکھ لوگ غیر ملکوں میں نوکری کرنے کو تیار ہیں۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ امریکہ کی ایک جماعت جو نوجوانوں کی کہلاتی ہے۔ ہندوستان سیر کرنے آئی تھی۔ اس جماعت کے افسر نے خوش ہو کر ایک بیان میں کہا کہ ہندوستان اصلی معنی میں جمہوری یعنی عام لوگوں کی حکومت ہے جس میں سب ہندوستانیوں کو پوری پوری شہری اور قانونی آزادی کے برابر کے حق حاصل ہیں۔

(بقیہ اناج زیادہ پیدا کرو)

ہوا ہے۔ جنگل چونکہ دور ہے اس لئے اب تو کبھی کبھی نیل گائیں نظر آتی ہیں، مگر لڑکے انہیں ہانک دیتے ہیں ورنہ شکار، تو اب گاؤں میں کسی مسلمان کے پاس بندوق نہیں رہی۔ کسی کو بھی لائسنس نہیں دیا جاتا۔ پرانے پنشن پانے والے سرکاری نوکر بندوق نہیں پاتے۔ خود ان کی بندوقیں لے لی گئیں۔

بابو صاحب۔ اگر یہ بات ہے تو آپ لوگ آئیے۔ میرے کچھ پہچان والے ہندوؤں کے پاس بندوقیں ہیں میں دلاؤنگا شکار کیجئے۔

ایک مسلمان۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دوسروں کی بندوق سے شکار کھیلنا قانون کے خلاف ہے

بیل والا۔ تو پھر کیا جائے؟

ایک زندہ دل مسلمان۔ ایک کام کرو۔ کسی مردہ جانور کی کھال کا نقارہ (بڑا ڈھول) منڈوا کر رکھو۔ اور رات کو باری باری سے کھیتوں کے پاس بجاؤ ——— بیل والا۔ ڈھنڈھیرے کی بلی تھپیڑے سے نہیں ڈرتی۔ دو چار دن کے بعد نیل گائیں اس کو بھی پہچاننے لگیں گی۔ خیر۔ چلئے ایک بیل آپ کو دکھاؤں، ذرا چھوٹا، مگر مضبوط ہے۔ اور دام سستا یعنی ۱۴۰ روپئے میں آپ کو مل جائے گا۔ (راجپل سے لیا گیا)

REGD. NO. 4532
کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ
جامعہ نگر (دہلی)
2 SEP 1949
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۲۱
فی پرچہ قیمت ۲ آنہ
پندرہ روزہ
ایڈیٹر
مسز کلثوم سیانی
سالانہ چندہ تین روپے

Miss Sayeda
C/o Mr Zahid ...
Jamia nagar

رہبر

جلد ۵ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۹ء نمبر ۵

نیک بات

اتی (۱) بھلا نہیں برسنا، اتی بھلی نہیں دھوپ
اتی بھلا نہیں بولنا، اتی بھلی نہیں چپ،

(۱) بہت زیادہ (کبیر)

اپنی باتیں

آج ہمارے سامنے خوراک کا بہت بڑا سوال کھڑا ہے۔ چاروں طرف خوراک کی کمی ہے اور ہزاروں غریبوں کے لئے بھوک ایک عادت سی ہوگئی ہے۔ سچ ہے کہ اس کمی کو ختم کرنے کے لئے جو پیسہ ہماری حکومت خرچ کر رہی ہے وہ پردیسی حکومت شاید ہی کرتی۔ جیسا کہ ہمنے بنگال کے قحط میں دیکھا۔

پچھلے چند سالوں میں ہم نے خوراک کی کمی کے دو بڑے نمونے دیکھے۔ لڑائی کے زمانہ میں انگلستان میں خوراک کی بہت کمی ہوگئی تھی کیونکہ وہاں زیادہ تر بنائے ہی پیدا ہوتے تھے۔ اور باہر سے اناج منگوانا ممکن نہ تھا۔ لیکن چند سالوں کے اندر اندر انگلستان اپنی ضرورتیں پوری کرنے لگا ہے۔ جاپان بھی لڑائی کے بعد اپنے اناج پیدا کرنے کے علاقے کھو بیٹھا تھا، لیکن پانچ سال کے اندر خوراک کے معاملہ میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے لگا ہے۔

حکومت کے "اناج زیادہ پیدا کرو" کے پروپیگنڈہ سے بھی ابھی تک پیداوار میں کوئی بڑھائی نظر نہیں آئی۔ بلکہ دوسری لڑائی سے پہلے کی پیداوار سے اب کی پیداوار ۵ فی صدی کم ہے اور بستی بھی اتنی بڑھ گئی ہے کہ یہ کمی بہت ہی زیادہ معلوم ہونے لگی ہے۔ اب حکومت کا کہنا ہے کہ اناج کے بجائے آلو، رتالو یا کیلے جیسی چیزیں کھائی جائیں۔ مگر آلو، کیلے، رتالو کی قیمت اتنی بڑھ گئی ہے کہ معمولی آدمی کو انھیں خریدنا مشکل پڑتا ہے۔ آلو کی پیداوار ہندوستان میں اتنی کم ہے کہ ایک آدمی ایک سال میں صرف آٹھ رتل آلو کھا سکتا ہے۔ کیلے بھی آج کل مہنگے ملتے ہیں۔ کھانے کے قابل کیلے ۸ یا ۱۰ آنے درجن سے کم میں نہیں ملتے اور رتالو تو امیروں کو ہی نصیب ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ ہو سکتا ہے کہ امیر زیادہ پیسہ خرچ کرکے ان سب چیزوں کا اپیوگ کریں تاکہ غریبوں کے لئے اناج زیادہ بچ سکے۔

ایک اور بڑی مشکل یہ ہے کہ ٹرانسپورٹ یا مال لانے لیجانے کی آسانی نہ ہونے کی وجہ سے، اناج، پھل، سبزی وغیرہ ایک جگہ پڑے پڑے سڑ جاتے ہیں۔ کئی اخباروں میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ چند بندرگاہوں میں ہزاروں ٹن آلو سڑ رہے ہیں۔ آم کے شوقین لوگوں کو آم کی کمی پر تراس ہوتے ہوتے پتہ چلا ہوگا کہ رتناگیری میں ہزاروں آم سڑے اور پھینک دینے پڑے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ بمبئی سمندر کے کنارے ہوتے ہوئے بھی یہاں مچھلیوں کی کمی ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ مچھلیوں کو پکڑنے کے بعد ان کو برف میں رکھ لیا جاتا ہے اور پھر بہت ہی دھیرے دھیرے بکنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ (باقی صفحہ ۸ پر)

خبریں

نئی دہلی کی خبر ہے کہ حکومت شکر کی قیمت کم کرنے کی فکر میں ہے۔ آنے والے موسم میں گنے کی قیمت کم کرکے شکر کی قیمت گھٹانے کی تجویز ہو رہی ہے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ اب بمبئی کی حکومت گاؤں کی لائبریریوں اور کتاب گھروں (ریڈنگ روموں) کی مدد کے لئے چھوٹے اور بڑے گاؤں میں کچھ فرق نہ سمجھے گی۔ ایسی سب لائبریریوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے گا۔ چھوٹے گاؤں کی لائبریریوں کو پہلے سال ۳۰ روپئے کے بدلے ۵۰ روپئے مدد دی جائیگی۔ یا پورے خرچ کا ایک تہائی حصہ دیا جائے گا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ کچھ کی حکومت نے شہر مانڈوی میں ایک لکھ پتی سوداگر کی دوکانوں اور گوداموں پر پولیس نے چھاپا مار کر چاول اور گیہوں کی بوریاں اور گھاسلیٹ کے بہت سے پیپے نکالے ہیں۔ اس سوداگر سے چوبازاری کرکے مال لینے والے اور بھی بہت سے بیوپاری پکڑے گئے ہیں۔ اس مال پر قبضہ کرکے پولیس اور بھی جانچ کر رہی ہے۔ اس چھاپے کے لئے کچھ کی حکومت کے بڑے کمشنر خود مانڈوی آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اناج اور مٹی کے تیل کے پیپے سرکاری گوداموں سے چرائے گئے ہیں۔

لندن کی خبر ہے کہ بغداد کے بڑے وزیر جنرل نورالسعید پاشا کے یہاں سے یکایک واپس چلے جانے پر یہاں بہت تعجب اور بے چینی پھیلی ہے۔ آپ یہاں سرکاری علاج کے لئے آئے تھے۔ لیکن انہوں نے ان دنوں میں کئی بار برطانیہ کے باہر کے معاملوں کے وزیر مسٹر آرنیسٹ بیون سے ملاقات کی۔ وہ انگلستان میں کئی ہفتے رہنے والے تھے۔ لیکن دو ہفتوں میں ہی واپس چلے گئے۔

اکویڈر (دکھنی امریکہ) کی خبر ہے کہ یہاں کے زلزلے میں ۶۲۴۱ جانوں کا نقصان ہوا ہے۔ اور بیس ہزار سے زیادہ لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ صرف شہر امباٹو میں پانچ ہزار آدمی مرگئے مالی نقصان کا اندازہ کم سے کم دو کروڑ امریکی ڈالر ہے۔

زلزلے کے جھٹکے ایک لاکھ آبادی کے چار ہزار چوکور میل تک معلوم ہوتے تھے۔ مدد کرنے والی جماعت کا بیان ہے کہ اس علاقہ کی ستر فی صدی عمارتیں گر چکی ہیں۔ امباٹو جو ایک بڑا کاروباری شہر تھا۔ اب ویران پڑا ہے۔

ہوائی مدد کے ذریعہ پیلیلو سے لائے جانے والے زخمیوں نے بتایا کہ شہر دھنس چکا ہے۔ غالیچوں کے لئے یہ مشہور اور خوبصورت شہر اب ایک بڑی نہر یا جھیل دکھائی دیتا ہے۔ اس جھیل میں سب سے بڑے گرجا گھر کی چوٹی ابھری نظر آتی ہے۔ ایک پوری پہاڑی زمین میں دھنس گئی ہے اور اس نے ایک دریا کا راستہ روک دیا ہے۔ امباٹو کا بڑا شہر برباد ہو چکا ہے۔ یہاں بارش گرنے سے ۱۵۰ سپاہی بھی مرگئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی بے گھر اور برباد ہوئے ہیں۔

(باقی صفحہ ۷ پر)

کاغذ

(محمد حیات محمود صاحب ملا)

تعلیم کے اس زمانے میں کاغذ کی جتنی قدر ہے وہ دنیا کی کسی دوسری چیز کو حاصل نہیں۔ آج اسی کاغذ کی وجہ سے گاؤں گاؤں میں علم کے دریا بہ رہے ہیں۔ رسالے، اخبار اور کتابیں وغیرہ کاغذ ہی کی بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی کاغذ بڑی کثرت سے استعمال ہو رہا ہے۔ پارسل اور بنڈل اسی سے باندھے جاتے ہیں اور تصویریں اسی کاغذ پر چھپتی ہیں۔ دوائیوں کی بوتلوں اور ڈبوں پر لیبل لگانے کے کام آتا ہے۔ کاغذ ہی سے ہم اپنے مکانوں کی دیواروں کو سجاتے ہیں۔ اسی سے پھول بناتے ہیں۔ اسی سے ڈبے، ڈبیاں بناتے ہیں۔ اور اتنا باریک کاغذ بھی ہوتا ہے کہ اس کی پتنگیں ہوا میں اڑتی نظر آتی ہیں۔ بازار میں سودا خریدنے جاؤ تو ہر چیز کاغذ میں لپیٹنی پڑتی ہے۔ غرض کہ یہ کہنا ٹھیک ہوگا کہ اس زمانے میں کاغذ کے بغیر ہماری زندگی بیکار ہے۔ کاغذ کی اہمیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ ہمارا ملکی سکہ بھی کاغذ کے نوٹوں کی شکل میں چل رہا ہے۔ اور کاغذ کی بدولت ہی ہم آج سے کئی ہزار سال بیتے ہوئے زمانے کے لوگوں کے رہنے سہنے کے طور طریقوں سے واقف ہیں۔ اور اسی طرح کاغذ کی وجہ سے ہماری آنے والی نسلیں اس زمانے کے حالات کی جانچ کر سکیں گی۔

لیکن آج سے ان گنت سال پہلے جب لوگ کاغذ بنانا نہیں جانتے تھے۔ اس وقت کے لوگ بھی یہ چاہتے تھے کہ ان کے کارنامے (نام) حفاظت سے رہیں۔ پہلے تو یہ سینہ بسینہ چلے آتے تھے۔ لیکن چونکہ انسان کی یاد داشت اتنی اچھی نہیں کہ وہ ہر واقعہ کو بالکل صحیح طور پر یاد رکھ سکے اس لئے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسا طریقہ ہو جس سے یہ حالات ہمیشہ کے لئے زندہ رہے جائیں۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے لکھنے کا طریقہ شروع ہوا۔ لیکن ان کے لکھنے کا طریقہ یہی تھا کہ کوئی ایسا نشان لگا دیتے تھے جس کا کسی واقعہ سے کوئی تعلق ہوتا تھا۔

ایک عرصہ بعد انسان نے قبیلوں کی شکل میں مل جل کر رہنا شروع کیا۔ اور بڑھتے بڑھتے ان قبیلوں نے شہر اور قصبے آباد کرنے شروع کئے۔ تو امن اور شانتی قائم رکھنے کے لئے حکومت کی ضرورت پڑی۔ اب بادشاہ کے حکموں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لئے بھی لکھنے کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ مذہبی حکموں کو ہمیشہ سنبھال کر رکھنے کے لئے بھی لکھا جانے لگا۔

اس زمانے کے لوگ کاغذ بنانا نہیں جانتے تھے اس لئے انہیں لکھنے میں ہماری طرح کی آسانیاں حاصل نہ تھیں۔ یہ لوگ ٹھیکریوں، پتھروں، ہڈیوں، درخت کی چھال، پتوں اور جانوروں کی کھال پر لکھا کرتے تھے چمڑے پر لکھنے سے پہلے اس کو رنگ لیا جاتا تھا۔

آج سے کوئی دو ہزار سال پہلے چین والوں نے کاغذ بنانے کا طریقہ ایجاد (معلوم) کیا۔ انگریزی زبان میں کاغذ کو "پیپر" کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ پرانے زمانے کے مصری ایک ایسے درخت کی چھال پر لکھا کرتے تھے، جس کو "پائپیرس" کہتے تھے۔ شاید اسی سے بگڑ کر اس کا نام "پیپر" ہو گیا ہے۔

اس کے بعد عربوں نے کاغذ بنانا شروع کیا اور انہوں نے اس میں بہت کچھ سدھار کیا۔ یہ لوگ کتان اور سوتی کپڑے کے چیتھڑوں سے کاغذ بناتے تھے۔ اس زمانے میں اگرچہ کاغذ پر لکھنے کا رواج ہو گیا تھا، لیکن چھاپنے کی مشینیں نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھوں سے کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ اس لئے اس زمانے میں کتابیں بڑی مہنگی بکا کرتی تھیں۔ اور بڑے بڑے امیروں اور بادشاہوں کے سوا انہیں کوئی نہ خرید سکتا تھا۔ اور پھر وہ کاغذ بھی ایسا سفید اور چمک دار نہ ہوتا تھا۔ جیسا کہ اس زمانے میں ہوتا ہے۔

تب بھی عربوں نے کاغذ کو ایک خاص لمبائی اور چوڑائی میں بنانے کا طریقہ ایجاد (معلوم) کیا۔ عربوں سے یہ شمالی (اتری) افریقہ کے مسلمان اپنے ساتھ ہسپانیہ میں لے گئے جہاں انہوں نے اس کو بہت

(باقی صفحہ ٧ پر)

امریکہ کا سفر

(۱ ستمبر کا باقی)

(بیگم شریفہ حامد علی)

نیویارک

نیویارک کا ایروڈرام بے انداز بڑا ہے۔ گو کہ تھوڑے ہی سال ہوئے بنا ہے، لیکن ابھی سے گنجائش کافی نہیں ہوتی۔ وہاں پر منٹ میں کم از کم ایک جہاز آتا یا روانہ ہوتا ہے۔ ہمارے استقبال (آؤ بھگت) کے لئے ہند کے ایمبسی آفس کے دو تین لوگ آئے تھے۔ بڑا اچھا ہوا، انہوں نے چونگی میں بتلا دیا کہ اُن کو ڈپلومیٹک سہولتیں دینی چاہئیں، لہٰذا ہمارا اسباب نہیں کھولا گیا، اگرچہ باقی سب تکلیفیں ہم کو اٹھانی پڑیں۔ بیگم اپنے دو اتنی بڑی ہستی دیکھ کر خود منتظر [دنگ] رہ گئیں۔ ہمارے ساتھیوں نے ہمیں ایک بہت عالی شان ہوٹل میں لا کر چھوڑ دیا، جہاں ہند سرکار نے بیگم کے لئے رہنے کا انتظام کیا تھا۔ ہماری خوش نصیبی سے یہاں کچھ کمرے خالی تھے اور نویں منزل پر دو آرام کے کمرے مل گئے۔ ہمارے علاقے میں سونے بیٹھنے کے کمرے اور دو کمرے اسباب وغیرہ رکھنے کے اور ہر طرح کا آرام کا انتظام ہے۔ اتنی بلندی [اونچائی] پر سڑک کی ٹریفک اور شور سے بچے ہوئے ہیں۔ یہاں کے لفٹ اتنی تیز اُترتے اور چڑھتے ہیں کہ شروع میں دم بند سا ہو گیا۔

سات فروری

ہم نے ابھی تک کمرے میں ہی کھانا منگوا کر کھایا، مگر آج سے ارادہ ہے کہ ہوٹل کے کھانے کے کمرے میں آئندہ سے جا کر کھائیں، تاکہ یہاں کے لوگوں کی زندگی کا طور [طریقہ] دیکھ سکیں۔ اس سال امریکہ میں بہت غیر معمولی سردی پڑ رہی ہے۔ چنانچہ چار تاریخ کو نیویارک میں پانچ ڈگری تک سردی پہونچی تھی۔ آج کا دن ذرا بہتر نکلا ہے۔ اگرچہ سرد ہوا بڑی تیز چل رہی ہے؛ کل سردی دس ڈگری پر تھی؛ آج بتیس ہے۔ ہندوستان میں بتیس ڈگری میں رہنا دشوار (مشکل) سمجھا جاتا ہے، مگر یہاں تو اس کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔ پچھلی رات سخت برف باری ہوئی اور آج بھی وقتاً بوقتاً برف پڑتی رہی؛ لیکن یہاں کے مکانوں میں گرم کرنے کا کافی اچھا انتظام ہوتا ہے۔ ہر کمرے میں ایک قسم کی ٹوٹی رکھی جاتی ہے، اُس کو پھرا کر جتنی چاہئے اتنی گرمی کر لو اور ہر جگہ، کمرے، ٹرین اور موٹر میں یہ انتظام پایا جاتا ہے۔ اس میں آرام بہت ہے، مگر خطرے سے خالی نہیں: مکان اور ٹرین وغیرہ حد سے زیادہ گرم رکھتے ہیں۔ اندر اور باہر کی ہوا میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ گھومنے جاؤ تو نزلہ (زکام) ہو جانے کا اندیشہ (ڈر) رہا کرتا ہے۔

آج ایک نئی چیز دیکھی۔ یہاں پر بعض سڑکوں پر بھاپ سے گرم کرنے کا انتظام ہے۔ کسی ترکیب سے آگ نیچے جلائی جاتی ہے اور اوپر دھواں پھیل جاتا ہے۔ اس کی گرمی سے برف یا یخ پگھل کر بہہ جاتی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی "سنٹرل ہیٹنگ" ہے۔

شہر کی سڑکوں کا نظارہ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں طرف اس قدر اونچے اونچے مکان، دیواریں، سیدھی سیدھی، بنا سنگار کے بنے ہوئے کھڑکی، دروازے (گویا ایک کاغذ کا ڈبہ ہو، جس میں سوراخ ڈال دئے ہوں) ہر طرف نظر آتے ہیں۔ پرانے زمانے کی شوق سے بنائی ہوئی عمارتیں، جیسے گرجے وغیرہ، ان سو منزلوں کی عمارتوں سے بالکل چھپ جاتی ہیں۔ پرانی عمارتوں میں حسن پایا جاتا ہے، خاص کر گرجوں میں۔

ہماری دوست مسز مدم ان اونچے سیدھے مکانوں کی خوبصورتی کی بڑی تعریف کرتی ہیں، اور انہیں ہمالیہ سے ملتا جلتا بتاتی ہیں۔ سچ ہے لیلا کا حسن دیکھنے کو مجنوں کی نظر چاہئے۔

ہمارے ہوٹل کے سامنے ایک بڑا باغ ہے، سینٹرل پارک جو میلوں تک چلا گیا ہے۔ وہاں انسان آرام و خوشی سے جی چاہے اتنی دور پیدل گھوم سکتا ہے۔ اطراف کے اونچے مکانوں کی روشنی بہت دلچسپ نظر آتی ہے۔ جس روز ہم نیویارک پہونچے، شام ہو چکی تھی، اندھیرا چھا گیا تھا، مگر ایسی جگمگاتی رنگ برنگی روشنی کا کھیل اُس عظیم الشان شہر پر دیکھا کہ واہ، واہ کرتے ہوئے ہوٹل پر پہونچے۔ ہماری ہوٹل بڑی ۱۷ منزل کی ہے۔ اس میں ۱۵۰۰ کمرے ہیں، باوجود اس قد و قامت (اونچائی) کے پڑوس کی ایک عمارت کے مقابلے میں چھوٹا بچہ نظر آتی ہے۔ چنانچہ ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ کے ۱۰۲ منزلے کی ۶۲ویں منزل پر یو۔ این۔ ڈیلیگیشن کا دفتر ہے، جہاں شریفہ بیگم کو کبھی کبھی جانا پڑتا ہے۔

معمولی طور سے عورتوں کی کمیشن کے اجلاس لیک سکسیس پر ہوا کرتے ہیں، جو نیویارک سے ۲۰ یا ۲۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ صبح کو جا کر شام کو لوٹ آنا ہر روز کی دردِ سری ہے، مگر جلد ہی یو۔ این۔ کی عمارتیں نیویارک شہر میں تیار ہو جائیں گی، جہاں پر ہر ملک کے نمائندوں کے رہنے کا انتظام ہوگا، اور سب دفتر بھی وہیں ہوں گے۔ اجلاس کے خاص بڑے بڑے کمرے بن رہے ہیں، جن سے آرام ہو جائیگا۔

لیک سکسیس پر آتے جاتے ہم نے کافی بڑا حصہ نیویارک کا دیکھ لیا۔ بغیر دیکھے ممکن نہیں کہ کوئی اندازہ لگا سکے کہ کس قدر وسیع (بڑا) شہر ہے۔ اور اس کے راستے، پل مکان وغیرہ ہر چیز کا وہی معیار ہے۔ دن کی روشنی میں ان کی بے انداز بلند عمارتیں ہمیں تو بہت ہی بھیانک معلوم ہوتی ہیں۔ اس ملک کے کھانے لذیذ ہوا کرتے ہیں، مگر بہت ہی قیمتی ایک انڈے کے ۱۳ آنے وصول کرتے ہیں۔ ایک سنترے کا ایک روپیہ، اور سیب سوا روپیہ۔ قبول کرنا پڑتا ہے کہ پھل بہت ہی عمدہ ملتا ہے۔

اِدھر اخبار بھی اس قدر لمبے چوڑے ہوتے ہیں کہ روز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے، مگر کھانے کی چیزوں کے خلاف قیمت بہت سستی ہوتی ہے روزانہ اخبار ڈیڑھ آنے میں ۳۰ صفحہ کا ملتا ہے، اور اتوار کا پرچہ (کتاب کا لفظ زیادہ مناسب ہوگا) ۵ آنے میں ۱۵۰ صفحہ اور اس کے سوا ایک لٹریری سپلیمنٹ اور ایک میگزین۔ نہ معلوم کسے فرصت ملتی ہوگی کہ یہ سب کاغذات پڑھ لے۔ ہم تو صرف ورق اُلٹا کر دیکھ لیتے ہیں۔ بہت حسرت سے ہندوستان کی کوئی خبر تلاش کرتی، جو ہمیشہ ناپید (غائب) ہوا کرتی ہے۔ ایک دن کا اخبار لیں، تو ہمارے سارے سفر کا اسباب (سامان) لپیٹنے کو کافی ہو جائے۔

(باقی پھر)

اِسکاؤٹنگ

(شری لکشمن سنگ جی)

بچو! کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ آپ کا ہفتہ کیسے گزرتا ہے؟ تو آج اس کی طرف دھیان دیں۔ تھوڑی سی کھوج سے پتہ چل جائیگا کہ آپ کا ہفتہ وار پروگرام کچھ نیچے لکھے ہوئے پروگرام جیسا ہی ہوتا ہے۔

اِسکول میں ۳۰ گھنٹے ایک ہفتے میں۔
سونا اور آرام ۷۰ " " " " "
کھانا ۱۲ " " " " "
کھیل کود یا فرصت ۵۶ " " " " "

تو آپ نے دیکھا کہ ۱۶۸ گھنٹوں میں سے ۵۶ گھنٹے ایسے ہیں، جن کو استعمال کرنا کم و بیش (کم زیادہ) آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہی وہ گھنٹے ہیں، جن میں آپ اچھی یا بری باتیں سیکھتے ہیں عادتیں بناتے ہیں جو بعد میں جوانی اور بڑھاپے تک ساتھ رہتی ہیں۔

آپ کو یہ تو پتہ ہوگا کہ ہر اچھے مکان کے لئے سب سے پہلی چیز بنیاد [پایا] ہے۔ اسی لئے سمجھدار لوگ زمین کی سطح کے اوپر دیواریں کھڑی کرنے سے پہلے گہری اور چوڑی بنیادیں کھودتے ہیں، پھر پتھر اور چونے یا سمنٹ سے مضبوط چنائی کرتے ہیں، جو اوپر کی دیواروں سے زیادہ مضبوط اور چوڑی ہوتی ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ بڑی سے بڑی عمارت کھڑی کی جا سکے اور بارش، آندھی، طوفان اُس پر اپنا اثر نہ کر سکے۔

بالکل یہی حال آپ کی زندگی کا ہے۔ بچپن کے کئے کام آپ کی آنے والی زندگی کی بنیادیں ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے، جس کا احساس آپ کے لئے بہت ہی ضروری ہے۔ اگر آپ اپنے کھیل کود اور فرصت کے وقت کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے میں کامیاب ہو گئے تو

[باقی صفحہ ۶ پر]

ملکی بھاشا

ہندوستان کی اسمبلی میں آجکل دو بھاشاؤں کی کشتی ہو رہی ہے یا یوں سمجھ لیجئے کہ دو اکھاڑے قائم ہیں اور اسمبلی کے بعض ممبر ایک کے طرفدار ہیں اور بعض دوسرے کے اسمبلی میں ہر روز گرما گرم بحثیں ہوتی ہیں لیکن نتیجہ وہی کہ "پنچوں کا کہنا سر آنکھوں پر لیکن رہان رہیگی ہندی۔"

ہندی بھاشا کے طرفدار ہندوستانی بھاشا اور جنتا کی پسند سے واقف ہیں پھر خوبی یہ کہ جب یہ خود بات کرتے ہیں تو ٹھیٹ ہندوستانی بولتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کشمیر سے لیکر راس کماری تک اور پچھمی بنگال سے لیکر گجرات کاٹھیاوار تک سارا ملک اپنے علاقہ کی زبانوں کے علاوہ اگر کوئی دوسری زبان (انگلش کو چھوڑ کر) بولنا جانتا ہے تو وہ ہندوستانی ہے۔ جو لوگ ہندی بھاشا کی عینک لگا کر سارے ملک کو ہندی بولتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں انکا دل خود انہیں ہندوستانی جیسی سہل اور عمدہ زبان کے مٹانے پر دھکار کرتا ہے، مگر وہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں، حالانکہ باپوجی نے آخر وقت تک ہندوستانی کو ملکی زبان بنانے کا اُپدیش دیا لیکن افسوس آج وہی لوگ جو گاندھی جی کے نیموں پر عمل کرنے کے لئے بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کرتے ہیں خود عمل سے کورے ہیں۔ کسی ملک کی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس ملک والے ایسی بھاشا رکھتے ہوں جس میں دوسرے سب تہذیبی اور کاروباری شبد سما جانے کی شکتی ہو آج ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستانی بھاشا میں سیکڑوں تہذیبی اور کاروباری شبد ایسے سما چکے ہیں کہ اگر ان شبدوں کو نکال کر دوسرے شبد رکھنا چاہیں تو ڈھونڈنے نہیں مل سکتے

ہم ہمت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہندی ملکی بھاشا بن جائے تو یا تو تہذیبی اور کاروباری شبد اس میں مجبوراً ملانے پڑینگے اور اگر نئے نئے ڈھونڈھ کر رکھے جائینگے تو وہ ایسے ہونگے جن کو جنتا نے کانوں سے عمر بھر نہ سنا ہوگا۔ ایسی صورت میں ان شبدوں کا استعمال کسی طرح نہ ہوسکیگا بلکہ جنتا وہی پرانے اور آسان شبد استعمال کریگی اور نتیجہ یہ نکلیگا کہ خالص ہندی کی دال نہ گل کر ہندوستانی کی کھچڑی تیار ہو جائیگی۔ پھر وہی ہندی کے بڑے بڑے ودوان کہینگے کہ "پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" ... کہ "پنائی تھی کھیر ہو گیا دلیا۔"

(ظل الرحمان صدیقی)

(اسکاؤٹنگ کا باقی)

دنیا آپ کی عزت کریگی اور کامیابی آپ کے قدم چومیگی۔ ورنہ نتیجہ ناخوشگوار (برا) نکلیگا۔

سمجھدار انسان تو آپ کے بارے میں اسی بات سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ آپ اپنے فرصت کے وقت کو کیسے گذارتے ہیں۔

اتنا جان لینے کے بعد قدرتی طریقے پر آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہو گیا ہوگا کہ ہم اپنے فرصت کے وقت میں کیا کریں؟ کیا اس وقت بھی پڑھتے ہی رہیں یا اسے گھر کی چار دیواروں میں قید ہوکر گذار دیں؟ یہ ایک اہم (بھاری) مسئلہ ہے۔ صرف آپ کے لئے ہی نہیں بلکہ آپ کے ماں باپ اور استادوں کے لئے بھی وہ بھی یہ نہیں چاہتے کہ کھیل کود اور فرصت کے وقت آپ پڑھتے رہیں یا ہر وقت کتابوں کے کیڑے بنے رہیں۔ ایسا کرنے سے ایک طرف ترقی تو ہو سکتی ہے لیکن آپ کے لئے مکمل انسان بننا مشکل ہے۔

اسی صدی کے شروع میں انگلستان کے ایک بڑے سمجھدار ریٹائرڈ فوجی افسر لارڈ بیڈن پاول نے اس بارے میں کافی کھوج کی اور اپنی قوم کے بچوں کے لئے ایک بڑی مفید اور دلچسپ تحریک شروع کی جسے اسکاؤٹنگ کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ تحریک دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی پھیل گئی۔ اس تحریک کا مقصد ہر بچے کو مکمل کر کے اس ایک ایسا شہری بنا دینا ہے جس پر بھروسہ کیا جا سکے، جو دوسروں کے کام آئے، مصیبت کو ہنسی سے گذار دے اور فرصت کا وقت ایک اچھے کام میں اچھی طرح لگا دے۔ (باقی پھر)

بمبئی کی خبر ہے کہ حکومت نے سب سرکاری افسروں کو ایک چٹھی کے ذریعہ یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ سرکاری مجلسوں میں انگریزی لباس کے بدلے ہندوستانی لباس پسند کریں۔ شام کی مجلس میں کالی شیروانی اور چوڑی دار پائجامہ پہنا جائے۔ یا لمبا کوٹ اور پاجامہ۔ گرمیوں کے موسم میں سفید شیروانی اور چوڑی دار پاجامہ پہنا جا سکتا ہے۔ یہ خط حکم نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا مشورہ ہے۔

ریاض (سعودی عربستان کی راجدھانی) کی خبر ہے کہ سلطان ابن سعود نے حکم دیا ہے کہ عرب کے تاریخ لکھنے والے اپنے ملک کی ایک تاریخ لکھیں جس میں ۱۳۰ ہجری تک کا حال ہو۔ اس کے لئے اس زمانے کی چھان بین سے پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ اس کے لئے تاریخ لکھنے والوں کا ایک بورڈ (انجمن) بنایا جائے گا جس کے ممبر دنیا بھر کے بڑے بڑے کتب خانوں میں مہیا لگائیں گے۔

یہ بھی خیال ہے کہ اس تاریخ کے لئے امریکہ اور یورپ کی مدد لی جائے گی اور ان کو عرب میں بلا کر بورڈ کا ممبر بھی چنا جائے گا۔ اس تاریخ کا مقصد یہ ہے کہ ہر اس غلط بات کو رد کیا جائے جس کو یورپ کے تاریخ لکھنے والوں نے عرب کی تاریخ میں ملایا ہے۔

میرٹھ کے ایک کسان نے ایک ایکڑ زمین میں ۴۱۵ من آلو اگا کر ۵۰۰ روپئے کا سرکاری انعام پایا۔

ڈاکٹر جان محمد سایانی مرحوم کے چہلم کا فاتحہ مردوں میں تاریخ ۲۵ ستمبر اتوار کے دن شام کے ۵½ بجے (اسٹنڈرڈ ٹائم) خوجہ سنت جماعت، ۱۰۲ تنتن پورا، خوجہ محلہ میں ہوگا۔ اور عورتوں میں آپ کے مکان "روپا ولا" کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ میں ۴½ بجے (اسٹنڈرڈ ٹائم) ہوگا۔

رہبر کی ایڈیٹر اس نوٹ کے ذریعہ ان سب بھائیوں اور بہنوں کا شکریہ ادا کرتی ہیں جنہوں نے خطوں اور تاروں کے ذریعہ ان کے غم میں اپنی دلی ہمدردی ظاہر کی۔ چونکہ ہر ایک کو الگ الگ جواب دینا مشکل ہے۔ اس لئے سب سے معافی چاہتی ہوں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ یہاں پر بھیک مانگنا قانوناً گناہ ٹھہرایا گیا ہے۔ یہاں کے قریب ۱۰ ہزار بھیک منگوں کو جن میں زیادہ تر بھی پیشہ کرنے والے ہیں ایک جگہ بٹھا کر کوئی ہنر سکھایا جائیگا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ اس صوبہ کی دو لاکھ ایکڑ کھار کی زمین کھیتی کے قابل بنائی جائے گی۔ اس کام میں ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوگا۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رہبر اخبار۔ رہبر پریس۔ روپا ولا کھمبالا روڈ بمبئی نمبر ۲۶ میں چھپتا ہے۔ اور ہندی، اردو، گجراتی تینوں لکھائی میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔

(اپنی باتیں کا باقی)

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بمبئی والوں کو صرف سڑی ہوئی مچھلی نصیب ہوتی ہے اور وہ بھی بہت مہنگی۔ صاف بات یہ ہے کہ جو چیز مہنگی بکتی ہے وہ کم خریدی جاتی ہے اور جو چیز کم خریدی جاتی ہے اس کی پیداوار بڑھانے میں کوشش نہیں کی جاتی۔

گوشت بھی اناج کی کمی کو ایک حد تک پورا کر سکتا ہے لیکن آج کل گوشت بہت مہنگا اور خراب ملتا ہے اس کی وجہ یہ کہ ۱۰ سال سے کم عمر کی گائے کاٹی نہیں جا سکتی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر گائے تندرست اور دودھ دینے والی ہو تو ہی [illegible] نہ کاٹا جائے۔ سب ۱۰ سال تک کی گائے بچانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ چند سالوں میں ہند میں اتنے ڈھور ہو جائیں گے کہ ان کو کھلانا بھی مشکل ہو جائے گا اور نہ کوئی انہیں کھانا پسند کرے گا۔

اناج کی کمی کو پورا کرنے میں ہندوستان کی عورتیں سب سے بڑا حصہ لے سکتی ہیں۔ اگر وہ اپنے دل میں ٹھان لیں کہ ایک دانہ بھی اناج یا کوئی اور کھانے کی چیز بیکار پھینکنے نہ دیں گی۔ تو یہ بہت زیادہ اناج پیدا کرنے کے برابر ہوگی۔

پرانے زمانہ میں اناج کی اتنی قدر ہوتی تھی کہ لوگ اس پر قسمیں کھایا کرتے تھے اور اناج بگاڑنا مہا پاپ سمجھا جاتا تھا۔ اگر یہ رواج لوگ آج بھی ماننے لگیں، اناج بیکار خرچ نہ کریں اور حکومت کا ساتھ دیں۔ تو ہمیں آشا ہے کہ ۱۹۵۱ء تک ہماری کمی پوری ہو جائے گی اور ہمیں باہر ملکوں سے اناج منگوانے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔

(امیز)

یہ میری زبانی سنتا جا

او پینے والے ٹھہر ذرا
یہ میری زبانی سنتا جا
برباد ہوئے جل گئے لاکھوں
یہ میری زبانی سنتا جا
موج میں پیا میں نے ایک دن
دولت بھی لٹائی پھر ایک دن
پھر کیا کیا ستم ہوئے مجھ پر
یہ میری زبانی سنتا جا
بیوی نے مجھے نفرت سے کہا
تم ہوش گنوائے بیٹھے ہو
کیوں بڑھیں نگاہیں نوکر کی
یہ میری زبانی سنتا جا
ایک روز یہ دفتر سے نکلا
[illegible]
کیوں میرے ساتھی بچھڑ گئے
یہ میری زبانی سنتا جا
کوشش تو میری یہ بھی تھی
ماں باپ کو اس کی خبر نہ ہو
آنکھوں نے بتایا راز انھیں
یہ میری زبانی سنتا جا
مجھے یہ عادت پینے کی
تھی ہم نے سیکھی غیروں سے
کس طرح ہوئے بدنام ہیں ہم
یہ میری زبانی سنتا جا
سچ کہتا ہوں اب چھوڑ اسے
میں ہوش میں بیٹھا کرتا ہوں
ہو لال برا بے ہوشی کا
یہ میری زبانی سنتا جا

REGD. No. D 4532

(U. 884)
Miss Saida,
c/o Dr. Zakir Husain,
Jamia Nagar,
Delhi.

19 OCT 1949

رہبر

پندرہ روزہ

قیمت فی پرچہ ۲ر

سالانہ چندہ تین روپے

ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی

جلد | ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۹ء | نمبر ۷

نیک بات

دو ہمدم (دوست) زمانہ میں ہمراہ (ساتھ) ہے
کبھی واہ (خوشی) ہے اور کبھی آہ (غم) ہے
کرو شکر جب ہو خفا (گھڑی) واہ کی!!
کرو صبر جب ہو قضا (گھڑی) آہ کی!

(بیگم فتح علی)

اپنی باتیں

چند دنوں سے انگریزی سکہ اسٹرلنگ اور امریکن سکہ ڈالر کے بھاؤ میں اُدل بدل ہونے سے ہر اخبار اور ہر جماعت میں بڑے بڑے چرچے ہو رہے ہیں۔ اس بھاؤ کے اُدل بدل کا کچھ حال ہم رہبر کے پڑھنے والوں کے لئے دہراتے ہیں۔

الگ الگ ملک آپس میں بیوپار جاری رکھنے کے لئے اپنے سکّوں کا بھاؤ بدلتے رہتے ہیں۔ ایسے بیوپاری ملکوں میں امریکہ اور انگلستان کا درجہ سب سے اُونچا ہے

پہلے پاؤنڈ اسٹرلنگ کی قیمت ۴ ڈالر اور ۳ سینٹ تھی۔ اب انگلستان نے اپنے پاؤنڈ کی قیمت گھٹا دی ہے۔ (ڈی ویلیوایٹ کردی ہے) اور اس کی وجہ سے ۱ پاؤنڈ اب دو ڈالر اور ۸ سینٹ کے برابر ہوتا ہے۔

انگلستان اور ملکوں کے موافق اپنے بیوپار پر اپنا گذارا کرتا ہے۔ یہ ملک باہر ملکوں سے کچا سامان خریدتا ہے اور مینوفیکچر (تیار) کیا ہوا سامان باہر بھیجتا ہے۔ دُوسری جنگ کے بعد انگلستان کا بیوپار یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ اور کینیڈا میں بہت گھٹ گیا۔ اور ان دونوں ملکوں سے سامان نہ خریدنے کی وجہ سے انگلستان کو ساڑھے تین سال میں ساڑھے ۷ کروڑ ڈالر کا گھاٹا ہوا۔

اس گھاٹے اور دُوسری چیزوں کی وجہ سے انگلستان نے اپنے پاؤنڈ کی قیمت گھٹا دی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسٹرلنگ کے ملکوں (جن ملکوں میں پاؤنڈ کا سکہ چلتا ہے) سے جو سامان ڈالر کے ملکوں میں بھیجا جاتا ہے اُس کی قیمت گھٹ گئی اور ڈالر کے ملکوں سے اسٹرلنگ کے ملکوں کو بھیجے جانے والے سامان کی قیمت بڑھ گئی۔ یعنی اسٹرلنگ والے ملکوں کا سامان ڈالر کے ملکوں میں تو آسانی سے بکنے لگے گا مگر اُن کو ڈالر کے ملکوں سے سامان منگوانا بہت ہی مہنگا پڑے گا۔

ہندوستان کیونکہ کامن ویلتھ میں ہے اور اسٹرلنگ سے رشتہ رکھتا ہے۔ اس لئے اُسے اپنے روپے کی قیمت بھی گھٹانے کی ضرورت پڑی ہے۔

پاؤنڈ اور رُوپے کے رشتہ میں کوئی انتر نہیں ہوا۔ دونوں نے برابر سے قیمت گھٹائی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ گھریلو حالت میں اس قیمت کے گھٹانے سے کوئی اثر (باقی آگے)

خبریں

انجمن ترقی نسواں بمبئی کی طرف سے بوہرہ یوتھ لیگ لائبریری ہال، نصراللہ بلڈنگ، پہلے منزلہ، شمس الرحمٰن اسٹریٹ میں عورتوں کے لئے سلائی، دستکاری، فینسی ورک، مشین ایمبرائڈری، انگلش، اردو، ہندی، اور گجراتی کی کلاسیں کھولی گئی ہیں۔ یہ کلاس ہفتہ میں دو دن ڈھائی بجے سے ساڑھے پانچ بجے تک جاری رہتی ہے۔ ہر قوم اور مذہب کی بہنیں اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ بمبئی پولیس کا ارادہ ہے کہ وہ لوگوں کی بھلائی کے لئے فٹ پاتھ کے استعمال کرنے اور پیدل چلنے والوں کے لئے سڑک پار کرنے کی جگہوں کے بارے میں قانون بنائے، جو لوگ پولیس کی بات پر نہ چلیں گے وہ قانون کی پکڑ میں آئیں گے۔

دہلی کی خبر ہے کہ رات کی ہوائی ڈاک۔ سردیوں کی بارش کی وجہ سے بند کر دیا گیا تھا۔ ۱۵ اکتوبر سے پھر شروع کر دیا جائے گا۔ دو ہوائی کمپنیاں اس کام کے لئے راضی ہو گئی ہیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ ایک کمیٹی کی جانچ سے پتہ چلا ہے کہ بمبئی میں جو بارش کا طوفان آیا تھا اس میں شہر کے دھوبیوں کو قریب دس ہزار روپے کا نقصان ہوا ہے کیونکہ پانی کے دھارے میں ان کے بہت سے کپڑے، صابن، کوئلہ، وغیرہ بہہ کر برباد ہو گئے ہیں۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ شکر کی راشننگ نہ صرف دہلی میں بلکہ ہر اس جگہ پر کی جا رہی ہے جہاں پر اناج کی راشننگ ہے۔

خیال ہے کہ شکر کی قیمت کی کمی کا اثر جن چیزوں پر پڑے گا ان پر بھی کنٹرول کیا جائے گا جہاں تک سن اور روئی کا تعلق ہے، ہند کی حکومت چیزوں کی ایک قیمت ٹھہرا دیگی بمبئی میں شکر کی یکایک کمی ہو جانے کے سبب حکومت نے شکر کے ۱۳ بورے یہاں بھیج دیئے ہیں۔ شکر کی قیمت پونے سات آنے رکھی گئی ہے۔

سری نگر کی خبر ہے کہ آل جمو کشمیر نیشنل کانفرنس کے جلسہ میں پنڈت جواہر لال نہرو نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کو خوشی ہوگی اگر کشمیر ہندوستان میں مل جائے لیکن وہ اس کو مجبور نہیں کرے گا اور نہ پاکستان کو ایسا کرنے دیگا۔ یہ فیصلہ صرف یہاں کے لوگوں کی خوشی پر ہوگا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ جسٹس بہادر لے ایک ۲۲ سال کی عمر کے آدمی کو جس کا نام عبدالحمید ہے۔ تین سال کی سخت قید کے بعد پھانسی کا کہا تھا منظور کیا

گھر کی سجاوت

(مسٹر ایف۔ ایس۔ ملا)

[۱ اکتوبر کا باقی]

نوساری میں میں نے پارسیوں کے کچھ مکان بھی دیکھے۔ ایک ہفتے تک میں وہاں رہا۔ گھر کی عورتیں صبح بہت سویرے اٹھتیں، گھر میں صفائی کرکے اپنے دروازے کے سامنے راستے پر جھاڑو بھی دیتیں اور پھر کھڑو [چاک] سے رنگدار نقش بناتیں، جو دھوپ میں بہت بھلے معلوم ہوتے۔ گھر کے اندر کی زمین ایسی ستھری تھی کہ اگر کوئی اس زمین پر گری ہوئی چیز کھا بھی لے تو کوئی بات نہیں۔ کمرے صرف دو ہی تھے، جن میں سارے خاندان کا گزر ہوتا تھا۔ ایک بڑا پلنگ تھا، جس کے نیچے چھوٹی چار پائیاں رکھی گئی تھیں۔ ایک کپڑوں کی الماری، ایک ٹیبل اور کچھ پرانی کرسیاں تھیں۔ گھر کو سجانے کی کوشش نہ کی گئی تھی، سامان بھی پرانا تھا اور سب ایک ہی قطار میں دیوار کے برابر رکھ دیا گیا تھا، پھر بھی اس گھر میں داخل ہوتے ہی انسان طبیعت میں خوشی اور تازگی پاتا تھا۔

آپ کا خیال ہوگا کہ میں آپ کو گھر کی سجاوت کے لئے رنگوں کا استعمال اور سامان کے سجانے کے طریقے وغیرہ بتاؤنگا۔ مگر یہ جان کر آپ کو حیرت ہوئی ہوگی اور آپ سوچتے ہونگے کہ آخر ایسے گھروں کی مثالیں دینے سے جن میں سجاوت کا خیال نہ رکھا گیا ہو، اس تقریر کا مطلب کیا پورا ہو سکتا ہے؟ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ گھر کی اصلی سجاوت یہی ہے، کیونکہ اس میں نہ کوئی دکھاوا ہے اور نہ بناوٹ۔ حالانکہ یہ چاروں گھر ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں، ملک کے الگ الگ حصوں میں ہیں اور ان سب سے الگ الگ قوموں کے رہنے سہنے کا ڈھنگ اور طریقہ معلوم ہوتا ہے، پھر بھی ان سب میں ایک ہی بنیادی اور ضروری چیز پائی جاتی ہے، جس نے ان گھروں کو صحیح معنوں میں گھر بنایا ہے۔ ایک وقت تک میں یہی سوچ رہا تھا کہ آخر وہ کون سی چیز ہے، جو ان سب میں پائی جاتی ہے۔ بہت سوچنے پر بڑی مجھے ایک ہی چیز نظر آئی اور وہ ہے "سچائی"۔ ان گھروں کے رہنے والوں میں ایک ایسی بات ہے، جسکے سب خود کر لیتے ہیں۔ ان کی طبیعت کو صاف ستھری اور آسان زندگی سے پیار ہے۔ وہ اپنی طبیعت کے موافق زندگی گزار رہے ہیں اور یہی ان گھروں کی خوبصورتی کا سبب ہے۔

اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں ان لوگوں کو گری ہوئی نظر سے دیکھتا ہوں، جو اپنے گھروں کے لئے اچھے سے اچھا رنگ، سامان اور دوسری سجاوٹ کی چیزیں بڑی سنبھال اور جانچ کر کے خریدتے ہیں، اور اس کے لئے اچھے جاننے والوں سے رائے لیتے ہیں۔ بلکہ میں ان کی عزت کرتا ہوں، کیونکہ یہی لوگ ہیں، جو ایک بہترین گھر بنا سکتے ہیں، مگر پھر بھی وہی بات یہاں بھی آتی ہے، جو میں کہنا چاہتا ہوں، اور وہ یہ کہ آپ ایک کام دل سے کریں، تو اس سے ضرور خوشی حاصل ہوگی۔ مگر یہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب آپ چیزوں کا چننا اور ان کو ٹھیک جگہ پر رکھنا بھی جانتے ہوں۔

اب چیزوں کے چننے اور پسند کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہر انسان کی پسند جدا ہوتی ہے۔ اور ہر پسند اور خیال زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ میں آپ کو جمشید جی ٹاٹا کے کچھ خیال سناتا ہوں، جو انہوں نے سجاوت کے بارے میں اپنے بیٹے کو ایک خط میں لکھے تھے، جب کہ وہ "تاج محل ہوٹل" کے بنانے کی فکر میں تھے۔ انہوں نے لکھا ہے، "یورپ میں بھی ہر ایک کی پسند اتنی جدا ہے کہ ہر ملک ایک دوسرے کے طور طریقوں کی ہنسی اڑاتا ہے۔ امریکہ جس چیز کو خوبصورت سمجھتا ہے، دوسرے اس کو بدصورت کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پسند کا کوئی معیار (اسٹینڈرڈ) نہیں۔ اگر ایک چیز بہت سے لوگوں کو پسند بھی رہتی ہے، تو تھوڑی مدت کے لئے۔ پھر وہی ہوتا ہے کہ جو چیز آج ہے، کل نہیں۔ اور آج جس چیز کا رواج اٹھ گیا، دس سال بعد پھر وہی چیز رواج پاتی ہے۔

یہ بالکل صحیح ہے۔ سجاوت کا رواج بہت جلد

[باقی صفحہ ۶ پر]

امریکہ کا سفر

[بقلم سیدہ حامد علی]

(۱ اکتوبر کا باقی)

ہم نے حبشیوں کا محلہ "ہارلم" بھی دیکھا۔ حبشیوں کی لا انتہا (بے حد) بڑی بستی ہے۔ ہر رنگ کے حبشی نظر آتے ہیں۔ اور اکثر لباس کے بڑے شوقین۔ وہاں غریب، امیر، جھونپڑے اور محل کے باشندے (رہنے والے) سب ساتھ رہتے ہیں۔ حبشی اور کالے امریکہ کے قانون کے مطابق دوسرے لوگوں کے ساتھ بالکل برابری کے حقدار ہیں، مگر رواج اور دستور کا دخل بہت ہے۔ پس انداز (بچی ہوئی) قوم ہے۔ قاسم طرح کی پرانے دور کی اور کی دو نسل اسی جگہ اسی کے ہم مرتبہ ہیں بنانے اور سب سے الگ دور رکھوں (دوریوں) اور طاقت سے محروم اور رکھتے ہیں۔ ان کی حالت دیکھ کر ہم ملک کی قوم کی عورتوں کی افسوس ناک حالتیں یاد آتی ہیں، جہاں ذات پات کی جگہ الگ الگ ہوتے تھے، مگر عمل کرتے وقت صرف زبانی جمع خرچ ہی رہ جاتا تھا۔ حبشی کو اس قدر دبایا گیا، غلامی میں صدیوں رکھے۔ علم اور دولت سے محروم رکھے گئے، باوجود ان سب ظلم کے ان آخری ۸۰ سالوں میں، جب سے وہ غلامی سے رہائی پا گئے ہیں، حیرت انگیز ترقی کر گئے ہیں۔ ان لوگوں نے دو یونیورسٹی قائم کی ہیں اور سائنس، ادب (لٹریچر) اور فنون لطیفہ (ہاسانی کا ہنر) کے بڑے ماہر بن گئے ہیں۔ گانے بجانے کے ہنر اور راگ کے خاص شوقین ہیں۔ ان کی دونوں یونیورسٹی "ہاورڈ" اور "لبریکل" یونیورسٹی بھی ہیں، جہاں مرد عورتیں ہزاروں کی تعداد میں تعلیم پاتے ہیں۔ شہروں میں ان پر سخت بندش ہے کہ صرف ایک حد میں وہ مکان خرید سکتے ہیں۔ یا کرائے پر لے سکتے ہیں۔ ہارلم اس کا ایک غلیظ بدانتظامی کا نمونہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میونسپیلٹی ان کی کوئی خبر نہیں رکھتی۔ نہ صفائی، نہ اور کچھ انتظام۔ یا خدا ہم سب تیرے ہی بندے ہیں۔ کالے، گورے، پیلے سب ہی ایک ہے، پھر سب کالوں پر ظلم کیوں روا رکھا جاتا ہے؟ سچ ہے انسان کی کمزوریوں سے بڑی ندامت ہوتی ہے اور اپنے آپ سے شرم آتی ہے۔

شکر ہے کہ امریکہ کے حال کے پریسیڈینٹ ٹرومین، حبشیوں کا بہت خیال رکھتے ہیں اور بڑی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے بیکار رواج اور دستور اپنے ملک سے دور کر دیں۔

ہارلم سے گزرتے ہوئے ہم ہڈسن دریا کے کنارے کنارے میلوں تک چلے گئے۔ بہت بڑی چوڑی ندی ہے، اور اس کے کنارے بیحد عالیشان مکان، باغ، راستے وغیرہ نظر آتے ہیں۔ ایک بڑا جھولتا پل ہے۔ سسپنشن برج اس پر جارج واشنگٹن کے نام سے بنا ہے، سچ مچ بے مثال ہے۔ امریکن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ ایسا پل دنیا میں کہیں اور نہیں ہے۔ آگے چل کر آخر بوٹینکل پارک میں پہونچے، جو بڑا خوبصورت ہے۔ بہت بڑے اور بڑی تعداد سے شیشے کے بنے ہوئے، گرم کرنے کے انتظام سے خاص کمرے بنائے ہیں، جہاں ساری دنیا کے گرم ملکوں کے پودے اُگائے جاتے ہیں۔ اس میں ایشیا، افریقہ اور دوسرے گرم ملکوں کے عجیب و غریب پھول اور پیڑ دیکھے۔

اسی روز ہم کو اس انٹرنیشنل ہاؤس میں دعوت تھی۔ یہ "راک فیلر فاؤنڈیشن" کی بڑی عالیشان عمارت ہڈسن ندی کے کنارے پر بنی ہوئی ہے۔ یہاں ۵۰۰ سے زیادہ طالب علم (ودیارتھی) مرد اور عورت رہتے ہیں۔ ہر ملک اور ہر قوم کے طالب علم کے رہنے کا انتظام ہے۔ ایک بڑی کلب یا ہوٹل کے برابر ہے۔ اس کے منتظم [انتظام کرنے والے] مسٹر جان مات ہیں، جو آج کل یورپ گئے ہوئے ہیں، اور اُن کی بیوی اُن کی غیر حاضری میں منتظم ہیں۔ یہ لوگ ہر مہینے میں ایک شام کے کھانے کی دعوت کرتے ہیں، جس میں غیر ملکی مسافروں کو بھی بلایا جاتا ہے۔ گانا بجانا تقریر وغیرہ کا پروگرام ہوتا ہے۔ ہم اس مجمع میں شامل ہوئے اور الگ الگ لوگوں سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ میرے ایک طرف جمیکا کی حبشی لڑکی بیٹھی تھی، جس کی صورت ذرا غیر معمولی تھی، اور دوسری طرف فلپینو لڑکی۔ اس ملک کے لوگ ہندوستان میں کم نظر آتے ہیں، اس لئے ہمارے لئے نرالی وضع (طرح) اور شکل کی تھی۔



کھانے کے بعد ایک یہودی لڑکے اور لڑکی نے غیر معمولی آسانی سے پیانو اور وائلین بجایا۔ پھر ایک حبشی پروفیسر نے بہت ہی عمدہ تقریر کی۔ مضمون اس کا انٹرنیشنل میل ملاپ تھا۔ انہوں نے ہدایت کی کہ ساتھ مل کر کام اور دنیا کی خدمت کرنے پر بہت زیادہ غور اور فکر کرنا چاہئے۔ اب جو کوششیں ہو رہی ہیں، وہ کافی نہیں۔ اس سے کئی گنا زیادہ سرگرمی [محنت] سے اس کام کو انجام دینے کی ضرورت ہے۔ بعد میں ہم دونوں کو مسز مات کے دفتر میں بٹھلایا گیا، تاکہ جو چاہیں ہم سے آکر مل لیں۔ بہت سے ہندوستانی طالب علم آکر ملے، جن میں دو چار بمبئی علاقے کے تھے۔ ہم سے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اچھے دل پسند، ہوشیار بچے تھے۔ ہم مل کر بہت خوش ہوئے۔ ان میں سے ایک زرینہ کریم بھائی نے بیاتے احسن ہوں تھے۔ ہم گھر دیر سے پہنچے۔ تیز ہوا چل رہی تھی دن بڑے مزے سے گزرا اور ہمارے جسم اور دماغ کو بہت فائدہ ہوا۔ نیویارک کو ہرگز خوبصورت شہر کہلانے کا حقدار نہیں ہے، لیکن بعض موقعوں پر جامۂ حسن [خوبصورتی کا پوشاک] پہن لیتا ہے۔ ہمارے کمرے سے جو رات کا نظارہ دکھلائی دیتا ہے، وہ مجبور کرتا ہے کہ اس کے حسن کی داد دی جائے۔ میلوں تک سارا میدان اور شہر الگ الگ رنگین سبز [ہرا]، سرخ [لال] یا پیازی لیمپوں سے چمکتا ہے۔ بڑی بڑی عمارتوں کی ہزاروں کھڑکیوں سے روشنی جگمگاتی ہے۔ یہ ایک ایسا دلکش اور نرالا نظارہ ہے کہ خوبصورت نہ کہیں تو کیا کہیں؟ ہندوستان کا برسات کا موسم یاد آتا ہے، جب سارے جنگل جگنو کی دمک سے پرستان بن جاتے ہیں۔ [باقی پھر]

دنیا کا مشہور گھڑیال

دنیا کے مشہور گھڑیال "بگ بین" کی عمر اس وقت ۹۰ سال کی ہے۔ یہ گھڑیال لندن میں پارلیمینٹ کی عمارت پر لگا ہوا ہے۔ ریڈیو کے پھیلاؤ سے اس کی گھنٹی کی آواز کو ساری دنیا جانتی ہے۔

۱۰ فروری ۱۹۲۴ سے "بگ بین" کی آواز باقاعدہ طور پر ریڈیو پر سنائی جاتی ہے۔ اس کی آواز تاریخ کی خاص باتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ کو اس کی ۱۱ دفعہ "ٹن ٹن" کی آواز نے برطانیہ والوں کو خوش خبری سنائی کہ جنگ ختم ہو گئی اور ۲۱ سال بعد ۳۰ ستمبر ۱۹۳۹ کو اسی آواز نے دنیا کو بتایا کہ جرمنی کی جنگ ایک بار پھر چھڑ گئی ہے۔

"بگ بین" اصل میں گھڑیال کا نام نہیں، بلکہ اس کے تعمیراتی وزنی لنگر کا نام ہے، جو کہ گھنٹے بجا کر وقت کرنے کی منادی (خبر) کرتا ہے۔

گھنٹہ گھر ۳۱۶ فٹ اونچا ہے اور اس میں چڑھنے کے لئے ۳۷۴ سیڑھیاں ہیں۔ گھڑیال کے "ڈائل" (شکل) کی سمت کی چوڑائی ۲۳ فٹ ہے۔ ہندسے [نمبر] دو دو فٹ لمبے ہیں اور ایک منٹ کا فاصلہ ڈائل پر ایک فٹ کے برابر ہے۔ منٹ اور گھنٹے کی سوئیاں تانبے کی بنی ہوئی ہیں اور قریب ۱۴ فٹ لمبی ہیں۔ ان کا وزن پونے دو من کے قریب ہے اور انہیں چار آدمی مل کر اٹھا سکتے ہیں۔

اس کا وقت عجیب ڈھنگ سے صحیح رکھا جاتا ہے۔ اس کے لنگر [پنڈولم] کے بیچ ایک

[باقی صفحہ ۹ پر]

بوڑھا ڈاکٹر

ایک ڈاکٹر تھا، جو بہت برسوں سے سب لوگوں کی سیوا کرتا تھا۔ مالدار ہو یا غریب، کوئی بھی آتا تو جہاں تک ہو سکے اپنی اُن کی مدد اور علاج کرتا۔ غریب تو بیچارے کسی وقت پیسہ دے سکتے تھے، کسی وقت نہ بھی دے سکتے۔

ایک دن ڈاکٹر نے دل میں سوچا کہ "اب تو میں بہت تھکا ہوں۔ میری عمر بھی ٧٢ برس کی ہوئی۔ اب میں بوڑھا بھی ہو گیا ہوں، مجھ سے اتنا کام بھی نہیں ہو سکتا۔" یہ سوچتا ہوا وہ رات کو سو گیا۔ رات کو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیچارہ بوڑھا ڈاکٹر اٹھا اور دروازہ کھولا۔ باہر ایک آدمی کھڑا ہوا تھا۔ "چلو ڈاکٹر صاحب، میری بیوی بیمار ہے،" اس آدمی نے کہا۔ ڈاکٹر نے کہا، "میں چلونگا یا نہیں، یہ تو الگ بات ہے، پہلے مجھے ایک سوال پوچھنا ہے، آپ مالدار ہیں یا غریب؟" اس آدمی کو تعجب ہوا، مگر اس نے جواب دیا، "ہم تو غریب ہیں۔ نہیں معلوم آپ کو پیسے ابھی دے سکینگے یا نہیں۔ مگر آپ ڈریے نہیں، میں کسی طرح بھی آپ کی فیس بھر دونگا۔" ڈاکٹر نے کہا، "نہیں، نہیں، میں نے یہ سوال پیسے کے لئے نہیں کیا تھا۔ اب تو میں بوڑھا ہوا، اور مجھ سے بہت کام نہیں ہوتا۔ امیروں کے لئے تو بہت سے ڈاکٹر ہیں۔ اب سے میں تو صرف غریبوں کا ڈاکٹر ہوں۔"

—زرین۔

("مشہور گھڑیاں" کا باقی)

تھالی لگی ہے اور جب گھڑی پیچھے رہنے لگتی ہے تو تھالی میں ایک سکہ رکھ دیا جاتا ہے تاکہ لنگر تھوڑا تیز چلے، اور اس طرح وقت صحیح دینے لگے۔ اسی طرح اگر گھڑی آگے چلے، تو سکہ اٹھا لیا جاتا ہے۔

یہ ایک چوکور گھنٹہ گھر ہے۔ اس کی گھڑی کی ہر شکل کے نیچے لیٹن زبان میں لکھا ہے کہ خدا ملکہ وکٹوریہ کو محفوظ رکھے (سنبھالے)۔ اگر گھنٹہ گھر میں روشنی ہو تو سمجھنا چاہئے کہ پارلیمینٹ کی بیٹھک جاری ہے۔

گھڑیال ١٨٥٤ کی بنی ہوئی ہے اور گھنٹہ گھر اس سے پانچ سال بعد بن کر تیار ہوا۔ چنانچہ ٣١ مئی ١٨٥٩ کو گھڑیال چالو کیا گیا اور اس وقت سے اب تک صرف ایک بار مشین کی خرابی کے سبب یہ بند ہوا ہے، ورنہ ٹھیک کام کرتا رہا ہے۔

آس پاس کی خرابی سے اس کے کام میں دخل ہوتا رہا ہے۔ جیسے کہ ایک چڑیا نے اس کی مشینری میں اپنے رہنے کی جگہ بنا لی اور اس طرح مشینری ٹھہر گئی۔ یا ایک رنگاری نے اپنی سیڑھی غلط جگہ پر لگا دی اور گھڑی کی حرکت بند ہو گئی۔ ١٩٤١ میں ہوائی حملوں سے بھی اسے نقصان پہنچا۔

پہلے ٥٤ سال تک تو گھڑی کو ہاتھ سے چاوی دی جاتی رہی۔ اس کام پر ہفتے میں تین دن دو آدمی ٥ گھنٹے روزانہ صرف کرتے (لگاتے) تھے۔ پھر بجلی کی مشین لگا دی گئی، جو اب وہی کام ٤٠ منٹ میں کر دیتی ہے۔

(برٹش انفارمیشن سروس)

("گھر کی سجاوٹ" کا باقی)

بدلتا ہے۔ اس لئے ہر نئے رواج کو پوری طرح اپنانا نہ چاہئے اور گھر کو سجاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دو سال بعد پھر آپ اپنے آپ کو فیشن سے گرا ہوا نہ پائیں۔ گھر کے پرانے سامان کا نئے سے بدلنا اور اس کو بیکار سمجھنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ جو رواج آج نہیں رہا، دس سال بعد وہ پھر ہوگا۔ ایسا بہت بار ہوا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ کا سامان، لباس اور خیال آج پھر جاری ہے اور ہم اسے "نیا فیشن" کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ "نیا فیشن" پچاس سال پرانا ہے، جو ہمیں اپنی ماؤں اور دادیوں کے مکانوں کی یاد دلاتا ہے۔

(باقی پھر)

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی۔ رہبر اخبار "رہبر" پریس روپاریلا، کمبالا روڈ، بمبئی نمبر ٢٦ میں چھپتا ہے اور ہندی، اردو، گجراتی تینوں لکھائیوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔

گُناہ کی جڑ

(رحیم عبداللہ خاں لودھی)

ایک روز کا واقعہ ہے کہ ایک مُسافر کسی کام کو پیدل جا رہا تھا۔ وہ جیسا خوبصورت تھا ویسا ہی نیک سیرت (عادت) بھی تھا۔ وہ بڑا ایمان دار، صوفی، اور پرہیزگار تھا۔ جب وہ بہت دُور چلا گیا تو اُس کو پانی کی بہت پیاس لگی۔ گرمی کا موسم تھا اور دھوپ بہت سخت تھی۔ جب وہ پانی کی تلاش میں بہت دُور بیابان میں نکل گیا، تو اُس کو ایک بڑا خوبصورت محل دکھائی دیا۔ اُس محل میں چار دروازے تھے اس نے سوچا کہ ضرور مجھے یہاں پانی ملے گا۔ اس خیال سے اُس نے محل کی طرف رُخ کیا۔

جب محل کے پہلے دروازے میں داخل ہوا تو اُس کو وہاں پر ایک حسین (خوبصورت) عورت دکھائی دی۔ وہ اتنی خوبصورت تھی کہ چاند بھی اُس کو دیکھ کر شرماتا تھا۔ دیکھنے والوں کو حُور یا پری کا خیال ہوتا تھا۔ جب اس مُسافر نے اُس عورت کو دیکھا تو دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ مگر وہ اپنے دل میں یہ سوچ کر وہاں سے چلا گیا کہ پرائی عورت کو نگاہ اُٹھا کر دیکھنا بڑا پاپ ہے۔ جب دُوسرے دروازے میں قدم رکھا تو مزے دار کھانے دکھائی دیئے۔ اُن برتنوں کے پاس ایک خوبصورت لڑکا، جس کی عمر دو یا تین سال سے زیادہ نہ ہوگی بیٹھا تھا۔ دل نے کہا آگے بڑھ کر جو دِل چاہے سو کھا لے۔ مسافر کو بھوک بھی بہت لگی تھی، مگر اُس نے سوچا کہ غیروں کا مال کھانا ٹھیک نہیں۔ بھوکا ہوتے ہوئے بھی اُس نے اپنی خواہش کو دبا دیا

جب آگے بڑھا تو تیسرا دروازہ نظر آیا۔ جب اُس میں قدم رکھا تو ہیرے، موتی اور سونے، چاندی کے ڈھیر نظر آئے۔ دل نے کہا، ایسا موقع کبھی نہ آئے گا جتنا چاہے بھر لے۔ تیری ہمیشہ کی غریبی دُور ہو جائے، تجھے یہاں پر روکنے والا کوئی نہیں۔ مگر اُس نے کہا مجھے مفت اور حرام کا مال نہیں چاہئے مجھے اپنے بازو کی طاقت پر بھروسہ ہے۔ یہ کہہ کر چوتھے دروازے کا رُخ کیا۔

جب چوتھے دروازے میں داخل ہوا تو اُس کو وہاں پر شراب نظر آئی۔ وہ شراب پینے کے بابت سوچنے لگا۔ دِل نے کہا پانی پینے میں کیا حرج ہے، پانی اور اس میں کیا فرق ہے؟ آخر اس کے نفس نے اس پر قبضہ جمایا اور اس نے ایک گھونٹ شراب پی لی۔ جب ایک بار یہ مُنہ سے لگتی ہے تو چھوٹنے نہیں پاتی۔ اُس نے اور پینی شروع کی۔ یہاں تک کہ نشہ میں چُور ہو گیا۔ اس کو اپنے بُرے بھلے کا ہوش نہ رہا اور اپنے آپ کو بھول گیا۔ جب وہ پلٹ کر تیسرے دروازے میں گیا تو پھر ہیرے، موتی دیکھے، اُس نے جلدی سے بہت سے ہیرے موتی اپنی جھولی میں بھر لئے۔ اب شراب کی گندگی اُس پر قبضہ کر چکی تھی۔ اس لئے وہ چوری سے پیچھے نہ ہٹ سکا۔

جب دُوسرے دروازے میں گیا تو لذیذ کھانے دیکھ کر کھانے کو اس کا جی چاہا، لیکن سامنے چھوٹا بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ ان کھانوں کو کھانے کے لئے اس شرابی آدمی نے اس بچے کو مار ڈالا یہ شراب کا ہی نشہ تھا کہ ایک نیک اور رشی گن انسان ایک بے گناہ بچے کا خون کرنے سے بھی پیچھے نہ ہٹا۔ جب اس نے پیٹ بھر کر کھا لیا تو وہاں سے چلا۔

جب وہ پہلے دروازے میں پہنچا تو وہ حسین عورت نظر آئی۔ اب اس کے دِل پر نفس اور بدی کا راج تھا۔ اس نے زبردستی اس عورت کو بے عزت کیا۔

شراب کے ایک گھونٹ نے ایک نیک انسان کے ایسے قدم پھسلائے کہ وہ جیسے ایک ہی دم میں اُونچائی سے زمین پر گر پڑا۔ اور حیوان سے بھی بُرا بن گیا جن جن گناہوں سے وہ ایک مدّت تک بچا ہوا تھا وہ شراب کے ایک گھونٹ نے دم بھر میں اس سے کروا لئے۔

"خیریں" کا باقی

حکم دیا ہے۔ اس نے ایک سات سال کی لڑکی کے بدن سے ۲۰ بیس روپے کے زیور اُتار کر مارواڑی کے پاس دس روپے چار آنے میں بیچے اور لڑکی کے مُنہ میں کپڑا بھر کر ایک کھولی میں دن بھر بند رکھا۔ شام کو جب خود واپس آیا تو لڑکی مر چکی تھی۔ رات کو لاش اُٹھا کر چھت پر پھینک دی۔ یہ لاش بھی پولیس کے ہاتھ لگی ہے۔

خبریں

پونا میں کھیتی باڑی و جانوروں کے محکمہ کے افسروں کی کانفرنس ہوئی تھی جس میں شری ایم۔ پی۔ پاٹل، کھیتی باڑی اور جنگلوں کے وزیر نے بھاشن کرتے ہوئے کہا کہ جانوروں کی پیداوار بڑھانا کاشتکاری کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ یہ جانور ہمارے کسانوں کو مشینوں سے زیادہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

۱۹۵۱ء تک ہند کو اناج کے بارے میں اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ ہمارے ملک میں جانور ایک کروڑ ہیں اور زمین تین کروڑ ایکڑ سے زیادہ ہے۔ ان جانوروں کو بھی پورا چارہ نہیں ملتا اور کسان غریبی کے سبب حکومت کی دی ہوئی آسانیوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ جانوروں کی نسل سدھارنے اور پیداوار بڑھانے سے کھیتی کے کام کو بھی فائدہ ہوگا اور دودھ بھی ملے گا۔ آپ نے بتایا کہ پونا میں غیر قدرتی طریقہ سے جانوروں کی پیدائش بڑھانے کا تجربہ ہو رہا ہے۔

شری مرارجی ڈیسائی بمبئی کی حکومت کے ہوم منسٹر نے ۱۱ ستمبر کو پونا کی "عورتوں کی ہوم گارڈ جماعت" کے پہلے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے سمجھایا کہ عورتیں اپنی رحم دلی طبیعت سے کیا کیا کام کر سکتی ہیں اور قوم کو فائدے پہنچا سکتی ہیں۔ آپ نے کہا کہ ایسی جماعتیں سارے دیش میں قائم کر دی جائیں گی۔ ہندوستان میں جب تک عورتوں کو ترقی کے موقع نہ دیئے جائیں گے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم ترقی کر رہے ہیں۔ ہوم گارڈوں کو رائفلیں چلانا سکھایا جائے گا، مگر عورتوں کو صرف ایسے کام دیئے جائیں گے، جو وہ آسانی سے کر سکیں۔ اس کے بعد آپ نے ہوم گارڈوں کے لئے ایک طرح کی وردی (یونیفارم) رکھنے پر زور دیا۔

کپڑے کے چھوٹے بیوپاریوں کو بنا راشن کارڈ کے کپڑا بیچنے کی اجازت دی گئی تھی۔ راشن کا کپڑا بانٹنے والوں نے بھی یہ اجازت مانگی، کیونکہ ان کے بیوپار پر برا اثر پڑ رہا تھا اس لئے حکومت نے انہیں بھی یہ آزادی دے دی۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ ہند کی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ سن کے بنے ہوئے باہر جانے والے کپڑے پر لگان ایک ٹن پر ۸۰ روپے کے بدلے ۳۵۰ روپے کر دیا جائے۔

("اپنی باتیں" کا باقی)

نہیں پڑتا۔ جس کے پاس جو روپیہ ہے وہ اتنا ہی رہے گا کوئی گھبراہٹ نہیں ہونی چاہئے۔ ہندوستان امریکہ سے اناج اور مشینری خریدتا تھا۔ لیکن روپیہ کی قیمت گھٹا دینے سے اب مشینری اور اناج خریدنا بہت مشکل تو کیا بلکہ ناممکن ہوگا۔

پنڈت نہرو، ڈاکٹر جان متھائی اور دوسرے بڑے لیڈروں نے کہا ہے کہ اس قیمت کے گھٹانے سے آگے چل کر ہمیں فائدہ ہوگا، لیکن سوال یہ ہے کہ باہر ملکوں سے اگر پورا اناج نہ خریدا جائے گا تو پھر ان ۳۰ کروڑ ہندوستانیوں کو کس طرح کھلایا جائے گا؟

ہندوستان باہر ملکوں کو زیادہ تر صرف کچا سامان بھیجتا ہے، اور اس کے بدلے میں اگر اب مشینری اور اناج خریدنا کم کر دیا جائے تو پیداوار بے حد بڑھانی پڑے گی۔

پاکستان نے ابھی اپنے روپے کی قیمت نہیں گھٹائی ہے، اور کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ ہندوستان کو بھی اس طرح قیمت گھٹانا کم سے کم کچھ وقت تک ٹال دینا تھا۔

ہم ابھی یہ ٹھیک طور پر نہیں بتا سکتے کہ اس "ڈی ویلیو ایشن" کا اثر کیا ہوگا۔ نفع خوروں نے چیزوں کی قیمت بہت بڑھا دینا شروع کر دی ہے اور پنڈت نہرو نے اعلان کیا ہے کہ ایسے غریبوں کے پیسوں پر جینے والوں سے سختی سے برتاؤ کیا جائے گا۔ اب وقت ہی بتا سکتا ہے کہ ہندوستان کی حالت آگے چل کر کیا ہوگی۔ (امین)

TEL. NO. 44241

۵۸۷

REGD. N. B. 4532

۲ آنے

پندرہ روزہ

رہبر

ایڈیٹر۔

مسز کلثوم سایانی

۱۹۴۰ء میں قائم ہوا

سالانہ چندہ تین روپے

روپا ویلا ببمبئی نمبر ۲۶

جلد ۱۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۹ء نمبر ۱۱

نئی بات

جہالت ایک روگ ہے، خدا اسے فنا کرے
ہر ایک بے پڑھا لکھا، پڑھا کرے لکھا کرے
(شفیع الدین نیّر)

اپنی باتیں

آپ نے چند مہینوں پہلے آپ کے "رہبر" میں پڑھا ہوگا کہ بمبئی کی ایڈلٹ ایجوکیشن (پروڈ شکشن یا تعلیم بالغان) کمیٹی نے اپنا نام بدل کر "بمبئی شہر سوشیل ایجوکیشن (سماج شکشن) کمیٹی" رکھا۔ اپنا نام اس طرح بدلنے کے بعد تاریخ ۲۹ر نومبر کو اس کمیٹی نے اپنے پہلے سالانہ تعلیمی ہفتہ کی ستھاپنا (افتتاح) بھارتی ودیا بھون ہال میں کی۔ اس جلسہ کے صدر ہند حکومت کے تعلیمی صلاح کار ڈاکٹر تارا چند تھے۔ جلسہ کی شروع کی تقریر ڈاکٹر جیوراج مہتا نے کی اور شری ایس۔کے پاٹل، شری وائی۔ایم۔ فاضل بھائی اور شری چمپک لال مودی نے بھی بھاشن دئے۔

حالانکہ یہ کمیٹی روپئے کی کمی اور دوسری مشکلوں کے ہوتے ہوئے بہت بھاری کام کر رہی ہے۔ کئی لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کام بہت دھیرے ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے لوگوں نے علم کی ضرورت پر لمبے بھاشن تو خوب دئے ہیں لیکن جہالت مٹانے کے کام [illegible]

کون جانے اس میں کتنی صدیاں بیت جائیں گی۔

آج ہندوستان میں دس فیصدی لوگ بھی پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جہالت ایک روگ کی طرح دیش بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان دس فیصدی میں بھی کئی لوگ ہیں، جو کہ پڑھنا لکھنا کچھ کچھ سیکھنے کے بعد آسان کتابیں اور رسالے نہ ہونے کی وجہ سے اپنا سیکھا ہوا بھی بھول جاتے ہیں۔

اس جہالت کو مٹانے کا کام اتنا مہان ہے کہ دیش کی رکشا اور بچاؤ کے کام سے برابری کرسکتا ہے پھر بھی آج ہندوستان میں جتنا پیسہ بچاؤ اور رکشا میں خرچ کیا جاتا ہے۔ اس کا بیسواں حصہ بھی تعلیم پھیلانے میں نہیں خرچ کیا جاتا۔ یہی سبب ہے کہ بمبئی سماج شکشن کمیٹی کو صرف پیسے جمع کرنے کے لئے سال میں ایک تعلیمی ہفتہ منانا پڑتا ہے۔

اگر اس کمیٹی کو اچھی اسکیم اور دل سے کام کرنے والے لوگ سونپے جائیں تو قریب پانچ سال میں اس شہر کو، جو کہ ہندوستان کا پہلا شہر مانا جاتا ہے پڑھا لکھا کرنا کوئی زیادہ مشکل بات نہیں۔

سی۔پی نے اپنے ان پڑھوں کو ۱۹۵۲ء تک پڑھا لکھا بنانے کا جو ارادہ کیا ہے وہ باقی صوبوں کے لئے بہت ہی اچھا نمونہ ہے۔

آپ لوگوں میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ نہ صرف چندہ کی صورت میں جہاں تک ہو سکے جہالت مٹانے میں ہاتھ بٹائیں، بلکہ کم سے کم ایک ان پڑھ کو پڑھنا لکھنا سکھا کر اسے بھی زندگی کا اصلی مقصد سمجھنے کا موقع دیں۔

وقت سے پہلے پیدا ہونے والے

بچّہ کی دیکھ بھال

بعض بچے وقت سے پہلے پیدا ہوجاتے ہیں۔ ایسے بچوّں کی دیکھ بھال بہت ذمہ داری کا کام ہے۔ بلکہ اس بات میں شک نہیں کہ ایسے بچّہ کی زندگی نرس کی ہوشیاری، سنبھال اور محنت سے ہی بچ سکتی ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ نرس اپنے ہنر میں ماہر ہو اور آسے ایسے بچوّں کی دیکھ بھال کے اصول اچھی طرح معلوم ہوں۔

یہ تو سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر تندرست بڑی عمر کا آدمی کچھ نہ کچھ سردی گرمی سہہ لیتا ہے۔ اور موسم کے یکایک بدلنے سے اس کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا۔ سبب یہ ہوتا ہے کہ اس کا بدن موسم بدلنے پر بھی اپنی گرمی قائم رکھ سکتا ہے لیکن وقت سے پہلے پیدا ہونے والے بچّہ کے بدن کے حصے ابھی ادھورے ہوتے ہیں جس سے وہ اپنے بدن کی گرمی قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر اس بات پر فوراً دھیان نہ دیا جائے تو بچہ کی جان جوکھوں میں پڑ جاتی ہے۔ اس کے لئے کمرہ کی گرمی ۸۰ سے ۸۵ ڈگری فیرن ہائٹ ہونی چاہئے۔ گرمی کے ساتھ ساتھ کمرہ کی ہوا کو گیلا رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس سے بچّہ کے بدن کی گرمی قائم رہے گی۔ اگر کمرہ میں ایئر کنڈیشن پلانٹ لگا ہوا نہ ہو تو نرس کو چاہئے کہ کمرہ میں پانی کی ایک دیگچی دن رات اُبلتی رکھے۔ اس طرح ہوا گیلی رہے گی۔

اس بات کا دھیان رکھنا بھی ضروری ہے کہ بچّہ کو سانس ٹھیک آتا ہے۔ ایسے بچہ کے پھیپھڑے پوری طرح نہیں پھولتے اور اس کا ڈایا فریم (پیٹ کا پردہ) بھی کمزور ہوتا ہے، اس لئے اس کا سانس اکھڑا اکھڑا رہتا ہے۔ اور یہ ڈر کی بات ہے۔ اس لئے بچّہ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اس سلسلہ میں سب بندوبست کر کے رکھنا چاہئے۔ اور بچّہ کے پیدا ہوتے ہی اس کی سانس لینے کی نالی کو صاف کرکے، تاکہ کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر سے اسے آکسیجن دیتے رہنا چاہئے۔ اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ بچہ بار بار روئے۔ رونے سے پھیپھڑے پھیلتے ہیں اور سانس ٹھیک آتا ہے۔ اس کے لئے بچہ کے تلوؤں میں انگلی سے مارنا چاہئے۔

ہاتھ پاؤں مارنے سے بھی سانس ٹھیک آتا ہے۔ بدن میں خون دوڑتا ہے اور بدن کی گرمی بنی رہتی ہے۔ اس لئے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ بچہ خوب ہاتھ پاؤں ہلائے۔ بچہ کو بہت زیادہ کپڑے نہ پہنائے جائیں، ورنہ اسے ہاتھ پیر ہلانے میں رکاوٹ ہوگی۔

اچھا تو یہی ہوگا کہ اسے کپڑے پہنائے ہی نہ جائیں لیکن ساتھ ہی اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ کمرہ کی ہوا دن رات ایک جیسی گرم اور گیلی رہے۔

بچہ کے پاس ایسے آدمی کو نہ جانے دیں جس کو، اڑکر لگنے والی کوئی بیماری ہو۔ بلکہ نرس اور ڈاکٹر کو بھی منہ پر کپڑا باندھ لینا چاہئے۔ اور انہیں اپنے مُنہ یا سانس کی ہوا بچّہ کے منہ کے پاس نہیں چھوڑنی چاہئے۔

ایسے بچہ کی خوراک کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے۔ زیادہ خوراک سے کم خوراک دینا اچھا ہے۔ پہلے ہفتہ میں ہر تین گھنٹے کے بعد ایک خوراک بچہ کے وزن کے ایک پاؤنڈ پر ایک ڈرام (۱ پاؤنڈ = ۲۵۶ ڈرام) کے حساب سے دی جائے۔ دوسرے ہفتہ میں ہر تین گھنٹے بعد پاؤنڈ پر دو ڈرام کے حساب سے دینی چاہئے۔ اسی طرح آہستہ

(باقی صفحہ ۲ پر)

پرنٹر ... کلثوم سامانی رہبر اخبار رہبر پریس ... باوالا کمپاؤنڈ، لامنگٹن روڈ بمبئی ۲۶ میں چھپتا ہے اور اردو ہندی گجراتی تینوں لکھاوٹوں میں الگ الگ ...

خبریں

لندن کی خبر ھے کہ برطانیہ کی پارلیمنٹ میں ہندوستان کے جمہوری [ڈیموکریٹک] دستور کو ماننے کے لئے ایک بل رکھا گیا۔ ۲۶ جنوری کو ہندوستان اپنے نئے دستور کے پورے ہونے کی خوشی منائے گا اور آزاد ڈیموکریٹک ری پبلک بن جائیگا۔ حالانکہ پھر بادشاہ کی وفاداری کا پابند نہ رہیگا، پھر بھی، کومن ویلتھ کا ممبر ہونے کے سبب بادشاہ کو اس کا سردار سمجھیگا۔

جمو کی خبر ھے کہ کشمیر میں ہندوستانی فوج کے جوان اور افسر ہند حکومت کو خوراک کے معاملہ میں مدد کرنے کے لئے ہفتہ میں ایک وقت کھانا نہ کھائینگے۔ سب افسروں اور جوانوں کے باورچی خانے ہفتہ میں ایک وقت بند رہینگے۔ دوپہر اور رات کے کھانے کے لئے ایک پیالی کافی اور پھل دیئے جائینگے۔ بہت سے لوگ اس کو بھی چھوڑنے پر تیار ہیں۔ ایک فوجی جانکار نے بتایا ھے کہ فوجی باورچی خانے اب مہینہ میں دو دن کا راشن نہ لینگے۔ جس سے اناج بہت بچیگا۔

کرانچی کی خبر ھے کہ وہاں کی سرکار نے اعلان کیا ھے کہ انکم ٹیکس ڈاکخانے اور دوسری چند پہلے اور دوسرے درجے کی نوکریاں عورتوں کو بھی دی جائینگی۔ عورتوں کو بھی مقابلے کے امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی ھے۔

رہبر کے پڑھنے والوں سے عرض [ونتی] ھے کہ جب آپ ہم سے خط کتابت کریں تو اپنا خریداری نمبر، نام، ایڈریس وغیرہ صاف اکشروں میں لکھیں۔ اگر آپ کو نیا خریدار بننا ہو تو مہربانی کرکے یہ بھی بتائیں کہ آپ کو کونسي لکھائی [ہندی، اردو، یا گجراتی] میں رہبر چاہئے۔

بمبئی کی خبر ھے کہ یہاں دو سب انسپکٹر رشوت لینے اور قانون کے خلاف چلنے سے نوکری سے نکال دیئے گئے۔ ایک کانسٹبل نے عدالت میں بے ادبی کی اس لئے اسکی تنخواہ میں ایک سال تک کمی کر دی گئی۔ بمبئی کے اینٹی کرپشن محکمے نے اکتوبر کے مہینے میں ۱۳۰ آدمیوں کے خلاف جانچ کی، جن میں ۹ رشوت، ۳ دھوکہ، ۷ جوئے، ۲ سنیما کے ٹکٹ بیچنے والے، ۱ شرابی اور ۱۰۴ سود کھانے والے کیس تھے۔

نئی دہلی کی خبر ھے کہ ڈاکٹر راجیندر پرساد نے بتلایا ھے کہ ۱۶ کروڑ آدمیوں کو جو ووٹ دینے کا حق دیا گیا ھے انکے نام لکھنے کے لئے ۲۰ لاکھ فل اسکیپ شیٹ کاغذوں کی ضرورت ہوگی۔

یہ کاغذ اگر ایک کے اوپر ایک رکھے جائیں تو اس کی اونچائی ۲۰۰ فٹ ہوگی۔ اس سے پتہ چلتا ھے کہ چناؤ کا کام کتنا بھاری ھے۔ یہ چناؤ ۱۹۵۰ میں سردی کے موسم میں ہونے کی آشا ھے۔

بمبئی کے چند لوگوں کی طرف سے دی ہوئی اشوک کھمبے کا ماڈل جو کہ پنڈت نہرو نے لینے سے انکار کیا تھا، اس کی قیمت ۱ لاکھ ۵۰ ہزار روپئے کی بتلائی جاتی ھے۔ یہ کھمبا ساڑھے بارہ انچ اونچا ھے اور اسکے بنانے میں ۲۳۵ تولے سونا، ۱۲ تولے پلیٹینم اور بہت سارے ہیرے استعمال کئے گئے۔

دل کے ٹکڑے

* "لال" وزیرآبادی *

[تیسرا حصہ]

۵

ایک دن سیٹھو جی کی عورت بیٹھے بیٹھے رونے لگیں۔ شاید اپنی بچی کی یاد نے دل بھر دیا۔ یوں سوچنے لگیں کہ اگر آج اُن کی بیٹی زندہ ہوتی تو پورے ۱۹ سال کی بھرپور جوانی میں کھلکھلا کر ہنستی۔ خیالات نے اسے اور سوچنے پر مجبور کیا۔ نوکرانی کرشنا ابھی ابھی نظروں سے گزری تھی۔ اُسے پاس بلایا کہ دو باتیں کرکے دل کو ٹھنڈا کرسکے۔

سیٹھانی ـ کرشنا! تمہیں یاد ہے میری ایک لڑکی کھو گئی تھی؟

کرشنا ـ [سیٹھانی جی کی اور دیکھتے ہوئے] جی ہاں، سیٹھانی جی۔

سیٹھانی ـ کیا تم اُس کے بارے میں کچھ جانتی ہو؟ میرے جگر کا ٹکڑا۔ مجھ سے 'ماں' بھی نہ کہہ پایا تھا کہ جدا کر دیا گیا۔ اُس کی آنکھیں بھی نہ کھلی تھیں کہ اندھی کردی گئیں۔ آسمان کیوں نہ پھٹ پڑا۔ زمین کے ٹکڑے کیوں نہ ہو گئے [روتے روتے] ــ

کرشنا ــ [سیٹھانی جی ابھی اور کچھ کہتیں، مگر کرشنا بات کاٹ کر بولی] بس، سیٹھانی جی، بس۔

کرشنا کی آنکھوں کے سامنے ۱۹ برس کا پرانا قصہ بجلی کی طرح چمک پڑا۔ دل میں کہنے لگی، "سیٹھو جی نے کہا تھا ہم تجھے انعام دیں گے۔ سو روپئے میں مجھے ایک حسین خواب نظر آیا پھر ایک ننھی منی گورے گورے ٹکڑے میں پھونک کر جلا اُٹھی۔ مجھے انعام دیا گیا۔ قدرت کے بوجھل کو میں نے دبا رکھا ہے۔ خوش میں ہوں میں آج ہی اِس راز کو کھول دوں گی۔ میں بھی ایک ماں ہوں۔ اگر میری بچی مجھ سے جدا ہوجاتی تو میں بھی زندگی بھر تڑپتی۔"

وہ چلا اُٹھی، "سیٹھانی جی، سیٹھانی جی! اب اور کچھ نہ کہئے۔ میں خونی ہوں۔ میں نے ہی تمہاری بچی کا خون کیا ہے۔ لالچ نے مجھ پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ اور پھر......" پھر روتے روتے سب قصہ سیٹھانی جی سے کہہ دیا۔

قصہ سن کر سیٹھانی بیہوش ہو گئیں۔ کچھ دیر بعد ہوش آیا تو سیٹھو جی کی شکل آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی۔ "جلاد، اور وہ بھی میرے خاوند! جب میں نے پوچھا تھا کہ لڑکی کہاں ہے تو وہ کچھ جواب نہ دے سکے تھے۔ اُن کی خاموشی میں زہر بھرا ہوا تھا۔ میں نے غلطی کی۔ مجھے شور مچانا چاہئے تھا۔ گلی کوچے کے لوگوں سے صاف صاف کہنا چاہئے تھا کہ میری بچی کے خونی میرے خاوند ہیں۔ اُنھوں نے میری بچی کا خون کیا ہے۔

"ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ میں شور مچاؤں گی۔ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔ کیا ہوا اگر میں عورت ہوں۔ مالک نے ہم دونوں کا درجہ ایک بنایا ہے۔ میں دنیا میں مشہور کردوں گی کہ سیٹھو بھگت رام نے خون کیا ہے۔ قدرت کا خون کیا ہے۔" اتنا سوچتے سوچتے سیٹھانی جی کے دل کی آگ بھڑک گئی۔ اتنے میں سیٹھو جی نے گھر میں قدم رکھا۔

ہر روز کی طرح، ہاتھ منہ دھو کر چوکے میں جا بیٹھے۔ سیٹھانی گھر کے سامنے کمرے میں بیٹھی تھیں۔ سیٹھو جی تھوڑا انتظار کرنے کے بعد سوچنے لگے کہ 'موہن' کی ماں کہاں گئی [موہن سیٹھو جی کا بڑا لڑکا تھا]۔ موہن کو کہا "جاؤ بیٹا، ماں کو بلا لاؤ۔" اور موہن ماں کو بلا لایا۔

"سیٹھو جی! آج میں تمہیں بھوکا رکھوں گی۔ میرے دل میں ایک آگ سی لگی ہے۔ میں اُسے بجھا کر رہوں گی۔ تم ایک خونی ہو۔ تمہارے ماتھے پر خون کا داغ نظر آتا ہے۔ میں تمہاری دولت کی دھجیاں اُڑا دوں گی۔ دنیا سے کہوں گی، تم ایک خونی ہو۔ تم نے ہی میری بچی کو مارا ہے۔"

اتنا سن کر سیٹھ کی بھوک ختم ہو گئی۔ وہ چاروں دروازوں پر نظریں لگائے "کہیں پولیس تو نہیں پیچھا کر رہی ہے۔ اِس بات کا کسی کے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں نے کیا ہے؟ یہ بات تو صرف کرشنا ـ نوکرانی، کو معلوم تھی۔ یہ سب سیٹھانی کو کیسے معلوم ہوا؟ ضرور دال میں کالا ہے۔" سیٹھ سوچ میں ڈوب گئے۔

سیٹھ کرشنا کے لئے باہر نکلے تو کرشنا ملی نہیں۔ بہت پوچھا لیکن اُس کا سراغ نہ ملا۔ اصل میں وہ نوکری چھوڑ کر بھاگ چکی تھی۔ لیکن جاتے وقت وہ سیٹھانی سے ملتی گئی۔ پھر سیٹھو جی کو پھنسانے کے لئے کیا۔ کرشنا کے نہ ہونے سے سیٹھو جی سمجھیں کہ جو کانٹا کھٹک رہا تھا سو وہ نکل گیا۔ سیٹھو جی نے کہا، "اچھا ہوا ڈر کر بھاگ گئی، ڈرپوک کہیں کی۔" سیٹھو جی نے کہا، "بی بی صاحبہ، اب تم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہو۔ چاہو تو وکیل بھی میں کردوں۔" "اچھا ابھی تمہارا اِتنا ہی دل کھلا ہے۔" سیٹھانی گرجتی ہوئی آواز میں بولی، "میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔ تمہاری دو رنگی۔ ناک کٹوا کر ہی دم لونگی۔" اور سیٹھانی جی نے سیٹھ پر مقدمہ دائر کردیا۔

۶

اِدھر سرو قسمت کی ٹھوکریں کھاتی ہوئی میرٹھ میں پہنچی۔ یہ ایک اچھا شہر تھا یہاں بھی گلی کوچے میں مانگ مانگ کر پیٹ بھرنے لگی۔

کرشنا بھی قسمت سے، سیٹھ جی کو چھوڑ کر میرٹھ میں ہی اپنے رشتے والوں کے پاس گئی تھی۔ اب تو اُس کی عمر بوڑھوں کی سی ہو گئی تھی۔ سر پر کچھ سفید اور کالے بال ہو گئے تھے۔

ایک دن بازار سے گزر رہی تھی کہ ایک مانگنے والی نظر آئی۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ شاید اِس لڑکی کو کہیں دیکھا ہے۔ سوچی، اِس سے پوچھوں کہ یہ کہاں رہتی ہے؟ لیکن پھر خیال آیا کہ نہ جانے کون ہے؟ دل کہتا کہ اِس میں حرج ہی کیا ہے؟ غریب لڑکی ہے؛ کسی بڑے گھر کی تو ہے نہیں، جو کہے گی، "جا جا، تجھے کسی کو یہ پوچھنے سے مطلب؟" آخر میں دل کی جیت ہوئی۔

کرشنا اِس لڑکی کے پاس آئی۔ اُس کی صورت دیکھ کر، ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ یہ صورت تو سیٹھانی جی کی صورت سے بالکل ملتی ہے۔ "اگر آج سیٹھ جی کی لڑکی زندہ ہوتی......" یہ شبد اُس کے منہ سے جھٹ پٹ ہی نکل گئے۔ لڑکی عقلمند تھی، کہنے لگی، "ماں تم نے آگے نہیں کہا۔ کون سیٹھ؟ کس کی لڑکی؟ کیسے مر گئی؟"

پہلے تو کرشنا نے ٹالنے کی کوشش کی۔

(باقی صفحہ ۶ پر۔)

مزدور کا پیغام

ایسے دنیا میں بہت دیکھے ہیں جیسے مزدور
جنکو ہر ایک ستم پیٹ کی خاطر منظور۔
رات دن جنکی مصیبت میں گزر ہوتی ہے،
دنیا والو تمہیں کب اسکی خبر ہوتی ہے۔

تم جو جیتے ہو تو دولت کے لئے جیتے ہو،
چین و آرام سے دن ــ رات بسر کرتے ہو۔
تمنے مزدور کو مزدور سمجھ کر دیکھا،
بیکس و لاغر [۱] و مجبور سمجھ کر دیکھا۔

تمکو پیسے نے ہی مغرور بنا رکھا ہے،
تمنے مزدور کو مزدور سمجھ رکھا ہے۔
آؤ بتلائیں کہ مزدور کی طاقت کیا ہے،
آؤ دکھلائیں کہ مزدور کی عزت کیا ہے۔

یہ وہ ہے جس نے کہ خود تم ہی کو زردار کیا،
یہ وہ ہے جس نے بیابان [۲] کو گلزار [۳] کیا۔
اسکے ہاتھوں نے ہی دنیا کو اُجالا بخشا،
اِسی کمزور نے تم سبکو نوالا بخشا۔

اِسی کنگال نے تم سبکو یہ دولت بخشی،
اسی کمزور نے تم سب کو یہ طاقت بخشی۔
آج دنیا میں اگر ہوتی نہ مزدور کی ذات،
پوچھی جاتی نہ ٹکے کو بھی تمہاری پہچان۔

آج دولت کے بھروسے پہ تم اِتراتے ہو،
سامنے دیکھ کے مزدور کو کتراتے ہو۔
ہوش میں آؤ ذرا دیر کو آنکھیں کھولو،
کیا یہ مزدور بھی انسان نہیں ہے، بولو؟

جب یہ انسان ہے تو پھر اِس سے عداوت کیسی،
دلمیں تم سب کے یہ مزدور سے نفرت کیسی۔
ریت دنیا کی ہے ہوتا ہے گھمنڈی برباد،
خالی جائیگی نہ مزدور کی دکھبھری فریاد۔

تمکو پہچانا امیروں کو ہے مزدور کا پیغام
طارق یہ بڑا کام ہے بڑا کام ہے بڑا کام،

ــ "طارق" جالونی۔

[۱] کمزور [۲] ریگستان [۳] ہرا بھرا

مسٹر یوسف پٹیل

آج قریب تین سال سے "رہبر" میں نیوانڈیا اشورنس کی اشتہارات آتے تھے۔ اس مشہور کمپنی کی شاخیں سارے ہندوستان میں پھیلی ہیں۔ اور ہندوستانی بیمہ کمپنیوں میں نیوانڈیا پہلا درجہ رکھتی ہے۔

تاریخ ۲۲ نومبر کو اس کمپنی کے منیجر مسٹر یوسف پٹیل کا انتقال اپنے مکان "عزیزآرا" جوچاٹی پر شام کو ۷-۴۵ بجے ہوا۔ رہبر کے پڑھنے والوں کے لئے ہم انکی زندگی اور کام کا کچھ حال لکھتے ہیں۔

مسٹر یوسف پٹیل ایسے خاندان سے تھے جس کی قومی، ملکی اور انسانی خدمت آج تک بھولی نہیں گئی ہے۔ آپ ڈاکٹر اسمعیل جان محمد کے نواسے اور ڈاکٹر رجب علی اور شمس بانو پٹیل کے بیٹے تھے، مسٹر بہرام صاحب کے داماد اور مسز کلثوم سایانی کے بہنوئی تھے۔ اپنے بزرگوں کی طرح یوسف صاحب نے اپنی ذاتی محنت، قابلیت اور کوشش سے بیمہ کی دنیا میں شہرت حاصل کی۔

صرف ۹ سال کی عمر میں اپنے اپنے والد کے ساتھ انگلستان اور یورپ کا دورہ کیا تھا۔ آپ کا بچپن شرارت سے خالی نہ تھا۔ یورپ میں اس زمانہ میں دودھ سویرے گاڑیوں میں سے بوتل بھر کے گھروں میں پہنچایا جاتا تھا۔ چھوٹے یوسف صاحب ان گاڑیوں کے نزدیک جانے میں بڑا مزہ لیتے تھے۔ اور خط میں گھر لکھواتے کہ ابا، سب عمدہ چیزیں ہیں نہ صرف انگلش کی خوبصورت ہیں۔ آپ نے دودھ کی چیز بتایا کہ صرف انگلش انکی پیاری ہیں۔ آٹھ سال کی عمر میں یوسف صاحب کے سر سے آپ کی والدہ کا سایہ اٹھ گیا تھا۔

[illegible] کالج میں تعلیم ختم کرنے کے بعد مسٹر یوسف یورپ گئے۔ وہاں سے لوٹنے پر نیوانڈیا اشورنس کمپنی میں آپ کام سیکھنے کے لئے اپرنٹس ہوئے۔ دو سال بعد کمپنی نے یوسف صاحب کو انگلستان کی ایک مشہور بیمہ کمپنی میں ٹریننگ کے لئے بھیجا۔ وہاں سے لوٹنے پر آپ نیوانڈیا کی کلکتہ شاخ کے منیجر بنائے گئے۔ اس وقت آپ کی ۱۴ سال تک [illegible] سے سنبھالا اور ترقیاں کہ کلکتہ کی شاخ نیوانڈیا کی پہلی شاخ مانی جانے لگی۔ اور [illegible] کمپنیوں میں پہلا درجہ رکھنے لگی [illegible] صرف [illegible] کے ذریعہ

ہوتا ہے، اور بہت سالوں تک آپ کا ہاتھ ان انجمنوں کے چلانے میں رہا۔ بلکہ یوسف صاحب پہلے ہی ہندوستانی تھے جو کلکتہ فائر ایسوسی ایشن اور کلکتہ اشورنس ایسوسی ایشن کے صدر [چیرمین] چنے گئے۔ سنہ ۱۹۴۲ میں آپ کلکتہ سے بمبئی ہیڈ آفس میں بلائے گئے تھے۔ آپ کو باہر ملکوں کے بیمہ کا کام سونپا گیا تھا۔ ان ملکوں میں اور انٹرنیشنل بیمہ مارکیٹ میں آپ ہندوستانی بیمہ کے سفیر مانے جانے لگے۔ اور انٹرنیشنل بیمہ کے بانیوں میں سے سمجھے جانے لگے۔ اس سلسلے میں آپ یورپ اور پچھمی ملکوں کا دورہ کیا تھا۔ اور ہر جگہ دی انشورنس کمپنیوں میں آپ کے تجربے اور اخلاق نے عزت اور شہرت حاصل کی تھی۔

آپ کا جنم ۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ کو ہوا تھا اور آپ کی شادی سنہ ۱۹۳۲ میں ہوئی تھی۔ باہر ملکوں کے سفر میں آپ کی بی بی مسز شیریں پٹیل نے ہمیشہ آپکا ساتھ دیا۔ ایک وقت مسز پٹیل کی زبانی سنا گیا تھا، کہ جب پٹیل صاحب اپنے سے کم درجے کے لوگوں سے یا نوکروں سے بات کرتے تھے تو پتہ نہیں چلتا تھا کہ کون نوکر ہے اور کون سیٹھ ہے۔ آپ ہردلعزیز [پیارے] تھے۔

۴۵ سال کی عمر میں آپکی اچانک موت پر بیمہ کی دنیا کے چاروں کونوں سے غم اور شوک، تاروں اور خطوں سے ظاہر کیا گیا ہے۔ آپکے غم میں نیوانڈیا کی ہندوستان بھر کی شاخیں بند رکھی گئی تھیں۔ تاریخ ۲۴ نومبر کو کمپنی نے شوک سبھا بلائی تھی، جس میں مسٹر سی. کے. شاہ، کمپنی کے جنرل منیجر نے مرحوم کی کامیاب زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی مایاناز اخلاقی خوبیوں کا بیان کیا تھا۔ پٹیل صاحب کی اولاد میں صرف ایک ۱۳ سال کی بیٹی نیلوفر ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ مرحوم کی روح کو شانتی، اور جنت اور ان کے خاندان والوں کو صبر بخشے۔

["بچہ کی دیکھ بھال" کا باقی]

آہستہ خوراک بڑھائی جائے۔ جب بچہ کا وزن ۵ پاؤنڈ ہوجائے تو رات کی ایک خوراک بند کر دی جائے۔ یعنی ۲۴ گھنٹوں میں ۷ دفعہ خوراک دی جائے۔ دودھ نالی کے ذریعہ دینا چاہئے، کیوں کہ دودھ کے خوراک کی نالی کے بدلے سانس کی نالی میں چلے جانے کا ڈر رہتا ہے۔

دودھ کے ساتھ ساتھ وٹامن کی کمی کو پورا کرنے کی طرف بھی دھیان دینا چاہئے مچھلی کا تیل [وٹامن ڈی] اور نارنگی کا رس [وٹامن سی] دیتے رہنا چاہئے۔

["دل کے ٹکڑے" کا باقی]

لیکن لڑکی کے باربار پوچھنے پر کہنے لگی، "بیٹی! تمہیں اپنی زندگی کی کہانی کچھ یاد ہے؟ (باقی پھر)

ریلوے کا بانی

۱۵۰ سال کی بات ہے کہ ایک بارہ سال کا لڑکا جس کا نام جارج اسٹیفنسن تھا۔ انگلستان کے اُتر میں کوئلہ کی ایک کان میں کام کرنے کے لئے گیا۔ اس کا باپ کوئلہ کی کان میں ایک ایسے انجن کی دیکھ بھال کرتا تھا جس کی مدد سے کان سے پانی نکالا جاتا تھا۔ وہ اپنے باپ کو اس کے کام میں مدد دینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے یہ لڑکا چرواہے کا کام کرتا تھا۔ لیکن جب کبھی اسے وقت ملتا تھا وہ اپنے باپ کے انجن کو بڑے دھیان سے دیکھا کرتا۔

اس لڑکے کو اسکول کی تعلیم بالکل نہ ملی تھی۔ لیکن خدا نے اسے بڑی سوجھ بوجھ دی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں اُس نے اس زمانہ کے انجنوں کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کرلیں۔

اس وقت کانوں سے کوئلہ کی مال گاڑیاں گھوڑوں کی مدد سے کھینچی جاتی تھیں۔ جارج اسٹیفنسن کے دل میں ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ وہ ایک ایسا انجن بنائے جو ریل کی پٹڑی پر مال گاڑیوں کو کھینچ سکے۔ اور وہ ۱۸۱۴ء میں ایک ایسا انجن بنانے میں کامیاب ہوگیا۔

اسٹیفنسن کی اس کامیابی کو دیکھ کر کمپنی نے اسے اپنا انجینیر ٹھہرا لیا۔ یہ کمپنی اسٹاکٹن اور ڈارلنگٹن کے شہروں کے بیچ ریل کی پٹڑی بنارہی تھی۔ خیال یہ تھا کہ اس پٹڑی پر گاڑیوں کے آگے گھوڑے جوتے جائیں، لیکن جارج اسٹیفنسن نے اپنے مالکوں سے عرض کی کہ وہ اس کے انجن کو استعمال کریں۔ بہت مشکل سے وہ اس انجن کو آزمانے کو راضی ہوئے۔ ایک ریل کا انجن بنایا گیا جسے ستمبر ۱۸۲۵ء میں جب اس ریل کی پٹڑی شروع ہوئی، اپیوگ کیا گیا۔ گاڑی میں مسافر تھے اور سامان بھی۔ یہ انجن قریب پندرہ میل کی چال سے گاڑی کو بڑی سنبھال سے کھینچ کر لے گیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔

اس کے بعد اسٹیفنسن لیورپول اور مینچسٹر کے بیچ ایک اور ریلوے کا انجینیر بنایا گیا۔ لیکن اس وقت برطانیہ میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو نئی چیزوں کے خلاف تھے۔ سمجھتے تھے کہ انجنوں سے ان کے مکانوں کو آگ لگ جائیگی۔ ان کی گائیں مرجائیں گی۔ بچے برباد ہو جائیں گے۔ انجنوں کی آواز، دھوئیں، اور آگ کی روشنی سے لوگوں کی تندرستی پر بُرا اثر پڑے گا۔ لیکن جارج اسٹیفنسن بڑی مشکل سے ان کے شک کو دور کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اسے ریل کی پٹڑی کے لئے ایک انجن بنانے کی اجازت مل گئی۔ مگر کمپنی کے مالکوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسٹیفنسن کے بنائے ہوئے انجن کو اور انجنوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

جارج اسٹیفنسن نے پھر دنیا کا سب سے مشہور انجن 'راکٹ' بنایا۔ اس کے بعد مقابلہ ہوا۔ اس مقابلہ میں تین اور انجنوں نے حصہ لیا۔ ایک انجن تو شروع میں ہی پھٹ گیا۔ دوسرا تھوڑی دیر میں ٹوٹ گیا اور تیسرا انجن مقابلہ سے ہٹا لیا گیا، لیکن 'راکٹ' ہر طرح کامیاب رہا۔

بس پھر کیا تھا اسٹیفنسن کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ سارے برطانیہ اور دوسرے ملکوں میں ریلیں بننی شروع ہوگئیں، اور اسٹیفنسن کا نام ہر ایک کی زبان پر تھا۔

(برٹش انفارمیشن سروس)

ٹہلتے ہوئے

ابھی کچھ دنوں کی بات ہے کہ ایک روز شام کے وقت میں اپنی عادت کے مطابق گھومنے جا رہا تھا۔ موسم بھی کچھ سہانا تھا۔ آسمان پر لال رنگ کی ہلکی ہلکی ڈوبتے سورج کی کرنیں پڑ رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے اونچے اونچے مکانوں کی دیواروں پر بھی لال رنگ جھلک رہا تھا اور خاص کر کھڑکیاں اور ان کے کانچ ایک عجیب سا دل لبھانے والا منظر پیش کر رہے تھے۔

میں آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا جا رہا تھا۔ اتفاق سے جس راستہ سے میں جا رہا تھا، وہ ایک شراب خانہ کے پاس سے ہوکر گذرتا تھا۔ جس وقت شراب خانہ کے سامنے پہنچا تو ایک ہنگامہ دیکھنے میں آیا۔ جسے دیکھئے اپنے آپے سے باہر۔ ہر آدمی اپنے اپنے پیالے کی خیر منا رہا ہے۔ ایک لوٹ مچی ہے۔ کھڑکی پر بیسیوں آدمی کی لائن لگی ہے۔ ان میں اُجلے پوشش، غنڈے، مزدور قلی، کباڑی، سب طرح کے لوگ موجود ہیں۔ میں ذرا دیر کے لئے ٹھہر کر تماشا دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک شرابی ہاتھ میں شراب سے بھرا ہوا پیالہ لئے ہوئے میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور کچھ گنگنانے لگا۔ میں نے اس سے پوچھا "بھائی کس لئے اپنی دولت اور زندگی برباد کرتے ہو؟ ان چند گھونٹوں کے پینے سے سوائے نقصان کے کیا فائدہ ہے؟"

اس نے فوراً مجھ کو نیچے سے اوپر تک غور سے دیکھا اور کہا، جناب آپ کی کیا عقل ماری گئی ہے؟ ہمارے ملک میں آج لڑائی جھگڑے اور فساد جو ہو رہے ہیں وہ سب ذات، پات، آپس کی پھوٹ اور چھوت چھات کا نتیجہ ہیں۔ یار، یہ جگہ تو ایسی اچھی ہے کہ نہ یہاں کسی کی ذات پوچھی جاتی ہے نہ کوئی کسی سے چھوت مانتا ہے۔ نہ آپس میں پھوٹ پڑتی ہے۔ بس جیب میں پیسے ہونا چاہیئے اور ہر شرابی اپنا بھائی ہے۔ سب ساتھ بیٹھ کر پیتے ہیں۔ مزے کی باتیں ہوتی ہیں، نہ یہاں کوئی ہندو ہوتا ہے نہ مسلمان، نہ سکھ ہوتا ہے نہ عیسائی، بلکہ سب ہوتے ہیں شرابی بھائی! اگر اسی طرح سے ہماری حکومت سارے ملک میں شراب خانے کھلوا دے تو یہ سارے جھگڑے اپنے آپ مٹ جائیں اور ہندوستان بہت اچھا ملک ہو جائے۔ اگر میری حکومت ہوتی تو میں تو شراب کی ایک ندی سارے ملک میں نکلوا دیتا۔ سب غریب امیر مزے سے پیتے۔" اور پھر اس نے اپنی گندی اور نہ جانے کتنی پُرانی شراب کو اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

میں اس کی ساری باتیں سن سن کر مسکراتا رہا، اور ان نئے خیالوں کو اس وقت تک سنتا رہا جب تک کہ شراب نے اسے بیہوش نہ کر دیا۔ جب وہ مست ہوکر اپنی دھن میں عجیب عجیب حرکتیں کرنے لگا تو میں اپنے راستہ پر ہو لیا۔ رہ رہ کر مجھے اس کے عجیب خیالوں پر ہنسی آ رہی تھی، اور میں ہنستا ہوا اپنی عادت کے مطابق ٹہلتے ہوئے چل دیا۔

(فضل الرحمٰن)

TEL. No. 44241

REGD. B. 4532

پندرہ روزہ

سالانہ چندہ تین روپے

رہبر

ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی
روپا ویلا۔ بمبئی نمبر ۲۶

سنہ ۱۹۴۴ میں قائم ہوا

جلد — بمبئی تاریخ ۱ر جنوری سنہ ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۲

نیا سال مبارک

نیک بات

تندرست بدن میں تندرست دماغ
(لیٹن سے ترجمہ)

اپنی باتیں

آپ لوگوں میں سے جن کو کھیل کود "گیمس اینڈ اسپورٹس" وغیرہ کا شوق ہے ان کو تو پتا ہی ہوگا کہ ۱۶ دسمبر سے لے کر ۲۰ دسمبر تک بمبئی کے بریبورن اسٹیڈیم پر ہندوستانی ٹیم اور کامن ویلتھ کی ٹیم میں کرکٹ میچ ہوا۔ پانچ روز کھیلنے کے بعد میچ "ڈرو" ہوا آخری اسکور تھا:۔

کومن ویلتھ ٹیم (پہلا داؤ)	... ...	۴۴۸ رن
ہندوستانی ٹیم (پہلا داؤ)	... ...	۲۸۹ رن
ہندوستانی ٹیم (دوسرا داؤ)	۸ وکٹ گرنے پر ڈکلیرڈ	۳۰۴ رن
کامن ویلتھ ٹیم (دوسرا داؤ)	۳ وکٹ گرنے پر	۱۱۰ رن

جن لوگوں کو کرکٹ میں بہت دلچسپی ہے انہوں نے اخباروں میں اور خود میچ دیکھ کر ہر کھلاڑی کے الگ الگ اسکور کا تو پتہ چلایا ہی ہوگا، اور جو لوگ اس بلّے اور گیند کے کھیل سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ان کو یہ سب اسکور پڑھنے میں لطف بھی نہیں آئے گا۔ اس لئے ہم آپ کو صرف یہ بتائیں گے کہ جب اتنا بڑا میچ ہوا کرتا ہے تو دیکھنے والے لوگوں کا برتاؤ کیسا ہوتا ہے۔

بریبورن اسٹیڈیم اتنا بڑا ہے کہ اس میں قریب ۲۵,۰۰۰ ہزار آدمی بیٹھ کر میچ دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے چار حصے ہیں۔ ایک تو کرکٹ کلب آف انڈیا ہے جس میں ایسے لوگ جو کلب کے ممبر ہوں۔ دوسرا ہے پچھمی حصہ۔ جہاں ہندو اسلام، پارسی، کیتھولک اور یورپین جمخانوں کے ممبر کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ تیسرا اتری حصہ جہاں بڑے بیچوں کے لئے لوگ ۲ روپیہ دس آنہ کا ٹکٹ خرید کر بنچوں پر تشریف رکھتے ہیں۔ اور جو تھا ہے پوربی حصہ جہاں ایسے لوگ بیٹھتے ہیں جن کے پاس زیادہ پیسے نہ ہوں اور ان کو ایک روپیہ ۵ آنے کے ٹکٹ خریدنے پر بھی کرسیاں یا بنچیں بھی نصیب نہیں ہوتیں۔ جب کوئی بڑا میچ کھیلا جاتا ہے تو دیکھنے کے لئے لوگ ایسے لپکتے ہیں اور اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ اگر اوپر سے کوئی ایک تھال پھینکے تو سر ہی سر گرے۔ ٹکٹ خریدنے کے لئے وہ دھکا مکی، وہ چلاّنا اور

(باقی صفحہ ۸ پر)

آپ جانتے ہیں؟

یو-ایس-اے کے ایک اسپتال میں دق کے بیماروں کو موت سے بچانے کے لئے اصلی پھیپھڑوں کی جگہ پلاسٹک کے پھیپھڑے لگائے جاتے ہیں۔

یہ پلاسٹک گوشت کی طرح نرم ہوتا ہے۔ اس کا وزن بھی اصلی پھیپھڑوں کے برابر ہوتا ہے اور ایسے ہزاروں سوراخ صفائی سے بنے ہوتے ہیں جیسے اصلی پھیپھڑے میں ہوتے ہیں۔ اس میں نہ کوئی بدبو ہے اور نہ کوئی مزہ اور نہ کوئی رنگ۔ یہ خراب بھی نہیں ہوتے اور اسی طرح کام دیتے ہیں جس طرح اصلی پھیپھڑے۔

برطانیہ میں ایک ۵۳ سال کا آدمی ۱۹۱۴ سے ۱۹۱۹ تک کی جنگ میں جرمنی حملوں سے جل کر سخت زخمی ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پیٹھ کے گہرے زخموں کو ایک نرس کی ران کے گوشت سے بھرا گیا۔ بیس سال کے بعد اس کے زخم بالکل اچھے ہو گئے۔ پھر ذرا سی چوٹ لگنے سے اس کے بازو میں کہنی اور کندھے کے بیچ چمڑی پھٹ گئی اور وہاں ایک سینگ اُگنے لگا۔ یہ روزانہ نیچے کی طرف جھکا ہوا بڑھتا جاتا تھا، مگر اس میں درد نہ تھا۔ جب وہ کچھ بڑھتا تو وہ آدمی اُسے کاٹ لیتا۔ آخر اس میں درد ہونا شروع ہوا۔ وہ اسپتال گیا اور آپریشن کر کے اس سینگ کو جڑ سے نکال دیا گیا۔ اس آدمی نے ایک ڈبہ وہاں کے ڈاکٹروں کو دیا جس میں اس نے سینگ کے کاٹے ہوئے ۱۷ ٹکڑے جمع کر کے رکھے تھے۔ یہ سب ٹکڑے جوڑے گئے تو ایک فٹ لمبا سینگ بنا۔ یہ سینگ وہاں کے "رائل کالج آف سرجنس" کے میوزیم میں رکھا گیا ہے۔

لندن کی خبر ہے کہ انگلستان میں جلد ہی ایک ایسا کارخانہ کھل رہا ہے جو بناوٹی خون تیار کر کے ہسپتالوں میں پہنچائے گا تاکہ ضرورت کے وقت اگر کسی بیمار کے لئے انسان کا خون نہ مل سکے تو یہ خون اُسے دیا جائے۔

خبریں

حیدرآباد کی خبر ہے کہ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کے نیتا پنڈت سندر لال جی نے اپنی تقریر میں کہا "اگر دنیا کو زندہ رہنا ہے تو مذہب کو بھی زندہ رکھا جائے۔ اگر مذہب کو زندہ رکھنا ہے تو سب مذہب ختم کر دئے جائیں۔ دُنیا کو صرف ایک مذہب کی ضرورت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مذہب سے نقصان ہوا۔ نقصان مذہب سے نہیں بلکہ مذہب کے غلط اُپیوگ سے ہوا!"

آخر میں آپ نے کہا کہ سب لوگ انسانیت کے دھرم کو جاری کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

بمبئی کی حکومت نے شریمتی پریم لیلا ٹھاکرسی کو ایک سال کے لئے شریمتی نتھی بائی دامودر ٹھاکرسی ویمنس یونیورسٹی کا نائب صدر (وائس چانسلر) بنایا ہے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ سردار پٹیل نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ گاندھی جی کے قتل کے مقدمے کے لئے ۹،۶۴،۳۳۸ (نو لاکھ چونسٹھ ہزار تین سو اڑتیس) روپیہ خرچ ہوا۔ آپ نے بتایا کہ اس رقم میں سے قانونی اخراج کو ۳،۸۶،۲۳۰ (تین لاکھ چھیاسی ہزار دو سو تیس) روپیہ دیا گیا۔ بمبئی کے ایڈوکیٹ جنرل اور ان کے ساتھیوں کو ۲،۳۹،۷۱۳ (دو لاکھ انتالیس ہزار سات سو تیرہ) روپیہ دیا گیا۔ دوسرا خرچ ۲۹،۳۰۰ (انتیس ہزار تین سو) اسپیشل جج کی تنخواہ، اور باقی خرچ آفس، پولیس وغیرہ کا ہوا۔

لندن کی واکر گیلریز میں جو ایگزیبیشن ہوا تھا اس میں پندرہ تصویریں اور نقشے بنانے والوں کا کام دکھایا گیا۔ ان میں سے ایک کولھاپور کے وشوناتھ نگیشکر ہیں۔

مسٹر نگیشکر نے انگریزی فلم "بلیک نارسی سس" (کالا نرگس) میں پردہ پر ہمالیہ پہاڑ کی تصویر اس خوبی سے بنائی تھی کہ کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ وہ پردہ پر بنی ہوئی ہے۔ ایگزیبیشن میں رکھی ہوئی ان کی چھ تصویریں بھی ان کے ہنر کا ایک انوکھا نمونہ ہیں۔

ہمارا شہر

[بیگم مفخم جابرعلی]

پڑھے لکھے اور سدھرے ہوئے لوگ اپنے شہر کی محبت اور اُس پر فخر کرنے کا احساس جاہلوں کے مقابلہ میں زیادہ رکھتے ہیں۔ ہمارے شہر بمبئی کو قدرتی خوبصورتی حد سے زیادہ حاصل ہے، جس پر ہم، یہاں کے رہنے والے ناز کر سکتے ہیں۔ جب کبھی ہم باہر ملکوں کی سیر کرا نے جاتے ہیں، جدا جدا راجدھانیوں اور بڑے مشہور شہروں کو دیکھ کر اُن کی شاندار عمارتوں، گرجا اور سینیما گھروں، نمائش خانوں، ہسپتالوں، کتاب گھروں، دکانوں، باغوں وغیرہ کا اثر اپنے دل پر لے کر گھر کی طرف آتے ہیں، تب سمندر سے بمبئی کا نظارہ دیکھ کر جی پر عجب اثر ہوتا ہے۔ اِس کے آس پاس کی پہاڑیوں، تاڑ اور دوسرے درختوں سے جو پیارا منظر تصویر کی طرح سامنے کھنچ آتا ہے اِس سے دل میں ایک خوشی اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور ہم دوسرے شہروں سے اس کا مقابلہ خوش ہوکر کرتے ہیں۔ مگر کیا اس خوبصورتی کو ہم دوسری طرح نبھانے یا بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیا ہمیں یہ خیال رہتا ہے کہ اپنے شہر کے اندر کی خوبصورتی بڑھانے اور قایم رکھنے میں ہر آدمی کا ہاتھ ہونا چاہئے؟ کیا ہم یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اِن باتوں میں صرف سرکار کے سر الزام تھوپ دینا کوئی اِنصاف کی بات نہیں ہے، بلکہ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ اپنی اپنی طاقت کے برابر اپنی اپنی جگہ اِس فرض کو ادا کرے؟

اپنے گھروں اور باغوں کو صاف ستھرا اور خوبصورت بنا کر ہم نہ صرف اپنی ذاتی خوشی، بلکہ ساتھ ہی ساتھ شہر کی رونق بھی بڑھاتے ہیں۔ سڑکوں پر صفائی بہت ہی ضروری چیز ہے۔ لیکن ہم میں سے کتنے لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ اِن پر گندگی، کاغذ، پھلوں کے چھلکے وغیرہ وغیرہ پھینک کر انہیں بد صورت نہ بنانا چاہئے؟ ہر جگہ جہاں ردی کی ٹوکری یا ڈبہ رکھا گیا ہو وہیں اِن چیزوں کو پھینکنا چاہئے؟ اور ملکوں میں سڑک چلنے والوں کو ان باتوں کا بہت خیال رہتا ہے، تب ہی تو اُن کے شہر کی سڑکیں، گلی کوچے اتنے صاف ستھرے ہوا کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں اِس بات کی ذرا بھی تعلیم نہیں دی جاتی، جس کا برا نتیجہ ہم رات دن دیکھتے اور پڑھتے ہیں۔ سڑکوں پر چھلکوں کا پھینکنا برا تو معلوم ہوتا ہی ہے، اِس کے علاوہ بہت نقصان بھی ہوتا ہے۔ اور اِسے گناہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ اکثر اِن چھلکوں پر راستہ چلنے والوں کا پیر پھسل جاتا ہے اور انہیں چوٹ آتی ہے۔ اور کئی وقت ایسی چوٹ آتی ہے کہ جان جوکھوں میں پڑ جاتی ہے۔ کئی مثالیں میرے خود کے تجربہ میں ہیں، جب کہ اسی طرح کسی بے پرواہ نے کیلا یا اور پھل کھا کر چھلکا راستہ پر پھینک دیا، اور بچارہ سڑک پر جانے والا اُس پر پھسل کر گرا۔ ہاتھ پیر ٹوٹ گئے۔ ہڈی میں ایسی چوٹ آئی کہ مہینوں تک بستر پر رہنا پڑا۔ اور کئی لوگوں کو تو ہمیشہ کے لئے ہاتھ پیر میں ایک خرابی رہ جاتی ہے، اور اُن کی صحت میں فرق آجاتا ہے۔ بھلا آپ کو خود خیال کرنا چاہئیے کہ بے خیالی سے ایسے دکھ دینے والے حادثوں [ایکسیڈنٹ] کا سبب آپکو بننا چاہئے؟ یا ذرا خیال رکھکر آپ کو لوگوں کی یہ تکلیف بچانا ہے؟ یہی حال کاغذ کے ٹکڑوں، ٹراموں وغیرہ میں ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کہ اس طرح انہیں کوڑا کرکٹ وہاں نہ ڈالنا چاہئے۔

بہت سے لوگ اپنے گھروں میں جھاڑو دے کر صفائی کرتے ہیں مگر سارا کوڑا باہر گلی یا راستہ پر، یا مکان کی سیڑھی پر پھینک دیتے ہیں۔ یہ جگہیں بھی صاف رہنی چاہئیں، اِس کا انہیں احساس ہی نہیں۔ اگر یوں پھینکنے کے بدلے سب کچرے کو کسی ڈبہ یا ٹوکری میں جمع کر دیں اور اس جگہ تک پہنچا دینے کا بندوبست کریں جہاں کچرا پھینکا جاتا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں ایسی کیا تکلیف ہو جاتی ہے۔

یہی حال گاؤں میں بھی دیکھتی ہوں۔ لوگ اپنی جھونپڑیوں کو تو اچھا صاف رکھتے ہیں مگر جھونپڑی کے سامنے سب کوڑا ڈال دیتے ہیں۔ انہیں کوئی سکھلا نہیں سکتا کہ ذرا تکلیف اٹھا کر اسے کسی گڑھے میں ڈال دیں؟ اور ہر ایک اپنی جھونپڑی کے سامنے اور گلی میں بھی اتنی ہی صفائی رکھنے کی کوشش کرے جیسی اندر؟

آپ سب پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ اس بات پر سوچیں، عمل کریں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں کہ اس قسم کی حرکتیں چھوڑیں۔ اور اپنے گاؤں، اور شہر کی خوبصوری اور صحت کو بڑھانے میں جہاں تک ہو سکے مدد کریں۔

[" بے پرواہ باپ " کا باقی]

آیا اور لڑائی کے لئے بڑبڑا کر چلا گیا۔ اسی طرح دو تین قرض دینے والے آئے اور بڑبڑا کر چلے گئے۔ مگر اس کے بچا کا اب تک پتہ نہ تھا۔ رات ہو گئی۔ گھر کے [illegible] جل چکے اور [illegible] رو رو کر ماں کی گود میں سو گیا [جاری ہے]

دل کے ٹکڑے

* "الل" وزیرآبادی *

[دوسرا حصہ]

"تمہارے ماں باپ کہاں ہیں؟ کس کے پاس رہتی ہو؟"

سرو کو بھی کچھ ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے ساتھ برسوں کی پہچان ہے۔ سرو کہنے لگی، "اماں! میرے ایک دادا تھے، جنہوں نے مجھے پالا اور میں ان کے ساتھ دس برس تک رہی۔" "لیکن تم لوگ پہلے کہاں رہتے تھے؟" کرشنا نے پوچھا، "ہم لوگ بلاس پور گاؤں کے باہر ایک جھونپڑی میں رہتے تھے۔" اب کرشنا اس لڑکی کے اور بھی نزدیک آگئی۔ "اچھا، تو پھر وہ تمہاری جھونپڑی کہاں ہے؟ اور اس کا کیا ہوا؟"

وہ کہنے لگی "جب میرے بابا مرگئے تو میں نے وہ جھونپڑی چھوڑ دی۔ تب سے اس شہر میں ٹکڑے مانگ کر گزارا کرتی ہوں۔ لیکن اب دنیا کی نظروں سے بچنا مشکل ہو رہا ہے۔ کوئی نہ کوئی موا [بد معاش] راہ جاتے چھیڑنا شروع کر دیتا ہے۔"

عورت آج دل کی حالت عورت ہی بتا سکتی ہے۔ ایسے دل میں بھڑکتی ہوئی آگ سرو کے بول نے دہکا کر اگل ڈالی۔"

"چلو بیٹی، میں تمہیں تمہارے ماں باپ کے پاس لے چلوں۔ تمہارے ماں باپ زندہ ہیں۔ چلو میرے ساتھ بلاس پور چلو۔ میں تمہارے ماں باپ کو اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ بہت برے سیدھے ہیں۔ تمہیں دیکھنے کے لئے ان کی آنکھیں ترستی ہوں گی۔" اور اس طرح دونوں بلاس پور پہنچیں۔

۱

آج ۱۵ تاریخ ہے۔ سیٹھ جی کو آج جواب دینا ہوگا۔ عدالت آج ان کی قسمت کا فیصلہ کر دیگی۔ آج دونوں فریق [illegible] عدالت میں پہنچے۔ ایک طرف ان کی سیٹھانی اور دوسری طرف سیٹھ جی کو جنگلہ میں کھڑا کیا گیا۔ جیسے ترازو میں تولنے کے لئے دو چیزیں رکھی ہوں۔ بڑے بڑے عقلمند لوگ عدالت میں اکٹھے ہوئے تھے۔ قصہ بھی کتنا دلچسپ تھا۔ عورت نے مرد پر دعویٰ کیا۔ اپنی اولاد کے لئے!

اتنے میں عدالت کے دروازہ پر شور ہوا۔ کوئی عورت کہہ رہی تھی "مجھے چھوڑ دو۔ اندر جانے دو۔ میں سب کچھ جانتی ہوں۔" یہ تھی نورانی کرشنا جو اپنے ساتھ ایک جوان لڑکی کو بھی لائی تھی۔ جج صاحب سے اجازت مانگنے پر دونوں اندر بیٹھ گئیں۔ اب سیٹھ جی اپنے بھگوان کو یاد کرنے لگے۔ اس بنانے والے سے دعائیں مانگنے۔ دل میں کہتے، "ہے بنسی والے! میری لاج رکھنا۔" من ہی من میں کرشنا کو گالیاں دیتے "یہ کمبخت یہاں کہاں سے ٹپک پڑی یہ ضرور اسی کی بدمعاشی ہے۔ اور یہ لڑکی کون ہے؟"

عدالت کا کام شروع ہوا۔ دونوں طرف کے وکیلوں میں خوب سوال اور جواب ہوئے۔ آخر جج نے پوچھا، "آپ لوگ جو یہاں بیٹھے ہیں، کیا کسی کو کچھ کہنا ہے؟" کرشنا جھٹ سے میں آئی۔ "ہاں جج صاحب مجھے کچھ کہنا ہے۔" اور اجازت ملنے پر سولہ برس کا قصہ کہہ سنایا۔

جج نے پوچھا "تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے تم نے کوڑے کے ڈھیر میں پھینکا تھا؟"

کرشنا — سرکار! اس لڑکی کو میں یا سیٹھانی جی ہی پہچان سکتے ہیں۔ وہ اس کی ماں ہیں اور میں نے ان ہاتھوں سے اسے برباد کیا۔ یہ دیکھئے اس کی چھوٹی سی ناک، ماتھے پر ابھار اور اس کی پوری بناوٹ، سیٹھانی جی کی شکل سے ملتی ہے۔ سرکار! [وہ روتے ہوئے بولی] میرا ہی جرم ہے کہ میں سو روپئے کی خاطر اس کام کو کرنے کے لئے تیار ہوئی۔ ایک دن سیٹھو جی نے مجھ سے کہا کہ اس لڑکی کو کہیں جاکر پھینکدو۔ یہ لڑکی ایک منحوس ساعت ہے، کیونکہ یہ تیسری ہے۔

کرشنا کا بیان سننے کے بعد سیٹھو جی کو کٹہرے میں بلایا گیا۔

جج — سیٹھو جی، تم نے کرشنا کا بیان سنا؟

سیٹھو جی — جی ہاں۔

جج — تم کرشنا کو اچھی طرح جانتے ہو؟

سیٹھو جی — جی ہاں۔

جج — تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟

سیٹھو جی — [ڈرتے ڈرتے بولے] جی نہیں۔

جج — تو عدالت کو معلوم ہوا کہ یہ سب تمہاری ہی وجہ سے ہوا۔ تم ایک بچی کی زندگی سے کھیلے۔ اس قصور پر میں تمہیں کالے پانی [دیش نکال] کی سزا دیتا ہوں۔ یہی میرا آخری فیصلہ ہے۔

نورانی کرشنا کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے جج صاحب بولے، "ملزمہ، تم نے بھی ایک بہت بڑا جرم کیا ہے۔ تم نے ۱۰۰ روپئے کی خاطر ماں کے نام پر دھبہ لگایا ہے۔ لیکن اس کیس میں عدالت کی مدد کی ہے، اس لئے تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔" جج صاحب نے فیصلہ جاری رکھتے ہوئے کہا، "آج میں سب لوگوں کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ معصوم بچوں کی زندگی سے کھیلنے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہی لڑکیاں ایک دن دیش کے لئے وہی کام کرسکیں جو کام سریمتی سروجنی نائیڈو، سریمتی وجے لکشمی پنڈت اور شریمتی امرت کورنے دیش کے لئے کیا۔"

اس طرح عدالت کا کام ختم ہوا۔ سیٹھانی جی آج بہت خوش تھیں کہ انکی لڑکی ۱۶ برس کے بعد انہیں مل سکی۔

[ختم]

نوٹ :— رہبر کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کے لئے ایسے بہت سے لوگوں کی ضرورت ہے جو سو روپئے دے کراسکے زندگی بھر کے خریدار بن سکیں۔ ابھی اردو کے لوگ سو سو روپئے دے کر رہبر کے ایسے خریدار بنے ہیں۔ اس سے پہلے ہماری اس اسکیم میں جن لوگوں نے ہاتھ بٹایا تھا ان کے نام ہم پہلے بھی رہبر میں چھاپ چکے ہیں۔ اب پور ان سب ناموں کو دہراتے ہیں :—

۱— شری پرشوتم کانجی ترسن داس ۱۰۰ روپئے
۲— تھیوسوفیکل سوسائٹی لائبریری ۱۰۰ "
۳— شریمتی گوہر ماماجی والا ۱۰۰ "
۴— شریمتی مانیک ویلنکر ۱۲۵ "
۵— سودیشی چھوٹی ٹیبل اسٹورس ۱۰ "
۶— شریمتی جال ونبل ۱۰۰ "
۷— شری کا ٹنٹوتنڈے ۱۰۰ "
۸— شریمتی ماہی بہن دیال ماجی ۱۰۰ "
۹— شریمتی شریفہ حامد علی ۱۰۰ "
۱۰— شری سیٹھ طیب جی ۱۰۰ "
۱۱— ڈاکٹر گل ما وا پرویم جی ۱۰۰ "

بے پرواہ باپ

"تم کہاں جارہے ہو وشنو؟" سندر نے وشنو کو اچھے اچھے کپڑے پہنے ہوئے دیکھکر پوچھا۔ وشنو نے بڑے آنند سے جواب دیا، "پتاجی آج مجھے میلہ میں لے جائینگے۔" سندر نے پوچھا، "کہاں ہے میلہ؟" "تجھے نہیں معلوم؟ پاس کے گاؤں میں ہر سال میلہ لگتا ہے! ابھی پتاجی مل سے آکر مجھے وہاں لے جائینگے۔ تیرے پتا تجھے نہیں لے جاتے کبھی؟" وشنو نے تعجب سے پوچھا۔ سندر کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس کے ننھے سے دل میں ارمان مچلنے لگے۔ وہ ابھی کچھ جواب دینے نہ پایا تھا کہ اس کا ننھا ساتھی "پتاجی آگئے، پتاجی آگئے" کہتا ہوا دوڑ کر اپنے پتا کے پاس پہنچا۔ اور سندر اپنے گھر میں آیا۔ اس کا دل اس وقت بہت بھرا ہوا تھا۔ ماں کے پاس پہنچتے ہی رو کر ضد کرنے لگا کہ اسے بھی میلہ میں بھیجا جائے۔ بچہ ہی تھا، آخر نہ مانا۔ اور سرلا [اس کی ماں] کو اپنے ہاتھ منہ دھلا کر کپڑے پہنانے پڑے۔ نئے کپڑے تو نہ تھے، کسی طرح سندر کو سمجھا کر دھوئے ہوئے پرانے کپڑے پہنا دئے۔ دن ڈھل چکا تھا۔ شام ہونے کو تھی۔ سب مزدور اپنے اپنے گھر آگئے تھے مگر سندر کے باپ موہن کا اب تک پتہ نہ تھا۔ سرلا اچھی طرح جانتی تھی کہ آج تو موہن کا جلدی گھر آنا نا ممکن تھا۔ آج تنخواہ کا دن تھا۔ گاؤں میں میلہ لگا ہوا تھا، شراب اور جوے کے لئے اس سے اچھا اور کون سا دن ملےگا؟

سندر کھڑے کھڑے پتا کے انتظار میں آنکھیں بچھائے تھا۔ [illegible] کے لئے آیا اور جھگڑا کر کے اناج نہ دینے کی دھمکی دے کر چلا گیا۔ مکان کے مالک کا منشی

[باقی صفحہ ۳ پر]

خبریں

نئی دہلی کی خبر ہے کہ ہندوستان کی آنے والی مردم شماری [لوگوں کی گنتی] کے لئے ، جو سنہ ۱۹۵۱ میں ہوگی ، سب بندوبست ہو چکا ہے ۔ اس کام کی دیکھ بھال کرنے والوں کی کانفرنس فروری یا مارچ میں ہوگی ۔ ہند کے اتہاس میں پہلی بار ہر مکان پر نمبر ڈالے جائینگے ۔ یہ کام نئی دو سوں میں پورا ہونے کو ہے اور نئی میں ابھی ہو رہا ہے ۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کام میں خرچ کم کرنے کی بہت کوشش کی گئی ہے پھر بھی ۱۵ لاکھ روپئے کا اندازہ رکھا گیا ہے ۔

عراق کی خبر ہے کہ وہاں کی حکومت کے حکم سے ایک چھ ہزار سال پرانے شہر کو کھودا جا رہا ہے ۔ اب تک جو مکان ملے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کسی وقت ہندوستان اور عراق کا رہن سہن ایک تھا ۔ اسی طرح ایک چھ ۱۴ مندروں کے نشان بھی ملے ہیں ۔

کراچی کی خبر ہے کہ فروری میں ہز ہائنس آغا خان کراچی آرہے ہیں ۔ پہلے وہ سرکاری مہمان رہیں گے ۔ پھر وہ اپنے ٹھہرنے کی جگہ جائیں گے ۔ ابھی سے ان کے سواگت کا انتظام ہو رہا ہے ۔

بمبئی کی خبر ہے کہ ہند حکومت کی خرچ کو کم کردینے کی اسکیم کے مطابق بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ۳۰۰۰ روپئے تنخواہ پانے والے لوگوں کی تنخواہ میں سے ۲۵ روپئے گھٹا دیئے جائینگے ۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ ہند حکومت نے لندن کی ٹیلیفون کمپنی سے یہ طے کیا ہے کہ ہندوستان کی بڑی ٹیلیفونوں کا ایک کارخانہ کھولا جائے ۔ اس قرار پر ۳۰ نومبر کو ہند کے ہائی کمشنر نے انڈیا ہاؤس میں دستخط کردیئے ہیں ۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ پہلی ہوائی جہازوں کی ریس ۲۴، ۲۵ ، اور ۲۶ فروری کو کلکتہ میں ہوگی ۔ یہ ریس ہندوستان کی ہوگی ۔ بنگال کے پردھان منتری ، شری بی ۔ سی رائے اس ریس کو دیکھینگے ۔

کلکتہ کی خبر ہے کہ کالی گھاٹ میں کالی کی مورتی پر ایک آدمی نے پہلے تو ایک بکرے کی قربانی کی ۔ اس کے بعد پاس کھڑے ہوئے کتے کی گردن اڑادی پھر سامنے بیٹھی ہوئی ایک عورت پر اپنی چھری لے کر جھپٹا ، وہ عورت بھاگ گئی تو اس کے پتی کو پکڑا ۔ وہ عورت اپنے پتی کو بچانے کے لئے واپس آئی اور اس کی کوشش اور چلانے سے بہت سے لوگ آگئے اور اس آدمی کو پکڑ کر پاگل خانہ پہنچا دیا ۔

بمبئی میونسپل کارپوریشن نے شہر کی نالیوں کی صفائی وغیرہ کے کام کو سدھارنے کے لئے ایک کروڑ روپیہ خرچ کرنے کا ارادہ کیا ہے ۔ یہ روپیہ کماٹی پورہ ، بھینڈی بازار اور لیمنگٹن روڈ میں خاص کر کے خرچ ہوگا ۔

بمبئی میں پیٹرول کا کوٹا بھاری گاڑیوں کے لئے زیادہ کر دیا جائیگا ۔ لیکن ابھی یہ پتہ نہیں لگا کہ کتنا زیادہ ہوگا ۔

بمبئی کی خبر ہے کہ جنوری سے بمبئی کی سڑکوں پر تین سیٹ والی چھوٹی ٹیکسیاں اور دو سیٹ والی انجن سے چلنے والی رکشا جاری ہو جائینگی ۔ یہ فیصلہ یہاں کی حکومت نے اس لئے کیا ہے کہ لوگوں کو کم کرایہ پر سواریاں مل سکیں ۔ تین سو چھوٹی ٹیکسیاں اور دو سو رکشا چلائی جائینگی ۔ جن ڈرائیوروں نے ٹیکسیوں کے لئے درخواستیں دی ہیں ، ان کی درخواستیں پہلے منظور کی جائیں گی ۔ چھوٹی ٹیکسیوں میں بھی آج کل کی ٹیکسیوں جیسے میٹر ہوں گے ، اور ایک میل پر ۲ آنے کرایہ ہوگا ۔ رکشا میں میل دکھانے والا میٹر ہوگا ، اور اس کا کرایہ ایک میل پر ۴ آنے ہوگا

نئی دہلی کی خبر ہے کہ امریکہ کے ایک اخبار " ہیرالڈ ٹریبیون " نے ہند حکومت سے کہا تھا کہ وہ اس سال کے آخر میں دو ہندوستانی ودیارتھیوں ، ایک لڑکے اور ایک لڑکی کو اپنی طرف سے مارچ سنہ ۱۹۵۰ میں ہونے والے ہائی اسکولوں کی جماعت میں ہندوستان کے ممبر کے طور پر دس ہفتہ کی سیر کے لئے امریکہ بھیجیں ۔ ہند حکومت نے اس کو قبول کیا تھا ۔ اور اس کے لئے دو ودیارتھی چننے کے لئے انگریزی میں لیکھ کی حریفائی [مقابلہ] رکھی تھی ۔ اس لیکھ کا عنوان تھا : " دی ورلڈ وی وانٹ " [جیسی دنیا ہم چاہتے ہیں] ۔ چناؤ کے لئے تعلیم کے وزیروں اور امریکن سفیروں کی کمیٹی بنائی گئی تھی ۔ اس مقابلہ میں لکھنؤ کے لال باغ گرلز ہائی اسکول کی مس اوشا رائے اور ترویندرم کی یونیورسٹی کے مسٹر بال کرشن کامیاب ہوئے ہیں ۔

مسٹر انورن بیون

مسٹر انورن بیون لیبر پارٹی کے مانے ہوئے ممبر اور برطانیہ کے صحت کے وزیر ہیں۔ وہ پنڈت نہرو کی دعوت پر ہندوستان آرہے ہیں۔ ہم پڑھنے والوں کی دلچسپی کے لئے ان کی زندگی کا کچھ حال نیچے لکھ رہے ہیں۔

"بیون کسی مسئلہ پر ایک درندے کی طرح حملہ کرتا ہے۔ وہ سیاسی معاملوں میں اپنے خلاف ہونے والوں کے نام اس طرح منہ سے نکالتا ہے جیسے کہ وہ اپنے دانتوں کے بیچ کسی ہڈی کو چبا رہا ہو۔"

اوپر لکھے ہوئے شبد سنہ ۱۹۲۹ء میں کسی نے برطانیہ کے صحت کے وزیر مسٹر انورن بیون کے بارے میں لکھے تھے۔ مگر آج بھی ان شبدوں کو ٹھیک ماننے سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ آج بھی وہ بے دھڑک نکتہ چینی کرنے والے ہیں۔ ان کی زبان اب بھی آگ برساتی ہے۔

مسٹر بیون ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۳ سال کی عمر میں اسکول چھوڑ کر کان میں کام کرنے لگے۔ ۱۹ سال کی عمر میں وہ دکھنی ویلز کے کان میں کام کرنے والوں کی ایک سبھا کے صدر چنے گئے۔ ۳۱ سال کی عمر میں سنہ ۱۹۲۹ء کے پارلیمنٹ کے عام چناؤ میں حصہ لیا اور بڑی سپھلتا حاصل کی سنہ ۱۹۳۱ء اور سنہ ۳۵ء کے عام چناؤ میں بھی وہ چنے گئے۔ لیبر پارٹی (مزدور سبھا) کے بہت سے ممبر پارلیمنٹ سے اپنی اپنی جگہ کھو بیٹھے تھے۔ مگر انھوں نے اپنی جگہ ہاتھ سے جانے نہ دی۔ سنہ ۱۹۴۵ء کے چناؤ میں بھی ان کو بڑی بھاری کامیابی ہوئی۔

ان کی پارلیمنٹری زندگی کی خاص بات یہ رہی ہے۔ کہ انہوں نے بڑے اور خاص خاص لوگوں پر بھرپور حملے کئے ہیں۔ ورنہ ہونے والے چھوٹے چھوٹے لوگوں کے لئے تو ان کے پاس وقت ہی نہیں۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں انہوں نے لائڈ جارج پر ایسی سخت نکتہ چینی کی کہ پارلیمنٹ کے سب ممبر حیران ہو گئے۔ اس کے بعد انھوں نے بالڈون اور چیمبرلین کو بھی کئی بار للکارا۔ دنیا کی دوسری جنگ کے زمانے میں مسٹر چرچل پر خوب حملے کئے۔ کیونکہ وہ مسٹر بیون کو "غداری کا بانی" اور "بدتمیزی کا سوداگر" کہتے تھے۔

مسٹر بیون کئی بار اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی جھگڑے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں تو یہ "گھریلو جھگڑا" بہت بڑھ گیا تھا۔ ان کو اور سر اسٹیفرڈ کرپس کو عام لوگوں کی مخالفت کی تحریک میں حصہ لینے کے گناہ میں پارٹی سے نکال دیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ پارٹی کے ڈسپلن (ادب) کے خلاف تھا۔ لیکن کچھ مہینوں کے بعد پارٹی کے ساتھ ان کا سمجھوتہ ہو گیا اور وہ پھر پارٹی میں مل گئے۔

مسٹر انورن بیون پارلیمنٹ دربار کے ایک بڑے بولنے والے سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی عام بات چیت بھی بہت اثر رکھتی ہے۔ اور قلم بھی زبان کی طرح ہی تعریف کے قابل ہے۔

انہوں نے پارلیمنٹ میں کئی معاملوں پر تقریریں کی ہیں۔ باہر کے معاملوں میں ان کو بہت دلچسپی ہے۔ دوسری جنگ کے زمانہ میں ہر معاملہ پر وہ کچھ نہ کچھ کہا کرتے تھے، اور قوم اور خاص کر غریبوں کی بھلائی کے لئے کچھ نہ کچھ کہنے کا ان کو بڑا شوق ہے۔ سنہ ۱۹۴۵ء سے صحت کے وزیر بن کر وہ صرف پانچ کروڑ آدمیوں کی بھلائی کا خیال رکھتے ہیں بلکہ لوگوں کے لئے اچھے مکان بنوانے کی ذمہ داری بھی بڑی خوبی سے نبھا رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جنگ کے سبب مالی کمی کے ہوتے ہوئے بھی آج برطانیہ کی صحت کی خدمت دنیا بھر میں پہلے درجہ پر ہے اور اب تک ۴۰ لاکھ لوگوں کو نئے گھروں میں بسایا جا چکا ہے۔

(برٹش انفارمیشن سروس)

ہلدوانی، یو۔پی سے خبر ملی ہے کہ ایک جنگلی شیر نے سکھی ڈنگ کے نزدیک تنک پور چنپاوت موٹر راستہ پر اب تک سات لوگوں کی جان لی ہے۔
سکھی ڈنگ گاؤں کے رہنے والے لوگ بہت ہی گھبرا رہے ہیں، کیونکہ یہ "مین ایٹر" شیر ابھی تک پکڑا نہیں گیا ہے۔

(اپنی باتیں کا باقی)

وہ شور ہوتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا مشکل تو کیا، ناممکن ہوتا ہے۔ ہزاروں لوگ چوگنی قیمت دیکر کالے بازار سے ٹکٹ خریدتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ ٹکٹ نہ ملنے پر نراش ہوکر گھر لوٹتے ہیں۔ اور جب پسینے میں تر اور ڈبے کی مچھلیوں کی طرح دبے ہوئے کہیں خوش نصیبی سے ٹکٹ مل جاتی ہے اور اندر جانے کا نمبر لگتا ہے۔ تو پھر بیٹھنے کی جگہ ملنے کا سوال کھڑا ہوتا ہے۔ کئی لوگ جو کہ اپنی شان دکھانے کے لئے نئے اور قیمتی کپڑے پہنکر آتے ہیں۔ ان کو سیڑھیوں پر بیٹھنا پڑتا ہے اور سب کپڑے گندے ہوجاتے ہیں۔ کئی بے چاروں کو اتنی بھی بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی۔

پھر میچ شروع ہوتا ہے۔ لوگ دیوانوں کی طرح چلّاتے اور تالی بجاتے ہیں۔ شریر نوجوان اپنے گھروں سے بھونپو بگل وغیرہ ساتھ لاتے ہیں۔ لوگ کیلے کھاکر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آدمیوں اور عورتوں پر چھلکے برساتے ہیں۔ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ہوائی جہاز بناکر لوگ ایک دوسرے پر پھینکتے ہیں۔ سنبوسے اور آلوکی چپس کا چورا اور خالی تھیلیاں اڑتی ہیں۔ جس طرح کتے بھونکتے ہوں اسی طرح لوگ چلّا چلّا کر اپنا گلا خراب کرتے ہیں۔ جو کھلاڑی لوگوں کے نزدیک کھڑے ہوتے ہیں۔ ان پر لوگ بڑے آنند سے تھوکتے ہیں۔ چند بڑے بڑے لوگ جو کہ کبھی کبھی لوگوں سے ہاتھ ملانے آتے ہیں، وہ بھی ایک دو کیلوں کے چھلکے کے شکار بننے سے نہیں بچتے۔ یہاں کسی کھلاڑی نے بلا گھما کر گیند پیٹی، اور وہاں چلانا شروع ہوا۔ کسی نے گیند روکی اور لوگوں نے دنیا بھر کی بھاشاؤں میں "واہ واہ" بک دی۔

اور یہ سب کس نے؟ کیا ان سب دیکھنے والوں میں سے ہر ایک کو کرکٹ کا اصلی شوق ہوتا ہے؟ بالکل نہیں۔ زیادہ تر لوگ فیشن کے لئے یا اودھم مچانے اور غنڈے بازی کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ نہ ان کو کرکٹ میں کوئی زیادہ دلچسپی ہوتی ہے اور نہ اس کی کوئی سمجھ۔ کرکٹ جیسے اچھے کھیل سے مزہ لینے کے بجائے اس جگہ کو مچھلی بازار بنادیا جاتا ہے۔

یہ ہے آپ کا بمبئی، یہ اس بڑے شہر کے عقلمند لوگ اور یہ آپ کے کرکٹ میچ۔ اس بیہودہ چلن کو صرف آپ ہی سدھار سکتے ہیں، آپ ہی اس کھیل کو سچ مچ دلچسپ بنا سکتے ہیں۔ اس لئے اب کبھی آپ کرکٹ میچ دیکھنے جائیں تو ضرور اس لیکھ کو یاد رکھیں۔

ہماری غلطی

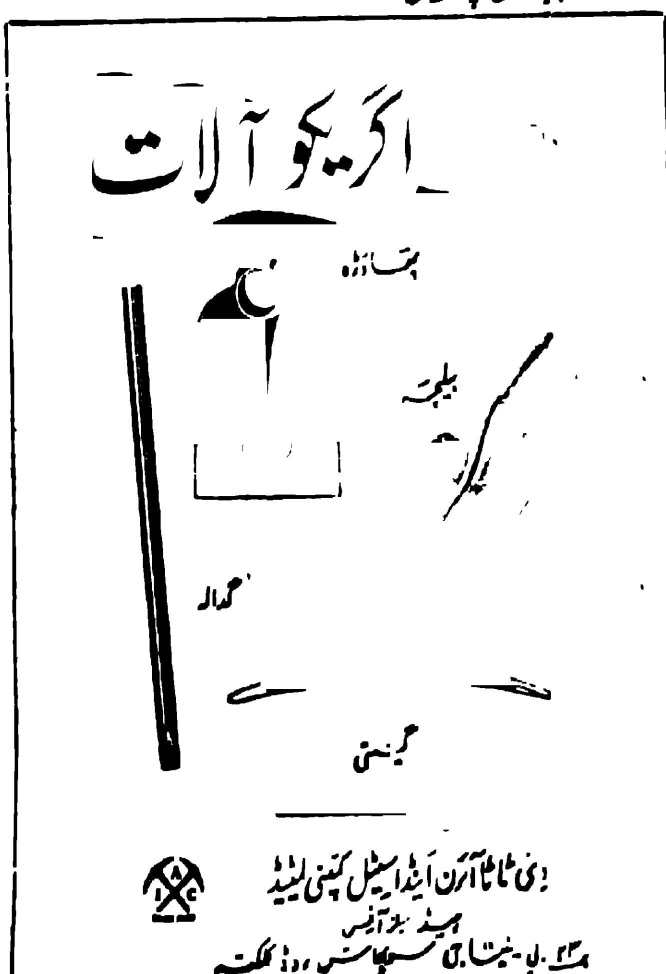
تاریخ ایک نومبر کے "رہبر" میں آٹھویں صفحے پر "آپ جانتے ہیں" کے لیکھ میں ہم نے ہندوستان اور دوسری جگہوں کے وقت بتلائے تھے۔ اس میں چند غلطیاں ہوگئی تھیں جس کی طرف شہر ہنڈون، جے پور کے ڈاکٹر پورن مل گپتا اور جناب اے۔ اے۔ کے۔ خان نے ہمارا دھیان کھینچا۔ ان دونوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم غلطیاں سدھارتے ہیں:-

(۱) استنبول (ترکی)...... ۳۰-۸ بجے رات کے بجائے ۱۸-۸ بجے صبح پڑھیں۔

(۲) مکہ (عرب)........ ۱۵-۶ ،، صبح ،، ۹-۱۲ بجے صبح پڑھیں۔

(۳) ماریشس (افریقہ)...... ۳۰-۱۰ صبح ،، ،، ۶-۱ بجے صبح پڑھیں۔

(۴) کابل (افغانستان)..... ۲-۱۰ بجے دوپہر کے بجائے ۱۳-۱۱ بجے دن پڑھیں۔



پرنٹر پبلشر سر کلثوم سیانی۔ رہبر اخبار رہبر پریس اودیا بلا کھیتواڑی روڈ بمبئی نمبر ۲۶ میں چھپتا ہے اور اردو، دیوناگری اور گجراتی زبان میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔
اردو رہبر کے چار صفحے اجمل پرنٹنگ پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳ میں چھپتے ہیں۔

رجسٹرڈ نمبر بی ۴۵۳۲
ٹیلیفون نمبر ۴۴۲۲۱
قیمت دو آنے
پندرہ روزہ
رہبر
سالانہ چندہ تین روپئے
۱۹۴۹ء میں شروع ہوا
ایڈیٹر
مسز کلثوم سایانی
ریپا ویلا - بمبئی نمبر ۲۶
جلد ۳ بابت تاریخ ۱۵ جنوری ۱۹۵۰ء نمبر ۱۴

نیک بات

ہمارے جیون کا دیپک ایک دن تو بجھنے والا ہی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ جہاں تک یہ دیا جل رہا ہے وہاں تک اس کا پرکاش ہر انسان کو دینے کی ہم کوشش کریں۔

(بابا بھن جی)

اپنی باتیں

یہ تو آپ لوگوں نے اخباروں میں پڑھا ہی ہوگا کہ تاریخ ۲۶ جنوری کو ہندوستان آزاد ڈیموکریٹک ری پبلک بنے گا۔

"ڈیموکریٹک ری پبلک" کا مطلب ہے، ایسی جمہوری (ملی جلی) حکومت جو کہ لوگوں کے چنے ہوئے نمائندوں کے ہاتھوں چل رہی ہو۔

آزادی تو ہمیں ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں مل ہی گئی۔ لیکن ہم برٹش حکومت سے پوری پوری طرح سے الگ نہیں ہوئے۔ شری راج گوپال اچاری انگلستان کے بادشاہ کی طرف سے گورنر جنرل بنائے گئے تھے۔ ۲۶ جنوری تک ہم پر انگریزی حکومت کے بنائے ہوئے دستور کے مطابق راج کیا جائے گا۔ اور عدالتوں میں انگلستان کے بادشاہ کے نام انصاف دیا جائیگا۔

۲۶ جنوری کے بعد ہندوستان کا سب سے بڑا عہدہ دار گورنر جنرل نہیں بلکہ پریسیڈنٹ (صدر) ہوگا جسے کونسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی (دستور بنانے والی سبھا) کے ممبر اکٹھا ہوکر چنیں گے۔ ہمارا جو نیا دستور تیار ہوا ہے اس کے مطابق ہم پر حکومت کی جائے گی اور عدالتوں میں ہماری حکومت کے نام انصاف دیا جائے گا۔

اسمبلی کے ممبر ہندوستان ری پبلک کے پہلے پریذیڈنٹ کو چننے کے لئے تاریخ ۲۴ جنوری کو اکٹھے ہونگے۔ پتہ چلا ہے کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد کو جو کہ اسمبلی کے صدر ہیں پریذیڈنٹ چن لیا جائے گا۔ تاریخ ۲۶ جنوری کو ہند کے بڑے کورٹ کے چیف جسٹس مسٹر کنیا پریذیڈنٹ کو وفاداری کی قسم کھلوائیں گے۔

اب ہمارے نئے دستور پر نظر ڈالیں۔ کونسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی کی پہلی بیٹھک تاریخ ۹ دسمبر ۱۹۴۶ء میں ہوئی تھی اور تاریخ ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء کو ہمارا دستور پورا بن کر تیار ہوگیا۔ اس قریب تین سال کے عرصے میں اسمبلی کی گیارہ بیٹھکیں ہوئیں۔ اسمبلی نے کل ۱۶۵ روز کام کیا۔ اور اس میں ۳۱۳ لوگوں نے حصہ لیا۔

دستور تو بہت لمبا چوڑا ہے لیکن اس کے بارے میں چند باتیں ہم ۱ فروری کے 'رہبر' میں بتانے کی کوشش کریں گے۔

۲۶ جنوری کا دن منانے کی چند نشانیاں یہ ہوں گی کہ فوجی افسروں کی آستینوں اور ٹوپیوں پر سے تاج کے نشان کے بجائے اشوک کی لاٹ کا نشان لگے گا۔ "ریزرو بینک آف انڈیا" بھی اشوک کی لاٹ کے نشان والی نوٹیں جاری کردے گی۔ اور خاص ڈاک کی ٹکٹیں جاری ہوں گی جو اس پرچہ کے تیسرے صفحہ پر بتلائی گئی ہیں۔

خبریں

کانپور میں دق کی بیماری سے موت کا اندازہ دُنیا بھر کے شہروں سے زیادہ ہے ہر دو گھنٹوں میں ایک موت ہوتی ہے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء کی ری پبلک (ملی جلی) آزاد ہند حکومت کے اعلان کے بعد پارلیمنٹ کے ممبروں کی اول بدل رسمی طور پر ہوگی۔ یعنی جو ممبر اس وقت کام کر رہے ہیں وہ ۲۶ر جنوری کو اپنا استعفا (ریزگنیشن) دے دیں گے۔ لیکن فوراً بعد ہی ملی جلی ہند حکومت کے صدر اپنی دوبارہ دیش بھگتی کرنے کی قسم لے کر ممبر چن لیں گے۔

نئی دہلی سے سرکاری اعلان ہوا ہے کہ ایک کمیٹی کے ذریعہ طے کیا گیا ہے کہ پہلی اپریل ۱۹۵۰ء سے حیدرآبادی سکے ہند حکومت لے لے گی۔ اور دھیرے دھیرے حیدرآبادی کرنسی کو اپنے سکوں میں بدل کر حیدرآبادی کرنسی کو ختم کردیگی۔

بمبئی کی خبر ہے کہ یہاں پچھلے دو مہینوں میں لوٹ مار قتل، چوری، ڈاکہ اور خودکشی کے اتنے زیادہ کیس ہوئے کہ ان کی مثال پچھلے پانچ سال کے اندر نہیں ملتی۔ ان تمام واقعوں کا شکار زیادہ تر عورتیں اور غریب مزدور ہوتے ہیں۔ خودکشی کے قصے زیادہ ادھیڑ عمر کے آدمی اور بے روزگار نوجوانوں کے ہیں۔ ڈاکوں میں سب سے مشہور ڈاکہ سینٹرل بینک کا ہے۔ اس لئے کہ دن کے دس بجے شہر کے ایک گھنے آباد علاقہ میں یہ ڈاکہ ڈالا گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پولیس کی کافی دوڑ دھوپ سے ڈاکو گرفتار بھی کر لئے گئے۔

لکھنؤ کی خبر ہے کہ صوبہ یو۔پی۔ اور نیپال کی سرحد پر کوئلہ کی ایک کان نکلی ہے۔ جس میں بہت اچھی قسم کا کوئلہ نکلا ہے۔ صوبہ یو۔پی کی حکومت بہت جلد اس کے بارے میں فیصلہ کرنے والی ہے۔ کہ اس کان کی کھدائی کا کام کس طرح شروع کیا جائے۔ اندازہ ہے کہ حکومت کو دس کروڑ روپیہ خرچ کرنا پڑے گا۔ اسی طرح کوئلہ کی ایک نئی کان گوہاٹی (آسام) میں بھی نکلی ہے۔ وہاں کھدائی کا کام شروع ہوچکا ہے۔ اب کان تک ایک ریلوے لائن بھی بنائی جارہی ہے۔

کراچی کی خبر ہے کہ پاکستان کی حکومت بھی ایک قانون ایسا پاس کرنے والی ہے جس کے ذریعہ دودھ دینے والے اور کام میں آنے والے جانوروں کا کاٹنا بند کردیا جائے گا۔

نئی دہلی سے خبر ملی ہے کہ جاپان کے بچوں نے پنڈت نہرو کو "چچا نہرو" کا خطاب دیا ہے۔ اور ہندوستانی بچوں کے لئے کچھ کھلونے بھیجے ہیں۔ یہ بھی خبر ہے کہ جاپان سے بہت جلد ایک جانوروں کا بینڈ بھی آنے والا ہے۔ جس میں جانور ہی بینڈ بجاتے ہیں۔ ایک ریچھ بھی ہے جو وائلن بجاتا ہے۔

اسکندریہ کی خبر ہے کہ یہاں نہر سوئیز سے ½ ۶ میل لمبی ایک نہر بنانے کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ یہ نہر "سینا" کے ریگستان کے قریب بنائی جارہی ہے۔ اس کے بن جانے سے جہازوں کے آنے جانے میں بہت آسانی ہوگی۔ اس نہر کی تیاری میں ۲۱ لاکھ پونڈ کا خرچہ ہوگا اور قریب قریب ۱۵\۱۸ ماہ میں یہ بنکر تیار ہو جائے گی۔ جرمنی، ہالینڈ، فرانس اور امریکہ سے نئی قسم کی مشینیں لائی گئی ہیں۔ ان نئی مشینوں کی وجہ سے وہ کام جو ۸۰ - ۹۰ ہزار آدمی ایک ماہ میں کر سکتے تھے۔ اب ایک دن میں ہو سکے گا۔ کھدائی کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اور نہر کو صاف کرنے کے لئے نئی طرح کی کشتیاں بھی تیار کی جا رہی ہیں اگر یہ نہر جلد تیار ہوگئی تو دنیا کو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

---

۲۶ جنـــوری کا پروگرام

دہلی میں : -

تاریخ ۲۶ جنوری کو ہندوستان اپنی ری پبلک [جمہوریت] کا اعلان کریگا ، اور دہلی کے گورنمنٹ ہاؤس پر ہندوستان کے پہلے پریزیڈنٹ [صدر] کا لال اور نیلے رنگ کا جھنڈا لہرایا جائیگا ۔

اس سے پہلے دہلی کے دربار ہال میں باہر ملکوں کے سفیر، دستور بنانے والی [کونسٹی ٹیوئنٹ] اسمبلی کے ممبر اور ہندوستان کے سب نیتا اور راجہ جمع ہونگے ۔ اس جلسے میں ہندوستان کے پہلے پریزیڈنٹ اپنی وفاداری کی قسم کھائیں گے ۔

اس دن جھنڈا لہرا کر ، عمارتوں پر روشنی کرکے اور دعوتوں سے خوشی ظاہر کی جائیگی ۔

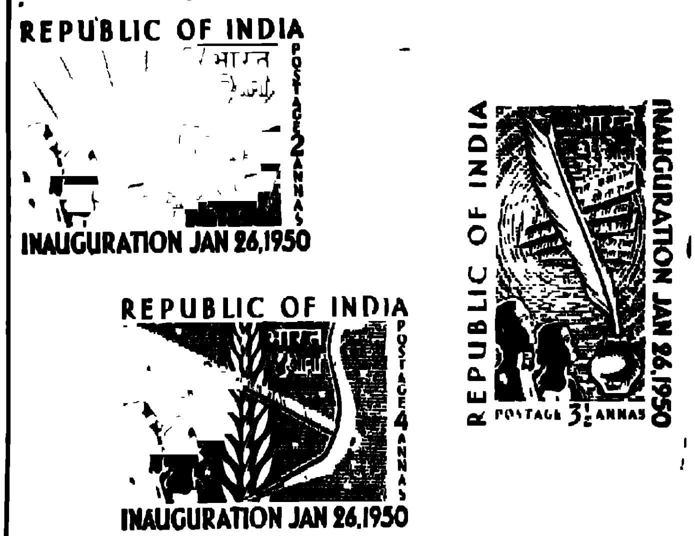
یہ سب کرتے ہوئے بھی سادگی ، دنیا کی حالت اور دیش کی مالی تکلیف کا بھی خیال رکھا جائیگا ۔

جیسے ہی پریزیڈنٹ ہندوستان کے چیف [بڑے] جج کے سامنے قسم کھا لیں گے ، ۳۱ توپوں کی سلامی دی جائیگی ۔

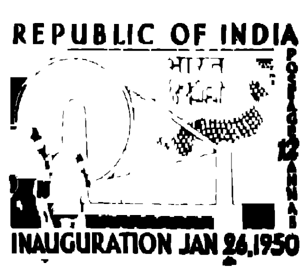
اس کے بعد پریزیڈنٹ سینٹرل کیبینٹ کے ممبروں کو اُن کی ذمہ داریوں کو نبھانے کی پرتگیا دلوائیں گے ۔ اس وقت دربار ہال میں مزدور سبھا ، ہریجنوں اور کسانوں کے نمائندے بھی ہوں گے ۔

۲۶ جنوری سنہ ۱۹۵۰

26th JANUARY 1950



ہندوستان کے ری پبلک بننے کی خوشی میں ایک یادگار کے طور پر اوپر چھاپی ہوئی ڈاک کی خاص ٹکٹیں بکیں گی ۔ یہ ٹکٹیں لوگوں کی خوشی ، دستکاری اور کھیتی باڑی بڑھانے اور علم پھیلانے کی نشانیاں ہیں ۔



دوپہر کو پریزیڈنٹ ایک فوجی جلسہ کے ساتھ "ارون اسٹیڈیم" پر جائینگے ۔ اور اسٹیڈیم پر قومی جھنڈا لہرائینگے ۔ وہاں آپ کو دہلی کی پولیس اور فوج کی ٹکڑیاں سلامی دیں گی

رات کو کونسل ہاؤس اور نئی دہلی کی سب سرکاری عمارتوں پر روشنی کی جائیگی ۔ جنوری کی ۲۶ اور ۲۷ تاریخ کو عام چھٹیاں ہونگی ۔ پریزیڈنٹ کا ذاتی جھنڈا لال اور نیلے رنگ کے چار چوکور ٹکڑوں سے بنا ہے ، جس کے ہر چوکور میں ایک ایک جدا نشان بنا ہے ۔ ایک ہے اشوک کریسٹ ، جو ایکتا ، برابری اور بھائی چارہ کی نشانی ہے ۔ دوسرا ایجنتا ہاتھی ہے جو طاقت اور بڑے صبر کی نشانی ہے ۔ تیسرا ترازو ہے جو فضول خرچی سے بچنے اور انصاف کی نشانی ہے ۔ چوتھا کنول کا پھول ہے جو مالی زیادتی اور سکھ کی نشانی ہے ۔

الگ الگ راجاؤں اور نیتاؤں کے جدا جدا جھنڈے ہونگے جن کا رنگ زعفرانی ہوگا ، اور دیوناگری حرفوں میں اُن کے اپنے صوبے کے نام لکھے ہونگے ۔

بمبئی میں : -

سرکاری طور سے یہ طے کیا گیا ہے کہ تاریخ ۲۶ جنوری کو صبح ۱۵-۱۱ بجے ٹاؤن ہال میں وفاداری کی پرتگیا [قسم] لینے کی رسم ادا کی جائیگی ۔ شام کے ۳۰-۴ سے ۳۰-۵ بجے تک سرکاری سواری میں ہز ایکسیلنسی راجہ مہاراج سنگھ اور رانی مہاراج سنگھ شری بی ۔ جی ۔ کھیر اور دوسرے منسٹروں کے ساتھ کرکٹ کلب آف انڈیا جائیں گے ۔ اس کے بعد قومی جھنڈا لہرایا جائیگا اور پریڈ ہوگی ۔

تاریخ ۲۸ جنوری کو شام کے ۴۵-۵ بجے گورنر کی طرف سے گورنمنٹ ہاؤس میں دعوت ہوگی ۔

غیر سرکاری پروگرام میں تاریخ ۲۶ جنوری کے ۳۰-۸ بجے صبح چوپاٹی پر جھنڈے کی سلامی اور شام کو ۹ بجے پبلک میٹنگ ہوگی ۔

[باقی صفحہ ۶ پر]

انڈونیشیا

ہندوستان کی آزادی کے قریب ڈھائی سال بعد یہ دوسرا خوشی کا موقعہ ہے، کہ ایشیا کے دکھنی پوربی ملکوں میں سے ایک ملک انڈونیشیا کو حال ہی میں غلامی کے کڑے بندھن سے شانتی کے ساتھ چھٹکارا مل گیا ہے۔

انڈونیشیا ساڑھے تین سو سال سے ڈچ سامراج کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا غیر ملکی حکومت کے ظلم سہہ رہا تھا۔ لیکن ابھی تھوڑے برس پہلے انڈونیشیا میں چند ایسے آدمی پیدا ہوئے، جنہوں نے لگاتار کوششیں کر کے اس غلامی کے بندھن کو آخر کار توڑ ہی ڈالا۔

آزادی کی لڑائی لڑنے والے سپاہیوں میں ڈاکٹر عبدالرحیم سوئیکارنو اور ڈاکٹر محمد ہتا وغیرہ کے نام انڈونیشیا کے اتہاس میں سنہرے حرفوں سے لکھے جائینگے۔

آزادی جیسی انمول چیز حاصل کرنے میں انڈونیشین جنتا کو جن جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور جو جو بھینٹ چڑھانی پڑی اس کا ایک لمبا چوڑا اتہاس ہے۔

دوسری بڑی جنگ میں جب جاپانی فوجیں تیزی کے ساتھ پوربی ایشیا پر قبضہ کرتی بڑھی چلی رہی تھیں تو ڈچ فوجیں انڈونیشیا کو بے سہارا چھوڑ کر چل دی تھیں۔ ایسی حالت میں انڈونیشین جنتا نے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر اپنی آزادی کے واسطے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور جاپانی قبضہ کو نہ مانا۔ ادھر قسمت سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور جاپان ہار گیا۔

جاپان کے ہار جانے کے بعد ڈچ سامراج نے پھر اپنا قبضہ جمانا چاہا، لیکن انڈونیشین جنتا نے یہ قبضہ ٹھیک نہ مانتے ہوئے اپنی آواز تمام دنیا میں پہنچائی۔

آخر ڈچ حکومت کو بڑی مجبور ہو کر ایک کانفرنس کے ذریعہ اس معاملہ کا فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہونا پڑا۔ اس کے بعد "ہیگ" [ہالینڈ] میں ایک کانفرنس بلائی گئی جس میں ڈچ حکومت کے نمائندے اور انڈونیشین جنتا کے نمائندے شامل ہوئے۔ ان نمائندوں کے علاوہ اور دوسرے کئی ملکوں کے نمائندے بھی شریک تھے۔

اس کانفرنس میں ایک سمجھوتے کے ذریعہ انڈونیشیا کو آزادی دینے کا وعدہ کر لیا گیا۔ اسی وعدہ کے مطابق ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۴۹ کو ہالینڈ کی ملکہ جولیانا نے ایمسٹرڈیم کے شاہی محل میں قبضہ سونپ دینے کی رسم ادا کرتے ہوئے سمجھوتے کے کاغذ پر دستخط کر کے وہ کاغذ انڈونیشین جنتا کے نمائندے اور ملی جلی انڈونیشین حکومت کے بڑے وزیر ڈاکٹر ہتا کو سونپ دیا۔ انہوں نے انڈونیشین جنتا کی طرف سے اس آزادی اور اپنے قبضہ کو قبول کیا۔ اس رسم کے ادا کرتے وقت برما، سیام، فلپائن، ہندوستان، پاکستان، افغانستان، وغیرہ ملکوں کے نمائندے حاضر تھے۔

پنڈت نہرو نے انڈونیشیا کی آزادی کے موقعہ پر جو سندیش بھیجا ہے، اس میں کہا ہے، "کسی انقلاب میں شانتی کے ساتھ کامیاب ہو جانا ہی سب سے بڑی اور خاص بات ہے۔ ہمارے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اہنسا کے جن اصولوں [نیموں] پر ہندوستان کو سوتنترتا ملی تھی، اسی طریقہ سے انڈونیشیا کو بھی بنا کسی لڑائی جھگڑے کے آزادی مل گئی۔"

انڈونیشیا کے آزادی کے سمجھوتے میں جو شرطیں رکھی گئی ہیں ان میں کچھ ایسی ہیں جن کا اثر فی الحال انڈونیشیا پر اچھا نہ پڑے گا۔

پہلی شرط تو یہ ہے کہ انڈونیشیا ڈچ حکومت کی تابعداری میں رہے گا۔ دوسری یہ کہ ڈچ فوجیں انڈونیشیا کے نہ صرف آس پاس کے علاقوں میں رہیں گی، بلکہ خود انڈونیشیا کے ان حصوں میں بھی رہ سکیں گی، جہاں کسی قسم کی گڑبڑ کا ڈر ہو۔ تیسری یہ کہ ڈچوں کے مالی فائدہ کا دھیان رکھا جائیگا، اور ان کی جائدادیں اور کارخانے وغیرہ پہلے کی طرح حفاظت سے رہیں گے۔ چوتھی یہ کہ دوسری بڑی جنگ کے خرچ کے نام پر ۵ کروڑ ڈالر غریب انڈونیشینوں سے وصول کئے جائیں گے۔

یہ شرطیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ انڈونیشیا کی آزادی کی کیا شکل ہوگی، اور یہ سمجھوتہ انڈونیشین جنتا کے لئے پوری پوری آزادی کا پیغام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

انڈونیشیا کے بعض ترقی پسند لوگوں کا کہنا ہے کہ ہیگ کانفرنس میں ہونے والا سمجھوتہ انڈونیشین جنتا کی مانگوں کو پورا نہیں کرتا، بلکہ جنتا کے لئے ایک نئی طرح کی غلامی کا جال ہے جسے آزادی کے بھیس میں پھیلایا جا رہا ہے۔

اس سمجھوتہ میں چند خرابیاں ضرور ہیں، لیکن جن آزادی کے سپاہیوں نے آزادی جیسی انمول چیز حاصل کر لی، وہ ان تھوڑی سی خرابیوں کو بھی دھیرے دھیرے دور کر دیں گے۔

ایک برطانوی اخبار "مانچسٹر گارڈین" لکھتا ہے، "ہندوستان نے انڈونیشیا کی آزادی کی کوشش میں پوری دلچسپی لی ہے۔

دہلی میں مارچ ۱۹۴۷ میں جو ایشین کانفرنس ہوئی تھی اس نے انڈونیشیا کے بارے میں دنیا کی رائے پر بہت اثر ڈالا تھا۔ جب سے انڈونیشیا نے آزادی کے لئے کوشش شروع کی، ہندوستان کی ہمدردی اس کے ساتھ رہی ہے۔ ہندوستان کی اخلاقی مدد نے انڈونیشیا کے لیڈروں کی بہت ہمت بڑھائی اور انھوں نے ہندوستان کی رائے کی ہمیشہ قدر کی۔

ہندوستان اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس نے نہ صرف اپنی غلامی کی زنجیر توڑی بلکہ دوسرے غلام ملک کی آزادی کی کوشش میں بھی ساتھ دیا، اور اس سے پوری ہمدردی رکھی۔

سات بھکاروں نے لوگوں کو پھنسا کر اپنا دل بہلانے کے لئے بمبئی کے ایک ریلوے اسٹیشن پر ایک بند کی ہوئی ٹکٹ بکنے کی جگہ کے سامنے "کیو" [لائن] لگائی۔ جب سو دو سو لوگ ٹکٹوں کی آشا میں ان کے پیچھے قطار بنائے کھڑے رہے اور بہت گھبراہٹ اور حیرانی پھیلی تب کہیں جا کر لوگوں کو اس دھوکہ کا پتہ چلا!

بے پروا باپ

* بیکس *

[دوسرا حصہ]

بہت رات گئے موہن شراب کے نشہ میں جھومتا ہوا آیا۔ سرلا نیند سے جاگی اور دروازہ کھولا۔ موہن لڑکھڑاتا ہوا گھر میں آکر چارپائی پر بیٹھا۔ سرلا دروازہ بند کر کے سو گئی۔ صبح سات بجے موہن مل میں چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد سندر بھی جاگا۔ رات بھر کی نیند نے اسے سب بھلا دیا۔

دن گزر گیا۔ شام کو سب بچے باہر کھیل رہے تھے۔ سندر بھی کھیلنے گیا۔ وشنو کے ہاتھ میں ایک نئی گیند تھی۔ اور بھی دو تین بچوں کے ہاتھوں میں کچھ نہ کچھ کھلونے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی سندر کو کل کی ساری باتیں یاد آگئیں۔ اس کا من اداس ہو گیا۔ اسے ایک طرف کھڑا ہوا دیکھ کر ایک لڑکے نے کہا، "ارے - چل، کھیلتا نہیں۔ تو نے کل میلہ سے کیا خریدا؟" ابھی سندر جواب بھی دینے نہ پایا تھا، کہ ایک لڑکے نے جو ان سب سے بڑا تھا اور کچھ سمجھدار تھا، جھٹ سے کہا، "ارے، شرابی کا بچہ کیا خرید سکتا ہے؟ اس نے تو میلہ بھی نہ دیکھا ہوگا۔ رات کو اس کا پتا شراب کے نشہ میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ میرے پتا اور دوسرے آدمی ہی تو اس کو گھر تک لے آئے۔" یہ سب اس نے ہنستے ہنستے اور نفرت میں ڈوبے ہوئے طریقہ سے کہا۔ سندر اتنا سنتے ہی دوڑا ہوا ماں کے پاس آیا، اور رو رو کر یہ سب ماں سے کہا۔ سرلا کیا کہتی۔ آنسوؤں سے بھری ہوئی آنکھوں سے بچہ کی طرف دیکھ کر کہا، "سچ تو ہے بیٹا۔ شرابی کا بچہ کچھ خرید نہ سکا۔ جیون کا کوئی سکھ نہیں پا سکتا۔ تم ایک شرابی کے بچہ ہو میرے لال..." اتنا کہتے کہتے سرلا کی ہچکی بندھ گئی۔ اور سندر کو سینے سے لگا کر رونے لگی۔ سندر اپنی ماتا کو روتے دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ اس نے دل میں یہ ٹھان لی کہ وہ آج اپنے پتا کو ضرور کہے گا۔ آج بھی وہ کل کی طرح ہی پتا کے انتظار میں

[" بے پروا باپ " کا باقی]

بیٹھا - مگر میلہ میں جانے کے لئے نہیں۔ آج اس کے من میں کوئی امنگ یا خوشی نہ تھی۔ آج تو اس کا ننھا دل جوش اور غصہ سے بھرا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج بیٹا باپ پر برس ہی پڑیگا - مگر ایسا نہ ہو سکا۔ قدرت کے رکھے ہوئے باپ کے رعب کو بیٹا نہ کچل سکا۔ اس کا باپ آج بھی پی کر آیا، مگر سندر جو اسے کہنا چاہتا تھا نہ کہہ سکا۔ آج شاید تھوڑی پی تھی۔ بیٹے کو آنگن میں کھڑے ہوئے دیکھ کر بولا، ارے - سندر - کیا تو بھی آج سونا بھول گیا۔ ہا، ہا، ہا، شراب ہے ہی ایسی چیز - آدمی اس کو پی کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔" اتنا کہتے کہتے لڑکھڑا کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔ "پتا جی، شراب پینے سے آدمی کو کیا ملتا ہے؟" سندر نے بھولے پن سے پوچھا۔ سرلا آج چپ نہ رہ سکی، "دکھ اور ملتی ہے، آنسو ملتے ہیں، آہیں ملتی ہیں، بربادی ملتی -" موہن ہنس کر بولا، "ارے - آج تو معلوم ہوتا ہے تم نے بھی پی ہے۔ تب ہی تو بڑے - مزے کی باتیں کر رہی ہو - ہا - ہا -" سرلا کا تو جگر جیسے پھٹ رہا تھا۔ جو کچھ کہہ سکی کہہ ڈالا۔ سندر نے بھی روتے روتے آج اور کل کا سب حال کہہ دیا۔

[باقی پھر]　(باقی کالم ۴ میں)

کل جگت شانتی سبھا

پچھلے مہینہ ہندوستان میں دنیا کے شانتی چاہنے والے لوگوں کی کانفرنس پہلے شانتی نکیتن اور بعد میں سیوا گرام ، وردھا میں ہوئی تھی ۔ اس سمیلن میں دنیا کے الگ الگ کونوں سے ایسے لوگ آئے تھے جنہوں نے امن قائم رکھنے کے لئے اپنی ذاتی یا انترا شٹر سنگٹھن کے ذریعہ کوشش کی ہے ۔ ان میں سے چند لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے پچھلی دو جنگوں میں بڑی قربانیاں کی تھیں ، اور جن کے نام دنیا بھر میں مشہور ہیں ۔ اس جلسہ میں کئی ملکوں کے نمائندے حاضر تھے ، جن میں عورتیں بھی شامل تھیں ۔ ان میں مس ایگیتھا ہیریسن اور مس ویرا بریٹن ہیں جو دنیا کی عورتوں کی انجمنوں [منڈلوں] سے واسطہ رکھتی ہیں ۔

دنیا کے شانتی چاہنے والوں کی کانفرنس ہندوستان میں بلائے جانے کے سبب کو سمجھنا مشکل نہیں ہے ۔ آج سے پانچ ہزار سال پہلے بھی اسی ملک سے مہاتما بدھ نے دنیا کو شانتی کا پیغام دیا تھا ۔ اور اُن کے بعد ہمارے باپو ، مہاتما گاندھی جی نے نہ صرف شانتی کا سندیش پھیلایا بلکہ اُس پر خود عمل کر کے ثابت کردیا کہ اہنسا اور شانتی سے وہ مسئلے حل ہو سکتے ہیں جنہیں بڑی بڑی جنگیں بھی نہ حل کر سکیں ۔

پچھلی دو لڑائیوں نے دکھا دیا کہ جنگ صرف امن قائم کرنے کے لئے نہیں لڑی جاتی بلکہ زیادہ تر اپنے مطلب کے لئے ۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد لوگوں کو وہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے جو شاید جنگ کے زمانہ میں بھی بھگتنی نہیں پڑیں ۔ لڑائی ختم ہونے کے تین سال بعد بھی دنیا اس کے برے اثر سے چھٹکارا پا نہیں سکی ہے ۔ ہندوستان کا بھی یہی حال ہے ، کالا بازار ، رشوت ، دغابازی ، مطلب پرستی ۔ یہ سب جنگ کا ہی اثر ہے ۔ آج ہمارے سامنے سب سے بڑا سوال نہ صرف تیسری بڑی جنگ کو ہونے سے روکنا بلکہ دنیا کے ملکوں اور لوگوں میں شانتی ، محبت اور بھائی چارہ کا رشتہ جوڑنا ہے ۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر راجیندر پرساد نے بتایا کہ دنیا میں شانتی اور امن قائم رکھنے کے لئے اس کے ہر ایک انسان کا ساتھ ضروری ہے ۔ اور یہ ساتھ تب ہی کامیاب ہو سکتا ہے جب ہر انسان اپنی زندگی کو سچائی اور امن کا نمونہ بنائے ۔

یہ کتنا آسان اور سادہ طریقہ ہے ، مگر اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے ۔ دوڑکیوں جائیں ، اپنے دل کو ٹٹولیں تو پتہ چلتا ہے کہ سچائی پر قائم رہنے کے لئے ہر وقت ارادہ مضبوط کرنا پڑتا ہے ۔ اس کمی سے وہاں کے آدمی بھاگ رہے جو اپنے آپ سے سچا نہیں رہ سکتا ۔ انسان چھوٹی باتوں میں سچائی برتے تو بڑی باتوں میں بھی سچائی پر قائم رہ سکتا ہے ۔ آدمی ملک اور قوم کا ایک چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہے ، اس لئے اگر ہم اپنے دل میں سچائی پیدا کر لیں تو اُس کی کرن دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں ۔

ہریجن سیوک سے معلوم ہوتا ہے کہ امن چاہنے والے لوگ گاندھی جی کی زندگی میں یہ کانفرنس ہندوستان میں بلانا چاہتے تھے ۔ گاندھی جی نے اسے منظور کرتے ہوئے آزادی حاصل کرنے تک ٹھہرنے کو کہا تھا ۔ باپو کی اچانک موت نے بہت سی باتوں کو اُلٹ پلٹ کر دیا پھر بھی اُن کا بتایا ہوا راستہ ہمارے لئے صاف ہے حالانکہ ہمیں دکھ کے ساتھ ماننا پڑیگا کہ ہندوستان خود بھی اس سے بہت دور ہے ۔

سمیلن کی طرف سے راجیندر بابو نے دنیا کو اپیل کی کہ مال ، انسانی طاقت اور سائنس دنیا کی بھلائی کے لئے خرچ کیا جائے نہ کہ بربادی کے لئے ۔ انہوں نے بتایا کہ کانفرنس میں حصہ لینے والے لوگ شانتی چاہتے ہیں ، مگر شانتی سے مطلب صرف لڑائی جھگڑوں کو روکنا نہیں بلکہ اُن کا سبب معلوم کر کے دور کرنا ہے ۔

راجیندر بابو نے کہا کہ اُن کمزوریوں کو جڑ سے دور کرنے کے لئے گاندھی جی نے ہر انسان کو شانتی کا نمونہ بنانا چاہا ، اس لئے اُنہوں نے زندگی کی ضرورتوں کو کم کر کے اپنے آپ کو سادگی کی مثال بنایا ۔ خود نڈر ہونے کے سبب دوسروں کو ڈرنے کا موقعہ نہ دیا ۔ اس طرح پریم اور ہمدردی اور بھروسہ پھیلا کر ایسے سماج کی بنیاد ڈالی جو امن کی قائل ہو ، اور یہی راستہ سب بڑے بڑے مذہبوں کا بتایا ہوا ہے ۔

* * *

("۲۶ جنوری کا پروگرام" کا باقی)

کلکتہ میں :-

تاریخ ۲۶ جنوری کو صبح سویرے دئے [سورج اُگنے] کے وقت کلکتہ کی سرکاری عمارتوں پر جھنڈا لہرایا جائیگا ۔ اور گورنر صاحب گاندھی گھاٹ پر پھول چڑھائیں گے ۔

اس کے بعد گورنمنٹ ہاؤس میں سب مذہبوں کے لوگوں کی میٹنگ ہوگی ، جس میں ہر ذات کے نمائندے حاضر ہونگے ۔

صبح ۱۱ بجے پہلے گورنر صاحب اور پھر سب منسٹر گورنمنٹ ہاؤس میں وفاداری کی قسم کھائینگے ۔

دوپہر کو فوجی پریڈ ہوگی ، اور شام کے ۸ بجے بھی ایک خاص پریڈ ہوگی ۔ سرکاری یتیم خانوں اور ہسپتالوں میں بھی خوشی منانے کا انتظام [ویوستھا] کیا جائیگا ۔

شکر کا مسئلہ

ہمارے دیش کی قانون بنانے والی سبھا کی آخری بیٹھک میں شکر کا مسئلہ چھیڑا تھا۔ اس پر بہت گرما گرم بحثیں ہوتی رہیں۔ کچھ لوگ شکر کی کمی کی وجہ سے حکومت سے ناراض تھے۔ کچھ ممبر اس گڑبڑ کا دوش کارخانے والوں اور دولت مندوں پر لگا رہے تھے۔ شری اچاریہ کرپلانی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یا تو حکومت ٹھیک طرح چلائی جائے ورنہ چھوڑ دی جائے۔

بحث شروع کرتے ہوئے شری جے رام داس دولت رام خوراک کے وزیر نے اعلان کیا تھا کہ حال میں شکر کی کمی پڑ جانے کی اصل وجہ معلوم کرائی جائے گی اور اس کے واسطے ایک ایسی کمیٹی مقرر کی جائے گی جو پوری پوری جانچ کر کے حکومت کو تبلا سکے۔

شری جے رام داس نے بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ حکومت شکر پر سے کنٹرول اٹھانے کی بابت پھر سوچ کر فیصلہ کرے گی۔

شری اجیت پرشاد نے حکومت کے تبلائے ہوئے شکر کے حساب کتاب پر شک ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے ۶ ماہ میں ہندوستان میں ۹ لاکھ ۹۶ ہزار ٹن شکر بچی گئی۔ ابھی حال ہی میں ایک غیر سرکاری خبر ملی تھی کہ ۵۰ ہزار ٹن شکر غیر قانونی طور پر باہر ملکوں کو پہنچائی گئی، اور حکومت یہ تبانے کی کوشش کر رہی ہے کہ ملک کی شکر کی کھپت بڑھ گئی، جس کی وجہ آبادی کی بڑھائی اور شکر کا زیادہ اپیوگ ہے، حالانکہ ملک کا یہ حال ہے کہ بے چاری عورتیں اپنے بچوں کو میٹھا دودھ بھی نہیں دے سکتیں۔

مل مالک صوبے اور مرکزی (سنٹرل) حکومتیں ایک دوسرے پر الزام لگا رہی ہیں اور جنتا بے چاری پریشان ہے۔

پروفیسر شبن لال سکسینا کے تبلائے ہوئے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں ہر سال ساڑھے بارہ لاکھ ٹن شکر تیار کی جاتی ہے اور ہندوستان کے بٹوارہ سے پہلے تیرہ سال کا شکر کے خرچ کا اوسط ساڑھے گیارہ لاکھ ٹن سالانہ کا رہا ہے۔ اور انڈین یونین میں صرف ساڑھے آٹھ لاکھ ٹن شکر خرچ ہوتی ہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء سنہ ۱۹۴۸ء میں ہندوستان بھی کل [illegible] لاکھ ٹن شکر خرچ ہوئی۔ اس پر مزہ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستانیوں کو شکر کھانے کی عادت زیادہ ہو گئی۔ حالانکہ اس بات کو مان لینے کے لئے کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ پروفیسر صاحب نے آگے تبلایا کہ حساب سے تین لاکھ ٹن شکر فالتو ہونا چاہئے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ مئی سنہ ۱۹۴۹ء تک شکر سنڈیکیٹ اور کارخانہ دار کہتے تھے کہ تین لاکھ ٹن شکر فالتو ہے اور اس کو بدیشی منڈیوں میں بیچنا پڑے گا۔ آخر یہ تین لاکھ ٹن شکر کا کیا ہوا؟ کیا کالے بازار میں چلی گئی؟ شکر سنڈیکیٹ سے جس وقت حکومت نے وہ بیس فیصدی شکر جو سنڈیکیٹ کی نگرانی میں رکھا کرتی تھی، بازار میں چھوڑ دینے کو کہا تو سنڈیکیٹ نے کہا تھا کہ اگر یہ شکر منڈی میں چھوڑ دی گئی تو شاید چور بازار میں چلی جائے۔ مگر نہ جانے پھر کیوں یہ شکر منڈی میں چھوڑ دی گئی اور وہی نتیجہ ہوا کہ کارخانہ داروں نے اپنے چور بازاری ایجنٹوں کے ذریعہ یہ شکر کالے بازار میں بیچ کر خوب روپیہ کمایا، اور آج ساری جنتا شکر کے دانہ دانہ کو ترس رہی ہے۔

(ظل الرحمن)

امریکہ میں ایک لسٹ (فہرست) بنی ہے جس میں ایسے ۲۰ لوگوں کے نام لکھے گئے ہیں جن کا بیسویں صدی کے پہلے حصہ کی دنیا بھر کی باتوں پر بہت زیادہ اثر رہا۔ اس لسٹ میں مہاتما گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے بھی نام ہیں۔

+ + +

مردوں کو اپنی پتنیوں سے کوئی بات چھپی نہ رکھنی چاہئے شہر امرتسر کے ایک چپراسی نے اپنی محنت سے کمائے ہوئے ۲,۵۰۰ روپئے ایک تکیہ میں سی دئے اور اپنی پتنی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں تبایا۔ پتنی نے اسے پرانا تکیہ سمجھ کر کسی کو دے دیا۔ بہت ڈھونڈھنے پر بھی یہ تکیہ پھر ہاتھ نہ آیا۔

آپ کا باورچی خانہ

معاف کیجئے، بہنیں، ہم نے وعدہ تو کیا تھا کہ آپ کو ہر وقت آپ کے "رہبر" میں کچھ نہ کچھ پکوان کے نسخے تبلا دیا کریں گے، مگر کیا کریں آج کل "رہبر" کے لئے لوگ اتنے لیکھ لکھنے لگے ہیں کہ جگہ کی بہت کمی ہوتی ہے۔ اس لئے اب سے یہ کالم آپ کے لئے ہر مہینہ کی پندرہ تاریخ کو پیش کیا جائے گا۔

پرسوں ہی ڈاک میں ایک بہن فیروزہ بائی کا بھی پتر (خط) تھا۔ انھوں نے لکھا تھا کہ آپ کی رتنالو کی کھیر ہم نے پکا کر کھائی۔ بڑی لذیذ (سواد شٹ) تھی۔ آپ کے لئے "مینگو پھول" (کیری) کی مٹھاس بنانے کا طریقہ بھیج رہی ہوں"۔

بہن فیروزہ بائی کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور یہ ہے اُن کا طریقہ:-

ایک رتل کولی، کچی کیری کو چھیل کر دو ٹکڑے کر کے گٹھلی نکال لی جائے اور کنکنے پانی میں بھگو کر کھٹائی نکال دیں۔ اس پانی کو پھینک دیں۔ ایک کپ دوسرا پانی ڈال کر کیری کو اُبالیں پھر چھلنی سے چھان لیں۔ کیری کے ناپ کی آدھی شکر ملائیں پھر تیز آگ پر ایک جوش دینے کے بعد آگ دھیمی کر کے چمچہ سے ہلاتے رہیں۔ داغ لگنے نہ دیں۔ گاڑھی جیلی جیسی ہو جائے تو اُتار لیں۔ ایک سیر بھینس کا دودھ برف پر رکھ کر ٹھنڈا کریں۔ جیلی کو چکھو کر دودھ ملایا جائے۔ "مینگو پھول" ٹھنڈا کرنے سے زیادہ لذت ہوتی ہے۔ تازہ دودھ نہ مل سکے تو ڈبہ کا دودھ اُپیوگ کریں۔ لیکن دودھ کو ٹھنڈا کئے بنا نہ ڈالا جائے ورنہ پھٹ جائیگا۔ کوٹی ہوئی الائچی اور جائفل ڈالنے سے یہ بہت لذیذ ہوگا۔

— آشا دیوی —

لیک سکسیس کی خبر ہے کہ چین کی کمیونسٹ حکومت کو اب تک یو۔ این۔ او۔ کی حفاظتی کونسل کے پانچ ممبر (ملک)، مان چکے ہیں، جن کے نام [illegible]، ہندوستان، یوگوسلاویہ، برطانیہ اور ناروے ہیں، اگر اور دو ایک ممبر اسے مان لیں تو پرانی چینی حکومت کی جگہ پر اول چین کی نمائندگی (ممبرشپ) مانی جائے گی۔

تین مہینے ہوئے شہر شولاپور میں اُردو تعلیم بالغان (پرَوڈھ شکشا) کے کلاس جاری ہوئے ہیں۔ جن لوگوں کو ریلوے لائن، ۸۳ شولاپور، یا جناب شیخ محمد یٰسین، سوپر وائزر، تعلیم بالغان، جنوبی حصہ، مکان نمبر ۳۰ شولاپور، سے ملیں۔ پڑھانے والوں کو ہر مہینہ ۱۲ روپے ملیں گے۔ اور پڑھنے والوں کو مفت پڑھایا جائیگا۔

احمد آباد کی خبر ہے کہ ہند حکومت کے مزدور محکمہ نے وہاں کی سات ملوں کو، جو کئی مہینوں سے بند پڑی ہیں، نوٹس دیا ہے کہ ملوں کے بند ہونے کی وجہ بتائی جائے، اور لکھ کر حکومت کو خبر دیں۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رہبر اخبار "رہبر" پریس۔۔۔ وِٹّل بھائی لاروڈ بمبئی ۲۶۔ اردو دیوناگری اور ہندی تینوں لکھاوٹوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔ اردو رہبر کے چار صفحے اجمل پریس، اجمل پریس، [illegible] بمبئی میں چھپتا ہے

رجسٹرڈ نمبر ۴۴۲۲۱ — رجسٹرڈ نمبر بی ۴۷۴۵

قیمت دو آنے — پندرہ روزہ — ایڈیٹر-

زبان

سالانہ چندہ تین روپے
سنہ ۱۹۴۴ء میں شروع ہوا

مسز کلثوم سایانی
روپا ویلا، بمبئی

جلد ۱ — بمبئی تاریخ ۱ فروری سنہ ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۴

نیک بات

آپ کچھ لوگوں کو ہمیشہ دھوکا دے سکتے ہیں،
سب لوگوں کو کچھ وقت تک دھوکا دے سکتے ہیں،
مگر سب لوگوں کو ہمیشہ دھوکا نہیں دے سکتے۔

(ابراہام لنکن)

اپنی باتیں

جنوری کے پہلے حصے میں کولمبو (لنکا) میں کومن ویلتھ کے ملکوں کے فورین (غیر ملکی معاملوں) کے وزیروں کی کونفرنس ہوئی تھی۔ ان میں حصہ لینے والوں میں مسٹر لیسٹر پیرسن (کنیڈا)، مسٹر پی۔ سی اسپینڈر (آسٹریلیا)، مسٹر غلام محمد (پاکستان)، مسٹر سینانائک (لنکا)، مسٹر بیون (برطانیہ)، مسٹر ڈودلج (نیوزی لینڈ) اور ہمارے پردھان منتری پنڈت نہرو بھی تھے۔

پنڈت نہرو نے اس کانفرنس میں بہت بڑا بھاگ لیا اور بہت شہرت پائی۔ کولمبو کے لوگوں نے ان کا سواگت بڑی دھوم دھام سے اور شان کے ساتھ کیا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ ہندوستان پہلا ملک تھا کہ جس نے چین کی کیمونسٹ حکومت کو مان لیا۔ اسکے بعد دوسرے ملک خاص کر برطانیہ اور پاکستان نے اسے مانا، حالانکہ دوسرے ڈومینین اور یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ نہ صرف اسے ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے پنڈت نہرو کے [illegible] کو کولمبو کانفرنس کے سامنے لانے پر [illegible]

ناراضگی دکھائی ہے۔

اس کانفرنس میں جو بات چیت ہوئی اس سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ یہ خوب سپھل رہی۔ مگر پنڈت نہرو کو اس بات کا شک ہے کہ یہ دنیا کے مسئلوں کو حل کرنے میں مدد دے سکے گی یا نہیں۔

کانفرنس میں جن مسئلوں پر بحث کی گئی ان میں سے چند یہ تھے کہ جاپان کے مسئلے کی جانچ کیلئے ایک ورکنگ پارٹی بنائی گئی، برما کو مالی مدد دینا طے کیا گیا، اور آزاد انڈونیشیا کے ری پبلک کو دلی مبارکباد دی گئی۔ مسٹر ارنسٹ بیون، پنڈت نہرو اور مسٹر غلام محمد میں خاص چھپا بات چیت ہوئی جس میں دکھنی پوربی ملکوں کی رکشا کی ضرورت پر بحث ہوئی۔

اتنا سب ہوتے ہوئے بھی کامن ویلتھ کے ملکوں کے آپس کے اختلاف (ورودھتا) کو دور کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ سوچا جاتا تھا کہ چونکہ دکھنی افریقہ نے ہندوستان اور پاکستان کو کیپ ٹاؤن میں گول میز کانفرنس کرنے کا آمنترن دیا تھا۔ اسلئے افریقہ کے ہندوستانیوں کی حالت کا معاملہ ٹھیک ہو جائیگا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ اور نہ تو کشمیر کے بارے میں کوئی بات چیت ہونے کا پتہ چلا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کی ایکنومک لڑائی اور "تامل لیبر" کے مسئلے (جس سے ہند اور لنکا واسطہ رکھتے ہیں) کے بارے میں بھی کوئی بات چیت نہیں چھڑی۔

کامن ویلتھ کے ملکوں کی دنیا کے دوسرے ملکوں سے امن قائم رکھنے کی اچھا کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ کامن ویلتھ کے ملک آپس میں امن قائم رکھیں۔ اور اگر اس خیال سے اس کانفرنس کو دیکھا جائے تو بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ پوری طرح کامیاب نہیں ہوئی۔۔

آنکھوں کا بینک

(بیگم خورشید آغاجانی)

ابھی آپ لوگ صرف دو قسم کے بینکوں سے واقف ہیں۔ ایک روپیوں کا بینک اور دوسرا خون کا بینک۔ لیکن ابھی ابھی ایک نیا اور انوکھا بینک فرانس میں قائم کیا گیا ہے۔ جسے آنکھوں کا بینک کہتے ہیں۔ یہ بینک لوگوں سے برابر التجا (نوے دن) کرتا ہے کہ اسے لوگ اپنی سب سے پیاری اور قیمتی چیز یعنی روشنی دیدیں۔ آپ کو یہ سُن کر ضرور تعجب لگے گا اور آپ کہیں گے، کہ بھلا کس لئے دیدیں؟

آئیے ہم آپ کو اس کے بارے میں کام کی باتیں بتلاتے ہیں۔ فرانس میں کوئی پانچ ہزار اور دس ہزار کے قریب لوگوں کی دیکھنے کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ لیکن سائنس اس سلسلے میں یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ایک خاص آپریشن کے ذریعہ وہ انہیں پھر دیکھنے کے قابل بنادے گی۔ وہ آپریشن اس طرح کیا جاتا ہے کہ آنکھوں کی پتلی کے اوپر جو ایک باریک سی جھلی کا پردہ ہوتا ہے، اسے کاٹ لیا جاتا ہے۔ اور اس کی جگہ ایک اچھی نئی جھلی کو سی دیا جاتا ہے۔ اس ترکیب سے آنکھوں کی روشنی لوٹ آتی ہے۔ اور آنکھیں اچھی ہو جاتی ہیں۔ اس آپریشن کے طریقہ کو "گرافٹنگ" کہتے ہیں۔

اس لئے آنکھوں کے فرانسیسی بینک نے لوگوں سے درخواست کی ہے کہ لوگ یہ لکھ کر دے دیں کہ ان کے مرنے کے بعد اُن کی آنکھیں "آنکھوں کے بینک" کو دیدی جائیں گی

اس وقت تک اس بینک کے پاس اس قسم کی دو سَو آنکھیں جمع ہو چکی ہیں لیکن یہ تعداد بہت ہی کم ہے۔ کیونکہ آنکھیں نکالنے کے بعد اُن کو صرف آٹھ روز تک دواؤں کی مدد سے زندہ رکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ آنکھیں برابر آتی رہیں۔ اور یہ انمول خزانہ خالی نہ ہونے پائے۔ گو کہ یہ آنکھوں کا آپریشن صرف کورنیا کی بیماری کو اچھا کرسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ آنکھوں کی ضرورت ہے۔

امریکہ میں یہ کام بہت ہی اچھی طرح چل رہا ہے۔ اس کی ایک بہترین مثال یہ ہے کہ ایک چور نے جسے پھانسی کی سزا ہونے والی تھی، اپنی آنکھیں اس بینک کو دینے کی وصیت کردی تھی۔ امریکی ہوائی جہاز آنکھوں کے خزانے سے آنکھیں لے جاکر ملک کے ہر اُس آنکھوں کے ہسپتال میں پہنچاتے ہیں جہاں ان کی ضرورت ہوتی ہے۔

کورنیا کا پہلا کامیاب آپریشن پروفیسر ایلنگ نے ۱۹۳۵ء میں چیکو سلاویکیہ میں کیا تھا اور پہلی بار مردے کی آنکھیں نکال کر کامیاب ہونے کا سہرا پروفیسر فیلیٹو کے سر رہا ہے۔

مئی ۱۹۴۷ء میں پہلی مرتبہ دنیا کی کریٹو پلاسٹری کانگرس منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں فرانس نے دنیا کو اپنے بڑھتے ہوئے تجربے بتائے تھے لیکن فرانسیسیوں کے قانون اور اُن کی تنگ نظری ایک عرصہ تک اس کام کی ترقی میں رکاوٹ ڈالتی رہی مگر ڈاکٹر برنالڈ لاسفے کی کوششوں سے یہ مشکل بھی آسان ہوگئی اور فرانس کی حکومت نے ایک قانون کے ذریعہ

خوراک کی کمی کا مسئلہ

آج ہندوستان میں خوراک کی کمی کا سوال سب سے زیادہ مشکل ھے. یہ مصیبت ہندوستان میں برطانوی حکومت سے پہلے نہ تھی. لیکن برطانوی حکومت کے قبضہ کے بعد ہی تھیرے دھیرے کمی ہوتی گئی. یہاں تک کہ سنہ ۱۹۰۷ میں قریب ساڑھے چار لاکھ ٹن غلہ کی کمی ہوگئی. حالانکہ یہی ہندوستان تھا کہ جہاں ہر سال اتنا غلہ پیدا ہوتا تھا کہ سال بھر تک خوب اچھی طرح خرچ کرنے کے بعد بھی اناج بچا کرتا تھا اور جب سے اس کی پیداوار میں کمی ہونا شروع ہوئی تو کل پیداوار ہی میں کمی نہیں ہوئی بلکہ کھیتی کے قابل زمین کا رقبہ (ایریا) بھی کم ہو گیا اور فی ایکڑ پیداوار میں بھی کمی ہوگئی.

برطانوی حکومت کے زمانہ میں کچھ ایسا کھیل کھیلا گیا کہ زمین کے مالک کم سے کم ہو تے گئے اور زمینداری اور سرمایاداری زوروں پر آتی گئی. بیچارہ کسان کہ جس پر ملک کی خوش حالی اور ترقی کا دارومدار ھے، غریب ہوتا گیا.

کچھ سمئے بعد کانگریس پارٹی نے حکومت سنبھالتے ہی خوراک کی کمی کی جانچ کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی. جس کے صدر خود پنڈت نہرو تھے. انہوں نے جنوری سنہ ۱۹۴۹ میں رپورٹ دی کہ ملک میں ۴۰ لاکھ ٹن غلہ کی کمی ھے. اس کے سوا یہ بھی بتایا کہ کسانوں کو ہر قسم کی مدد دینے کی ضرورت ھے. اسی وقت سرکاری طور پر ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی جس نے مئی سنہ ۱۹۴۹ میں رپورٹ دی کہ صرف ۲۵ لاکھ ٹن اناج کی کمی کا اندازہ ھے. اس کمیٹی نے دو اسکیمیں، ایک پانچ سال کی اور دوسری پندرہ سال کی بھی پیش کیں. پانچ سال کی اسکیم میں بتایا کہ حکومت اپنے پاس سے ۵۰ کروڑ روپیہ لگا کر ۶۷۵ ایکڑ زمین میں کھیتی کرائے اور جیسے جیسے پیداوار بڑھتی جائے اسی طرح دھیرے دھیرے کنٹرول اٹھا لیا جائے.

پچھلا حساب دیکھنے سے پتہ چلتا ھے کہ ۱۹۴۵، ۴۶ میں اناج کی کمی صرف ۳۲ لاکھ ٹن ہو گئی لیکن ۱۹۴۷ میں یہ کمی بڑھ کر ۴۵ لاکھ ٹن ہوگئی لیکن جنتا کے کہنے اور گاندھی جی کے زور دینے پر ۱۹۴۷، ۴۸ میں راشن کے قانونوں میں کچھ نرمی کی گئی اور بعض جگہ سے تو کنٹرول ختم کر دیا گیا. اس کا نتیجہ اچھا نکلا، یعنی ۱۹۴۸ میں پہلے کے مقابلہ میں دوسرے ملکوں سے صرف ۲۸ لاکھ ٹن اناج منگانا پڑا.

سنہ ۱۹۴۸، ۴۹ کے شروع میں پھر کسی وجہ سے کنٹرول لگایا گیا. نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت کو باہر کے دیشوں سے ۴۷ لاکھ ٹن یعنی ۱۴۴ کروڑ روپیئے کا اناج منگانا پڑا.

سنہ ۱۹۳۹، ۴۰ میں ایک آدمی پر اناج کا خرچ ۳۹۸ پونڈ سالانہ تھا. لیکن دن بدن قیمتوں کے بڑھنے اور آمدنی کے گھٹنے سے اب ایک آدمی کا خرچ صرف ۳۵۷ پونڈ رہ گیا ھے.

اناج کے خرچ کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دیش میں اناج کی کھپت تو بڑھی نہیں اور باہر کے ملکوں سے ۳۷ لاکھ ٹن اناج منگایا گیا. مطلب یہ ہوا کہ یا تو اناج کی پیداوار میں کمی آگئی یا پھر سٹہ بازوں کے گوداموں نے اناج کے بڑے بڑے ڈھیروں کو ہضم کر لیا. شاید یہ دونوں باتیں صحیح ہیں.

جولائی ۱۹۴۹ میں " پیداوار بڑھاؤ " کی اسکیم میں چند تجویزیں پاس کی گئی تھیں لیکن ان میں کامیابی نہ ہوسکی.

اس اسکیم میں کسانوں سے اناج وصول کرنے کا جو طریقہ رکھا گیا تھا وہ ٹھیک نہ تھا. اسی لیئے کل پیداوار کا ۲ فیصدی غلہ وصول ہوسکا. دوسرے، ۵ کروڑ ایکڑ بیکار زمین کو کھیتی کے لائق بنانے کا وعدہ تھا وہ بھی پورا نہ ہوا. تیسرے، باہر سے جو کھاد منگوائی گئی وہ پورے ملک کی ضرورت کی ایک فی صدی بھی نہ تھی. اس کے علاوہ کھیتی کے اوزار اتنے مہنگے خرچ پر ملتے تھے کہ کسان مزدوروں ہی سے کام لینا پسند کرتا تھا.

" غلہ زیادہ اگاؤ " کی اسکیم پر تین سال میں ۱۶ کروڑ روپیہ خرچ ہوا اور غلہ کی کمی جیسی کی ویسی رہی. صوبائی حکومتوں نے کسانوں سے جو غلہ خریدا اس پر محکمہ [ڈیپارٹمنٹ] کا خرچہ اصل قیمت سے زیادہ ہوگیا.

ایک طرف تو اناج کی کمی پوری کرنے کے لئے اعلان کئے جا رہے ہیں کہ جنتا خوراک میں کمی کرے اور اناج کے علاوہ شکر قند اور مونگ پھلی وغیرہ کا بھی اپیوگ کرے. دوسری طرف یہ حال ھے کہ سائنس جاننے

[باقی صفحہ ۷ پر]

ہمارے نئے کونسٹیٹیوشن (دستور) کے بارے میں چند باتیں

ہمارا نیا دستور، جو تاریخ ۲۶ جنوری سے سرکاری طور پر جاری کر دیا گیا ہے، اس میں ۳۹۵ قلمیں ہیں، جنھیں ۸ حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ اسکے دیباچے میں لکھا گیا ہے کہ ہندوستان کے لوگوں نے دیش کو ایک مہان ملی جلی حکومت بنانے اور سب ہندوستانیوں میں انصاف، آزادی، برابری اور بھائی چارا قائم کرنے کا پکا ارادہ کیا ہے۔

ہندوستان اب سے یونین آف اسٹیٹس یعنی صوبوں کا سنگٹھن ہوگا، جسکا سردار چنا ہوا پریسیڈنٹ (صدر) ہوگا، جسکے ہاتھوں میں پورا سرکاری اختیار ہوگا۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی ہندوستان کومن ویلتھ کا ممبر رہیگا۔

اس دستور کی خاص باتیں "رہبر" کے پڑھنے والوں کے لئے انگریزی سے ترجمہ کرکے پیش کرتے ہیں:

شہریت (سٹیزن شپ):

دستور میں ہندوستان ریپبلک کی زمین وغیرہ کا خلاصہ کرنے کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ اس دستور کے جاری ہوتے وقت جو شخص ہندوستان میں بسا ہوا ہو اور جسکے یا تو باپ یا ماں کا جنم ہندوستان میں ہوا ہو یا پچھلے پانچ سالوں سے وہ ہندوستان میں بس رہا ہو، ہندوستان کا وطنی کہلایا جائیگا۔

بنیادی حق:

یہ امریکن لوگوں کے حقوق [ادھیکاروں] کے بل سے ملتے جلتے ہیں۔

ہر شخص کو قانونی برابری، ذاتی آزادی، بولنے کی آزادی، ملنے اور جماعت بنانے کی آزادی، آنے جانے کی آزادی اور مذہب پر قایم رہنے کی آزادی ہے۔

ان ادھیکاروں میں سے سب سے خاص یہ ہے کہ کسی بھی طرح کی چھوت چھات کو قائم رکھنا جرم ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ قانون گاندھی جی کی یاد کو امر بنا دیتا ہے، کیونکہ یہ انہیں کی جان توڑ محنت کا نتیجہ ہے۔

بنیادی ادھیکاروں کا بچاؤ معمولی عدالتوں سے لیکر بڑی عدالت [سپریم کورٹ] میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حکومت کی پالیسی:

حکومت لوگوں کو مفت شروع کی [پرائمری] تعلیم دینے، کام دینے، زچگی کے زمانے میں مدد دینے اور بیکاری، بیماری اور بڑھاپے کے وقت مدد دینے کی کوشش کریگی۔

یہ ایسی چیزیں ہیں جنھیں قانونی طور پر جاری نہیں کیا جا سکتا، اسلئے یہ صرف حکومت کی اخلاقی [آچاری] پالیسی ہوگی۔

یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ایسی پالیسی حکومت نے دوسرے دیشوں کے دستوروں سے نقل کرکے بنائی ہے۔ آج سے قریب تین ہزار سال پہلے بھی ہندوستان کی پرانی حکومتوں کی پالیسی اس سے ملتی جلتی ہے۔ آج سے قریب ڈھائی ہزار سال پہلے کی مشہور کتاب "ارتھ شاستر" میں بتایا گیا ہے کہ "بادشاہ یتیموں، اپاہجوں، بیماروں اور لاچاروں کو روزی دلائیگا اور امیدوار ماؤں اور انکے پیدا کئے ہوئے بچوں کو روٹی کپڑا پہنچوائیگا۔"

ہندوستانی فیڈرل یونین:

ریپبلک ہندوستان اصل میں الگ الگ صوبوں، ریاستوں اور ٹاپوؤں کا ملا جلا سنگٹھن ہے جسے 'فیڈریشن' یا 'فیڈرل یونین' کہتے ہیں۔ آزادی ملنے سے پہلے ہندوستان میں نو بڑے گورنروں کے صوبے، پانچ چیف کمشنر کے چھوٹے صوبے اور پانچ سو چھوٹی بڑی ریاستیں تھیں، جنکی آبادی ملک کی آبادی کا ایک تہائی حصہ تھی۔ آزادی کے بعد یہ ریاستیں یا تو صوبوں میں ملا دی گئیں یا چند ریاستوں کو ملا کر سنگٹھن بنا دی گئیں، جنکی گنتی صرف قریب ۱۲ ہے۔ قریب سب ریاستیں مرکزی [کیندری] حکومت سے سمبندھ رکھتی ہیں، اور کئی ریاستوں میں ذمہ دار حکومت بنا دی گئی ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ ان ریاستوں کے سنگٹھن اور دوسرے صوبوں میں زیادہ فرق نہیں ہوگا۔



ڈاکٹر راجندر پرشاد

جو ۲۴ جنوری کو ہندوستان کے پہلے صدر چنے گئے

یونین کا صدر:

نئے دستور سے ہندوستان کا سب سے بڑا عہدے دار پریسیڈنٹ یا صدر کہلائیگا۔ پریسیڈنٹ کا چناؤ مرکزی پارلامنٹ اور صوبائی اسمبلی کے چنے ہوئے ممبروں کے ذریعے ہوگا۔ چنا ہوا صدر پانچ سال تک اپنے عہدے پر رہ سکتا ہے۔ اسکے بعد اسے پھر سے چناؤ کے لئے کھڑے ہونے کا حق ہے۔ دستور کے خلاف کام کرنے پر اگر پارلامنٹ چاہے تو پریسیڈنٹ کو عہدے سے ہٹا سکتی ہے۔ حکومت کے سب فرمان پریسیڈنٹ کے نام سے جاری کئے جائینگے، لیکن پریسیڈنٹ اپنے وزیروں کی صلاح سے کام کریگا۔ اسکے اختیار میں ضروری موقعہ پر آرڈیننس (خاص قاعدے) جاری کرنے۔

نائب صدر [اپ پردھان]:

نائب صدر کا چناؤ صرف مرکزی پارلامنٹ کے ممبروں کے ذریعے ہوگا۔ نائب صدر بھی صدر کی طرح پانچ سال اپنے عہدے پر رہ سکیگا اور پارلامنٹ کی بڑی کونسل کا چیرمین مانا جائیگا۔ پریسیڈنٹ کی جگہ خالی ہونے پر نئے چنا تک وہ صدر کی جگہ سنبھالے گا۔

پارلامنٹ:

پارلامنٹ کا مطلب ملک کے کام اور قانون بنانے والی بڑی سبھا۔ اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک کا نام "کونسل آف اسٹیٹس" ہے جسے 'اپر ہاؤس' یعنی بڑا گھر بھی کہتے ہیں۔ دوسرا حصہ "ہاؤس آف دی پیپل" یعنی جنتا کا گھر ہے۔ پہلے گھر میں زیادہ سے زیادہ ۲۵۰ ممبر ہوتے ہیں جن میں سے ۱۲ صدر کے چنے ہوئے ایسے ممبر ہوتے ہیں جو سماج سیوا، آرٹ، سائنس، ادب وغیرہ کے اچھے جاننے والے ہوں۔ باقی ممبر ملک کے الگ الگ صوبوں اور ریاستوں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اس نمائندگی میں آبادی کا خیال رکھتے ہوئے ہر ۱۰ لاکھ آدمیوں پر ایک نمائندہ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ ۵۰ لاکھ کی آبادی تک جاری رہتا ہے۔ اور اسکے بعد ہر ۲۰ لاکھ آدمیوں پر ایک نمائندہ زیادہ لیا جاتا ہے۔ ان کا چناؤ صوبے اور ریاستوں کی کونسل کے چنے ہوئے ممبر کرتے ہیں۔ یہ "کونسل آف اسٹیٹس" یا پہلا گھر ایک مستقل [ہمیشہ رہنے والی] سبھا ہے، جسکے ایک تہائی ممبروں کو ہر دوسرے سال کے بعد الگ ہو جانا پڑتا ہے۔

چھوٹی سبھا یا 'ہاؤس آف پیپل' میں زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ ممبر ہوتے ہیں۔ ان کا چناؤ صوبے یا ریاستوں کے لوگ "ایڈلٹ سفریج" [ہر ۲۱ سال کے مرد اور عورت کو ووٹ کا حق] کے طریقہ پر کرتے ہیں - ۵،۰۰،۰۰۰ سے لے کر ۷،۵۰،۰۰۰ کی آبادی پر ایک نمائندہ لیا جاتا ہے۔ ہر صوبہ یا ریاست میں جہاں تک ہو سکے بستی کے لحاظ سے نمائندے چنے جائیں گے۔ یہ چناؤ ۱۹۵۰ یا ۱۹۵۱ میں ہونے والی مردم شماری (گنتی) کے بعد ہوگا۔

الیکشن:

نئے دستور میں کم گنتی والی قوموں جیسے کہ مسلمان، سکھ، اور عیسائی کے لئے الگ جگہ یا الیکشن نہیں ہونگے۔ بستی کے لحاظ سے ہریجنوں اور گری ہوئی قوموں کے لئے الگ نمائندے ہونگے۔ ہندی انگریزوں کے لئے بھی الگ جگہ نہ ہوگی لیکن صدر کو یہ حق ہوگا کہ ضرورت پر اپنی طرف سے دو ایسے نمائندے نامزد کرے۔

(باقی پھر)

[یہ ترجمہ دل ہند مہلا منڈل (انجمن خواتین) کے انگریزی اخبار "روشنی" میں سر بی۔ این۔ راؤ کے لکھے ہوئے لیکھ سے کیا گیا ہے۔ سر بی۔ این۔ راؤ ہند حکومت کے دستوری صلاح کار ہیں۔]

*

پیارے باپو

کی یاد میں

*

۳۰ جنوری کو ہمارے مہاتما گاندھی جی کے شہید ہونے کو دو سال پورے ہوئے۔ ۱۵ فروری کے "رہبر" میں انکے بارے میں کچھ حال چھپیگا۔

*

ریپبلک

ہند زندہ باد

*

۲۶ جنوری کو ہندوستان پوری طرح آزاد ہو گیا۔ اگلے "رہبر" میں اس دن کیا کیا ہوا اس کے بارے میں چند باتیں بتلائی جائیں گی۔

سچا دھرم

* بہن رضیہ سلطانہ *

[پہلا حصہ]

چندو کو دن نکلتے ہی اپنے اندھے باپ کا ہاتھ پکڑ کر بھیک مانگنے جانا پڑتا تھا۔ وہ آس پاس کے گاؤں میں پھیری لگاتے اور "خدا کا نام سچا، جھوٹا ہے سب جگت۔" گاتے پھرتے تھے۔ جب ذرا دن چڑھتا تو اسٹیشن کے راستہ پر جا بیٹھتے، اور آنے جانے والوں سے رحم کی درخواستیں کرتے رہتے تھے۔ بڈھا باپ دیکھ نہ سکتا تھا پھر بھی لوگوں کے پیروں کی چاپ ضرور سن لیتا تھا۔ فوراً چلا اٹھتا تھا، "بابا، اندھے محتاج کو کچھ دیتے جاؤ۔ خدا تمہارا بھلا کرے گا۔" ملت کے فقرے [واکئے] کچھ لمبے چوڑے نہیں تھے، اسی لئے چندو کو بھی یاد ہوگئے تھے۔ اور آہستہ آہستہ وہ بھی اپنی توتلی زبان میں باپ کے ساتھ آواز لگانے لگا تھا، "بابا اندھے محتاج کو کچھ دیتے جاؤ۔"

اسی طرح دونوں کی زندگی کے دن بیت رہے تھے۔ دن بھر کی کڑی دھوپ سر پر جھیل کر باپ بیٹے شام کو مکان واپس آتے۔ مکان کاہے کا تھا؟ ایک ٹوٹا پھوٹا جھونپڑا تھا جس میں کبھی جھاڑو نہیں دی جاتی تھی۔ دیواریں بڑی مدت سے چنی نہیں گئی تھیں۔ زمین کبھی مٹی یا گوبر سے لیپی نہیں گئی تھی۔ مرمت نہ ہوسکنے کے سبب کھپریل جھک گئی تھی۔ کھپرے اِدھر اُدھر کھسک گئے تھے۔ برسات میں پانی کے ریلے اندر آتے تھے۔ باپ بیٹے دو جان کہنے کو رہتے تھے۔ البتہ آرام سے رہنے کی جگہ سمجھ کر طرح طرح کے جانوروں نے ہمیشہ کے لئے یہاں گھر بنا لیا تھا۔ گھونس رہتی تھی، چھچھوندریں رہتی تھیں، چوہے رہتے تھے۔ مکڑیاں برابر سال بھر اپنے انڈے سہتے اور اپنے جال بننے میں لگی رہتی تھیں۔ رات ہوئی اور چوہوں کی بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔

بوڑھا باپ سوچتا، "خدا نہ کرے، میں مر گیا تو میرا معصوم چندو کیا کرے گا؟ آج کون ہے جو اِس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرے گا؟ آج اِسے بلا کر دو نوالے کھلائے گا؟" سوچتے سوچتے باپ کی آنکھوں میں پانی بھر آتے اور وہ سوتے ہوئے چندو کو کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیتا۔ اِس طرح کئی دن گذر گئے۔

صرف چار پانچ دن پہلے جو بخار آیا تھا آج اُسی بخار نے آدھی رات کے وقت معصوم بچہ کے دیکھتے دیکھتے اُس کے پیارے باپ کے بدن سے روح کو باہر نکال پھینکا۔ تھوڑی دیر بعد چندو گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اُس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ باپ کو لپٹ لپٹ کر چلا رہا تھا، "باوا، باوا، ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔ باوا جان! ہمیں ڈر لگ رہا ہے، اٹھو!" چندو کے باوا اب کہاں تھے، جو اُسے جواب دیتے۔ اپنے ہاتھوں سے دونوں آنکھیں بند کر لینے پر بھی اُسے ڈھارس نہیں ہوتی تھی۔ باپ کو اور زور سے لپٹ کر چلانے لگتا، "باوا پیارے! منہ سے تو بولو، ذرا باتیں تو کرو۔ تم کیوں چپ ہوگئے؟ ایسے چپ کبھی نہ رہتے تھے۔" اس کے بعد وہ پھر رونے لگا۔ اور دوڑتے ہوئے رکھی رام کے دروازے کو دھکے مارنے اور پکارنے لگا، "کاکا جی، باوا بالکل چپ ہوگئے ہیں، ہلتے تک نہیں۔" رکھی رام نے آکر نبض دیکھی اور کہا، "تیرا باپ مرگیا۔" اتنا سنتے ہی چندو باپ کی لاش پر گر گیا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ چیخ پکار کی آواز سن کر گاؤں والے جمع ہو گئے۔ رکھی رام کی بیوی نے کہا، "کھڑے کیا دیکھتے ہو، اندھے کی مٹی کو ٹھکانے لگانے کی تجویز کیوں نہیں سوچتے؟" رکھی رام نے کہا، "تو کیسی بیوقوفی کی باتیں کرتی ہے! مسلمان کی میت ہے، اسے کون ہاتھ لگائے گا؟ جا، یہاں سے دور ہو۔ تجھے یہاں کس نے بلایا تھا؟" رکھی رام کی بیوی نے کہا، "اٹھ رے۔ چندو، اب یہاں اکیلا بیٹھ کر کیا کرے گا۔ کیا مرنے والے کے ساتھ تو بھی مرے گا؟" میت مسلمان کی ہونے کی وجہ سے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔

دو چار دن تک تو وہیں میت رہی۔ بعد میں چار غریبوں نے ایک لکڑی کا تختہ منگایا۔ اُس میں بیل جوتے اور چاروں نے ڈرتے ڈرتے اندھے کی لاش کو تختہ پر رکھ کر بیلوں کو ہانکنا شروع کیا۔ جس گلی سے لاش جا رہی تھی اُس گلی کے سب مکانوں کے دروازے بند کر لئے گئے۔ لاش کے ساتھ چندو بھی روتا ہوا جاتا تھا۔ جب سدا شیو بابو کے گھر کے سامنے پہنچے تو لاش تختے پر سے کھسک کر نیچے آ رہی تھی۔ یہ نظارہ اُن کی آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک دم گرجنے لگے، "نالائقو، ایک بڈھے اندھے انسان کی لاش کی تم اتنی بے ادبی کرتے ہو۔ اگر تم اپنے کاندھے پر رکھ کر لے جاتے تو کونسی بلا تمہیں چمٹ جاتی؟ کھولو تختہ اور کاندھے پر اٹھا کر لے چلو۔" کسی نے اُن کا حکم نہ مانا۔ سدا شیو بابو نے خود رسی کھولی اور لاش کو کاندھے پر لادا اور بڑے جوش کے ساتھ ندی کے اندر ڈال دیا۔

[باقی پھر]

* * *

ننی دہلی کی خبر ہے کہ دنیا کی ملی جلی کمیٹی (یو این او) کی طرف سے سنہ ۱۹۴۸ء کا جو سالنامہ چھپا ہے اس میں ہر چیز کی گنتی اور آنک چھپے ہیں۔ اس سالنامہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ انگلستان میں ۶۰۰ اخبار، آسٹریلیا میں ۴۰۰ اخبار، سویڈن میں ۴۰۵ اخبار، امریکہ میں ۳۵۷ اخبار، چین میں دس اور ہمارے ملک میں صرف پانچ اخبار ایک ہزار آدمیوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دیش کے لوگ پڑھنے لکھنے میں کتنے پیچھے ہیں۔

× × ×

("آنکھوں کا بینک" کا باقی)

ہر آدمی کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ وہ اپنی آنکھیں "آنکھوں کے بینک" کو دے سکتا ہے۔

ڈاکٹر پیر تیبل نے جو آنکھوں کے بینک سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، اپنے بیان میں کہا ہے کہ فرانس کے "آنکھوں کے بینک" نے ایک سال کے اندر اندر چار پانچ سو کے قریب آپریشن کئے، اور سو فیصدی کامیاب رہا ہے۔ انہیں اپنا آئندہ زمانہ بہت شاندار نظر آرہا ہے۔ لیکن ان کی صرف یہ التجا ہے کہ انہیں سامان اور آنکھوں کی ضرورت ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ)

× × ×

("خوراک کی کمی کا مسئلہ" کا باقی)

والے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں موت اور بیماریوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آدمیوں کو تندرست رہنے کے لئے پوری پوری خوراک نہیں ملتی اور جو ملتی ہے وہ بھی خراب اور گلی سڑی، جس کی وجہ سے بیماریاں زیادہ پھیلتی چلی جارہی ہیں۔

اب جنتا ایک عجیب مشکل میں ہے کہ خوراک میں کمی کرکے ملک کی غلّہ کی اسکیم میں مدد کرے یا اپنے آپ کو تندرست رکھ کر بیماریوں اور موت کا شکار ہونے سے بچے۔

(طارق جالونی)

بے پرواہ باپ

از بیکس

(تیسرا حصہ)

سندر کی باتیں سنتے ہی موہن کے غصہ کی کوئی حد نہ رہی "رامو ——— رامو کا لڑکا میرے بچے کو طعنہ دیتا ہے! میں نے ہی تو رامو کو نوکری دلائی۔ ۵۰ سے ۸۰ روپئے تنخواہ کروائی۔ ابھی تو میرے برابر تنخواہ نہیں پاتا۔ پاتا تو نہ جانے کیا کر دکھاتا۔ میں اُسے ابھی دکھاتا ہوں کہ میں بھی کیا کر سکتا ہوں۔" موہن غصہ سے دانت بھینچ کر کھڑا ہوگیا۔ اور باہر کی طرف جانے لگا۔ سرلا نے روکنا چاہا مگر موہن کے سر پر تو نشہ سوار تھا۔ سندر "پتاجی، پتاجی" کہتا ہوا سامنے آکر ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ شرابی کو کون روک سکتا ہے۔ بچے کا ہاتھ پکڑ کر دور ڈھکیل دیا۔ دھکا اتنا زور کا تھا کہ سندر کھمبے سے جاکر ٹکرایا اور اُس کا سر پھوٹ گیا۔ سرلا بچے کی چیخ سن کر پلٹی اور موہن رامو کو للکارتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کی بکواس سن کر رامو اور پڑوس کے سب لوگ باہر آگئے۔ موہن کے تو پیر برابر زمین پر ٹکتے تھے نہ منہ سے سیدھی بات نکلتی تھی مگر برابر آستینیں چڑھاکر لڑنے کو تیار تھا۔ رامو بڑا سمجھدار آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ موہن برا آدمی نہیں مگر نشہ نے اس وقت اُسے جانور سے بدتر بنادیا ہے۔ اس نے اسے لڑنے کا موقع نہیں دیا۔ دوسرے لوگ موہن کو سمجھا بجھا کر گھر میں لے آئے۔

خون بہت بہہ جانے سے سندر بیہوش ہوگیا۔ سرلا نے اسے پٹی باندھ کر چارپائی پر ڈال دیا تھا۔ اور پاس بیٹھ کر رو رہی تھی۔ رامو کی بیوی اور دو تین عورتیں سرلا سے شکایت کرنے دوڑیں، مگر سندر کی یہ حالت دیکھ کر وہ اپنا سارا غصہ بھول گئیں۔ کوئی پنکھا جھلنے لگی کوئی سرلا کو تسلی دینے لگی۔ کوئی اپنے گھر سے دوا لینے دوڑی۔ سندر کو کسی طرح ہوش نہ آتا تھا۔ وہی تدبیریں کرتے کرتے رات بیت گئی۔

(باقی پھر)

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی رہبر اخبار، رہبر پریس، رویا ویلا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶۔ اُردو دیو ناگری اور گجراتی تینوں لکھائیوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔ اردو اور رہبر کے حیات لکھنے اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳ میں چھپتے ہیں۔

خبریں

پوربندر کا خالص (شدھ) گھی ملک بھر میں مشہور (ہوچکیات) ہے۔ اور اکثر لوگ یہ گھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اب کچھ دنوں سے گھی کے بیوپاریوں نے بے ایمانی پر کمر باندھ لی ہے۔ اور ڈالڈا کے گھی کی ملاوٹ پوربندر کے اصلی گھی میں کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں میں کافی بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔

اعظم گڈھ (یو-پی) کی خبر ہے کہ یہاں کسی گاؤں سے ایک لڑکی آئی ہے جس کو چار انچ لمبی دم ہے اور وہ جانوروں کی طرح حرکتیں کرتی ہے۔ دم کو دبانے سے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ اس بھید کو معلوم کرنے کے لئے کچھ ڈاکٹر آپریشن کی صلاح کر رہے ہیں۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ ہند حکومت ۱۵ کروڑ روپیہ قرض لے رہی ہے، جس کا سود ۲½ فیصدی کے حساب سے دیا جائیگا، اور ۱۹۵۵ء میں اس کو ادا کیا جائیگا۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ ہندوستان کی حکومت نے تری پورہ کو ہندوستان سے ملانے کے لئے ایک سڑک بنانے کا کام تیزی سے شروع کردیا ہے۔ اس کے خرچ کا اندازہ ۱½ کروڑ روپیہ ہے۔ اس سڑک کے بن جانے سے آسام، کلکتہ، اور ہندوستان کے دوسرے حصوں سے تجارت کرتے وقت پوربی پاکستان کا احسان اٹھانا نہ پڑے گا۔

کانپور کی خبر ہے کہ پاکستان کو کوئلہ نہ بھیجنے کی وجہ سے جو ستر ہزار ٹن کوئلہ فالتو بچا ہے وہ سب صوبوں میں بانٹ دیا جائے گا۔

لکھنؤ کی خبر ہے کہ صوبہ یو-پی میں ذات پات کے فرق کو مٹانے کے لئے کچھ خاص تدبیریں کی گئی ہیں۔ جیسے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل بورڈوں میں ملا جلا چناؤ جاری کیا گیا ہے۔ اور ان کے ووٹوں کی لسٹ سے مذہب اور ذات کا کالم نکال دیا گیا اور کسی

خاص ذات کی چھٹی کو عام چھٹیوں میں بدل دیا گیا۔ ٹرینوں کے لئے بھی ذات پات کا فرق مٹا دیا گیا۔

اورنگ آباد کے بہت سے حصوں سے خبر ملی ہے کہ وہاں اکال کا اثر بہت پایا جاتا ہے۔ سرکاری اناج کی دوکانوں میں پہلے ایک آدمی کو ۶ چھٹانک اناج ملا کرتا تھا اور اب صرف ۴ چھٹانک ملتا ہے۔

کانپور کی خبر ہے کہ ایک بینک کے چپراسی نے اپنی بیوی دوسرے ایک چپراسی کو دس روپیہ میں دے دی جب بینک کے افسر کو اس کی خبر ہوئی تو چپراسی نے صاف کہدیا کہ مجھے روپئے کی ضرورت تھی، اس لئے میں نے اپنی بیوی کو بیچ ڈالا۔ جب میرے پاس پیسے آجائیں گے تب روپئے واپس کرکے اپنی چیز لے لوں گا۔

ٹیلیفون نمبر ۴۴۴۱۱ — رجسٹرڈ نمبر ب ۴۵۳۲

18 FEB 1950

قیمت دو آنے — پندرہ روزہ — ایڈیٹر:

سالانہ چندہ تین روپے

رہبر

مسز کلثوم سایانی

۱۹۴۰ء میں شروع ہوا — روپا ویلا۔ بمبئی نمبر ۲۶

جلد ۱۰ — بمبئی تاریخ ۱۵ فروری سنہ ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۵

نیک بات

سرور (۱) کیف (۲) کی یہ کیفیت (۳) مبارک ہو
تمام ہند کو جمہوریت مبارک ہو
(کیف الہ آبادی)

(۱) خوشی (۲) مزہ۔ لذت (۳) حالت۔

اپنی باتیں

۲۶ جنوری کا دن بڑی دھوم دھام سے سارے ہندوستان میں منایا گیا۔ لوگوں کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ لاکھوں چراغوں کی روشنی میں دہلی ایک پرستان نظر آتا تھا۔ پانچ میل تک راستوں کے دونوں طرف ۱۰ لاکھ آدمی ہندوستان کے پہلے صدر کا جلوس دیکھنے کے انتظار میں نعرہ لگا رہے تھے ۳۱ توپوں کی سلامی نے ہند کے جمہوری ری پبلک کے جنم کا اعلان کیا۔ اسی وقت دہلی کے دربار ہال میں ہندوستان کے آخری گورنر جنرل چکرورتی راجگوپال آچاریہ نے اپنا عہدہ ہند کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرساد کو سونپا۔ وہ جھنڈا جو غلامی کے بندھن توڑنے کے ارادے سے آج سے ۲۰ سال پہلے لاہور میں اونچا کیا گیا تھا۔ آج بڑی شان کے ساتھ دربار ہال پر لہرا رہا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ لوگوں کا راج لوگوں کے لئے لوگوں کے ہاتھوں آیا۔

آج کے خوشی کے موقعہ پر ایک کی کمی نظر آتی ہے۔ اور وہ اس شخص کی جس کے کارن یہ خوشی نصیب ہوئی۔ باپو کی یاد راجندر بابو نے حلف (قسم) اٹھاتے وقت تازی کی اور کہا کہ گاندھی جی نے دنیا کو شانتی کا راستہ بتاتے ہوئے ہمیں آزادی دلا دی۔

ہندوستان کے الگ الگ صوبوں میں اسی طرح گورنروں نے نئے دستور کی وفاداری کا حلف اٹھایا۔ ہر جگہ لاکھوں بتیوں کی روشنی جلسے جلوس اور فوجی پریڈ اور آتشبازی اور توپوں کی سلامی کے ساتھ لوگوں نے اپنے دل کی خوشی ظاہر کی۔ پھر بھی یہ خوشی ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی خوشی کے مقابلے میں کم تھی، اور کیسے نہ ہو؟ ۱۵ اگست کے دن ۱۵۰ سال کی بیڑیاں ٹوٹیں جبکہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۵۰ء کا دن ۱۵ اگست کی آزادی کا لازمی نتیجہ تھا۔

یہ ایک بڑا زبردست قدم آگے اٹھایا گیا ہے اور اس دن سے ذمہ داری نہ صرف وزیرو اور نیتاؤں کے کندھوں پر رہی بلکہ جنتا بھی اس ذمہ داری کی برابر حصہ دار ہے۔ اگر ہم اس سے فائدہ اٹھانا نہ جانیں، دوسروں کی اور اپنی کمزوریوں کو دور کرنا نہ جانیں تو اس کے قصوروار ہم خود ہیں۔ معلوم کرنا اور جاننا ہمارا فرض ہے۔

۲۶ جنوری کے تین روز بعد یعنی ۳۰ جنوری کو مہاتما گاندھی کے شہید ہونے کو دو سال پورے ہوئے۔ نہ معلوم اس مہا پرش کے جنم کے دن کتنے ہی ستارے آسمان میں چمکے ہوں گے لیکن زمین پر ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ کے دن کروڑوں آدمیوں کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ غلامی کی دور میں ہند ماتا نے دوسرا گوتم بدھ پیدا کیا تھا۔ جسے ہم نے اپنے ہاتھوں کھو دیا۔ گاندھی جی کے انتقال پر سورگ واسی سروجنی نائیڈو نے اپنی ریڈیائی تقریر میں کہا تھا۔ "میرے باپو خدا آپ کی آتما کو شانتی نہ بخشے تاکہ وہ بار بار ہم کو آپ کے بتائے ہوئے راستے کی یاد دلاتی رہے"۔ آیئے ہم سب سروجنی دیوی کی اس دعا کو پھر دہرائیں کیونکہ باپو کے امن اور سچائی کے راستے پر چلنے سے ہی ہمارا نیا جمہوری راج پوری طرح سپھل ہو سکتا ہے۔

سچا دھرم

(بہن رضیہ سلطانہ)

دوسرا حصہ

اسی دن سے سداشیو بابو کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ پنہاری نے پانی بھرنا، حجام نے حجامت بنانا، دھوبی نے کپڑے دھونا چھوڑ دیا۔ اور ایسی کنارہ کشی اختیار کی گویا سداشیو بابو سے جان پہچان نہ تھی۔ اسکول میں وہ ہیڈ ماسٹر تھے۔ مگر اس دن سے لڑکوں نے اسکول آنا چھوڑ دیا۔ لوگ کہتے کہ بابو صاحب نے براہمن کے کُل میں داغ لگا دیا ہے۔ مسلمان کا مُردہ پھینکا ہے۔ اس لئے ہمارے لڑکے ان کے پاس پڑھ نہیں سکتے۔ اب کیا تھا سب نے مل کر، ان کو نوکری سے نکال دیا۔ کسی نے ان کی سسرال میں خط بھیج دیا تھا۔ چنانچہ آٹھ دن بھی نہ گذرے تھے کہ ایک طول طویل خط ان کے سسر نے بھیجا، جس میں ان کی بیوی کو، جو میکے گئی ہوئی تھی، سداشیو بابو کے یہاں آیندہ نہ بھیجنے کی خبر کی گئی تھی۔

گاؤں کے لوگ کہتے کہ چندو کے باپ نے جو پانچ سو روپئے کہیں دفن کر دئے تھے انھیں کی لالچ میں ہیڈ ماسٹر صاحب نے لڑکے کو اپنے یہاں رکھ چھوڑا ہے، اور اس کے باپ کی لاش کو ٹھکانے لگایا ہے۔ لیکن جس قدر مخالفت بڑھتی جاتی تھی۔ اتنی ہی چندو کی محبت بڑھتی جاتی تھی۔ وہ اپنے پاس چندو کا بستر بچھاتے تھے۔ پہلے اسے کھلا دیتے پھر خود کھاتے۔ اور اسے پڑھاتے تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ "سنسار کیا ہے؟ مایا کا ایک جال ہے۔ یہاں کی سب چیزیں برباد ہونے والی ہیں۔ چھوت اور اچھوت صرف ایک ڈھکوسلا ہے۔ جو سماج نے بنا رکھا ہے۔ اگر کسی اچھوت کا ہاتھ لگانے سے کوئی پوِتر چیز ناپاک ہو جاتی ہے تو اس میں کیڑے کیوں نہیں پڑ جاتے ہیں؟ پانی اگر چھو دیا جائے تو ناپاک کس طرح ہو جاتا ہے؟ اگر واقعی ناپاک ہو جاتا ہے تو اس میں کیڑے تو نہیں پڑ جاتے۔ موجودہ سائنس جراثیم کا قائل ہے۔ اچھوت کا ہاتھ لگی ہوئی چیزوں میں تو کوئی جراثیم نہیں پائے جاتے"۔

ملازمت کو چھوڑنے کے بعد جو کچھ جمع پونجی تھی وہ دھیرے دھیرے ختم ہوتی گئی مگر سداشیو بابو کو اپنے خدا پر پورا بھروسہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ روزی دینے والا آدمی نہیں ہے۔ صرف ایشور ہے۔ وہ جو ماں کے پیٹ میں بچے کو روزی پہنچاتا ہے، پتھر کے اندر کیڑے کو کھانا بھیجتا ہے اس کے آسرے پر رہنے والے انسانوں کو وہ کبھی بھوکا نہیں سلائے گا۔ مگر انھوں نے آیور ویدک کی تعلیم حاصل کی جنگلی جڑی بوٹیاں اور ابرق خود لاتے۔ چندو دوائیں کوٹتا پیستا رہتا تھا۔ گاؤں کے اکثر لوگ ان سے علاج کراتے مگر کوئی انہیں نبض نہیں دکھاتا تھا۔ اگر بھول سے کوئی نبض دکھا بھی دیتا تو اپنے گھر جا کر اسنان کرتا اور کپڑے ضرور بدلتا تھا۔ اس طرح پانچ سال گذر گئے۔ مگر سداشیو بابو سماج کے آگے ہاتھ جوڑ کر نہیں کھڑے ہوئے اس لئے لوگ کہتے کہ اچھا اب دیکھتے ہیں سداشیو بابو جس دن مریں گے تو ان کی لاش کو کون چھوتا ہے اور پھینکتا ہے۔ بڑھے فقیر کی طرح ان کی لاش بھی تختے پر باندھی جائے گی۔

بھادوں کا پورا مہینہ ختم ہونے لگا لیکن پانی نہ برسا۔ گرمی بہت بڑھ گئی۔ زمین کے اندر سے بخار اٹھنے لگے۔ دھان کے کھیت جو ان دنوں لہلہایا کرتے تھے بالکل سوکھے پڑے تھے۔ کسانوں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ ہر شخص اس الجھن میں پھنسا تھا۔ انھیں دنوں رات کو بستی کے سب کتے ایک کے بعد ایک آسمان کی طرف منہ کر کے بھونکتے بھونکتے رونا شروع کر دیتے تو بستی میں ایک کھلبلی مچ جاتی۔ ہر شخص سہم جاتا اور کہتا پرماتما خیر کرے اس بستی پر ضرور کوئی بلا برپا ہونے والی ہے۔ کتوں کے رونے کے بعد سب آپس میں بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کرنے لگے کہ بھیا نہ جانے کون چڑیا ہے جو روز چار بجے رات کو بستی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سات چکر لگاتی ہے اور بڑی بھیانک آواز میں چلّایا کرتی ہے۔

بستی کے چاروں طرف ہیضہ شروع ہو گیا۔ اس لئے سب نے منگل گونڈ سے کہا گاؤں باندھ دے تاکہ ہیضہ کا دیوتا ادھر نہ آئے۔ لیکن خدا جانے گاؤں باندھنے میں کیا کسر رہ گئی جو دوسرے ہی روز سے یہاں بھی ہیضہ شروع ہو گیا پہلا وار سداشیو بابو کے دھوبی پر ہوا، وہ چند گھنٹے میں چل بسا۔ اس کے بعد تو یہ حالت—

(باقی صفحہ ۷ پر)

پیارے باپو

* طارق چالونی صاحب *

آج باپو ہمارے بیچ میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کی یاد ہمارے دلوں میں ان کی تصویر ہماری آنکھوں میں اور ان کے آدیش ہمارے دماغوں میں بسے ہوئے ہیں۔

۳۰ جنوری کو انصاف اور امن کی دیوی کے نام پر انہوں نے اپنی جان قربان کر دی۔ یہ ایسی بے مثال قربانی ہے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ رہتی دنیا تک اسکو نہ بھلا سکے گا۔

مہاتما گاندھی نے اپنی سیدھی سادی زندگی میں ایسے اعلیٰ اصولوں کی تعلیم دی ہے، جن پر عمل کر کے ساری دنیا امن۔ شانتی پا سکتی ہے۔

باپوجی نے اپنی ساری زندگی آپس کے جھوا چھوت نفرت، ایک دوسرے کو بری نظروں سے دیکھنا اور فرقہ پرستی کو مٹانے میں بتائی۔ وہ ہندوستان کو ایک ایسا دیش بنانا چاہتے تھے جہاں محبت و بھائی چارے کے جھنڈے لہراتے رہیں، جہاں ذات پات کے فرق کے بغیر سبکو برابری کا درجہ حاصل ہو اور جمہوری (پرجا تنتر) راج ہو اور جہاں پر فرقہ پرستی و مذہبی تعصب کا نام ونشان بھی موجود نہو۔ لیکن افسوس ہے کہ اس دیش کا مہان پرش، اہنسا کا دیوتا، دیش و دھرم کے ایک جھوٹے پجاری کے ہاتھ سے گولی کا نشانہ بنکر موت کی گود میں سدا کے لئے سکھ کی نیند سو گیا۔

تاریخ کے بے رحم ہاتھوں نے ان دو تین سالوں کے بیچ میں ہمارے سامنے کیسے کیسے دل ہلا دینے والے نظارے پیش کئے جنکو دیکھکر آزادی کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل سا ہو جاتا ہے۔

گاندھی جی کے شہید ہو جانے کے بعد سے لے کر آج تک نہ جانے کتنے دن بیت گئے لیکن ابھی تک بھارت ورش گاندھی جی کا سوچا ہوا نہ بن سکا اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک انکا خواب پورا ہو گا۔ ابھی تو نہ معلوم ہمارے دیش کو کتنی منزلیں پار کرنا باقی ہیں اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اگلی منزل کہاں ہوگی۔

آج بھی ان لوگوں کے اندر، جو گاندھی جی کا نام جلسوں اور پلیٹ فارموں پر بڑے ادب کے ساتھ لیتے ہیں۔ آپس کا لڑائی جھگڑا، نفرت، ایک دوسرے پر زور و ستم کرنا، نفع خوری، کالا بازاری۔ غرض یہ کہ سینکڑوں قسم کی خرابیاں موجود ہیں۔ جن چیزوں کو مٹانے کے لئے باپوجی نے اپنی جان نچھاور کر دی، وہ آج بھی ویسی ہی موجود ہیں۔ آج بھی کچھ لوگوں کے ہاتھ انسانیت کے خون سے رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دہ جانے وہ وقت کب آوے گا جب ہمارا دیش گاندھی جی کے سپنوں کا ہندوستان بن سکے گا۔

* * *

گاندھی جی کی یاد

* محمد شفیع الدین نیر صاحب *

پیارے بچو باپو کیا تھے،
ایک سب سے اچھے نیتا تھے۔
جگ میں روشن نام تھا انکا،
سب کی سیوا کام تھا انکا۔
سچ کے پجاری، نیائے کے حامی،
حق کے فدائی پریم کے پیامی۔
انکی نیتی پر بیت کی گاگر،
ہردے انکا پریم کا ساگر۔
دکھیوں کو سکھ دینے والے،
انکا دکھ ہر لینے والے۔
ہندو ان کو دل سے پیارے،
مسلم ان کی آنکھ کے تارے۔
ہریجن کو اپنانے والے،
انکی پیڑ مٹانے والے۔
سبکو انہوں نے سمجھا بھائی،
چاہی دل سے سب کی بھلائی۔
دکھ جھیلے سب کشٹ اٹھائے،
دیش کے بگڑے کام بنائے۔
قوم کی نیا پار لگا دی،
یعنی آزادی دلوا دی۔
تن من دھن سب قوم پہ وارا،
دے دیا اپنا جیون سارا۔
بچے بھی ان کو پیارے تھے،
پیار کے ڈھب انکے نیارے تھے۔
قوم کے باپو دیش کے سیوک،
دیش کے سب دکھیوں کے رکھشک۔
آؤ ان کو یاد کریں ہم،
یاد سے انکی شاد رہیں ہم۔
کام یہ نیر کر کے دکھائیں۔
ہم سچائی کو اپنائیں۔

* * *

ہمارے نئے دستور کے بارے میں چند مسائل

(۱ فروری کا باقی)

پارلامنٹ کے گھروں میں آپس کا سمبندھ :

پارلامنٹ کے دونوں گھروں کا آپس میں یہ تعلق ہے کہ مالی [آرتھک] بل کے علاوہ جیسے بل پیش ہوتے ہیں ان پر دونوں گھروں کی منظوری ضروری ہے ۔ دونوں گھروں کی منظوری کے بعد صدر کے دستخط ہوکر یہ بل قانون کی شکل میں ملک میں لاگو ہوتے ہیں ۔ اگر کسی بل کی منظوری میں دونوں گھروں کی رائے الگ الگ ہو تو صدر دونوں گھروں کے ملے جلے ممبروں کی ایک سبھا بلاتا ہے ۔ اس سبھا میں وہ بل پیش ہوتا ہے اور اگر زیادہ رائے سے یہ بل پاس ہو جاتا ہے تو دونوں گھروں کا منظور کیا ہوا مانا جاتا ہے ۔

مالی بل صرف جنتا کے گھر ا ہاؤس آف دی پیپل) میں پیش ہوتا ہے ، یہاں سے منظوری کے بعد یہ بل سفارش کے لئے بڑے گھر (کونسل آف اسٹیٹس) میں بھیجا جاتا ہے ۔ بڑے گھر سے سفارش کے بعد ۱۴ دن کے اندر اندر واپس آنا ضروری ہے ۔ اگر چھوٹا گھر بڑے گھر کی سفارش کو نہ مانے ، تب بھی یہ بل اس شکل میں منظور مان لیا جاتا ہے جس میں کہ چھوٹے گھر سے بھیجا گیا تھا ۔

سالانہ بجٹ پارلامنٹ کے دونوں گھروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے لیکن اس بجٹ کو بڑھانے یا گھٹانے وغیرہ کا حق صرف چھوٹے گھر کو ہوتا ہے ۔

قانون بنانا :

قانون بنانے کے لئے تین فہرستیں ہوتی ہیں : (۱) یونین [مرکزی یا کیندری] فہرست ، (۲) صوبے کی [اسٹیٹ فہرست] (۳) مرکز اور صوبے کی ملی جلی فہرست ۔ مرکزی فہرست کے کاموں کا اختیار صرف مرکزی پارلامنٹ کو ہوتا ہے ۔ دوسری فہرست کے کاموں کا اختیار صرف صوبے کی قانون بنانے والی سبھا کو ہوتا ہے ۔ اور تیسری فہرست کے کام دونوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اگر اسکے کسی کام میں مرکزی پارلامنٹ اور صوبے کی قانون بنانے والی سبھا الگ الگ ... مرکزی پارلامنٹ کو اولیت دی جاتی ہے ۔

مرکزی فہرست میں قریب ۹۰ باتیں ہیں جیسے باہر کے دیشوں سے تعلق ، شہریت ، ڈاک اور تار ، ریلوے ، دریائی و ہوائی سفر ، برادکاسٹنگ اور ایٹمک طاقتیں وغیرہ ۔

صوبے کی فہرست میں قریب ۷۰ باتیں ہیں جیسے انصاف و عدالت کے کام [سپریم کورٹ کو چھوڑ کر] ، پولیس ، لوکل (مقامی) گورنمنٹ ، کھیتی باڑی ، صحت ، صفائی اور تعلیم وغیرہ ۔

ملی جلی تیسری فہرست میں چالیس کے قریب باتیں ہیں جیسے کہ قانونی جرم ، شادی ، طلاق ، ٹھیکے ، تجارتی سنگٹھن اور مزدوروں کی بھلائی کے کام وغیرہ ۔

اگر کوئی معاملہ ان تینوں فہرستوں میں نہیں ہوتا تو وہ پہلی فہرست میں مانا جاتا ہے یا دوسرے شبدوں میں یہ کہہ لیا جائے کہ باقی تمام اختیارات مرکزی پارلامنٹ کو دیئے گئے ہیں ۔

صدر کے فرمان [آرڈیننس] :

اگرچہ عام حالت میں قانون بنانے کا اختیار صرف پارلامنٹ کو ہوتا ہے ، لیکن کسی خاص موقعہ اور ضرورت کیلئے قانون بنانا ہو اور پارلامنٹ کا جلسہ ممکن نہ ہو تو صدر اپنے مقرر کئے ہوئے اختیار سے فرمان یا آرڈیننس جاری کر سکتا ہے ۔ یہ فرمان اسی طرح لاگو ہوگا جیسے کہ پارلامنٹ کا قانون لاگو ہوتا ہے ۔ لیکن جیسے ہی پارلامنٹ کا جلسہ ہوگا ، یہ فرمان دونوں گھروں میں پیش کیا جائیگا

پارلامنٹ کی ذمہ داری :

مرکزی پارلامنٹ کی ذمہ داری ہے کہ صوبے کو باہر کے خطروں اور صوبے کے اندر ہونے والی قانون کے خلاف گڑبڑ سے بچائے ۔

اگر صدر کو یہ اطمینان ہو جائے کہ صوبہ دستور کے مطابق کام نہیں چلا سکتا تو وہ اعلان کرے اس صوبے کی قانون بنانے والی سبھا کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر پارلامنٹ کی ذمہ داری میں دے سکتا ہے ۔

ایسا کوئی اعلان کرنے کے بعد اعلان کی تاریخ سے دو مہینے کے اندر پارلامنٹ کی منظوری ضروری ہے بغیر منظوری کے اس قسم کا اعلان ۲ مہینے سے زیادہ نہیں چل سکتا اور منظوری کے بعد بھی یہ تین سال سے زیادہ جاری نہیں رہ سکتا ۔

ہندوستان کی عدالتیں :

یونین اور صوبوں کے انتظام کی عدالتیں الگ الگ نہیں ہیں بلکہ تمام ملک کے لئے عدالتوں کی ایک لڑی ہے جس میں سب سے بڑی عدالت مرکزی عدالت یعنی سپریم کورٹ ہے ۔ مرکزی عدالت سے نیچے تمام صوبوں کے ہائیکورٹیں اور ان سے نیچے تمام چھوٹی چھوٹی عدالتیں ہیں ہر ایک عدالت اپنی حد کے اندر پورے قانون کے مطابق کام کرے گی اور ملک کے ان تمام قانونوں کی دیکھ بھال کرے گی جو مرکزی پارلامنٹ یا صوبہ کی کونسل نے بنائے ہیں ۔

سپریم کورٹ یا مرکزی عدالت ہند کی حکومت اور ایک یا کئی صوبوں کے ملے جلے جھگڑے طے کرے گی ۔ اس عدالت میں ایک چیف جسٹس اور ۷ جج ہونگے ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک جج کو صدر مقرر کرتا ہے اور یہ جج اپنے عہدہ پر ۶۵ سال کی عمر تک رہ سکتا ہے ۔

سپریم کورٹ کا کوئی جج اپنے عہدہ سے بغیر صدر کے حکم کے الگ نہیں کیا جا سکتا ۔ اور صدر بھی پہلے پارلامنٹ کے دونوں گھروں کے سامنے اس مسئلے کو رکھے گا ۔ اور جج کے الگ ہونے کے بارے میں ضروری وجہ بتا ئیگا ۔ اگر پارلامنٹ کے دو تہائی ممبر صدر کے بتلائے ہوئے سبب مان لیں گے تو صدر اس جج کے الگ کئے جانے کا حکم جاری کر سکے گا ۔

دستور میں ججوں کی تنخواہیں بھی مقرر کی گئی ہیں ۔ گورنروں کا خرچ ہندوستان کی محصول کی آمدنی سے ادا کیا جائے گا ۔

[یہ ترجمہ کل ہند مہیلا منڈل (انجمن خواتین) کے انگریزی اخبار " روشنی " میں سری ۔ این ۔ راؤ کے لکھے ہوئے لیکھ سے لیا گیا ہے ۔ سری ۔ این ۔ راؤ ہند حکومت کے دستوری صلاح کار ہیں ۔]

*

اس دستور کی چند اور باتیں ہیں جو اوپر نہیں بتائی گئیں ۔ انہیں ہم نیچے پیش کرتے ہیں : —

۱ ۔ کوئی بیگار نہ کرا سکے گا اور انسانوں کی خرید فروخت بھی قانونی جرم ہوگا ۔

۲ ۔ ۱۴ سال سے کم عمر والا بچہ کارخانے میں نہیں لگایا جا سکے گا ۔

۳ ۔ سرکاری خرچ پر چلنے والی کسی بھی کالج یا اسکول میں کوئی بھی خاص مذہبی تعلیم نہیں دی جائے گی

۴ ۔ آدمیوں اور عورتوں کے درجے کی برابری کا خیال رکھا جائیگا ۔

۵ ۔ کوئی بھی شخص جو ہندوستانی ہو ، ۳۵ سال سے زیادہ کی عمر کا ہو ، اور مرکزی سبھا کا ممبر ہو سکتا ہو ، راشٹرپتی [صدر] چنے جانے کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے ۔

۶ ۔ صدر دیش کے پردھان منتری (وزیر اعظم) کو مقرر کرے گا ، اور پھر دونوں ملکر دوسرے وزیر مقرر کرینگے ۔ صدر جب چاہے گا وزیر اعظم یا کسی دوسرے وزیر کو الگ کر سکے گا ۔

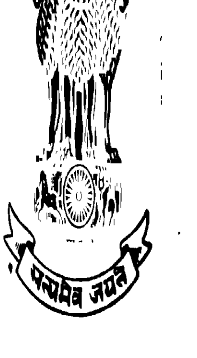
۷ ۔ کوئی بھی شخص مرکزی پارلامنٹ اور صوبائی کونسل ، دونوں کا ممبر نہیں رہ سکے گا ۔

* *

حکومت کا نشان

۲۶ جنوری سے تاج کے شاہی نشان کے بدلے جمہوری حکومت کا ایک خاص نشان ہو گیا ہے ۔ یہ نشان سارناتھ کے ایک مینار کا اوپری حصہ ہے ۔ مینار کی چوٹی پر پتھر کی ایک چوکی ہے جس پر تین شیروں کی تصویر بنی ہے ۔ چوکی کے بیچ میں سامنے کی طرف دھرم چکر بنا ہے جس کے دائیں طرف ایک بیل اور بائیں طرف ایک گھوڑا بنا ہوا ہے ۔ اس مینار میں پتھر کی چوکی کے نیچے کمنتی کی شکل کا کمل تھا اسے اس نشان میں نہیں رکھا گیا ہے ۔

اس نشان کے نیچے دیوناگری لکھاوٹ میں " ستیہ میو جیتے " لکھا گیا ہے ، جس کا مطلب یہ ہے کہ " سچائی کی ہی جیت ہوتی ہے ۔ "



یہ جملہ ایک پرانے مذہبی گرنتھ " منڈک اپنیشد " سے لیا گیا ہے ۔ سارناتھ کا یہ شیروں

(باقی صفحہ ۷ پر)

بے پرواہ باپ

* بیکس *

[چوتھا حصہ]

اب موہن کا نشہ اتر چکا تھا ۔ جب بچے کی حالت دیکھی اور اپنی حرکتیں سنیں تو بہت پچھتایا ۔ سندر کی بگڑی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کو بلانے کا خیال آیا ۔ مگر جیب خالی تھی ۔ " ہیں ! ابھی دو ہی دن ہوئے تھے کہ تنخواہ ملی ۔ شراب تو میں نے سو روپیہ کی نہیں پی ۔ کل دن کو میرے کھیسے میں ۸۰ روپیہ تھے ، ضرور نشے کی حالت میں کسی نے نکال لئے ۔ " اتنا سوچتے ہی موہن سر پکڑ کر بیٹھ گیا ۔ مگر اس وقت بچے کی جان خطرے میں تھی ۔ کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا ۔ ایک پہچان کے وید کا خیال آیا ، اور جا کر انہیں لے آیا ۔

وید جی نے آکر سندر کی نبض ٹٹولی ۔ خون کے بہت بہہ جانے کی وجہ سے اسکی حالت نازک تھی ۔ کچھ دیر سوچ بچار کرنے کے بعد انہوں نے موہن کو اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا ۔

گھر پہنچ کر وید جی نے کہا ، " خون کا فی نکل جانے کی وجہ سے کمزوری زیادہ پیدا ہو گئی ہے ۔ میں ایک طاقت کی دوا لکھ کر دیتا ہوں وہ بازار سے خرید کر ذرا جلدی سے لے آؤ ۔ ایک دوا میں اپنے پاس سے ملا دوں گا ۔ بس ایشور نے چاہا تو اسکے پلانے سے بچے کو ہوش بھی آجائے گا اور طاقت بھی آجائے گی ۔

دوا خریدنے کا نام سنکر موہن کا منہ سوکھ گیا جب جا کر دوا کا پرچہ لے کر واپس لوٹا ، لیکن جیب خالی تھی ، بازار جانا بیوقوفی تھا ۔ گھر آیا تو سرلا کی آنسو بھری آنکھوں کی التجا (نویدن) اور سندر کی خراب حالت نے چین سے نہ بیٹھنے دیا ۔ مجبوراً اسے جا کر ایک دوست کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑا ۔ مگر مزدور کے پاس اتنا پیسہ کہاں کہ دوسرے کی مدد کر سکے ۔ اسے تو اپنا خرچ ہی پورا کرنا مشکل ہوتا ہے ۔ یہاں سے مایوس ہو کر ایک مہاجن کے گھر پہنچا اور رو رو کر اپنی ساری بپتا سنائی ۔ بڑی خوشامد کے بعد مہاجن نے پانچ روپیہ اس شرط پر دیئے کہ ایک

(باقی صفحہ ۷ پر)

سینٹرل پام گڑ ٹریننگ اسکول

ہندوستان میں اناج و شکر اور دوسری ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش میں سرکار کی طرف سے نئے ادارے اور اسکول کھولے گئے ہیں۔ ان میں ناریل اور تاڑ کے درختوں سے جو نیرا نکلتا ہے اس سے گڑ بنانے کی اسکول گاندھی جی کی رائے سے مدراس میں کدالور کے قریب قائم ہوئی ہے اور شری کھادی ایک پانچ گر کے صلاح کار ٹھیرائے گئے ہیں۔

یہ اسکول ایک بہت بڑے باغ کے بیچ میں ہے جہاں ناریل کے ۱۲۵، پام کے ۲۲۵، اور کھجور کے ۲۵ پیڑ ہیں۔ یہاں طالب علموں [ودیارتھیوں] کو نیرا نکالنے کی ترکیب اور گڑ بنانے کا طریقہ دکھایا جاتا ہے۔ اس اسکول میں ایک پرنسپل کے علاوہ ۱۹ استاد ہیں اور تین نیرا نکالنے والے استاد (جانکار) ہیں۔

ناریل کے درختوں سے جو فائدہ ملک کو ہو سکتا ہے وہ یہ ہے :—

(۱) یہ خاص طور سے دیہات کی تجارت ہے۔
(۲) اس سے دولت حاصل ہو سکتی ہے۔
[۳] صرف ۱۰۰ روپئے کی لاگت کی ضرورت ہے۔
[۴] سیکھنے کیلئے ترکیب بھی آسان ہے۔
[۵] مٹھائیوں کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔
[۶] اس سے ایک ضروری غذا مہیا [اکٹھا] ہوتی ہے۔
[۷] اس سے شراب بندی میں بڑی مدد ملتی ہے۔
[۸] شکر ہمیشہ حاصل ہوتی ہے۔
(۹) یہ کام بڑے پیمانے پر ہو سکتا ہے۔

اسکے علاوہ خاص فائدے کی بات یہ ہے کہ ناریل کے درختوں کے اگنے سے زمین کی طاقت کم نہیں ہوتی۔ اور ملک میں درختوں کی زیادتی ہوتی ہے۔

۱۹۴۸ میں حکومت ہند کی طرف سے یہ کام شروع ہوا۔ اس اسکول کے سالانہ جلسے کے موقعہ پر پرنسپل صاحب نے بیان دیا کہ گاندھی جی کی دور اندیشی کی ہی وجہ سے "پام گڑ" بنانے کی ترکیب ہندوستان میں پھیل رہی ہے۔ ناریل، کھجور اور دوسرے قسم کے تاڑ کے درختوں سے گڑ بنانے کا علم صرف بنگال اور مدراس میں ہی تھا۔ گاندھی جی کی موجودگی میں یہ کام وردھا میں شروع ہوا اور آپ خود اس میں ذاتی طور سے دلچسپی لیتے تھے انکا خیال تھا کہ تاڑ کے پیڑوں میں گڑ کے شہد کی طرح شہد ہے۔ اسکی لذت گنے کے رس سے بہتر ہے، اور اس میں بہت طاقت ہوتی ہے اس لئے اگر اسکا پیشہ اور تجارت اچھی طرح ہندوستان میں قایم ہو سکے تو ہمارے ملک کی غریبی دور ہو سکتی ہے۔

آج کل ہم ملک میں زیادہ خوراک پیدا کرنے پر خیال کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ "پام گڑ" بہت عام طور سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اور اس قسم سے گڑ بنانے سے گنا اگانے کی ضرورت کم ہو جائے گی۔ جو زمین گنے کی کھیتی کے کام آتی تھی، وہاں اناج اگایا جا سکے گا۔ اس طرح پیداوار زیادہ ہوگی۔ اس اسکول سے لوگ "پام گڑ" بنانے کی ترکیب سیکھ کر اور جگہوں میں جا کر سکھائیں گے اور چرچا کریں گے تو ملک کی بھلائی ہوگی۔ اس اسکول کو مدراس کی حکومت سے ہر قسم کی مدد ملتی ہے۔

تجربہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اس اسکول کے ناریل کے درختوں سے ۱۰۰۸ پونڈ گڑ حاصل ہوا، جسکی قیمت قریب ۴۴۱ روپئے کے برابر تھی۔ کھجور کا گڑ ۷ پونڈ نکلا، اسکی قیمت تین روپئے تھی اور پام کا گڑ ۱۰۹ پونڈ نکلا، جسکی قیمت ۱۳۲ روپیہ تھی۔ پڑھنے والوں کو اس علم کیساتھ سب قسم کے تاڑ کی معلومات سکھائی جاتی ہے۔ اس کے رس کی کیمیائی حقیقت اور اس کے بچاؤ کے طریقہ بتلائے جاتے ہیں۔ گڑ کی تجارت اگر اچھی طرح چلائی جائے تو ضرور کامیاب ہو سکتی ہے۔

[بیگم شاہدہ فیضی نے انگریزی سے ترجمہ کیا]

* *

آپ کا باورچی خانہ

ہمیں یہ بتاتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ ۱۵ جنوری کے پرچے میں "مینگو پھول" بنانے کا طریقہ پڑھ کر بہن دلشاد نے اسکی آسان ترکیب بھیجی ہے۔ آج کی کشمکش کی زندگی میں یہ ضروری ہے کہ پکوان ایسا ہو جو آسانی سے خرچ میں اور جلدی تیار ہو سکے۔

کتنا اچھا ہو کہ ہماری سب قوم کی بہنیں "رہبر" کے پکوان کے کالم کے لئے آسان نسخے اور معلومات بھجوائیں۔ مینگو پھول کا آسان طریقہ یہ ہے :—

آدھا رطل کیری کو چھیل کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے کم پانی میں ہلکی آنچ پر ابال لیا جائے: پانی سوکھ جانے پر چھلنی سے چھان کر سارا نکال دیا جائے۔ پھر ضرورت کے سوا تین شکر اور آدھا سیر ٹھنڈا دودھ ملا کر [برف ملا کر اور بسا ہوا] پیا جائے۔ اس کے پینے سے معدے میں ٹھنڈک اور تراوٹ پہنچتی ہے۔

* *

پرنٹر پبلشر ... اخبار "رہبر" رہبر پریس روپا والا کھمبالا روڈ بمبئی ۲۶ اردو دیوناگری اور گجراتی تینوں لکھائیوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔ اور اردو رہبر کے چار صفحے اجمل پریس پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳ میں چھپتے ہیں

(حکومت کا نشان " کا باقی)

والا مینار پہلی صدی قبل کی یادگار ہے جسے مہاراجہ اشوک نے بنوایا تھا۔ آپ نہ صرف ہندوستان کی تاریخ بلکہ دنیا بھر کی تاریخ کے مشہور بادشاہوں میں سے گنے جاتے ہیں۔

پنڈت نہرو، نے تبلایا ہے کہ ہندوستانی تاریخ میں اشوک کے زمانے کو انتر راشٹریہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستان کے راجدوت (سفیر)، امن، شانتی محبت، دوستی، اور ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے دوسرے ملکوں میں جاتے تھے۔ یہ شیروں والا مینار اس جگہ بنا ہوا ہے۔ جہاں گوتم بدھ جی نے سب سے پہلے اہنسا کے اصولوں کا اعلان کرکے چاروں طرف اس کا پرچار کیا تھا۔

اس نشان کو اس لئے چنا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ہندوستان کے امن و بھائی چارے کے ارادے کو اجاگر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مہاتما گاندھی جی کی تعلیم اور ہماری پرانی تہذیب کی یادگار ہے۔

دھرم چکر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک قانونی پہیہ ہے جو تبلاتا ہے کہ قانون بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ کیونکہ بادشاہ بھی اس کا فرمان نہیں ٹال سکتا۔

("بے پرواہ باپ" کا باقی)

مہینے کے اندر اندر وہ پانچ کے بجائے دس روپئے ادا کردے گا۔

موہن نے روپئے سنبھال کر جیب میں رکھے اور اپنی کرتوتوں پر پچھتاتا ہوا بازار پہونچا۔ جلدی سے دوا خرید کر وید جی کے یہاں گیا۔ وید جی نے بھی اس کی رام کہانی سُنکر ایک دوا اپنے پاس سے مفت ملاکر دیدی۔

موہن طرح طرح کے خیالوں میں اُلجھا ہوا گھر آیا۔ سندر کو دوا پلائی گئی۔ دھیرے دھیرے سندر کی حالت سنبھلتی نظر آئی اور چند روز کے بعد وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ اس عرصے میں موہن اپنے کئے پر کافی پچھتا چکا تھا۔ اب موہن پہلے جیسا شرابی موہن نہیں تھا، بلکہ وہ سندر کا پیارا باپ تھا۔

اس دن کے بعد سے آج تک کسی نے موہن کو نشے کی حالت میں نہیں دیکھا، اور سندر اب دوسرے بچوں کیساتھ اپنے بہتر سے نئے نئے کھلونے لئے کھیلتا دکھائی دیتا ہے۔

("سچا دھرم" کا باقی)

ہوگئی کہ گھر میں بھائی بیمار پڑا ہے اور بھائی اسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ باپ کی لاش پڑی ہے اور بیٹے بھاگ گئے۔ سداشیو بابو کی اکیلی جان تھی اور ہزاروں بیمار تھے۔ وہ ہر مریض کو دیکھنے خود جاتے۔ اپنے ہاتھ سے دوا پلاتے کسی کے کپڑے بھی بدلواتے، تیمارداری بھی کرتے تھے کبھی کبھی تمام دن ختم ہو جاتا ان کے منھ میں یا ان کے دوا ساز چندو کے منھ میں ایک کھیل بھی اُڑ کر نہ جاسکتی تھی۔ رات کے دو بج رہے ہیں اور سداشیو بابو کے مکان پر دستک دی (دروازہ کھٹکھٹایا) "بابوجی! خدا کے لئے جلدی چلئے"!

بائیس دن تک گاؤں میں ہیضے کا وہ زور رہا کہ خدا کی پناہ! پریم سکھ مہاراج، امرت لال سنار اسی طرح کئی لوگ ہیضے کے شکار ہوگئے۔ ان سب کو سداشیو بابو اور چندو نے جلا دیا۔

(باقی پھر)

خبریں

بمبئی کی خبر ہے کہ بمبئی میونسپلٹی کے ایک ملازم کالیداس راٹھور نے خود (اکیلے) ایک چیتے کو مار ڈالا۔ کالیداس راٹھور نے بتایا کہ وہ ایک لاری میں بیٹھا ہوا "ماروشی" کے "مہل" "ماسول" کے پاس کے جنگل میں جا رہا تھا۔ یکایک ایک چیتے نے لاری پر چھلانگ لگائی لیکن وہ کامیاب نہ ہوا۔ اس نے دوبارہ چھلانگ لگائی تو راٹھور نے لاری کا بریک ہینڈل نکال کر اس کے سر پہ مارا، چیتے نے تیسری دفعہ پھر چھلانگ لگائی۔ اکی بار راٹھور نے ایسا بھرپور ہاتھ چیتے کے سر پہ مارا کہ وہ گر کر مر گیا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ جیسے جیسے شہر میں پوری پوری شراب بندی کے دن قریب آ رہے ہیں غیر قانونی طور پر شراب بنانے کا کام زوروں پر ہونے لگا ہے۔ ابھی حال میں پولیس نے شراب کی چار بھٹیاں پکڑی ہیں۔ جن میں ۱۴ گیلن تیار شراب اور ۲۰ ہزار گیلن شراب بنانے کا سامان و مصالحہ موجود پایا گیا۔ مصالحے کی قیمت کا اندازہ قریب ۵۰۰۰ روپیہ ہے۔

واشنگٹن کی خبر ہے کہ امریکہ کے سائنس جاننے والوں کو امریکہ کے صدر مسٹر ٹرومین نے حکم دیدیا ہے کہ وہ ہائیڈروجن بم تیار کریں۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ بم پرانے ایٹم بم سے ۱۰۰۰ گنا زیادہ تباہی پھیلانے والا ہے۔ اس کی تیاری کا خرچہ ایک ارب ڈالر سے لے کر چار ارب ڈالر تک بتایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی دوسرے قسم کے ایٹمی ہتھیار امریکہ میں تیار کئے جا رہے ہیں۔

لکھنؤ کی خبر ہے کہ یو۔پی۔ اسمبلی میں نئے دستور کے نہ اثر سے دو سال کے بعد انگریزی زبان کا استعمال پھر شروع ہو گیا ہے۔ اب سے یو۔پی۔ اسمبلی کی کارروائی ... چھپا کرے گی۔

دلی کی خبر ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے ایک ہریجن بستی بسائی گئی ہے جو شہر کی عام آبادی سے الگ ہے۔ ... اس سے ناراض ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ گاندھی جی کا دم بھرنے والی سرکار نے ہی گاندھی جی کے ہریجن سدھار اصول کے خلاف عمل شروع کر دیا ہے۔

ٹراونکور کی خبر ہے کہ ۴۰۰۰ ہزار عیسائیوں نے ہندو دھرم قبول کر لیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے یہ لوگ ہریجن تھے۔

لندن کی خبر ہے کہ برمنگھم یونیورسٹی کے سائنس جاننے والوں نے حال ہی میں ایک نئی مشین تیار کی ہے جس سے چمکتے ہوئے ستاروں کی تصویر لی جا سکے گی۔ علاوہ ان کی چمک تصویر میں کوئی رکاوٹ نہ ڈال سکے گی۔

پندرہ روزہ

رہبر

ایڈیٹر۔ مسز کلثوم سایانی
جامعہ نگر (دہلی) 8 MAR 1950
مدیا پاولیا۔ بمبئی نمبر ۲۶
سالانہ چندہ تین روپئے
۱۹۴۰ء میں شروع ہوا

جلد ۱ | بمبئی تاریخ پہلی مارچ سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۷

نیک بات

چار دن کی زندگی ہے کام اچھے کر دکھا
اس جہاں میں ہو سکے جتنی بھلائی کر دکھا
(عاصی براری)

اپنی باتیں

بمبئی کے وزیر مال شری وی ایل مہتا نے ۱۸ فروری کو صوبہ کی اسمبلی میں ۵۱-۱۹۵۰ کا بجٹ پیش کر دیا۔ مال منتری نے بجٹ کو صوبہ کی بھلائی کا بجٹ بتایا ہے اور ایک لاکھ ۹۸ ہزار کی معمولی سی بچت بھی ظاہر کی ہے۔ اس بجٹ کی ایک خاص بات یہ ہے کہ نئے ٹیکس نہیں لگائے گئے۔ حالانکہ شراب بندی کی وجہ سے آمدنی میں کئی کروڑ کی کمی آگئی ہے۔

بجٹ کو اس معنی میں اچھا کہا جا سکتا ہے کہ اس سال تعلیم پر تمام پچھلے بجٹوں سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔ یعنی صرف تعلیم پر ۱۱ کروڑ ۸۴ لاکھ ۵۶ ہزار کی رقم خرچ کی جائے گی۔ اسی طرح صحت و صفائی کے انتظام پر بھی کافی رقم رکھی گئی ہے۔ تعلیم کے لئے جس قدر رقم بڑھائی گئی، وہ واقعی ایک اچھا قدم ہے۔ اس لحاظ سے مال منتری کا فخر کرنا بالکل ٹھیک ہے۔ کیونکہ تعلیمی خرچ پر مرکز میں بھی اس قدر رقم نہیں رکھی گئی۔ لیکن جب ہم پورے بجٹ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ ٹیکسوں کے بوجھ میں کوئی کمی نہیں آئی، اور کسی بجٹ کی اچھائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ رعایا پر کم سے کم ٹیکسوں کا بوجھ پڑے۔ اس وقت ہندوستانیوں پر جتنے ٹیکس لگے ہوئے ہیں وہ کم نہیں ہیں۔

شراب بندی کی وجہ سے آمدنی میں جو کمی آئی ہے، اس کے دور کرنے کے لئے سرکاری خرچ اور ملازموں کو کم کرنے کے لئے سوچا جا رہا ہے۔ باقاعدہ انتظام سے خرچ میں کمی ضرور ہو سکتی ہے، لیکن ہم دوسری بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ ملک میں دن بدن بیکاری بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اگر کم تنخواہ پانے والے ملازموں میں کمی کی گئی یا ان کی تنخواہوں کو کم کیا گیا تو بجائے بھلائی کے خرابی پیدا ہوگی۔

بلاشک بجٹ میں تعلیم پر زیادہ خرچ کیا گیا جس کے لئے ہم مال منتری کو مبارک باد دیتے ہیں، کیونکہ تعلیم ہی کی ترقی میں عام لوگوں کی ترقی ہے۔ لیکن دوسری بنیادی چیزوں کی طرف بھی خیال دینے کی ضرورت ہوگی، یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیا جائے کہ جب تک جنتا کے پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا ملنے کا انتظام اچھا نہ ہوگا، دوسری تمام ترقیاں بیکار ہیں۔

بمبئی کے بجٹ کا خلاصہ

آمدنی بابت	۵۱-۱۹۵۰	خرچ بابت ۵۱-۱۹۵۰
انکم ٹیکس	۹ کروڑ ۴۴ لاکھ ۲ ہزار	—
محصول	۷ " ۱۳ " ۲۳ "	اکروڑ ۶۰ لاکھ ۳۹ ہزار
شراب وغیرہ	۱ " ۱۳ " ۲۳ "	— ۸۱ " ۵۰ "
اسٹامپ	۲ " ۱۹ " ۳۶ "	— ۴ " ۹۳ "
جنگلات	۳ " ۱۳ " ۳ "	اکروڑ ۲۶ " ۱۶ "
رجسٹریشن	۰ " ۳۵ " ۱۵ "	— ۱۵ " ۲۴ "
موٹر وغیرہ	۱ " ۵۰ " ۲۰ "	اکروڑ ۱۲ " ۳۸ "

(باقی صفحہ ۲ پر)

شراب کا نشہ

رامو بمبئی کی ایک مل میں کام کرتا تھا۔ اسے اتنی تنخواہ مل جاتی تھی، جس سے وہ اس کی پتنی اور دو چھوٹے بچے آرام سے زندگی بِتا رہے تھے۔ رامو کی بیوی بڑی نیک تھی۔ محلے کی سب عورتیں اس کی عزت کرتی تھیں۔

رامو جب شام کو تھکا ماندہ گھر آتا تو اس کے چھوٹے چھوٹے بچے دوڑ کر اس سے لپٹ جاتے اور وہ ان سے باتیں کرنے لگتا۔ یہ منظر دیکھ کر اس کی بیوی بہت خوش ہوتی تھی۔

ایک روز رامو رات کو دیر سے گھر پہنچا۔ بیوی نے سبب پوچھا تو کہا کہ "ایک دوست کی شادی میں چلا گیا تھا۔ دیر ہو گئی" اور بیوی چپ ہو گئی۔

دوسرے روز بھی یہی ہوا، تو بیوی نے پوچھا" رامو چپ ہو گیا" وہ قریب گئی، تو اسے رامو کے منہ سے شراب کی مہک آئی۔ وہ نفرت سے دور ہو گئی، کیونکہ رامو نشہ کی حالت میں تھا۔

اب رامو روز شراب پینے لگا رفتہ رفتہ اسے شراب پینے کی ایسی عادت پڑی کہ وہ صبح شام پینے لگا۔ اس طرح اس کا بہت سارا پیسہ شراب میں خرچ ہونے لگا۔ پگار کم ملنے کی وجہ سے گھر کا سامان کم ہو گیا، اور کچھ دنوں بعد بیوی اور بچوں کو فاقہ کرنے کی نوبت آ گئی۔

رامو کی بیوی نے کچھ روز تو اپنے زیور بیچ کر بچوں کو کھلایا۔ مگر اس کے ختم ہوتے ہی پھر فاقے شروع ہو گئے۔

روزانہ کی طرح جب رامو اپنے گھر لوٹ کر آیا تو وہ شراب کے نشہ میں اتنا چور تھا کہ اسے اپنے تن بدن کا بھی ہوش نہیں تھا۔ بچے جب اس سے لپٹ گئے تو اس نے ان کو ایک طرف ہٹا دیا، اور بڑبڑایا۔ "دور ہو جاؤ، تم سب دور ہو جاؤ میری نظروں سے۔" بے چارے بچے دو دن سے بھوکے تھے، رو رہے تھے اور ان کی ماں ایک طرف پریشان بیٹھی ہوئی تھی۔ رات ہو گئی اور وہ سب بغیر کچھ کھائے ہی سو گئے۔ صبح اٹھے تو چھوٹے بچے (مادھو) کو بے ہوش پایا۔ وہ بھوک کی تکلیف سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ گھر میں ایک شور مچ گیا۔ رامو بہت گھبرایا۔ شور سنکر آس پاس کی عورتیں جمع ہو گئیں۔ اور رامو کی بیوی سے حال پوچھا اس نے سارا ماجرا (قصہ) سنایا۔ رامو بہت شرمندہ ہوا۔ ایک پڑوسن نے کچھ کھانا لاکر بچوں کے سامنے رکھ دیا۔ بڑی کوشش کے بعد بچہ کو ہوش آیا تو وہ اپنے باپ کی گود میں تھا۔ رامو اپنے بچے کی پیاری صورت دیکھ کر بہت خوش تھا۔ اور وہ اپنے کئے پر پچھتا رہا تھا۔

اب اس نے شراب پینے کی قسم کھالی ہے۔ وہ ہرگز اس کو منہ سے نہیں لگائے گا۔ جس نے اسے کنگال بنا کر اس کے پیارے بچوں کو پریشانی میں ڈال دیا تھا۔

مہروردوی صاحب

بابو سرت چندر بوس

۱۲ فروری ۱۹۵۰ کے اخباروں میں بابو سرت چندر بوس کے انتقال کی خبر معلوم ہو کر بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ معلوم ہوا ہے کہ سرت چندر بوس بابو کچھ دنوں سے دل کی بیماری کے مریض تھے اسی کے علاج کے لئے یورپ بھی گئے تھے۔ آپ ہندوستان کے مشہور نیتا بابو سوباش چندر بوس کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کی عمر ۶۱ سال کی تھی۔ تیس سال آپ نے ملک اور سماج کی خدمت میں گذارے۔ آپ بیرسٹر بھی تھے۔ ۱۹۱۳ میں آپ نے وکالت شروع کی۔ ۱۹۲۸ میں کلکتہ کارپوریشن کے ممبر بنائے گئے اور اسی سال سے باقاعدہ سیاست (پالیٹکس) میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۴۶ میں جب ہندوستان میں عارضی حکومت بنائی گئی تو آپ بھی اس کے ممبر چنے گئے لیکن جب عارضی حکومت میں مسلم لیگ کے شامل ہونے کا وقت آیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کانگریس کے ممبروں میں کون کون اپنی جگہ چھوڑے۔ سرت بابو پہلے آدمی تھے جنہوں نے چپ چاپ استعفا دیدیا۔

آپ نے سوشلسٹ گروپ کی شکل میں بائیں بازو کے انقلابیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ ممکن ہے کچھ لوگ آپ کے خیال کے موافق نہ رہے ہوں۔ لیکن یہ بات سب کو ماننا ہوگی کہ آپ ایک انقلابی لیڈر اور صاف و سچ کہنے والے تھے، آپ کی موت سے دوست و دشمن دونوں کو برابر کا نقصان پہونچا۔

سچا دھرم

* بہن رضیہ سلطانہ *

(تیسرا حصہ)

جو لوگ گاؤں چھوڑ اپنی جان لیکر بھاگ گئے تھے۔ وہاں بھی ہیضے کے دیوتا نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ چند وہاں جا کر دوا دے آتا تھا۔ منگل گو ند کی موت کا سب کو افسوس ہوا ہوگا، کیونکہ اسکی لاش تین روز پڑی سڑتی رہی۔ پیٹ پھولا ہوا تھا اور وہ اپنے کھیت میں مرا پڑا تھا۔ اس کی بہن اور بیوی اسے یونہیں چھوڑ کر خدا جانے کہاں چلی گئیں تھیں۔ جب گدھ منڈلانے لگے تھے اور کوے اس کا گوشت نوچنے لگے تھے اسوقت سدا شیو بابو اپنے دونوں مددگاروں کو لیکر، ناک پر رومال رکھکر پاس اسکے پہنچے۔ جسوقت اسکی حالت دیکھی تو ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر منگل گوند کے سیاہ گالوں پر گر گئے۔ انھوں نے فوراً کھیت میں گڑھا کھود کر اسے گاڑ دیا، وہ بہت افسوس کرتے تھے کہ سنسار میں سب کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ جیتے جی کے سب ساتھی ہوتے ہیں۔ آنکھیں بند ہوتی ہیں، تو کوئی نہیں پوچھتا۔ منگل گوند جب اچھا تھا، کماتا تھا، تو بہن بھی کھاتی تھی بیوی بھی کھاتی تھی، اور جب منگل اس حالت کو پہنچا تو کوئی نہ تھا۔ دونوں اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ واہ ری دنیا!

پہلا مرغ بول رہا تھا۔ ذرا آنکھ لگی تھی اتنے میں کسی نے دستک دی اور پکارا بابو! سدا شیو بابو نے چونک کر کروٹ لی اور بستر ہی پر سے پوچھا۔ "ایں کون ہے بھائی"؟ "جی میں ہوں" مراری لال مختار۔ سدا شیو بابو نے فوراً زنجیر کھولی اور پوچھا۔ "اتنی رات کو آنے کا کیا سبب ہے"؟ مراری لال مختار نے کہا "زمیندار صاحب کے بڑے صاحبزادے کنور جگدیش سنگھ جی کی طبیعت خراب ہے۔ آٹھ بجے رات سے چھ دفعہ قے۔ اور دس بارہ دست ہو چکے ہیں۔ عرق کافور، امرت دھارا، کلوروڈین وغیرہ سب کچھ دیا جا چکا ہے آپ خدا کے واسطے جلدی چلیں"۔ سدا شیو بابو نے چندو کو جگایا، جس نے بابو کے دواؤں کا چمڑے کا بیگ لٹکا لیا۔ کنور جگدیش سنگھ خاص کمرے میں ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے، لیمپ جل رہا تھا۔ ان کے والد جے نرائن سنگھ پاس ہی ہاتھوں پر سر رکھے بیٹھے تھے۔ کنور کی بیوی، بہن اور ماں ایک طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ دو خدمتگار ہاتھ جوڑے کھڑے تھے۔ کنور بیہوشی کی میں اسی جگہ رہوں۔ جے نرائن سنگھ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور جوش کیسا تم کہنے لگے "بابو! کیا میری یہ آرزو نہ ہوئی؟ مگر میں پہلے ہی سے شرمندہ ہوں۔ زیادہ تکلیف کرنے کے لئے کیسے کہوں"۔

حالت میں تھے۔ سدا شیو بابو نے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچکر سوال کیا۔ "میں اندر آسکتا ہوں"؟ جے نرائن سنگھ زمیندار نے کہا۔ "ہاں ہاں صاحب آئیے۔ آپ ہی کا انتظار تھا"۔

سدا شیو بابو نے مریض کی نبض دیکھی اور کہا۔ "افسوس! آپنے پہلے سے خبر نہیں کی، خیر خدا مالک ہے"۔ پھر ایک چھوٹی سی شیشی میں سے ذرا سی سفید خاک نکال کر چندو کو دی کہ ایک چینی کی پیالی میں پانی میں گھول کر مریض کے حلق میں ڈالدے۔ پھر وہ زمیندار صاحب کو دم دلاسا دیتے رہے کہ گھبرائیے نہیں، خدا اپنی مہربانی کرے گا۔ پندرہ منٹ کے بعد کنور نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ کچھ پینے کو دو حلق سوکھا جاتا ہے۔ سونف کا عرق دیا گیا۔ دو گھنٹے میں حالت بہت سنبھل چکی تھی۔ سدا شیو بابو نے کہا "زمیندار صاحب آپ مجھے اجازت دیجئے کہ جبتک کنور صاحب کو فائدہ نہ ہو جائے،

ہمارے پہلے صدر راجندر بابو

جمہوری (پرجا تنتر) ہندوستان کے سب سے پہلے صدر بننے کا فخر ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب کو ملا۔ سچ مچ میں ڈاکٹر راجندر پرشاد کا جنا گاندھی جی کی تعلیم واصول کو زندہ کرنا ہے، ایسو ند آپ ہی ایک ایسے شخص (ویکتی) ہیں جنھیں صحیح معنی میں گاندھی جی کا جانشین کہا جا سکتا ہے۔ سروجنی نائیڈو نے ان کے بارے میں ایک بار کہا تھا "۔۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کے بارے میں لکھنے کے لئے پہلے ایک ایسے سنہرے قلم کی ضرورت ہے، جسے شہد میں ڈبو کر لیا گیا ہو۔ ان کی اعلیٰ خاندانی اور ان کی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ نیتاؤں میں سب سے زیادہ انھیں کی عزت کی جاتی ہے۔ دراصل آپ ان شبدوں میں اس سے زیادہ اونچا مرتبہ (استھان) ان کو پیش نہیں کر سکتی کہ وہ گاندھی جی کے چیلوں میں اس طرح ہیں جسطرح حضرت مسیح کے چیلوں میں سینٹ جون تھے۔"

ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب کیول سیاست (ملکی انتظام) جاننے والے ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کو ادب (لٹریچر) سے بڑی بھاری لگاؤ ہے۔ آپ کئی زبانیں اچھی طرح جانتے ہیں اور ان میں بڑی آسانی سے لکھ، پڑھ اور بول سکتے ہیں۔ آپ ہندی بھاشا میں اپنی جیونی لکھی ہے جو ہندی لٹریچر (ساہتیہ) میں ایک بہت اونچا درجہ رکھتی ہے۔ سردار پٹیل نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنی آپ بیتی میں پچھلے دس سالوں کا پورا اتہاس لکھ دیا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت نرم دل ہیں۔ اس لئے ان کی پالیسی سختی کی نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد جی ۳ دسمبر سنہ ۱۸۸۴ کو انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھے جانے سے ایک سال پہلے ایک اچھے خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے پتا کا نام منشی مہادیو سہائے تھا۔ وہ اپنے والدین کی سنتانوں میں سب سے چھوٹے لڑکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی شادی بارہ برس کی عمر میں ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ ابتدائی کلاس میں پڑھتے تھے۔ آپ ابھی تک اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ شادی کو اس طرح سمجھتا تھا جس طرح میری بہنیں کڑیوں سے کھیلتے وقت گڈے گڑیوں کا بیاہ رچاتی تھیں اور میں ان میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اس شادی میں میرا کوئی حصہ نہ تھا۔ بس چند پنڈتوں نے کچھ رسمیں ادا کر دیں اور سب نے سمجھ لیا کہ شادی ہو گئی۔

سنہ ۱۸۹۳ میں آپ نے پڑھنا شروع کیا اور سنہ ۱۹۰۲ میں کلکتہ یونیورسٹی کے دسویں درجے کے امتحان میں سب سے اول آئے۔ آپ پہلے بہاری ودیارتھی تھے جنھوں نے یہ درجہ حاصل کیا بعد میں آپ نے وکالت کے کام سے بہت سا روپیہ کمایا اور اپنی سب کمائی ضرور تمندوں کو دے دی۔

سنہ ۱۹۰۴ میں آپ نے بی۔ اے۔ پاس کیا اور اس کے بعد ایم۔ اے۔ انگریزی میں داخل ہو گئے۔ ایم۔ اے۔ پاس کرنے کے بعد کچھ وقت تک آپ نے پروفیسری کا کام کیا پھر وکالت شروع کر دی۔

ڈاکٹر صاحب ایک بہت بڑے کام کرنے والے ہیں، آپ کے چہرے پر کچھ ایسا نور ہے جو پوجے جانے کے قابل ہے۔ مزاج میں کسی قسم کا کڑوا پن نہیں۔ کئی معاملات میں اپنی الگ رائے رکھتے ہوئے بھی آپ نے گاندھی جی کی بات مانی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ باپو کا کہنا ادب و عزت سے مانتے تھے، اور ان پر پورا یقین اور بھروسہ رکھتے تھے۔

بابو راجندر پرشاد کئی بار کانگریس کے صدر رہ چکے ہیں۔ جب آپ ودیارتھی ہی تھے تو آپ کلکتہ کانگریس کے ۲۲ ویں جلسے میں شریک ہوئے تھے اس جلسے کی صدارت دادا بھائی نوروز جی نے کی تھی اور آپ نے اس میں والینٹیر کی طرح تمام کام کئے تھے۔ بڑی ہوئی کانگریس کے جلسے کے بعد آپکو کانگریس کا صدر چنا گیا۔ آپ ۱۹۱۲ سے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اور ۱۹۲۲ سے کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ممبر ہیں۔

آزادی کے بعد آپ بھارت سرکار کے خوراک کے منتری بھی رہے ہیں۔ اس جگہ پر آپ نے اچھا کام کیا جس سے دوسرے لوگوں نے کافی اثر لیا۔ دستور ساز

(باقی کالم ۳ میں)

"ہمارا جھنڈا"

* محمد شفیع الدین نیر صاحب *

اچھا اچھا، نیارا نیارا رنگ ترنگا پیارا پیارا
قوم کی امیدوں کا سہارا دیش دلارا جگ اجیارا
دل کی ٹھنڈک آنکھ کا تارا
جھنڈا اونچا رہے ہمارا ... ۱

جوش میں ہم کو لانے والا جوش سے دل گرمانے والا
خدمت پر اکسانے والا بیڑا پار لگانے والا
دیش کی نیا کھیون ہارا
جھنڈا اونچا رہے ہمارا ... ۲

آزادی کے پروانوں کو اہنسا دیوی کے دیوانوں کو
بلوانوں کو ودوانوں کو دیش کے سارے انسانوں کو
ہے یہ اپنی جان سے پیارا
جھنڈا اونچا رہے ہمارا ... ۳

جب جھنڈا لہراتا ہے یہ من کی جوت جگاتا ہے یہ
اپنایت پھیلاتا ہے یہ پریت کی ریت سکھاتا ہے یہ
پریم کا ساگر پریم کی دھارا
جھنڈا اونچا رہے ہمارا ... ۴

آؤ یہ جھنڈا لہرائیں دیش کے سکھ کو دھیان میں لائیں
دیش کے بگڑے کام بنائیں آپس کے سب بیر مٹائیں
نیر ہو تم سے یہ چھٹکارا
جھنڈا اونچا رہے ہمارا ... ۵

اسمبلی کے صدر کے طور پر بھی ہر شخص آپ کی عزت کرتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر یہ کہنا مشکل ہے کہ آپ غیر ملکوں کی سیر کر چکے ہوں گے، مگر حقیقت میں آپ اٹلی، جرمنی اور دوسرے کئی ملکوں میں گھوم کر آئے ہیں۔ آپ کے اندر انتظام کی لیاقت بہت زیادہ ہے۔ بہار میں زلزلے (دھرتی کمپ) کے بعد پریشان اور بدحال لوگوں کے لئے آپ نے بہت دوڑ دھوپ کر کے شاندار انتظام کیا۔

پنڈت نہرو نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد صوبہ بہار کی سرزمین کے ایک خاص سپوت ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی نیک نیتی اور سچائی ہی کا پھل ہے کہ ایشور نے ان کو عزت، دولت اور اولاد، سب کچھ دیا، گدڑی میں لعل والی کہاوت ان پر سچی ثابت ہوتی ہے۔ جمہوری ہند کی پالیسی کے مطابق جیسے صدر کی ضرورت تھی ڈاکٹر صاحب میں وہ سب خوبیاں موجود ہیں۔

* * *

راجا جی

* سبط حسن صاحب *

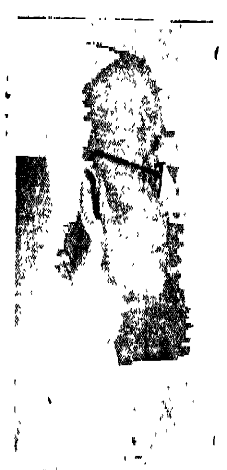
ہندوستان کی تاریخ میں سنہ ۱۸۷۹ء وہ مبارک سال تھا جب اس ملک کے پیارے لیڈر شری راجگوپال آچاریہ کا جنم صوبہ مدراس کے ایک گاؤں میں ہوا۔ کس کو خبر تھی کہ گاؤں کا یہ معمولی آدمی اپنی قابلیت، کوشش اور آتما بل سے آگے چل کر نہ صرف ہندوستان بلکہ تیس کروڑ ہندوستانیوں کے دلوں پر حکومت کرے گا۔ آپنے اپنی محنت کی کمائی یہاں تک جمایا کہ آپ کو سب لوگ صرف راجا جی کے نام سے یاد کرنے لگے۔ آپ سچ مچ دلوں کے راجا ہیں۔

بچپن میں آپنے مدراس میں تعلیم حاصل کی اور کالج پڑھ لکھ لینے کے بعد وکالت کا امتحان پاس کیا۔ آپکی طبیعت میں ملنساری، دیش بھگتی اور ملک وقوم کی سچی خدمت کا جوش پہلے ہی سے بھرا ہوا ہے۔ ۱۹۱۹ میں مہاتما گاندھی نے انگریزی حکومت کے خلاف جب پہلی مرتبہ "بائکاٹ" شروع کیا تو اس وقت آپ بھی گاندھی جی کے ہم خیال ہو کر اس اندولن میں شامل ہو گئے۔ گاندھی جی کو آپ کی ذات پر بہت بھروسہ تھا۔

۱۹۳۸ میں جب ہندوستان میں عام چناؤ ہوا اور کچھ صوبوں (پرانتوں) میں کانگریسی وزارت قائم کی گئی تو آپ کو مدراس کا وزیر بنایا گیا۔ راجا جی ایک سال تک کانگریس کے جنرل سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔

۱۹۴۲ میں جب کانگریس نے "ہندوستان چھوڑ دو" کی آواز اٹھائی تو آپنے اسمیں کچھ حصہ نہیں لیا، جس پر کچھ کانگریسی نیتا آپ کے خلاف ہو گئے۔ ۱۹۴۶ میں جب دوسری مرتبہ کانگریسی وزارتیں (منتری منڈل) قائم ہوئیں تو آپ کو ہندوستان کی حکومت کا ممبر چنا گیا اور پچھمی بنگال کا گورنر بنا دیا گیا آخری انگریز گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بعد آپ آزاد ہندوستان کے پہلے ہندوستانی ہیں جنھیں گورنر جنرل کا درجہ ملا اور جمہوری (پرجا تنتر) ہند کے ایک روز پہلے یعنی ۲۵ جنوری ۱۹۵۰ تک آپ اس عہدے پر رہے۔

راجا جی کے بارے میں ہندوستانیوں کے دلوں میں بہت اچھی جگہ ہے۔ آپنے گورنر جنرل کا عہدہ پانے کے باوجود اپنی اچھی باتوں میں کسی طرح کی کمی نہیں آنے دی۔ اپنے آپ کو ہمیشہ ملک کا خدمتگار سمجھتے رہے ہیں۔ آپ نہ صرف ایک اچھے لیڈر اور اچھے گورنر جنرل رہ چکے ہیں بلکہ ایک اچھے لیکھک بھی ہیں۔ آپنے کئی ایک چھوٹی بڑی کہانیاں لکھی ہیں، جو نصیحت اور علم کے لئے بہترین ہیں شروع سے آپنے ہندوستانی چیزوں کی عزت کی۔ ہمیشہ کھدر کی پوشاک پہنتے آئے یہاں تک کہ



گورنر جنرل کے درجے پر بھی پہنچ کر اس پوشاک کو نہیں چھوڑا۔ خدا سے دعا ہے کہ ایسے پیارے اور نیک لیڈر کا سایہ ہمارے سروں پر بہت دن تک قائم رہے تاکہ ان کی ذات سے ملک کو پھولنے پھلنے کا موقع ملتا رہے۔

* * *

ہم افسوس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ ہند کے مشہور نیتا شری سرت چندر بوس ۲۱ فروری کو رات کے ۱۱ بجکر ۴۵ منٹ پر دل کی حرکت بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ آپ نیتا جی سبھاش چندر بوس کے بڑے بھائی تھے۔ مرنے سے کچھ ہی پہلے پوربی اور پچھمی بنگال میں دوستی قائم کرنے کے لئے ایک اپیل اپنے "دی نیشن" نامی اخبار میں لکھوا کر دی تھی۔

ریل کا سفر

* جناب عمرالدین صاحب *

میں ۳۱ دسمبر ۱۹۴۹ء ۱۱ بجے شام کو سینٹرل اسٹیشن سے سوار ہوکر دہلی روانہ ہوا۔ چونکہ میرا ٹکٹ معمولی ڈبہ کا تھا، اس لئے مسافروں کی بھرمار سے جگہ صرف بیٹھنے کی ہی بڑی مشکل سے ملی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک ریلوے والوں نے کوئی خاص خیال نچلے درجے کے مسافروں کے آرام پہنچانے کے بارے میں نہیں کیا۔

غسل خانوں اور پاخانوں میں پانی کا برابر انتظام نہیں تھا اور نہ صفائی کا کوئی خاص بندوبست تھا۔ افسوس کہ بھیڑ بکری کی طرح عورت مرد۔ آج کل ریل میں بھرے ہوئے سفر کرتے نظر آتے ہیں۔ بعض جگہ صوبہ یو۔پی کی ریلوں میں لوگ ڈبوں سے باہر لٹکے ہوئے سفر کرتے ہیں ایک جگہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک آدمی جو باہر لٹک رہا تھا۔ ہاتھ چھوٹ جانے سے زمین پر گرا اور بری طرح گھائل ہوا۔ ہاں اتنا ضرور ہورہا ہے کہ کسی کسی علاقہ میں نئے اسٹیشن بنائے جا رہے ہیں۔

اس سفر میں جو قریب ڈیڑھ ہزار میل (۱۵۰۰) کا ہوگا۔ ایک بات ضرور دیکھنے میں آئی ہے کہ اگر حکومت نے اس کی روک تھام جلد نہ کی تو کسی وقت یہ فرقہ وارانہ فساد (آپس کے جھگڑے) کی صورت اختیار کرلے گا۔ پھر انتظام مشکل ہی سے ہوگا۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند۔ جسنے جمہوری ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس اعلان سے فسادی لوگ ریلوں میں طرح طرح سے حکومت ہند کو مذہب اور قوم کے نام پر شرم دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس حکومت سے تو انگریزوں کی حکومت بہتر تھی۔ اس حکومت کے لوگ جنتا کے مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں، اور لوٹ مار کر کے اپنے عیش اور آرام کا انتظام کرنا چاہتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جوان جوان لڑکیاں، جو پنجاب سے ہندوستان میں آئی ہوئی ہیں، وہ ڈبے میں اپنی پیاری اور درد بھری آواز سے پاکستانی علاقوں کے ظلم بیان کرکے گاتی ہیں، ان گانوں کا اثر جاہلوں پر خوب ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کو خون کی آنکھوں سے دیکھنے لگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے ضرور بدلہ لیا جائے۔ حکومت ہند۔ اس وقت مسلمانوں کی مدد کر رہی ہے۔ پہلے حکومت کو ختم کردینا چاہئے پھر

مسلمانوں سے اچھی طرح بدلہ لیا جائیگا۔ یہ لڑکیاں اسی طرح ہر ڈبے میں جاکر ظلم کی کہانی گا گا کر بیان کرتی ہیں۔ جس سے جنتا بہت زیادہ بدگمان ہوتی ہے،

ریلوے کے حاکموں کو چاہئے کہ وہ اپنے سی۔ آئی۔ ڈی۔ رکھیں، اور پوری تلاش کرکے فساد برپا کرنیوالوں کی خبر حکومت کو دیں۔ ریل کے سفر میں لوگ آرام سے بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔ یہ فرصت کا وقت ہوتا ہے، اس لئے ہر ایک بات سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ اچھا ملتا ہے۔ لوگ دھیان سے سنتے ہیں اور سنی ہوئی باتیں انکے دماغ میں اثر کرجاتی ہیں۔

دوسری ایک بات یہ نظر آئی ہے کہ یو۔پی۔ صوبے کے اسٹیشنوں پر تمام بورڈوں کو دیوناگری میں لکھا گیا ہے، مگر ایسی سنسکرت ملی ہوئی تھی کہ جسے خاص خاص آدمی پڑھ سکتے تھے، وہی مصیبت جو انگریزی پڑھنے میں عام لوگوں کو تھی، اب بھی باقی ہے۔ حالانکہ بورڈ ایسی زبان میں ہونا چاہئے، جو ہر انسان سمجھ کر اپنا کام نکال سکے۔ ایک کام ضرور اچھا ہوا ہے کہ ہندو مسلم، کھانا، پانی، چائے وغیرہ کی جو پکار اسٹیشنوں پر سنی جاتی تھی، وہ اب بند ہے۔ جہاں کہیں پانی ہے وہاں صرف پینے کا پانی، لکھا ہوا ہے۔ چھوت چھات ہندو مسلم سوال دور ہوگیا ہے۔

اسٹیشنوں پر آج بھی رشوت لینے دینے کا دستور جاری ہے۔ اس کام میں چھوٹے بڑے سب ملکر حصہ لیتے ہیں۔ میری اپنی سفر کی کہانی سنیئے۔ جب میں نے بمبئی سینٹرل سے ٹکٹ لیا تو دو روپیہ ٹکٹ دینے والے نے مانگے اور مجھکو دینا پڑے، اور پھر مسافر رشوت دینے پر اسوجہ سے مجبور ہوجاتا ہے کہ بغیر اس کے انجان آدمی کو سخت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے آزمانے کے لئے میں نے (مرادآباد) اسٹیشن پر رشوت نہیں دی، جسکی وجہ سے لگیج کا سامان تین دن کے بعد ملا، اور بری حالت میں ملا، اسکا واقعہ یہ ہوا کہ سنبھل حاتم سرائے سے ۴ فروری کو میں سامان کے ساتھ روانہ ہوا۔ سنبھل میں بھی بمبئی کا ٹکٹ بنوانے کے لئے دو روپئے بابو کو دینا پڑے، اگر نہ دیتا تو بمبئی تک ٹکٹ نہ بنتا۔

مرادآباد پر سامان دوسری گاڑی میں رکھنا تھا۔ جب میں نے قلیوں سے کہا کہ میرا سامان میرے ساتھ ڈبے میں چڑھادو تو، قلیوں نے کہا کہ بابوجی آپکو دو روپے دینا ہوگا۔

باقی صفحہ پر

آپ جانتے ہیں؟

٭ بمبئی میونسپلٹی کارپوریشن نے طے کیا ہے کہ وکٹوریہ گارڈن کے لئے دو لمبی پونچھ والے بندروں کے دو جوڑے خریدے جائیں گے۔ اندازہ ہے کہ پانچ سو روپیہ ایک جوڑے کی قیمت ہوگی۔

٭ حکومت جرمنی کی طرف سے ایک نیا محکمہ قائم کیا جارہا ہے جو سرکاری بڑے عہدوں کے لئے اچھی اور قابل عورتیں تلاش کرکے ان کو ملازمت دلائے گا

٭ لندن کے ایک اخبار مانچسٹر گارجین نے لکھا ہے کہ روس اور چین کے عہدنامہ اور قول وقرار سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ایشیا پر کمیونزم کے ایک بہت بڑے خطرے کا اثر پڑنے والا ہے۔ اس عہد نامہ کی شرطوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پوربی ایشیا کے دیش برما، تبت، اور خاص طور پر انڈوچائنا انتر راشٹریہ خطرے کا اڈہ بن جائے گا۔

٭ برطانوی کھیتی باڑی کی مشینیں دنیابھر میں مشہور ہیں ان مشینوں سے ایک تو پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ دوسرے کم مزدوروں سے کام چل جاتا ہے۔ برطانیہ میں سنہ ۱۹۳۹ء ...... میں صرف ۵۵ ہزار ٹریکٹر تھے۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں ۲½ لاکھ ہو گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۵۲ء میں ان کی گنتی ...۳ لاکھ ہوجائے گی۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں فصل کاٹنے کیلئے صرف ۶½ ہزار مشینیں تھیں۔ دوسال کے بعد ان کی گنتی ۱۵ ہزار تک بڑھ جائے گی۔

٭ برطانیہ نے خوراک کی پیداوار کے لئے ایک چارسال کا پلان بنا رکھا ہے جس کو پورا ...... کرنے کے لئے مشینری پر قریب ۶۶ کروڑ روپیہ خرچ .... کرنا ہوگا۔

٭ برطانیہ میں اس وقت بجلی پیدا کرنے کا کام زوروں پر ہے۔ جس وقت حکومت نے بجلی سپلائی کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا تو اسے ایک سال میں ۶ کروڑ روپیہ کا نفع ہوا تھا۔

جنگ کے پہلے سے آج کل زیادہ لوگ بجلی خرچ کر رہے ہیں۔ اس حکومت نے بارہ مہینے میں ایک کروڑ ۲۲½ لاکھ گھروں کو بجلی دی تھی۔ اس ایک سال میں کوئی ۱۰ لاکھ پلانٹ لگ چکے ہیں۔ اب آگے تین سال تک، ہر سال ۲۵ لاکھ زیادہ پلانٹ لگائے جائیں گے۔ بجلی کے ۴۸ نئے اسٹیشن بنائے جائیں گے۔ جس سے برطانیہ کی بجلی کی پیداوار ۴۰ فیصدی بڑھ جائے گی۔

٭ آٹو میٹک ٹیلیفون سسٹم میں بھی ایسا انتظام موجود ہے جس کے ذریعہ بیہودہ باتیں کرنے والے گروہ کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

٭ پوری پاکستان کے چائے کے باغوں اور پٹ سن کے کارخانوں میں ایک لاکھ ۱۱ ہزار سے زیادہ مزدور کام کر رہے ہیں۔

٭ ہندوستان میں بے کاری بہت بڑھ رہی ہے۔ امپلائمنٹ ایکسچینج آفس کے مزدور محکمہ سے معلومات کرنے ...... پر پتہ چلتا ہے کہ ملک میں بیکاری زوروں پر بڑھ رہی ہے۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں ۹۷۰۵۰۴ آدمیوں نے ملازمت کے لئے اپنا نام لکھایا تھا۔ لیکن سنہ ۱۹۴۹ء میں یہ ...... تعداد بڑھ کر ۱۰۶۰۳۵۱ ہوگئی۔

"ریل کا سفر" کا باقی

اگر نہ دیا تو سامان یہیں پڑا رہے گا۔ ہم نے دینے سے انکار کر دیا۔ لہذا سامان وہیں پڑا رہا اور گاڑی روانہ ہو گئی۔ دہلی آکر معلوم ہوا کہ سامان ابھی تک نہیں آیا۔ بمبئی آکر تین دن تک پریشانی اٹھانے کے بعد سامان ملا۔ یہاں پر بھی رشوت دینی پڑی

اس طرح اس محکمہ میں رشوت زوروں پر جاری ہے۔ بعض اسٹیشنوں پر بھولے بھالے انجان دیہاتیوں سے زیادہ ٹکٹوں کی قیمت وصول کر لیتے ہیں۔ کیونکہ گاؤں والے پڑھے لکھے کم ہوتے ہیں۔ بیچارے جتنا بابو جی مانگتا دیدیتے ہیں۔ بعد میں جب ٹکٹ پڑھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ریل کرایہ دو روپیہ تھا اور چار روپیہ لیا گیا۔ غریب بے چارے ہائے کر کے رہ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اس حکومت سے تو انگریزی حکومت اچھی تھی۔

(بمبئی بجٹ کا باقی)

دوسرے ٹیکس ۱ کروڑ ۹۶ لاکھ [illegible] ہزار												
نہریں	+	،	۴۷	،	۳۹	،	—	۱	[illegible]	،	۳۲	،
قرض پر سود	۱	،	۱۰	،	۴۲	،	—	۱	،	۲۱	،	۵۲
عدالت	+	،	۸۳	،	۹۴	،	—	۱	،	۸۴	،	۱۸
جیل	+	،	۱۶	،	۸۶	،	—	+	،	۹۸	،	۹۹
پولیس	+	،	۴۷	،	۲۰	،	—	۸	،	۸۰	،	۵۲
تعلیم	+	،	۶۴	،	۳۳	،	—	۱۲	،	۳	،	۳۷
صحت	۱	،	۲	،	۵۱	،	—	۶	،	۲۷	،	۱۴
کھیتی	۲	،	۴۰	،	۳۳		—	۲۰	،	۶۸	،	۴۹
کوآپریشن	+	،	۱۲	،	۶۶		—	۱	،	۷	،	۹۱
دوسرے انتظام	۲	،	۱۵	،	۱۹		—	۸	،	۴۵	،	۳
شہری کام	+	،	۵۱	،	۱۴		—	۷	،	۹	،	۹۴
پنشن کل	،	،	۶۶	،	۳۲		—	۵	،	۶۰	،	۳۷

کل آمدنی ۹۱،۳۸۶۷۰۰۰۰

کل خرچ ۹۱،۳۷۰۹۰۰۰۰

بچت ۱۹۸۰۰۰

خبریں

گیا کی خبر ہے کہ وزیر اعظم برما مسٹر تھاکن نو، جب کلکتے سے گیا جا رہے تھے تو راستے میں ان کے پندرہ ہزار کے زیورات چوری ہوگئے۔ بتایا جاتا ہے کہ فرسٹ کلاس کے ڈبے میں ان کے ساتھ چار عورتیں بھی سفر کر رہی تھیں۔

بمبئی کی خبر ہے کہ اندھیری پولیس نے ایک جنگل میں چھاپا مارکر ۱۹ گیلن شراب غیر قانونی تیار پکڑی اور ایک ہزار گیلن شراب کا پانی پکڑا جو آدمی شراب بنا رہا تھا۔ اسے گرفتار کرلیا گیا۔ لیکن اس کے دوسرے ساتھی بھاگ گئے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ ریلوے پولیس نے ایک ایسے مسافر کو پکڑا، جو ایک من گانجا اپنے ساتھ لے کر فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا تھا۔

آگرے کی خبر ہے کہ یہاں کے ایک بینک کے قبضے میں سوت کی ۴۵ ہزار گانٹھیں تھیں جو دوسرے دن سب کی سب غائب ہوگئیں یہ چوری آگرے میں سب سے بڑی چوری ہے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ مسٹر خورشید لال نائب وزیر ڈاک و تار نے پارلیامنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ ڈاک خانوں، تارگھروں اور ٹیلیفون کے دفتروں کے نام دیوناگری، انگریزی اور صوبے کی زبان میں سائن بورڈوں پر لکھے جائیں گے۔

راج کوٹ کی خبر ہے کہ ابھی تھوڑے دن پہلے جب بہت سردی تھی تو سوراشٹر کے صوبے میں ایک بارات کے کچھ آدمی اور دو دولہا سردی سے اکڑ کر مر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایسی سردی یہاں کبھی نہیں پڑی۔

... ہمبر اخبار ... اُردو دیوناگری اور گجراتی تینوں لکھاوٹوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔ ... پرنسس بلڈنگ بمبئی ... چھپتے ہیں۔

رجسٹرڈ نمبر بی ۴۵۳۲

۴۸۶

ایڈیٹر— مسز کلثوم سایانی

رہنما و بلا بسٹی نمبر ۲۶

پندرہ روزہ جامعہ نگر (دہلی)

18 MAR 1950

رہبر

سالانہ چندہ تین روپے

فی پرچہ دو آنے

جلد ۱ بمبئی تاریخ ۱۵ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء نمبر ۱۷

نیک بات

اگر ملک کی چاہتے ہو خیر،
نہ کسی ہموطن کو سمجھو غیر
(حالی)

اپنی باتیں

ہولی کے موقع پر پنڈت نہرو نے دلی سے جو براڈ کاسٹ کیا تھا، اس میں پاکستان اور ہندوستان کے بیچ کے نازک معاملہ پر روشنی ڈالی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ پوربی اور پچھمی بنگال کا معاملہ خطرناک ہو رہا ہے۔ ہزاروں ہندو خاندان خوف اور فساد کی وجہ سے اپنا گھر بار اور سب کچھ چھوڑ کر ہندوستان بھاگے آ رہے ہیں۔

ان شرنارتھیوں کی مصیبتیں دیکھ کر اور ان کی دکھ بھری باتیں سن کر کلکتے میں بھی کچھ فساد سا جاگ پڑا۔ معاملے کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے پنڈت نہرو نے ہولی کی رات کو قوم سے یہ اپیل کی تھی کہ ہمیں شانتی اور امن کے راستے کو نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

آج ہمارا ملک ایک کٹھن دور سے گذر رہا ہے۔ ایسے نازک وقت میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ انسانیت کو جلا ڈالنے والی وہ آگ کہیں پھر سے تمام ملک میں نہ پھیل جائے جس کی لپٹ سے ہم ابھی ابھی مشکل سے چھٹکارا پا سکے تھے۔

اب دیکھیں کہ جب فساد کی یہ چنگاری کلکتہ میں چلنے لگی تو ہمارے ہمسایوں پر کیسا اثر پڑا۔ پاکستان کے ریڈیو اور اخباروں نے بلند آواز سے ہر طرف خبر پہنچائی کہ ہندوستان میں بہت ہی بری طرح سے مسلمانوں کو قتل کیا جا رہا ہے، اور اب تک کلکتہ میں دس ہزار مسلمانوں کو مار ڈالا گیا ہے۔ اس عجیب خبر کو سنکر جب کلکتہ کی حکومت نے جانچ کروائی تو پتہ چلا کہ صرف بیس آدمیوں کو مارا گیا تھا۔ کہاں دس ہزار اور کہاں بیس!

پھر اس خبر کو بعد میں غلط مانتے ہوئے پاکستان کے وزیر اعظم جناب لیاقت علیخاں نے کہا کہ پاکستان کے ریڈیو اور اخباروں کو اس غلطی کو سدھارنے کے لئے کہدیا گیا ہے۔

لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف ضرور بھڑکایا جا رہا ہے۔ انسانیت کے سیدھے سادھے، پریم بھرے راستہ کو چھوڑ کر حیوانیت کی بیہودی چال چل رہے ہیں۔ پہلے ایک دھرتی کے لال آپس میں لڑا کرتے تھے۔ اور اب پڑوسی پڑوسی میں جھگڑے ہونے لگے ہیں۔

آخر یہ سب بے چینی کس لئے؟ کسی بھی مذہب نے اس لڑائی چال کی رہبری نہیں کی ہے۔ اور نہ کبھی سچ مچ نیک نیتا نے اس بیڈھنگے راستے کو بھلا کہا ہے۔

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ بنا کسی کارن کے اگر ہم ایک دوسرے کو برا کہیں اور ایک دوسرے کا گلا کاٹیں تو ہم خدا کی طرف بڑھنے کے بجائے اس سے دور ہٹتے جائیں گے۔ اپنے آپ کو برا بناتے جائیں گے۔ ایک ہاتھ میں خدا کی کتاب اور دوسرے ہاتھ میں

(باقی [illegible])

تعلیم بالغاں

(پھنڈو شکشا)
(محمد غوث نگروڑی)

ارجن اور رحیم، دو لڑکے ملتے ہیں۔ دونوں کی عمر ۱۴ - ۱۵ سال کی ہے۔

ارجن:۔ رحیم، تمہارے تپا جی ہر روز شام کو کتابیں لئے ہوئے کہاں جاتے ہیں!

رحیم:۔ مدرسے۔

ارجن:۔ (ہنستے ہوئے) کہیں تمہارے تپا کا سر تو خراب نہیں ہوا، اس بڑھاپے میں علم سیکھنے کا شوق! یہ بھی خوب رہی۔

رحیم:۔ ارجن، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ وہ بچپن میں علم نہ سیکھنے سے اتنی عمر تک۔ اپنی روزانہ زندگی میں بہت سی تکلیفیں اٹھاتے رہے مگر اب اپنی غلطی کو سدھار رہے ہیں۔

ارجن:۔ بھلا جب کہ ہم جیسے ہوشیار، کم عمر والے کتنے لڑکے بھی علم سیکھنے سے جی چراتے ہیں تب پھر یہ بزرگ لوگ دن رات کام دھام کرکے اور دل میں ہزاروں فکریں لے کر کیا علم سیکھیں گے؟

رحیم:۔ ارجن، علم سیکھنے کے لئے عمر کی بندش نہیں ہے۔ اور علم کا خزانہ اتنا بڑا ہے کہ ہم مرتے دم تک سیکھیں تو بھی اسکو پورا نہیں کر سکتے۔ کیا تم ایران کے مشہور شاعر شیخ سعدی کو نہیں جانتے؟ انھیں چالیس سال کی عمر کے بعد علم سیکھنے کا شوق ہوا۔ وہ بچوں کی طرح کتابیں لے کر استاد کے پاس جاتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ بہت کچھ سیکھ گئے۔ آج ان کا نام دنیا کے مشہور شاعروں میں ہے۔ ان کی لکھی ہوئی فارسی کتاب "گلستاں" آج بھی کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے ہندی کے مہاکوی کالیداس کو علم سیکھنے کا شوق کب پیدا ہوا؟ ایسی اور بہت سے لوگوں کی مثالیں ہیں جو ایک عمر بیتنے کے بعد علم حاصل کرنے کے لئے میدان میں آئے۔

ارجن:۔ (ہنستے ہوئے)۔ تو کیا یہ لوگ بھی شیخ سعدی یا کالیداس بننے جا رہے ہیں؟

رحیم:۔ نہیں دوست، یہ بات نہیں۔ علم سیکھ کر نہ وکیل بننا ہے نہ کلکٹر۔ ان کا علم حاصل کرنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اپنی روزانہ زندگی میں جو باتیں سامنے آتی ہیں ان کو پہچان سکیں۔ یہی "تعلیم بالغاں" کا خاص مقصد ہے۔

ارجن:۔ میں تمہارے گہرے فلسفہ کو سمجھ نہیں سکا۔

رحیم:۔ اچھا دوست میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مثال کے طور پر ہمارے تپا ہی کو لیجئے۔ وہ ہر روز چائے اور بیڑی کی دوکان میں ادھار کرتے ہیں۔ انھیں ان پیسوں کا حساب لگانا آ جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوکاندار ان کی بے علمی سے فائدہ اٹھا کر زیادہ پیسے لے لے۔ دوسری بات یہ ہے کہ گھڑی میں یا کلینڈر میں دیکھ کے صحیح وقت اور تاریخ بتا سکیں۔ ایسی ہی بہت سی باتیں ہیں۔ جو روزانہ زندگی میں آتی ہیں۔ ان کو سمجھنا اور پڑھنا آ جائے۔ یہی ان کے لئے بس ہے۔

ارجن:۔ اچھا تمہارے تپا جی کتنے دن ہوئے مدرسے جاتے ہیں؟

رحیم:۔ یہی دو ڈھائی مہینے۔ اتنی تھوڑی مدت میں اردو کا پہلا قاعدہ اور دوسرا حصہ ختم کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اسی طرح ایک دو سال تک وہ علم سیکھیں گے تو ہم سے اچھا لکھ پڑھ سکیں گے اور خط و کتابت بھی کر سکیں گے۔ اب تمہیں سوچو انہیں کتنی آسانی ہوگی۔

ارجن:۔ سچ ہے بھیا یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ میں بھی اپنے تپا کو سمجھاؤں گا۔ وہ شام کو مل سے آکر بیکار باتیں اور گپ شپ میں اپنا قیمتی وقت گنواتے ہیں۔ اچھا تو یہ ہوتا کہ تمہارے تپا کی طرح یہ بھی پڑھتے۔ لکھتے۔

رحیم:۔ ہاں دوست، انہیں سمجھاؤ، ناسمجھوں کو سمجھانا ہمارا کام ہے۔

ہند کا پہلا بجٹ

۱ مارچ سنہ ۱۹۵۰ کو وزیر مال ڈاکٹر جان متھائی نے جمہوریہ ہند کا پہلا بجٹ سنہ ۱۹۵۰-۵۱ کے لئے پارلیمنٹ میں پیش کیا جس کا خلاصہ پوری جانچ کے بعد یہ ہے :-

آمدنی	۳۳۲ کروڑ	۳۶ لاکھ
خرچ	۳۳۹ "	۱۰ "
گھاٹا	۳ "	۷۴ "

وزیر مال نے بجٹ پیش کرتے ہوئے قریب ۹۰ منٹ تک تقریر کی اور بہت سی باتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے نیچے لکھی ہوئی تجویزیں پیش کیں :

۱) کسی ٹیکس کی رقم کو بڑھایا نہیں جائیگا ۔

۲) ڈاک محصول مقامی حد کے اندر لفافے پر ۲ آنے کے بدلے ۱ آنہ اور پوسٹ کارڈ پر ۹ پائی کے بدلے ۶ پائی کر دیا جائے ۔

۳) تجارتی نفعے پر ٹیکس ختم کر دیا جائے ۔

۴) معمولی ڈارکی کم سے کم قیمت ۹ آنے سے گھٹا کر ۸ آنے اور " ایکسپریس " تار کی ۱ روپیہ ۲ آنے سے گھٹا کر ۱ روپیہ کر دی جائے ۔

۵) آمدنی کا ٹیکس پانچ آنے روپیہ سے گھٹا کر ۴ آنے روپیہ کر دیا جائے ۔

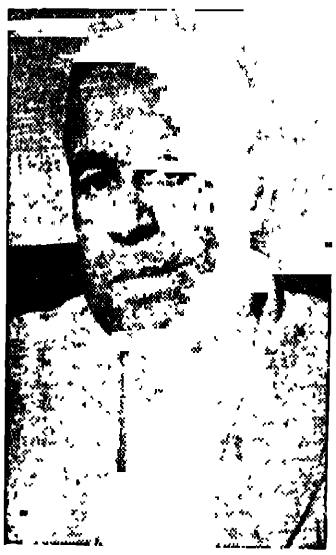
۶) " سوپر ٹیکس " بغیر محنت کی آمدنی کیلئے ۹ آنے روپیہ محنت کی آمدنی کیلئے ۱۰ آنے روپئے سے گھٹا کر ۸ آنے ۶ پائی کر دی جائے ۔

۷) " کارپوریشن ٹیکس " بڑھا کر ۲ آنے کی جگہ ڈھائی آنے کر دیا جائے ۔

کسی ملک کی آمدنی و خرچ کا حساب پیش کرنے میں بہت سی کٹھنائیوں اور ضروری باتوں کو دیکھنا پڑتا ہے ۔ ملک میں خوراک کی حالت ابھی بھروسے کے قابل نہیں باہر کے ملکوں سے سکے کی ادل بدل میں ملک کو بھاری نقصان ہو رہا ہے ، ایسی حالت میں گھاٹا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ۔

مال منتری کی تقریر سے ایک خاص بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ملکی بچاؤ کے لئے پچاس فیصدی یعنی آدھی آمدنی یا ضرورت پڑنے پر اس سے بھی زیادہ خرچ کیا جائے گا ۔ یہ خیال اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اُن تمام باتوں پر زیادہ دھیان دینے کی ضرورت ہے جن کا تعلق عام لوگوں کی روزانہ زندگی سے ہے ۔

مال منتری کی تجویزوں میں مالداروں کو زیادہ آسانی دی گئی ہے ۔ بیچ کے اور چھوٹے درجے کے لوگوں کیلئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے ۔ اس سے ایک فائدہ یہ ہے کہ حکومت بڑے گروہ کی جانچ ایک بار پھر کرے گی کہ لوگ کہاں تک ساتھ دیتے ہیں ۔



ڈاکٹر جان متھائی

تجارت میں ٹیکسوں کی کمی ضرور اچھی بات ہے ۔ اس سے ملک کی تجارت کو بڑھنے کا موقع ملے گا لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اس نئے خاکے میں جنتا کے روٹی کپڑے اور دوسری فائدہ پہونچانے والی باتوں پر خاص دھیان دیا گیا ہوتا ۔

(بجٹ کی رقم اجمل سے لی گئی)

آپ کا

باورچی خانہ

بہن دلشاد نے آپ کے لئے چنے کی دال کے قورمے کا نسخہ بھیجا ہے :

گوشت ۱ سیر ، گھی ڈیڑھ پاؤ ، چنے کی دال آدھ پاؤ ، مصالحہ ، یعنی لہسن ، پیاز ، دھنیا ، لال مرچ ، ضرورت کے موافق ، تھوڑی سی باریک کٹی ہوئی پیاز ۔

باریک کٹی ہوئی پیاز کو گھی میں بھون کر سرخ کیا جائے ۔ پھر پسا ہوا مصالحہ اور گوشت ملا کر اتنا بھونا جائے کہ گوشت کا پسانده پانی سوکھ جائے اور پھر مصالحہ گھی چھوڑ دیں ۔ نیچے لکھی ہوئی ترتیب سے چنے کی دال تیار کر کے ملا دی جائے ۔ پہلے سے بھگوئی ہوئی چنے کی دال میں ایک سیر پانی ڈال کر پکایا جائے ۔ جب دال گل جائے اور پانی سوکھ جائے تو بھنے ہوئے گوشت میں ملا دی جائے ۔ اس کے بعد اور کچھ پیاز باریک کاٹ کر گھی میں سرخ کر کے اوپر سے بگھار دیا جائے ۔

آنے والا انقلاب

* مولانا عبیداللہ سندھی *

مجھے صرف وطن اور خاندان کی محبت اس عمر میں ہندوستان پہنچاکر نہیں لائی۔ میں اب بوڑھا ہوچکا ہوں۔ نہ جانے زندگی کے کتنے دن اور ابھی باقی ہیں۔ مجھے اب جینے کا کوئی لالچ نہیں رہ گیا۔ اس بڑھاپے اور کمزوری کی حالت میں آپ لوگوں کے پاس بس اس لئے آیا ہوں کہ آپ لوگوں سے کچھ کہنا ہے۔

اتنے دنوں وطن سے باہر رہ کر میں نے بہت کچھ دیکھا اور دنیا کی بہت سی باتیں میرے سامنے آتی رہیں۔ میں تم سے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ میں نے ۲۴ سال وطن سے باہر گذارے۔ اس لمبی مدت میں صرف ملکوں کی سیر نہیں کی اور نہ تو دنیا کی چیزوں کو ایک تماشائی کی طرح دیکھا بلکہ بڑے بڑے کاموں میں خود شریک رہا۔ کبھی کبھی مجھے بہت دکھ پہنچانے والی باتوں کا سامنا ہوا۔ مجھے اسلام کے بادشاہوں کی آپس کی بات چیت میں شریک ہونے کا موقعہ ملا۔ اسکے علاوہ میں جس ملک میں گیا، وہاں کی پچھلی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کی۔ میری یہ محنت اور کوشش ایک وقتی جوش کا درجہ نہیں رکھتیں بلکہ انکا بہت بڑا درجہ ہے۔ میں جو کچھ جانتا ہوں اسے چھپانا نہیں چاہتا۔ میری جانکاری سب کے لئے ہے۔

میری آنکھوں نے زندگی کے بڑے بڑے حالات دیکھے ہیں۔ میرے سامنے بڑی بڑی حکومتیں ختم ہوگئیں۔ وہ لوگ جو علم، عزت، دولت اور زندگی کے نشے میں اپنے آپ کو بھول چکے تھے، زمانے کی ایک ٹھوکر میں ایسے گمنام ندیے میں جا گرے کہ ان کا پتا نہیں۔ میں نے بہت سے خاندانوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتے ہوئے، بستیوں کو اجڑتے، مذہب اور مذہب والوں کو بری خراب حالت میں برباد ہوتے دیکھا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ وہ چیزیں جو مجھے بہت زیادہ پسند تھیں انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے ختم ہوتے دیکھا۔ کچھ ایسی باتیں جنہیں دیکھ کر میرے ہوش و حواس جاتے رہے۔ ان باتوں کا اتنا دکھ پہنچا کہ مجھے اپنے پاگل ہونے کا یقین تھا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب تک ٹھیک حالت میں ہوں۔ میں زندگی کے الٹ پھیر کو برابر دیکھتا اور سوچتا سمجھتا رہا۔

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ میں ۱۲ سال تک مکہ کی پاک زمین پر رہا۔ وہاں کی برکت اور ان تمام باتوں کی جانکاری سے جو مجھے اپنے مذہبی بزرگوں (مہاپرشوں) اور دیگر آدمیوں کی مہربانیوں اور سیدھی، سچی باتوں سے ملی تھی، مجھے پورا بھروسہ ہے کہ میرے مذہب اور ملک کو کوئی نقصان نہیں پہنچیگا۔ اسلام نے جو سیدھا راستہ بتایا ہے، اسکو چھوڑ کر اگر لوگ غفلت اور بیہوشی میں پڑے رہے تو نہ ان کا اسلام باقی رہے گا اور نہ ان کا درجہ۔ جب مجھے اس بات پر پورا بھروسہ ہوگیا اور اس خیال نے کچھ کرنے کے لئے مجبور کر دیا تو میں نے اپنے وطن واپس آنے کا ارادہ کر لیا۔ میں یہ مانتا ہوں کہ وطن آنیکے لئے مجھے اپنے دشمنوں کے آگے جھکنا پڑا، لیکن ایسا نہ کرتا تو آپ لوگوں سے آج اس طرح باتیں نہیں ہو سکتی تھیں، اور جو کچھ میرے دل میں تھا اسے ایک چھپے ہوئے بھید کی طرح اپنے ساتھ قبر میں لے جاتا اور ان خیالات کو آپ کے سامنے پیش نہ کرسکتا جن پر میں بڑی کوششوں کے بعد پہنچا ہوں۔

میں ایک بہت بڑے انقلاب کے طوفان کو اپنی آنکھوں سے اٹھتا دیکھکر آیا ہوں۔ انقلاب کے اس طوفان نے کئی ایک ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اور جو ملک ابھی تک اس سے بچے ہوئے ہیں وہ زیادہ دن تک اس سے بچ نہیں سکتے۔ یہ طوفان موسمی ہواؤں کا جھکڑ نہیں کہ آیا اور نکل گیا بلکہ یہ آکر پیچھے نہیں ہٹ سکتا اور نہ تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی چیز اس کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرسکتی ہے چاہے وہ چین کی دیوار ہی کیوں نہ ہو۔

ذرا رُکیے بادل گھر چکے ہیں۔ طوفان کو اٹھتے اب زیادہ دیر نہیں لگے گی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں نہ تو اسکی خبر ہے کہ یہ طوفان کب اٹھیگا اور نہ یہی معلوم کہ جب یہ آئیگا تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ تمہارے مذہبی رہبر (راستہ بتانے والے) پہلی کتابوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ وہ حالات کے مطابق اپنے چاروں طرف دیکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ تمہارے سیاست جاننے والے بڑی بڑی اسکیمیں بناتے ہیں لیکن ان کی اسکیمیں پورے ملک کی جنتا کے لئے فائدہ نہیں پہنچا سکتیں بلکہ کسی خاص گروہ کے لئے فائدہ مند ہوتی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا بے وقوف ہے اور ہمیشہ ان کے اشاروں پر ناچتی رہے گی۔ انھوں نے کبھی کوئی بڑا کام نہیں کیا۔ اگر کیا بھی تو مالدار لوگوں کی بھلائی کے لئے۔

جس آنے والے انقلاب کی میں تمہیں خبر دے رہا ہوں وہ یوروپ کے ایک بڑے حصے میں آچکا ہے۔ اس انقلاب نے جس طرح وہاں کی کایا پلٹ کی ہے اسکی وجہ اور نتیجہ میں خوب سمجھ چکا ہوں۔ لیکن یہ انقلاب صرف اسی ملک تک نہیں رہے گا بلکہ تمام دنیا میں پھیلنے والا ہے۔ یہ انقلاب ایک نہ ایک دن ساری انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ برطانیہ جسنے بہت دنوں تک دوسرے ملکوں کو غلام بنائے رکھا، وہاں بھی اس انقلاب کے سوتے (چشمے) پھوٹ رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں کہ وہاں کا حکومت کرنے والا گروہ اپنے آپ کو مشکل سے سنبھال سکے گا، اسے قیامت سے کم نہ سمجھو۔

انسانوں کی ایک بڑی تعداد (سنکھیا)، کسان و مزدور، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں دکھ اٹھاتی رہی۔ وہ ہر طرح کوشش محنت کرتے لیکن اوپر کے لوگ انہیں کبھی آرام سے بیٹھنے نہ دیتے، یہاں تک کہ انسانیت کو گھن لگ گیا۔ لیکن ظلم کی بھی آخر حد ہوتی ہے۔ قدرت (پرکرتی) کو جوش آیا اور وہ اپنے بندوں کی خراب حالت کو زیادہ دنوں تک نہ دیکھ سکی۔ ان دکھیوں کو ستانے کے لئے مشینوں کا رواج ہوا۔ سچ پوچھو تو مشینوں کا یہ زمانہ اپنے ساتھ بہت سی مصیبتیں لایا۔ مشین مالکوں نے مزدوروں پر بہت ظلم کئے لیکن آج مزدوروں کی ایکتا اتنی بڑھ گئی ہے کہ ان مشینوں پر ان کا قبضہ ہوگیا۔

یہ انقلاب جسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، انسانیت کے ان گرے ہوئے لوگوں کو للکار کر کہہ رہا ہے کہ اٹھو! اور اپنا حق حاصل کرو، جو لوگ ظلم کے بھروسے پر زندہ ہیں انہیں مٹا دو۔ اس انقلاب کا نعرہ یہ ہے، "مزدورو اور کسانو!! محنت کرنے والو! آنے والا زمانہ تمہارا ہے۔ دنیا کی ہر چیز تمہاری ہے۔ اٹھو! اپنے آپ کو ایک کرکے آگے بڑھو۔ جو لوگ تمہارے راستے میں رکاوٹ پیدا کریں انکو مٹا دو۔"

اس انقلاب نے اپنا ایک فلسفہ بنایا ہے۔ اس خیال و اصول سے اس گروہ کو ایسا ہتھیار (شستر) مل گیا ہے جسکا توڑ مشکل ہے۔ اگرچہ انکا فلسفہ خدا (ایشور) کی ہستی کا انکار کرتا ہے لیکن اسکا کہنا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ بنا کسی بھید بھاؤ، ذات و رنگ، خدا کی پیدا کی ہوئی سب چیزوں سے برابر برابر فائدہ اٹھانے کا حق رکھتے ہیں۔ اس فلسفے نے کم ہمت اور کچلے ہوئے لوگوں میں جوش، ہمت اور بہادری پیدا کر دی ہے۔

یاد رکھو، اگر تمنے اپنے ملک کے غریب اور محنت کرنے والے لوگوں کی اب بھی خبر نہیں لی اور انہیں اسی خراب حالت میں رہنے دیا، مالدار گروہ ہمیشہ کی طرح جونک بنکر انکا خون چوستا رہا تو انقلاب کا یہ بے دھرمی (بے دینی) فلسفہ جو کہ آگ کی طرح ساری دنیا میں پھیل رہا ہے، تمہارے ملک کے اس گروہ کو دوسرے ملکوں کی طرح تمہارا جانی دشمن بنا دیگا۔ آگ بھڑک اٹھی تو اسکی لپٹ تمہیں تو جلاکر خاک کر ہی دے گی لیکن ساتھ ہی تمہارا علم، مذہب، سوسائٹی، وغیرہ کچھ بھی نہ بچے گا۔

اگر اس انقلاب کی آگ سے بچنا چاہو تو انقلاب کے کسی ایسے مذہبی فلسفے کو اپناؤ جسکے سہارے تم خدا کے بندوں کو خوشحال بنا سکو۔ تم کوئی ایسا طریقہ کیوں نہیں پیش کرتے جس سے ساری دنیا کی بھلائی ہو، ظلم مٹ جائے، حقدار کو اسکا پورا حق ملے، کوئی بندہ اپنے خدا کی دی ہوئی روزی سے محروم نہ رہے۔

جسطرح ایک خاندان کے سب لوگ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں اسی طرح دنیا کی تمام انسانیت، جو کہ خدا کی پیدا کی ہوئی ہے، اسکی دی ہوئی تمام چیزوں سے برابر برابر فائدہ اٹھاتی رہے۔

[نوٹ۔ مرحوم مولانا عبیداللہ سندھی ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی تعلیم دیوبند یونیورسٹی میں ہوئی تھی۔ پہلی بڑی جنگ کے موقع پر جب افغانستان آزاد ہوا تو اس کی آزادی میں مولانا صاحب کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اسکے بعد انگریزوں نے آپ کو ہندوستان واپس آنے سے روک دیا۔ وطن سے باہر رہتے ہوئے بھی مولانا ہر وقت ہندوستان کی آزادی کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک وقت آپ نے رومال پر دستکاری سے ہندوستان کو آزاد کرانے کی ترکیب لکھوا کر مولانا آزاد اور مولانا محمد (باقی صفحہ ۷ پر)

سچا دھرم

بہن رفیعہ سلطانہ

[چوتھا حصہ]

سداشیو بابو نے ٹھنڈی آہ کھینچی اور کہا، "اس میں شرمندگی کی کیا بات ہے، میرا دھرم ہے پریم اور سیوا۔ اور فرمائیے۔ میں اس میں کمی کوتاہی نہیں کرونگا۔ اچھا چندو جاؤ، دیکھو دوسرے مریض جو بھی آئیں، انہیں دیکھنے ضرور جانا اور دوا دینا۔"

ساتویں دن کنور جگدیش سنگھ کی طبیعت اچھی ہوگئی سدا شیو بابو ایک منٹ کیلئے بھی ان کے سرہانے سے نہیں ہٹتے تھے۔ جے نرائن سنگھ باربار ان کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ ایک ہی ہفتے میں سدا شیو بابو سے اتنی بے تکلفی ہوگئی تھی کہ تمام کنور والے انہیں اپنا قریبی رشتے دار سمجھنے لگے تھے۔

جب کنور جگدیش سنگھ اچھے ہوئے تو اس خوشی میں ایک چھوٹا سا جلسہ کیا گیا۔ آپس میں ہار پھول تقسیم ہوئے۔ ایک چاندی کی تھالی میں دس دس روپئے کے چالیس نوٹ، چاندی کے ورق لگی ہوئی چند گلوریاں، الائچی، عطر کی شیشی، ریشمی خوان پوش سے ڈھکی ہوئی جے نرائن سنگھ کی بیوی خود اٹھا کر لائیں، اور سداشیو بابو کے سامنے کھڑی ہوکر کہنے لگیں، "جو احسان آپنے کیا ہے اسکا بدلہ بھلا ہم کیا دے سکتے ہیں، مگر ہماری یہ معمولی سی بھینٹ قبول کیجئے۔ آپنے میرے جگدیش کی جان بچائی۔" یہ کہتے کہتے انکی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔

سداشیو بابو نے کہا، "بہن میں نے کچھ احسان نہیں کیا۔ آپ یہ خیال بالکل دل میں نہ لائیں کہ میں نے پیسے کی خاطر کنور کی جان بچائی۔ میں نے ایشور پر بھروسہ رکھکر علاج

(باقی صفحہ ۷ پر)

تمباکو کی لت

("سوا ستھیہ اور جیون" سے آسان کیا)

انگلستان میں ہر سال ساڑھے بارہ کروڑ سیر تمباکو پی جاتی ہے، جس کی قیمت قریب ۴۵ کروڑ پونڈ سالانہ ہوتی ہے. اتنے کروڑ پونڈ میں ہزاروں خاندانوں کے لئے ان گنت مکان بن سکتے ہیں، ہزاروں آدمیوں کیلئے زندگی کی ضرورتیں پوری کی جا سکتی ہیں. انگلستان اپنے ودیسی کاروبار کے وزیروں کی آسانی کیلئے جتنا پیسہ خرچ کرتا ہے اُس سے کہیں زیادہ سگریٹ تمباکو پر خرچ ہو جاتا ہے.

لیکن انگلستان تو ایک مالدار ملک ہے. اگر آپ ہمارے ہندوستان کے تمباکو کے خرچ سنیں گے تو دانتوں تلے انگلی دبا لیں گے. ہمارا دیس انگلستان کے مقابلے میں بہت غریب ہے لیکن یہاں تمباکو کا خرچ انگلستان کے مقابلے میں چوگنا ہے. کیسی بدقسمتی ہے!

اس عادت سے صرف پیسے ہی کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ ہماری تندرستی پر اس کا بہت ہی برا اثر پڑتا ہے. پہلے پہل سگریٹ یا تمباکو پینے سے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے. دل دھڑکنے لگتا ہے، ٹھنڈا پسینہ آتا ہے، جی مچلاتا ہے اور الٹی ہوتی ہے لیکن ان تمام تکلیفوں کے بعد بھی شوقین پینے والا اس کا پینا نہیں چھوڑتا اور دھیرے دھیرے اس کا عادی بن جاتا ہے اور تمباکو کا زہر جسے "نکوٹین" کہا جاتا ہے دھیرے دھیرے اثر کرتا رہتا ہے. ابھی حال کا ایک قصہ ہے کہ ڈاکٹری پڑھنے والے کچھ ودیارتھیوں نے تجربے کیلئے دو سگریٹوں میں سے تمباکو نکال کر تھوڑے سے پانی میں ڈال کر ابالا. اس کے بعد ایک بلی کو پکڑ کر اُس کی زبان پر تین بوند ڈال دی گئیں. تھوڑی دیر کے بعد وہ بلی مر گئی.

اس تجربے سے بلی کی تو جان گئی لیکن سگریٹ اور تمباکو کے شوقین نوجوانوں کے لئے ایک ایسا سبق ملا جس سے سمجھدار نوجوان ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہیں گے. جب ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انسان عام طور پر ایک دن میں کتنے سگریٹ پی ڈالتا ہے تو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ ہمارے جسم پر بھی یہ ایک نہ ایک دن ضرور اثر کریگا.

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سگریٹ پینے سے انہیں ایک طرح کا آنند ملتا ہے. ہاں مزہ ضرور آتا ہے، مگر تھوڑی دیر کیلئے. تمباکو میں ایک نشہ سا ہوتا ہے جو ہمارے دل و دماغ کو تھوڑی دیر کیلئے شانت کر دیتا ہے اور ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے ہم آنند کے ساگر میں تیر رہے ہیں لیکن ذرا دھیان سے دیکھو، جب کہ تھوڑی دیر تک سگریٹ یا تمباکو پینے والے کو سگریٹ یا تمباکو نہ ملے تو اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں. کھویا کھویا اور بھکا بھکا دکھائی دینے لگتا ہے. چڑچڑا اور بدمزاج ہونے لگتا ہے. غرض کہ وہ اپنے آپے میں نہیں رہتا اور اپنا آتم بل (خود پر بھروسہ کرنا) کھو بیٹھتا ہے.

تمباکو کا زہر (نکوٹین) ان گلٹیوں کو جو جسم میں طاقت پیدا کرتی ہیں، جوش میں لاتا ہے. اس سے خون میں ملی ہوئی شکر تیزی سے جلنے لگتی ہے. جس سے تھوڑی دیر کے لئے چستی اور ہوشیاری پیدا ہوتی ہے مگر جیسے ہی یہ نقلی جوش باسی کڑھی کے ابال کی طرح ختم ہوتا ہے تو جی بیٹھنے لگتا ہے، اور طبیعت سست ہو جاتی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سگریٹ پینے والا ایک دوسری سگریٹ پینے پر مجبور ہوتا ہے تاکہ اسکی سستی دور ہو. اس طرح سے یہ لت انسان کو اپنا غلام بنا لیتی ہے، اور دھیرے دھیرے یہ چھوٹی سی سگریٹ انسان کو اپنی غلامی کی زنجیر میں ایسا جکڑ لیتی ہے کہ جب وہ اس کو چھوڑنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو معلوم ہوتا ہے کہ اس ڈائن کے فولادی پنجے سے چھٹکارا پانا کتنا مشکل ہے.

(باقی پھر)

باتیں

* سگریٹ باز *

کہتے ہیں وہ شراب بند،
کہتا ہوں میں شراب بند.
مجھ کو کی ضد کو کیا کروں،
روز ہی وہ بنائے گا،
روز ہی بھر کے لائے گا،
روز مجھے پلائے گا.
اُس کو یہ ڈر لگا ہے دوست،
میں کہیں اُس کے گھر کا راز
لوگوں پہ فاش(۱) کر نہ دوں.
بھٹیاں اُس کی جا بجا،
ہر اک میں نوکروں کی دھوم،
گھر پہ ہیں اور لوگ کچھ،
ہفتہ کشی کا ہے ہجوم(۲).
ہفتہ پہ دیتا جائیگا،
مال یونہی بنائے گا،
روز مجھے پلائے گا،
ہونے دو تم شراب بند،
ہونے دو یہ عذاب(۳) بند.

("انقلاب" سے لیا)

(۱) ظاہر، (۲) بھیڑ، (۳) مصیبت.

شراب بندی

پہلی اپریل سے صوبہ بمبئی میں شراب بالکل بند کر دی جائے گی۔ اس کے بعد دیسی شراب اور تاڑی کے بیچنے کی بھی بالکل اجازت نہ ہوگی۔ شراب بندی افسروں کے دئے ہوئے پرمٹ کے بغیر شراب یا اور اس سے ملتی جلتی چیزوں کے لانے، لے جانے، رکھنے اور استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۳۱ر مارچ کی رات کو جو دیسی شراب دوکانوں میں بچ رہے گی۔ اس پر حکومت قبضہ کر لے گی اور دوکانوں، بھٹیوں، اور چھاؤں پر جو تاڑی بچ رہے گی۔ اسے پھینک دیا جائے گا۔

بدیسی شراب، کے لانے، لیجانے، رکھنے، خریدنے اور بیچنے کے لئے پرمٹ اور لائسنس صرف چنے ہوئے چند آدمیوں کو دئے جائیں گے، جن کے پاس پہلے سے ایسے لائسنس ہوں گے۔ لائسنسدار کو یہ شرط کرنی ہوگی کہ وہ شراب کی قسم اور وزن کے مطابق حکومت کے قانون کی پابندی کرتے ہوئے شراب لائے گا اور بیچے گا۔ لائسنسدار کو مقرر کی ہوئی قیمت پر حکومت کے واسطے شراب دینی پڑے گی۔

بمبئی اور دوکانوں کے باہر چسکل بیچنے والوں کے لائسنس بند کر دئے جائیں گے۔ البتہ سرکاری دوکانیں کھلی جائیں گی۔ جو کہ شراب بندی ایکٹ ۱۹۴۹ء کے مطابق بدیسی شراب رکھنے، استعمال کرنے اور بیچنے کے پرمٹ رکھنے والوں کے ہاتھ شراب بیچ سکیں گی۔

بدیسی شراب کے صرف پانچ قسم کے پرمٹ مل سکیں گے۔ (۱) تندرستی کے واسطے (۲) بدیسیوں کے لئے (۳) قونصل کے افسروں کے لئے (۴) دوسرے ملکوں سے آکر سیر کرنے والوں کے لئے (۵) اتفاقی ضرورت کے لئے دوا، رام برانڈی یا رم رکھنے کے لئے۔ ان پرمٹوں کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کے مانگے ہوئے ثبوت پورے پورے نہ دئے جاسکے تو پھر پرمٹ نہ ملے گا۔

ان لوگوں کو بھی لائسنس حاصل کرنا ہوگا جو پھلوں کا عرق یا اور اسی قسم کے دوسرے پینے والے شربت تیار کرتے ہیں۔ جن میں دو فیصدی شراب [illegible]

ایسے عرق اور شربت تیار کرنے والوں سے لائسنس کے علاوہ اور کوئی محصول نہ لیا جائے گا۔

(قومی راج سے لیا)

* * *

("سچا دھرم" کا باقی)

کیا۔ مجھے اس میں سے کوئی بھی چیز نہ چاہئے۔ میری طرف سے یہ سب غریبوں کو تقسیم کیجئے" بڑی مشکل سے سداشیو بابو نے وہ چیزیں لینا پسند کیا۔ کچھ پیسے غریبوں کو بھی بانٹ دئے گئے۔ ہزاری لال مختار اس درمیان میں ایک دوشالہ لائے۔ اور چندو کو اڑھا دیا۔ اور کہنے لگے، "یہ تمہارا انعام ہے۔"

جب بستی سے بیماری دور ہوگئی اور لوگ جو گھر چھوڑکر بھاگ گئے تھے، واپس آ گئے، تو ندی کے گھاٹ کنوئیں کا پنگھٹ زمیندار کی چوپال، پٹواری صاحب کا سائبان، ہر جگہ سداشیو بابو کی واہ واہ ہوتی تھی۔ ان کی عزت اتنی بڑھ گئی جیسے گاؤں میں کوئی بڑے سے مہاتما آ گئے ہوں۔ وہ جدھر سے نکل جاتے لوگ ان کی تعظیم کو اٹھ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اگر کسی کے کان میں بھی درد ہوتا یا آنکھ آجاتی تو وہ دوڑا ہوا سداشیو بابو کے پاس دوا لینے ضرور آتا تھا۔

چند دنوں بعد سداشیو بابو کی بیوی "تارا" بھی اپنے میکے سے آگئی اور دونوں خوشی سے زندگی بتانے لگے۔

× × ×

("آنے والا انقلاب" کا باقی)

کے پاس بھیجی تھی لیکن۔ ان کے پاس پہنچنے سے پہلے یہ رومال اور کچھ کاغذات انگریزوں کے ہاتھ لگ گئے۔ جس پر دونوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ "آنیوالا انقلاب" کو مولانا عبیداللہ صاحب نے ۱۹۳۹ میں ---------- وطن لوٹنے کے بعد لکھا تھا اور ۲۲ر اگست ۱۹۴۴ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔

× × ×

کینیڈا میں انڈے کھانے کا ایک انعامی مقابلہ ہوا تھا۔ جس میں جارج ہال نے ۶ منٹ ۳۹ سکنڈ میں ۶۲ انڈے کھاکر ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا۔

خبریں

بمبئی کی خبر ہے کہ برماشیل، کالٹیکس اور اسٹینڈرڈ پٹرول کمپنی کے مزدوروں نے چند دن سے ہڑتال کردی ہے۔ برماشیل کمپنی کے ایک آفیسر نے بتایا کہ عام لوگوں کو پٹرول پہونچانے کے لئے حکومت کی طرف سے ڈرائیوروں کی مدد لی گئی ہے۔ اور لوگوں کو اب تک آسانی سے پٹرول مل رہا ہے۔

نئی دہلی کی خبر ہے کہ مردم شماری (لوگوں کی گنتی) کے سپرنٹنڈنٹ کی کانفرنس چھ روز تک ہونے کے بعد یہ طے ہوا کہ ۹ فروری ۱۹۵۱ء سے پورے ہندوستان میں مردم شماری کا کام شروع کیا جائے ہندوستان میں قریب چھ کروڑ ۴۰ لاکھ گھر ہیں۔ اس لئے مردم شماری کے کام کے لئے دس لاکھ آدمیوں کی ضرورت ہوگی اور پہلی مارچ ۱۹۵۱ء تک یہ کام ختم ہو جائے گا۔

واشنگٹن کی خبر ہے کہ یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ کی ہوائی فوج کے ایک لیڈر نے امریکہ کی پارلیمنٹ میں اعلان کیا ہے کہ روس میں بڑے پیمانے پر زوروں کے ساتھ ہوائی حملے کی تیاری ہو رہی ہے۔ روس کے پاس ایسے ہوائی جہاز موجود ہیں جو امریکہ کے کسی بھی حصے میں ایٹم بم پھینک کر واپس جا سکتے ہیں۔ روس میں امریکہ سے زیادہ تعداد میں ہوائی جہاز تیار کئے جا رہے ہیں اس لئے امریکہ کو حملے کے خطرے سے ہر وقت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

کراچی کی خبر ہے کہ پرانی عمارتوں کی معلومات کرنے والوں کی ایک سبھا اس بات کا کھوج لگا رہی ہے کہ کیا موہن جوداڑو کے تاریخی (ایتہاسک) شہر کے نیچے کوئی شہر اور بھی ہے؟ اب تک سات شہر ایک دوسرے کے نیچے نکل چکے ہیں۔

اندرگنیا (آسام) کی خبر ہے کہ نظیرہ گاؤں کی چھ لڑکیوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ پرانے زمانے کی رسم کے مطابق سوئمبر رچا کر شادی کریں گی۔ یہ لڑکیاں میٹرک تک پڑھی ہوئی ہیں۔ انھوں نے ڈپٹی کمشنر کو درخواست بھیجی ہے کہ انہیں سوئمبر رچا کر اپنے لئے شوہر چننے کی اجازت دی جائے۔

دمشق (شام) کی خبر ہے کہ یہاں ایک ایسا آدمی بھی موجود ہے جس کو اپنے خاندان کی صحیح صحیح گنتی بھی نہیں معلوم ہے۔ اس آدمی نے اب تک آٹھ بیویاں کیں جن میں سے چار مر گئیں اور باقی موجود ہیں۔ ان آٹھ عورتوں سے ۵۰ بیٹے ۱۷ بیٹیاں اور ۱۰ پوتے پوتیاں ہیں۔ روزانہ اس کے ساتھ کھانے پر کم سے کم چالیس آدمی ضرور ہوتے ہیں یہ شخص اب بہت بوڑھا ہو گیا ہے۔ منہ میں صرف تین دانت رہ گئے ہیں۔ لیکن اب بھی چار پاؤنڈ گوشت آسانی سے کھا جاتا ہے۔ وہ شراب بالکل نہیں پیتا۔ سگریٹ بھی بہت کم استعمال کرتا ہے۔ یہ آدمی جوتے بنانے کا کام کرتا ہے۔ جس وقت یہ کام پر جانے لگتا ہے تو اس کے چاروں طرف اس کے بچوں کی ایک بھیڑ لگ جاتی ہے اور یہ ان سب کو پیسے بانٹ کر اپنے کام پر چلا جاتا ہے۔

بمبئی کی خبر ہے کہ سانتا کروز کے ہوائی اڈے پر ایک ہوائی جہاز کے ڈرائیور کی کسٹم والوں نے تلاشی لی اور کوٹ کے استر اور اوزاروں کے ڈبے سے سونے کے ٹکڑے نکلے ڈرائیور گرفتار کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تئو تولہ سونا پکڑا گیا۔

بمبئی کی خبر ہے کہ میسور سے دو ہاتھی اور بہت سے سانپ ریل کے ذریعہ بمبئی لائے گئے ہیں۔ یہاں سے ہوائی جہاز کے ذریعہ پنڈت نہرو کی طرف سے واشنگٹن کے عجائب گھر کو بھیجے جائیں گے۔

"اپنی باتیں" کا باقی)

کسی سچے بندے کی حالت نہیں۔

ہم ایک تھے ہم میل سے رہنا چاہتے ہیں اور بھگوان کرے ہم ہمیشہ بھائی بھائی رہیں۔

پرنٹر پبلشر مسز کلثوم سایانی، رہبر اخبار، رہبر پریس، [illegible] ہندی دیوناگری اور گجراتی تینوں لکھائیوں میں الگ الگ شائع ہوتا ہے۔ اور اردو رہبر کے ... اجمل پریس ... بلڈنگ بمبئی نمبر ۳ میں چھپتے ہیں۔

ایڈیٹر۔
مسز کلثوم سایانی
روپا ویلا بمبئی نمبر ۲۶

پندرہ روزہ
رہبر
MAY 1950

سالانہ چندہ تین روپے
۱۹۴۰ء میں شروع ہوا

نمبر ۲۰ — مئی ۱۹۵۰ء

نئی بات

آپس کی پھوٹ تباہ کر دیتی ہے۔
بھائی چارے میں ہی حفاظت ہے

اپنی باتیں

پچھلی بار ہم نے ہند۔ پاکستان سمجھوتے کے بارے میں لکھا تھا۔ سمجھوتے کے بعد دونوں ملکوں نے اس پر عمل کرنے کے لئے سب ممکن قدم اٹھائے۔

دونوں دیشوں کے بڑے وزیروں نے اپنے دیش کے اخبار والوں اور جنتا کے لیڈروں سے اپیل کی کہ وے سب اس سمجھوتے پر عمل کرنے میں، سرکار کی مدد کریں اور دونوں دیشوں کے بیچ خوش حالی اور بھائی چارے کا موقعہ پیدا کریں۔

سمجھوتے پر عمل کرنے کے لئے دونوں دیشوں کے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں، اخبار والوں اور بڑے بڑے لیڈروں نے اپیل کی اور اسے ایک صحیح قدم بتایا۔

ہند کے اخبار والوں نے پاکستان کے اخبار نویسوں کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی ہے، اور پاکستان کے کچھ اخبار والے جلدی ہی آنے والے ہیں۔

پنڈت نہرو نے اپنی ایک تقریر میں بتایا تھا کہ کم گنتی والے لوگوں کو چاہئے کہ وے اپنے دلوں سے ڈر اور ناامیدی کو ختم کر دیں۔

اس سمجھوتے نے اور اس پر عمل کرنے کی کوششوں نے ایک حد تک لوگوں کے ڈر کو کم کر دیا ہے۔

سردار پٹیل کلکتہ گئے اور انھوں نے وہاں سمجھوتہ پر عمل کرنے کے لئے کافی کام کیا۔ پاکستان سے بھاگ کر آئے ہوئے لوگوں کو انھوں نے واپس لوٹ جانے کی صلاح دی، اور گھبرائے ہوئے لوگوں کی ہمت بندھائی۔

سردار پٹیل نے کلکتہ ریڈیو سے بھی ایک تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے سامنے اس سمجھوتے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ ہی نہیں تھا۔ ورنہ ہم اس پر ضرور غور کرتے۔

ایک بیان میں ہند کے پچھلے گورنر جنرل راجہ جی نے بھی اس سمجھوتے کی تائید کی۔

مولانا آزاد نے ایک تقریر میں صاف صاف بتایا کہ یہاں سے مسلمانوں کا بھاگنا یہاں رہنے والے مسلمانوں کے لئے خطرناک ثابت ہوگا۔ انھوں نے صلاح دی کہ ہر مسلمان کا [illegible] اپنے [illegible] خوف و ہراس کو اپنے دل سے نکال پھینکے اپنے دل و دماغ پر قابو رکھے اور کسی کے بہکاوے میں نہ آ جائے۔

اسی طرح کی بہت سی کوششیں پاکستان میں بھی ہوئیں پاکستان اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے جناب لیاقت علیخان نے بتلایا کہ میری دلی خواہش اور پکا ارادہ ہے کہ اس سمجھوتے پر عمل کیا جائے۔

سمجھوتے کے بعد دونوں ملکوں میں تجارت کے بارے میں جو سمجھوتہ ہوا ہے اس سے بھی لوگوں کو کافی بھروسہ ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ ۳۱ جولائی تک پاکستان کچے سن کی ۸ لاکھ گانٹھیں ہندوستان بھیجے گا۔ اور اس کے بدلے میں کپڑا، فولاد، سن کی تیار چیزیں وغیرہ پاکستان بھیجی جائیں گی۔

ان کوششوں سے سمجھوتے کو کافی مدد مل رہی ہے اور دھیرے دھیرے لوگوں کو یقین ہوتا جاتا ہے کہ یہ ایک سیدھا اور سچا راستہ تھا۔ جسے جنتا کے فائدے کے لئے اپنایا گیا۔

پُرانا ہندوستان

پچھلے دنوں ہم کلچر کے بارے میں مولانا حسین احمد مدنی کی تقریروں کے کچھ حصے آسان ہندوستانی میں دے رہے ہیں۔ مولانا بھارت کی آزادی کی لڑائی میں ہمیشہ آگے رہے ہیں اور بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ آج کل آپ جمعیتہ العلماء ہند کے صدر ہیں۔ رہبر کے پڑھنے والے اس مضمون میں پُرانے ہندوستان کی ایک جھلک دیکھ پائیں گے۔ (ایڈیٹر)

ہمارا دیش جس میں ہم آباد ہیں۔ ہندوستان ہے۔ انگریزوں سے پہلے یہ ملک بڑا مالدار تھا۔ اسی وجہ سے تاریخ لکھنے والوں نے اسے سونے کی چڑیا کہا ہے۔

ایک انگریز لیکھک تھارنٹن نے لکھا ہے کہ جب پورپی ملک لڑائی جھگڑوں میں پھنسے ہوئے تھے اور تہذیب و رہن سہن کے طریقوں سے انجان تھے اس وقت ہندوستان مہذب تھا۔ اس میں بڑے بڑے کار خانے موجود تھے۔ چینی سیاح فاہیان جو مہاراجہ چندرگپت وکرما دتیہ کے زمانے میں آیا تھا۔ اس نے ہندوستان کی سیر کے بعد اپنے بیان میں کہا ہے۔ کہ اس ملک کی جنتا بہت خوش حال ہے۔ راجا کی طرف سے کوئی ٹیکس نہیں، موت کی سزا بھی نہیں۔ خراج (لگان) میں تھوڑا سا غلہ پیداوار میں سے لیتے ہیں۔ ایک دوسرے لیکھک نے کہا ہے کہ ہندوستان میں سونے چاندی کے دریا بہتے ہیں۔ ہیرے جواہرات کی کمی نہیں، میجر باسو نے کہا ہے کہ مسلمان بادشاہوں کا زمانہ خوش حالی اور بے فکری کے لحاظ سے سونے کے حرفوں سے لکھا جانا چاہئے۔ سنہ ۱۷۶۲ء کے بارے میں ایک انگریز لکھتا ہے کہ صرافوں کی دوکانوں پر سونے چاندی کے ڈھیر اناج کے ڈھیروں کی طرح لگے رہتے تھے۔ یہاں پر ایک ہزار قسم کے سکے چلتے تھے۔ جس میں سے دو سو قسم کے سکے صرف سونے کے اور باقی آٹھ سو چاندی کے تھے۔ مغل سلطنت کے وقت میں بھی ۹ طرح کی اشرفیاں اور ۹ طرح کے روپئے تھے۔

پُرانے زمانے میں سونے چاندی کی طرح اناج بھی بہت سستا تھا اکبر کے زمانے میں ایک روپیہ [illegible] ۱½ من چاول [illegible] ۱۵ سیر اور مونگ [illegible] سیر بکتی [illegible] نے لکھا ہے کہ ایک رو[illegible] لونڈ[illegible] چاول ملتا تھا۔ ابن بطوطہ نے محمد [illegible] نے [illegible] حال لکھا ہے۔ وہ لکھتا ہے [illegible]

انہیں نعمتوں کو دیکھ کر یورپ کی قوموں نے ہندوستان پہنچ کر یہاں کی دولت کو لوٹنا شروع کر دیا۔ لارڈ میکالے کے کہنے کے مطابق "ہندوستان کے سونے چاندی کے دریا انگلینڈ کو بہے جاتے تھے"۔ انگریزوں نے اس جنت نشان ملک کو جہاں پہلے ۷۰۰ سال میں صرف ۱۳ کال پڑے تھے، اس طرح لوٹا کہ صرف سو سال میں ۳۱ قحط پڑے اور ۱۸۷۲ء سے سنہ ۱۹۰۰ء تک صرف ۲۸ سال میں ۱۸ قحط پڑے اور ۳ کروڑ انسانوں کی جانیں ان کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ نلسحاے-ولیمن نے ۱۹۱۴ء میں ۶ مہینے ہندوستان میں رہ کر تمام دیہاتوں کا دورہ کر کے یہ بیان دیا کہ ہندوستان میں کئی کروڑ ایسے لوگ ہیں کہ جنھیں پیدائش سے لیکر موت تک غذا نہیں ملتی۔ لگاتار فاقہ کرنے والوں کی تعداد ۴ کروڑ سے ۷ کروڑ تک ہے۔

انگریزوں سے پہلے تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے بتایا کہ ملک میں اسکول اور کالج ان گنت تھے جن میں کوئی فیس نہیں لگتی تھی۔ جس کی وجہ سے سب امیر غریب برابر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ کپتان الیگزینڈر ۱۶۲۲ء میں اورنگ زیب کے زمانے میں ہندوستان آیا تھا اور ۲۵ سال تک یہاں رہا۔ اس نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ میں پہلے سندھ پہنچا، یہاں صرف "ٹھٹھہ" شہر میں ہر قسم کے علم و ہنر کے چار سو کالج دیکھے، حالانکہ راجدھانی یہاں سے بہت دور ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دلّی، آگرہ، لاہور اور دوسرے بڑے بڑے شہروں میں تعلیم کی کیا حالت ہوگی۔ مسٹر لڈلو نے لکھا ہے کہ ہندوستان کے دور دور کے گاؤں میں بھی ایک مکتب ہوتا تھا۔ اور عام جنتا لکھنا پڑھنا جانتی تھی۔

سر ٹامس رو جہانگیر کے زمانے میں ہندوستان آیا تھا اس نے لکھا ہے کہ ہر قریئے میں ایک مدرسہ موجود ہے۔ ہندوستان میں ۷ لاکھ گاؤں ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہندوستان میں ۷ لاکھ مدرسے موجود ہیں۔ اس کے مقابلے میں برطانیہ کے زمانہ میں کالجوں کی تعداد ۲ ہزار تیس یا چالیس سے زیادہ نہیں ہوئی۔ چھوٹے اسکولوں کی تعداد تین لاکھ سے نہ بڑھ سکی۔ انگریزوں کے آخری زمانے میں بھی ہندوستانی پڑھے لکھے آدمی ۸ فیصدی سے زیادہ نہ بڑھ سکے۔ اور عورتیں تو ۲ فیصدی بھی نہ ہو سکیں۔

پرانی تعلیم میں دو باتیں خاص طور سے سکھائی جاتی تھیں۔ ایک تو خدا سے ڈرنا اور اسی کی عبادت کرنا۔

(باقی [illegible])

رعایا پرور

* بھائی ظہور بخش *

(دوسرا حصہ)

جب تھیلیاں بھر چکیں، تو اس آدمی نے ان کو ایک بڑے تھیلے میں رکھتے ہوئے آواز دی، "اسلم! مہربانی کر کے یہ بوجھا میری پیٹھ پر لاد دو۔"

یہ آواز سنی تو اسلم مانو سوتے سے چونک اٹھا۔ لپک کر آگے بڑھا۔ اس نے دیکھا کہ اس آدمی کے ماتھے پر پسینہ کی ننھی ننھی بوندیں جھلملا رہی ہیں، اور آنکھیں آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ اسلم نے بڑی عاجزی سے کہا، "یہ میرا کام ہے۔ لائیے میں لے چلوں۔"

وہ آدمی بولا، "نہیں برادر، تمہیں میرا بوجھا اٹھانے کا کوئی حق نہیں ہے۔" اسلم نے زور دیکر کہا، "میرے رہتے ہوئے آپ بوجھا اٹھائیں، یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لائیے، میں لے چلوں۔"

وہ آدمی درد بھری آواز میں بولا، "پیارے اسلم! تم کیسے ساتھی ہو؟ مجھ پر ترس کھاؤ، ضد مت کرو۔ آج تم میرا بوجھا ڈھو دوگے، مگر قیامت کے دن؟ اس دن میرا بوجھا نہ اٹھا سکوگے۔ جو آدمی اپنا بوجھا ڈھونے میں غفلت کرتا ہے اسکا نتیجہ تم ابھی ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔ اف اننھے ننھے بچے اناج کے ایک ایک دانے کے لئے ترسا کریں اور خلیفہ کو انکی خبر بھی نہ ہو؟ حد ہوگئی۔"

اسلم نے کہا، "اسمیں کسی کا کیا قصور؟"

وہ آدمی بگڑ کر بولا، "کسی کا کوئی قصور نہیں؟ کیا کہتے ہو میرے ساتھی؟ حکومت کے پاس خزانہ کسکا ہے؟ رعایا کا۔ اور حکومت کس لئے ہے؟ رعایا پروری کے لئے۔ اس حکومت پر لعنت ہے جو رعایا کی پرورش نہیں کرتی۔ دیر مت کرو، تھیلا میری پیٹھ پر رکھ دو، وہاں بچے چٹ پٹا رہے ہونگے، میری راہ دیکھ رہے ہوں گے۔"

اسلم نے ایک آہ بھری، اور تھیلا اسکی پیٹھ پر رکھ دیا۔

دونوں باہر آئے۔ اسلم مال خانے کا دروازہ بند کرنے لگا۔ وہ آدمی بولا، "اسلم! اس لڑکی کے سامنے میرے بارے میں ذرا اپنی زبان قابو میں رکھنا۔"

اسلم نے کہا، "یہ تو آپ بہت جبر کرتے ہیں۔ نہ جسم سے اپنی خدمت کرنے دیتے ہیں نہ زبان سے اپنی تعریف۔ پیارے میرے حضرت، آخر یہ میری زندگی کس لئے ہے؟"

وہ آدمی بولا، "ٹھیک ہے۔ تو کیا تمہاری یہ مرضی ہے کہ جسم سے میری خدمت کرو، زبان سے میرے گن گاؤ، اور مجھے خدا کی نظر میں حقیر کردو۔ کیوں؟ تب تو تم بہت اچھے ساتھی ہو۔"

اسلم چپ رہ گیا۔

امید نے عورت اور بچوں میں دھیرج پیدا کی تھی۔ جب کھانے کا ڈھیر بھر سامان دیکھا تو مارے خوشی کے انکے چہرے کھل اٹھے۔ وہ شخص بولا، "اسلم، تم بچوں کو کھیل میں لگاؤ۔ کچھ کھجوریں اور چھوہارے کھلاؤ۔ تب تک میں اس بیٹی کی مدد کرتا ہوں تاکہ کھانا جلد تیار ہوجائے، اور بچے زیادہ دیر تک بھوکے نہ رہیں۔ ہاں، بیٹی تم جھٹ پٹ پانی اور برتن وغیرہ لے آؤ۔ میں آٹا گوندھ کر رکھتا ہوں، تب تک تم مسالہ پیس ڈالو۔"

اسلم نے اس پر ایک تعجب بھری نگاہ ڈالی۔ شاید من میں سوچا۔ کیا میں آٹا گوندھنے کے لایق بھی نہیں؟ مگر وہ بولا کچھ نہیں۔ اسکا چہرہ اترا ہوا تھا، پھر بھی وہ اپنے کام میں جٹ گیا۔ بچوں نے کھجوریں اور چھوہارے دیکھے تو وہ ان سے الجھ گئے۔

ادھر وہ آدمی ہانڈی کے گرم پانی سے جلدی جلدی برتن دھونے لگا۔ عورت نے اس سے کہا، "میرے مہربان بزرگ! اللہ کے واسطے یہ غضب نہ کیجئے۔ کھانا پکانا کوئی مشکل کام نہیں ہے، ابھی دم بھر میں پکائے لیتی ہوں۔ آپ مہربانی کرکے تشریف رکھئے، مجھے یوں کانٹوں میں نہ گھسیٹئے۔"

وہ آدمی تھالی میں آٹا نکالتے ہوئے بولا، "بیٹی جلدی کرو۔ باتیں پھر ہوتی رہیں گی۔ بچے بھوک سے بے چین ہو رہے ہیں۔ میں تھوڑی سی مدد کرونگا تو گھل تھوڑی ہی جاؤنگا؟" اور اس نے آٹا گوندھنا شروع کردیا۔

عورت نے مسالا پیستے ہوئے کہا، "بابا جان، پتہ چلتا ہے کہ آپ انسان کی شکل میں فرشتہ ہیں۔ تب ہی تو آپ میں حضرت عیسے کا رحم اور پریم موجود ہے۔ آپ نے بلاوجہ میرے لئے یہ تکلیف کی، مجھپر یہ رحم کیا۔ میں کن شبدوں میں آپکا شکریہ ادا کروں، اللہ آپکو اس نیکی کا بدلہ دیگا۔"

آٹا مسلتے ہوئے وہ آدمی بولا، "بیٹی اس میں شکریہ ادا کرنے کی کوئی بات نہیں۔ انسان کی خدمت کرنا، انسان کا فرض ہے۔"

عورت نے کچھ اداسی بھری آواز میں کہا، ایک آپ ہیں اور ایک حضرت عمر ہیں۔ وہ ہمارے بادشاہ ہیں،

(باقی صفحہ ۶ پر)



مصر میں ہند کے پچھلے ایلچی ڈاکٹر سید حسین کے انتقال کو ایک سال پورا ہونے کے موقع پر قاہرہ شہر کے ہندوستانیوں نے انکی قبر پر پھول چڑھائے۔ تصویر میں حال کے ہندوستانی ایلچی جناب اے۔ اے۔ فیضی قبر پر پھول چڑھاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پچھلے دنوں آسٹریلیا سے ایک آدمی
اندر پہنچا ہے جس نے موتی جھرے (ٹائیفائڈ) کے
... وا کا نام
...
اسپتال
...
دوا ے
فائدے بہت جلد سامنے آجاتے ہیں اور ٹائیفائڈ
کا بخار دو دن میں بالکل ختم ہو جاتا ہے۔

اس دوا نے موتی جھرے کے علاج کو بہت آسان بنا دیا ہے۔ اگر بیماری کا پتہ جلدی ہی لگا لیا جائے اور یہ دوا ہمارے پاس کافی ہو تو بہت ممکن ہے کہ تھوڑے دن بعد موتی جھرے سے ڈرتی بھی آدمی نہیں مرے پائےگا

*

[illegible] ایک چھوٹی سی [illegible] ہوتی ہے جسے لوگ دوسرے پرندوں کی طرح [illegible] لیکن [illegible] دنوں [illegible] ایک [illegible] ہوا کہ یہ جانور [illegible] سائنسداں [illegible] اور اس [illegible] سے [illegible] میں [illegible] آدمی [illegible] ہیں۔

پروفیسر [illegible] آدمی ہیں جو آج سے ۱۹ سال پہلے زمین سے سب سے زیادہ [illegible] ارے تھے۔ [illegible] اوپر چلے گئے تھے۔ حال ہی میں [illegible]

"زمین اور آسمان کے بیچ" چھپی ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ جہاں تک سوچنے کا سمبندھ ہے ہم لوگ چاند تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن جانا اتنا آسان نہیں ہے جتنا سوچ لینا ہے۔ ہمیں اس پر عمل کرنے میں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جیسے، ہم جس کیبن میں بیٹھ کر جائیں گے اسکا وزن مع سب سامان کے لگ بھگ ایک ٹن ہوگا مگر ہمیں جانے اور آنے کے لئے ۴۴۰ ٹن آکسیجن ساتھ لیجانا چاہئیے۔

*

نیویارک میں ایک دعوت کے موقعہ پر مسٹر ہارن کک نے بتایا کہ ہائیڈروجن بم کا وزن اتنا ہوگا کہ موٹے سے موٹا ہوائی جہاز اسے لیکر نہیں اڑ سکے گا۔

آپنے بتایا کہ روس کے پاس ایٹم بم ہے یا نہیں ابھی تک اسکا کوئی ثبوت ہمیں نہیں مل سکا ہے۔

* *

۱۹ اپریل کو بمبئی پولیس نے کولی واڑا کیمپ کے شرنارتھیوں پر گولی چلائی جس میں ایک ۱۸ سال کا سکھ نوجوان مارا گیا اور ۱۸ آدمی زخمی ہوئے۔

پولیس کا کہنا ہے کہ یہ شرنارتھی سرکاری حکم کے مطابق نہ تو کرایہ دینے کے لئے تیار تھے اور نہ مکان خالی کرتے تھے۔

قومی ...

بھارت کی ودھا[illegible]
کو قومی کیت مان لیا
اتنی ہی عزت ہے۔ آ[illegible]
ان دونوں گیتوں کے بارے
جن گن من ......

گرودیو ٹیگور کا
بڑے بڑے شاعروں [illegible]
ہم کسی ہندوستانی [illegible]
سب سے آگے دکھائی
جب ۱۹۱۱ میں [illegible]
تھے اور یہاں ان کے سوا [illegible]
رہی تھیں تب گرودیو [illegible]
ان کے سواگت میں پڑھنے
پر گرودیو کو غصہ آگیا اور
ظاہر ہے کہ اس گیت [illegible]
جاننے والے، ان کو [illegible]
انسان کے نصیب کے [illegible]
بولی ہے وہ ایشور تو [illegible]
اس لئے یہ گیت پنجم [illegible]
لیکن آج چالیس سال [illegible]
(باقی [illegible]



پنڈت نہرو نے وا[illegible]
دو ننھے ہاتھیوں کا تحفہ
میں یہ دو ہاتھی [illegible]
کے ساتھ دکھائی دیتا

...ستا

...سبھا نے " جن گن من "
بندے ماترم " کو بھی
...ھر کے پڑھنے والوں کو
...با تیں بتانا چاہتے ہیں ۔

...ہیں جانتا ؟ دنیا کے
...بھکتوں کی لائن میں جب
...وہ میں رویندر ناتھ ٹیگور

...ہندوستان آنے والے
...تیاریاں بڑے زوروں سے ہو
...وستان نے ان سے کہا کہ آپ بھی
...ے ایک گیت لکھ دیجئے ۔ اس
...نے جن گن من لکھا ۔
...دیش کی جنتا کے دلوں کو
...نے والے اور صدیوں تک
...لانے والے جس آدمی کی چ
...سکتا تھا اور نہ چھوتا جارج ،
...اگت میں نہ پڑھا جا سکا
...را قومی گیت ہوگیا ۔
...میں)



...ریک) کے جانور کو ور کو
...نا دو بیچا تھا۔ اوپر کی تصویر
...اشانتی " اپنے مہا وتوں

(" قومی گیت " کا باقی)

بندے ماترم ....

یہ گیت ہم برسوں سے اپنی سبھاؤں اور جلسوں میں گاتے آرہے ہیں مگر بہت کم لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ گیت کب اور کس نے لکھا ۔

بنگالی زبان میں کہانی لکھنے والوں میں بنکم بابو کا نام بہت مشہور ھے ۔ جب یہ اپنی کتاب " آنند متھ " لکھ رہے تھے تب انہیں ایک گیت کی ضرورت پڑی ۔ بنگال میں شکتی (طاقت) پوجا کا بہت رواج ھے ۔ یہ گیت اسی موقع پر گانے کے لئے لکھا گیا تھا ۔ بعد میں دیش بھگت لوگوں نے اپنی آزادی کی لڑائی میں اسکو استعمال کیا اور یہ گیت صرف بنگال کا نہ رہ کر سارے ہندوستان کا گیت بن گیا ۔

عام چناؤ

نئے آئین (ودھان) کے مطابق سنہ ۱۹۵۱ کے بسنت میں عام چناؤ ہونے کا خیال ھے ۔ نئے آئین کے مطابق ہر اس آدمی کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوگا جسکی عمر ۱ جنوری سنہ ۱۹۵ کو ۲۱ سال پوری ہوگئی ہوگی ۔

اندازہ ھے کہ اس وقت ہندوستان کی آبادی ۳۷۰۰۳۸۰۰۰ ھے اور اس میں سے ۱۷ کروڑ ووٹر ہونگے ۔ چناؤ میں حصہ لینے والے لوگوں کی یہ تعداد دنیا کے سب ملکوں سے زیادہ ھے ۔

بمبئی صوبے کے ووٹروں کی تعداد ۱،۵۹،۴۴،۱۷۹ ھے ۔ ووٹروں کے ناموں کی لسٹ تیار کر کے چھاپنے کے لئے ... دی گئی ھے ۔ اور امید ھے کہ پانچ مہینے کے اندر یہ چھپ کر تیار ہو جائیگی ۔

بمبئی شہر کے ووٹروں کی لسٹ دیوناگری میں چھاپی جائیگی اور صوبے کے دوسرے حصوں کی لسٹ وہاں بولی جانے والی زبان میں چھپے گی ۔ بھارت کے دوسرے صوبوں میں بھی ووٹروں کی لسٹیں لگ بھگ تیار ہیں ، اس سلسلے میں بھارت سرکار جلد ہی ایک الیکشن کمیشن مقرر کرنے والی ھے ۔

*

تاریخ ۲۶ اپریل کو پنڈت نہرو کراچی پہنچے ۔ وہاں ان کا بڑی شان سے سواگت ہوا ۔

*

نیکی

* بیگم صغرا ہمایوں مرزا " حیا " *

لوگ دنیا میں ہیں ایسے بھی جو کرتے ہیں غرور ،
نشۂ حسن میں سرشار (۱) ، ھے دولت کا سرور (۲) ۔
نہ تو دولت ہی تمہاری یہ رھے گی لوگو ،
اور نہ یہ حسن رھے کا کبھی میری سن لو ۔
نیکی دنیا میں کرو کیونکہ رھے گی یہ سدا ،
نیکی وہ چیز ھے کہ کرتا ھے پسند اسکو خدا ۔
نیکی کرنے کے طریقے میں بتا دوں تم کو ،
بات سن لو یہ مری کان لگا کر سن لو ۔
لنگڑے کو دیکھو تو تم ہاتھ میں لکڑی دیدو ،
اندھے کو دیکھو تو تم راہ اسے بتلا دو ۔
کوئی ہمسایہ جو بیمار کبھی ہووے ذرا ،
لے خبر اسکی کہ خوش تجھ سے ہو خالق (۳) تیرا ۔
مفلسی سے کوئی نادار (۴) جو ڈھونڈے روزی ،
کوششیں کر کے کسی طرح دلا دے روزی ۔
سردی کے مارے اکڑتے ہوئے مفلس جو ملیں ،
اوڑھنے کیلئے لا کر انہیں کمبل دے دیں ۔
واسطے ان کے ھے یہ شال دوشالے سے سوا ،
تم کو اللہ سے مل جائے گی اور اسکی جزا (۵) ۔
کوئی مہمان ترے گھر میں جو آجائے کبھی ،
جتنی ممکن ہو تو کر جان سے خاطر اسکی ۔
ہوسکے جتنا تو کر لوگوں پہ احسان اپنا ،
ذکر اسکا نہ زبان پر کبھی ہرگز لانا ۔
کوئی احسان اگر تم پہ کرے شکر کرو ،
جیتے جی اسکا نہ احسان کبھی تم بھولو ۔
اپنے محسن (۶) کو جو بدبخت ھے ایذا دے کا ،
آدمی وہ ھے جو اس سے بھی نہ بدلہ لیگا ۔
پودے گر دیکھو ملیں دھوپ سے مرجھائے ہوئے ،
ان کو بھی پانی دو خوشنود (۷) خالق کیلئے ۔
بلبلاتا ہو اگر بھوک سے کوئی کتا ،
اسکے آگے بھی ذرا ڈالدو روٹی ٹکڑا ۔
معنی نیکی کے نہیں یہ کہ فقط پیسہ دو ،
بلکہ پہلو میں ذرا درد بھرا دل رکھو ۔
ھے " حیا " کی یہ دعا خالق اکبر (۸) سے سدا ،
نیکی کرنے کی کرے بندوں کو توفیق (۹) عطا ۔

(۱) مست ، (۲) نشہ ، (۳) خدا ، (۴) غریب ، (۵) بدل ، (۶) احسان کرنے والا ، (۷) راضی ہونا ، (۸) سب سے بڑا خدا ، (۹) ہمت ۔

(" رعایا پرور " کا باقی)

اسلام کے خلیفہ ہیں، اور انہیں دنیا کے مالک کہلاتے ہیں۔ سنا ہے کہ وہ بڑے غریب پرور ہیں، مگر میں نے تو ان کی غریب پروری کا کوئی نمونہ نہیں دیکھا۔ شاید آپ نے دیکھا ہو؟"

وہ آدمی لاپرواہی سے بولا، "ارے! تم کھانا پکا رہی ہو یا باتیں کر رہی ہو؟"

مگر عورت نے زور دے کر سوال کیا، "کیا ہم جیسے غریبوں اور محتاجوں کی خبر لینا حضرت عمر کا فرض نہیں ہے؟ مانا کہ ہم عیسائی ہیں، مگر کیا ان کی رعایا نہیں ہیں؟"

اس آدمی نے چہرہ اوپر اٹھایا، اسکی چمکتی آنکھیں اور بھی چمک اٹھیں۔ مانو ان میں خوشی کی ایک لہر آگئی۔ وہ اسلم کے گہری اداسی بھرے چہرے پر ایک ہمدردی بھری نظر ڈالتے ہوئے بولا، "انہوں نے ابتک تمہاری خبر نہیں لی، اسے انکی غلطی کے سوا اور کیا کہا جائے؟ [illegible] پر تمہارا سب حال سناؤں گا۔ انشاءاللہ وہ بہت جلد تمہاری خبر لیتے رہیں گے، اور تمہیں کسی قسم کی [illegible]

[illegible] باتیں کرتے، اور

[illegible] نا پک گیا: [illegible]

[illegible] بچے تو اپنی [illegible]

[illegible] کھانا کھلا دیا۔

جب بچے کھا چکے تو وہ آدمی کھڑا ہو گیا اور بولا، "بہن، اب ہم لوگ جائیں گے۔"

عورت بھی کھڑی ہو گئی، اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولی، "اللہ آپ کا بھلا کرے۔ میں تو اللہ سے دعا مانگوں گی کہ آپ کو خلافت بخشے۔ حضرت عمر تو ہرگز اس کے لائق نہیں ہیں۔"

"بے شک وہ لائق نہیں ہیں۔ مگر اب تو اللہ نے ان کے کمزور کندھوں پر خلافت کا بھاری بوجھ رکھ ہی دیا، اور وہ اسے جوں توں کر کے چلا بھی رہے ہیں" کہتا ہوا وہ آدمی باہر نکل آیا۔

عورت چونکی۔ مگر وہ کچھ کہے، اس کے پہلے ہی وہ آدمی راستے پر جا پہنچا۔

دونوں چپ چاپ چلے جا رہے تھے۔ آگے والا آدمی جلدی جلدی چل رہا تھا۔ مگر پیچھے والے کی چال دھیمی تھی۔ مانو اس کے پیر دھرتی پکڑ رہی ہو۔ یکایک آگے والے آدمی نے رات کے اس تیسرے پہر کی خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا، "اسلم، کیا بات ہے؟ اس طرح دھیمی چال کیوں چل رہے ہو؟"

"حضور کلیجہ پر ایک ٹھنڈا سا بوجھ رکھا ہوا ہے۔"

"بوجھ! کیسا بوجھ؟"

"اب آپ کو کیا بتاؤں؟ آپ سنتے کب ہیں!"

"تمہیں اس لڑکی کے یہاں تمہاری زبان، مانو گونگی ہو رہی تھی، اور رنج تمہارے چہرے پر چھایا ہوا تھا۔"

"افسوس کی بات تو ہے ہی۔ میرا خلیفہ، میرا بادشاہ، بوجھا ڈھوئے، کھانا پکائے، اور میں چپ چاپ دیکھا کروں۔"

"میرے پیارے اسلم، میرے پیارے ساتھی، تمہارا یہ خیال بالکل پاگل پن سے بھرا ہوا ہے۔ اگر میں اپنا کام آپ کرتا ہوں، تو اس میں تمہاری ماتحتی کیوں بگڑنے لگی؟ ماتحتی بگڑتی ہے غلامی کرنے سے۔ ماتحتی بگڑتی ہے غلامی کرانے سے۔"

اسلم نے دل ہی دل میں کہا — آہا خلیفہ حضرت عمر کتنا درد بھرا دل رکھتے ہیں! کتنے رعایا پرور ہیں! کتنے غریب پرور ہیں!!! اور پھر اس نے گہرے اندھیرے میں خیال کیا، جیسے وہ مسکرا رہے ہیں، اور اس کی چھاتی پر رکھا ہوا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ ("نیا ہند" سے لیا گیا)

[نوٹ: حضرت عمر اسلامی حکومت کے دوسرے خلیفہ تھے۔ آپ سیاست کے بڑے جانکار تھے اور رعایا کی بھلائی کے لئے بہت سے نئے کام شروع کئے جیسے غریب بیواؤں کی وظیفہ ٹھہرانا، چھپے طور پر لوگوں کا صحیح حال معلوم کرنا وغیرہ۔]

* * *

بمبئی کے انسپکٹر جنرل آف پولس شری کامتے حال ہی میں یورپ اور امریکہ کے دیشوں کا دورہ کر کے آئے ہیں۔ وہاں آپ نے پولس کے کام کی بہت سی باتیں ایسی دیکھیں جو ہندوستان کی پولس میں نہیں پائی جاتیں۔ اخبار والوں کی ایک میٹنگ میں آپ نے بتایا کہ بمبئی شہر کی پولس ابھی اتنی ترقی نہیں کر پائی ہے جتنی لندن اور نیویارک کی پولس نے کر لی ہے۔ لیکن جہاں تک کام کرنے کا سمبندھ ہے وہ کسی بھی جگہ کی پولس سے بہت پیچھے نہیں ہے۔

شری کامتے نے بتایا کہ یہاں کی پولس میں بھی ہم بہت کچھ ترقی کرنا چاہتے ہیں، جیسے خاص خطرے کے وقت پولس کی مدد کی ضرورت ہو تو چند منٹوں میں مدد پہنچائی جا سکے گی اور اسکے لئے جنتا کو صرف ٣٩٨ نمبر پر فون کرنے کی ضرورت ہوا کرے گی۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ یہ مدد جب قطعی ضرورت ہو تب ہی مانگنی چاہئے۔

پولس کے کام میں اور زیادہ مستعدی لانے کے لئے آپ نے کچھ گھڑ سواروں اور شکاری کتوں کو رکھنے کا بھی ارادہ ظاہر کیا۔

پسندیدہ: نہیر بیگی

خطرے کی گھنٹی

اسکاٹ لینڈ کے پوربی کنارے کی طرف سمندر میں ایک بڑی چٹان ہے جو "انچ کیپ چٹان" کہلاتی ہے۔ جب ہوائیں تیز چلتیں، جہاز اس چٹان سے ٹکرا جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ یہ خطرہ اندھیری راتوں کو جب کہ چاند بھی نہ ہوتا، بہت بڑھ جاتا تھا۔ اس طرح کچھ مچھیرے اور ملاح بھی اپنی جان گنوا چکے تھے۔

ایک شریف اور رحمدل آدمی "ایبٹ" کنارے کے قریب رہتا تھا۔ اس نے غریب ملاحوں اور ان کی بیواؤں پر بڑا افسوس کیا۔ اور سوچا کہ یہ اس کا فرض ہے کہ ان کی مدد کرے۔

ایک دن اس نے اپنے دوست سے کہا: "میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان بے چارے ملاحوں کو خطرے سے کس طرح بچانا چاہیئے۔"

دوست نے ایک ترکیب بتائی جس پر جلد ہی عمل شروع کر دیا گیا۔ ایک بڑی گھنٹی کو چٹان پر ایک رسی کی مدد سے لٹکا دیا گیا۔ جس کی وجہ سے جب سمندر جوش میں ہوتا تو لہریں گھنٹی سے ٹکرائیں اور وہ بجنے لگتی۔ ملاح گھنٹی کی آواز سنتے کہتے "خدا ایبٹ کو سلامت رکھے"۔

اس علاقہ میں ایک بدمعاش ڈاکو "ایلاف" رہتا تھا۔ وہ ساحل کے قریب قریب اپنے ملاحوں کے ساتھ سفر کرتا۔ غریب مچھیروں کو لوٹتا اور ایبٹ کو بُرا بھلا کہتا کیونکہ وہ نیک آدمی تھا۔

ایک روز جب سورج چمک رہا تھا "ایلاف" کا جہاز "انچ کیپ چٹان" کے قریب کھڑا تھا۔ سمندر بالکل ٹھہرا ہوا تھا اور سمندر کے کنارے کی ریت چمک رہی تھی۔ ایلاف سیٹی بجاتا اور گاتا ہوا تختے پر ٹہل رہا تھا۔ یکایک اس کی نظر ایبٹ کی گھنٹی پر پڑی اور فوراً اسے شرارت سوجھی۔

وہ اپنے آدمیوں کی طرف پلٹا اور کہنے لگا۔ "کتنا اچھا ہوگا اگر گھنٹی کو چٹان سے کاٹ دیا جائے!"

"ہاں ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیئے" ملاحوں نے کہا۔

"بڑے مزے کی بات ہے! ہا ہا ہا!"

مچھیرے کتنا غصہ کریں گے اور وہ ایبٹ کو نہ دعائیں دیں گے اور نہ اس کی تعریف کریں گے۔

چلے۔ ایلاف چٹان پر چڑھ گیا اور اس نے رسی کو کاٹ دیا۔ گھنٹی سمندر میں گھنگھناتی ہوئی ڈوب گئی۔

"ہا ہا ہا!" ایلاف اور اس کے آدمی ہنسے۔ "اب کوئی بھی بیوقوف ایبٹ کی تعریف نہیں کرے گا!"

تب ایلاف دور چلا گیا۔ اس نے جہازوں پر حملے کئے ملاحوں کو لوٹا، اور بہت امیر ہو گیا۔ آخرکار وہ سمندر سے تھک گیا۔ اسکاٹ لینڈ کی طرف لوٹا۔ ایک اندھیری رات میں وہ پوربی کنارے سے گذرا۔ سخت ہوا چل رہی تھی، ایلاف نہ جان سکا کہ جہاز کس جگہ ہے۔

"چاند کب نکلے گا؟ کیا ہم ساحل کے قریب ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"اوہ!" ایک ملاح نے یکایک کہا، "کیا تم لہروں کو انچ کیپ چٹان سے ٹکراتے سن رہے ہو؟"

"اوہ!" دوسروں نے کہا، "کاش انچ کیپ کی گھنٹی ہوتی جو ہمیں خبردار کر سکتی!"

ایلاف نے کچھ نہیں کہا وہ بھی جانتا تھا کہ خبردار کرنے والی گھنٹی کو سنے، مگر وہ تو سمندر کی تہہ میں تھی جو خود اس کے ہاتھوں وہاں پہنچ گئی تھی۔

سمندر زیادہ سے زیادہ طوفانی ہوتا گیا۔ لہریں اونچی سے اونچی ہوتی گئیں، تب ایک ڈراونی آواز کے ساتھ جہاز چٹان سے ٹکرا گیا۔

"انچ کیپ چٹان!!!" ایلاف اور اس کے ساتھی ملاحوں نے پکارا۔ جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ڈوب رہا تھا۔ ایلاف اپنے بال نوچنے لگا۔ اور اپنے آپ کو کوسنے لگا۔

"نہ جانے میں کیوں اتنا بیوقوف بن گیا تھا۔ کہ میں نے گھنٹی کو کاٹ دیا!" اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

یکایک لہریں ہر طرف سے بڑھیں، جہاز ڈوب گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایلاف اور اس کے ساتھی بھی۔

("تارے" سے لیا گیا)

("پرانا ہندوستان" کا باقی)

دوسرے بُرے اخلاق کو دور کر کے اچھے اخلاق پیدا کرنا تاکہ آپس میں میل جول اور پریم محبت سے رہیں۔ نئی تعلیم کی بابت لارڈ میکالے نے کہا ہے کہ اس تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ رنگ اور نسل کے اعتبار سے لوگ ہندوستانی رہتے ہوئے بھی دل سے انگریز ہو جائیں۔

خبریں

جامعہ نمبر (فروری)

۲۳ر اپریل کو جب پنڈت نہرو بہار کے دورے پر گئے تو انھوں نے ہزاری باغ جیل بھی دیکھا جہاں وہ خود اور ان کے ساتھی راجندر بابو، سرحدی گاندھی عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان صاحب ایک زمانے میں بند رہ چکے تھے۔

ہند-پاکستان سمجھوتے کے سلسلے میں ہند سرکار کے دو وزیروں نے استعفا دے دیا۔ ان میں ایک تو ہندو مہاسبھا کے پچھلے صدر ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی ہیں اور دوسرے شری نیوگی۔ پنڈت نہرو اور سردار پٹیل کے سمجھانے پر بھی انھوں نے اپنا استعفا واپس نہیں لیا۔

پچھلے کچھ دنوں سے کلکتے میں ہیضہ کا بہت زور ہے۔ اب یہ بیماری شہر سے باہر بھی پھیلتی جا رہی ہے۔ [illegible] نے بیماری کو روکنے کے لئے کوششیں [illegible] اب تک ۲۰۰ آدمی ہیضہ کا [illegible] کے لئے مقرر کئے جا چکے ہیں [illegible] ۱۵۰۰۰ آدمیوں کو انجکشن [illegible]

ہند اور برما میں حال ہی میں ایک سمجھوتہ ہوا ہے جس کے مطابق برما ہندوستان کو ایک لاکھ ٹن چاول دے گا۔ جس کی قیمت لگ بھگ ساڑھے پانچ کروڑ روپیہ ہوگی۔

ہند سرکار کے خزانے کے وزیر شری جان متھائی اس ہفتہ تین دن کے لئے بمبئی آئے۔ آپ نے یہاں بینک آف انڈیا کی نئی عمارت کا "تالا" کھولا اور بہت سے لوگوں سے ملاقات کی۔

ہمارے دیش میں جتنے میلے لگتے ہیں ان میں "کمبھ" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ یہ میلا ہندوستان میں ۴ جگہوں پر لگتا ہے۔ ان کے نام ہیں۔ ہردوار۔ اجین۔ ناسک، اور پریاگ۔ ہر بارہویں سال یہ میلا ان چار جگہوں پر [illegible] مہینوں بھر لگتا ہے۔ لاکھوں آدمی اس [illegible] آتے ہیں اور ہر سال [illegible] کسی گھٹنا کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس سال [illegible] کنارے ہردوار میں لگا۔ اس سال بھی ایک [illegible] ۳ آدمی مارے گئے۔ مگر پچھلے سالوں کو دیکھتے [illegible] ہوتا ہے کہ یہ تعداد بہت کم ہے۔ میلے کا انتظام اچھا تھا۔ اور صفائی وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا تھا۔ جس سے کوئی بیماری نہیں ہونے پائی۔

۱۲ر اپریل کو پیٹرولی اور کچلا کے اسٹیشنوں کے بیچ ایک تیز چلتی ہوئی ریل گاڑی پٹری سے [illegible] جس سے ۳۲ آدمی مارے گئے اور جتنے زخمی ہوئے [illegible] راشٹر پتی راجندر بابو نے مارے گئے [illegible] ہمدردی کا سندیش بھیجا ہے۔
